يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ

(فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ)

للّٰہ الحمد و لہ المنہ کہ کتاب مستطاب تحفۃ الاخیار و عدۃ للابرار

مسمّٰی بہ

کشف الاسرار

فی

معرفۃ النبیؐ و آلہ الاطہارؑ

تصنیف منیف جناب سلالۃ المصطفین مولانا السید محمد سبطین السرسوی

اعزہ اللّٰہ فی الدارین

حسب ہدایت مخبر البرہان لاہور

در مطبع رفاہ عام سٹیم پریس لاہور باہتمام مولوی عبد الحق مالک و مہتمم مطبوع گردید

۱

فہرست مضامین

	نام مضمون	صفحہ
(۱)	دیباچہ۔	۱
(۲)	مقدمہ	۲۰
فصل حقیقت و معیار نبوت	حقیقت و معیار نبوت	۲۱
	تعریف نبی اور اس کی فصل ممیز۔	۳۰
	علامہ ابن خلدون اور وحی کی توجیہ۔	۳۱
	خلقت انسان۔	۳۵
	انبیاء کی طینت نورانیہ	۳۷
	خلقت انبیاؑ عالم امری ہے نہ عالم خلقی سے	۳۸
	خواص مادہ نورانیہ انبیاء۔	۴۱
	مزید شہادت از کلام حمید مجید۔	۴۶
	روح قدس کا ثبوت احادیث سے	۶
	روح قدس کے کمالات فعلیہ۔	۵۰
	انبیاء اور کتاب وجودی۔	۵۹
فصل نبوت مطلقہ کلیہ	اظہار نبوت و بعثت انبیاؑ۔	۶۴
	درجات شش گانہ نبوت۔	۷۳
	ولایت مطلقہ۔	۸۴
	معنی تشہید۔	۸۵
فصل امامت مطلقہ	امامت صغریٰ و کبریٰ	۸۷
	امام حق و امام باطل	۸۸
	عہد امامت کی تصریح۔	۹۱
	تعریف امامت۔	۹۲
	امامت و نسل اسمٰعیلی۔	۹۵

	نام مضمون	صفحہ
	علم امامت کی مزید توضیح۔	۹۸
	امام مطلق کی ایک اور صفت۔	۱۰۵
	امامت اور ولایت مطلقہ۔	۱۰۸
	اطاعت مطلقہ	۱۰۹
	اجسام ائمہ اور ان کی ارواح۔	۱۱۲
	روح مسدد	۱۱۴
	ولادت ائمہؑ	۱۱۵
	بعض علامات امامؑ	۱۱۸
	امام کی حقیقت امام کی زبانی	۱۱۹
	انبیاؑ و ائمہؑ کی بابت علامہ مجلسیؒ کی رائے	۱۲۵
	نتیجہ بیانات سابقہ۔	۱۲۶
	معنی غلو۔	۱۳۱
	تقریر مدعا۔	۱۳۳
	دفع شبہات	۱۳۴
	باب اول	
فصل	ابتدائی مباحث	۱۴۰
فصل	جواب مضامین۔	۱۶۹
	تعریف کمال۔	۱۷۳
	لوازم بشریۃ	۱۸۳
	آیہ ماکنت تتلو	۱۸۵
فصل	تحقیق متین	۲۰۰
	تعریف انسان۔	۲۰۱
	حقیقت ادراک و شعور۔	۲۰۴

فصل	نام مضمون	صفحہ
	صحیح اعرایف الشان۔	۲۱۳
	تنبیہ فیہ تبصیر	۲۲۶
	باب دوم	
	(اقوال متفرقہ)	۲۲۷
فصل	اڈیٹراہ صلاح۔	۲۳۳
	سید احمد حسین صاحب	۲۴۴
	مولوی سید شبیر حسین صاحب	۲۴۶
	ادیٹر شیعہ۔	۲۴۸
	باب سوم	
فصل	جناب علامہ کنتوری مدظلہ۔	۲۴۸
	فتاوائے حجج اسلام کثرہم اللہ	۲۸۶
فصل	سلسلہ مضامین جناب علامہ	۲۸۸
	ابتدائے بعثت بروایات امامیہ	۳۰۰
	ابتدائے بعثت بطریق دیگر	۳۰۴
فصل	غلط کی تفسیر۔	۳۰۷
	تحقیق ایمان پیغمبر صلعم۔	۳۱۱
	فتاوائے حجج اسلام کثرہم اللہ	۳۱۳
	تفسیر آیہ	۳۱۸
	تبصرہ	۳۲۴
فصل	علی کو استاد جبرئیل کہنا غلو ہے۔	۳۳۱
	علم ما کان وما یکون سے جہالت۔	۳۳۷
	حقیقت شعر۔	۳۴۰
	جرم اور گناہ۔	۳۴۵
	خطوط علماء کرام۔	۳۵۰
	خاتمہ کتاب	
	تفسیر آیہ ماکنت تدری الخ	۳۶۵
	روح نبی کب عطا ہوئی۔	۳۶۵
	یہ روح جبرئیل نہیں۔	۳۶۸
	معنی کتاب و ایمان	۳۷۱
	تفسیر آیہ ماکنت تتلوا الخ۔	۳۷۲
	امی کے معنی جاہل نہیں ہیں	۳۷۶
	امی کے معانی امام کی زبانی۔	۳۷۹
	مختارات علماء۔	۳۸۱
	جناب علامہ مجلسی کا فیصلہ۔	۳۸۴
	نحن امۃ امیۃ۔	۳۸۵
	توجیہات امی۔	۳۸۵
	توریت و انجیل سے امی کے معنی	۳۸۷
	تفسیر امیین	۳۸۸
	پیغمبر کو کن کن معنی سے امی کہہ سکتے ہیں۔	۳۹۳
	علوم ائمہ اور اکتساب۔	۳۹۵
	علوم انبیاء کی نسبت امام غزالی کی رائے	۳۹۸
	علم اکتسابی علم ہی نہیں۔	۳۹۹
	الراسخون فی العلم۔	۳۹۹
	صنائع انبیاء۔	۴۰۷
	علم امام کی بابت مولانا حامد حسین صاحب قدس سرہ کی رائے۔	۴۰۱۲
	حدیث جناب امام رضا علیہ السلام کتاب کا اختتام۔	۴۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ رب العالمین خالق السموات والارضین باری الخلائق اجمعین الذی حوّزنا مسالک الدین واوضح لنا مناھج الیقین وشرفنا بحبیبہ وولیہ سید الاوّلین والاخرین سید الانبیاء والمرسلین فاتحہ کتاب التکوین خاتمہ مصحف التدوین اوّل المسلمین خاتم النبیین رحمۃ للعٰلمین واکرمنا باھل بیتہ الطیبین الطاھرین الھداۃ المھدیین شفعاء المذنبین والشھداء یوم الدین حجج اللہ علی اھل السموات والارضین وخلفائہ علی عبادہ اجمعین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیھم ابد الآبدین ودھر الداھرین +

اما بعد برادران ایمانی غالباً ہمارے اس خیال سے اختلاف نہ کرینگے۔ کہ ۱۹۰۰ء کے اواخر ایام بعض اعتبارات سے وہ مبارک ایام تھے۔ جن میں قرأت وکتابت کی بحث بد قسمتی سے شروع ہوئی۔ اور بحث نے ذاتیات وخصوصیات شخصیہ کی وجہ یا بعض اسباب حل وعقد کی پولیٹیکل مصلحتوں سے رفتہ رفتہ ایسا طول کھینچا۔ کہ صرف قرأت وکتابت ہی میں محدود ومنحصر نہ رہی۔ بلکہ اصل حقیقت نبوت وامامت تک منتہی ہوئی۔ اور اس نامرضیہ نتیجہ تک پہنچی۔ کہ خوف کیا جاتا ہے۔ کہ مومنین کی مختصر جماعت کے دو ضعیف ٹکڑے نہ بن جائیں۔ نہ صرف خوف بلکہ مشاہدہ بتلا رہا ہے۔ کہ دو فریق ہو گئے (خدا کرے۔ کہ میرا یہ خیال غلط ثابت ہو)۔ اور خیالات مختلف نظر آنے لگے۔

بحث کو طول کیوں ہوا؟ یہ ایک ایسا سوال ہے کہ اس وقت اس کا جواب مختصر الفاظ میں نہیں

دیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ فی الحقیقت جواب مختصر ہی ہو لیکن ہر شخص کے لئے اس کا سمجھنا آسان نہیں ہے۔ اس کی تفصیل و تشریح کی ضرورت ہے۔ ہم اثناء اثبات مدعا میں اس امر کی ضرور کوشش کرتے رہیں گے اور ناظرین کو ایسا موقع دیں گے کہ وہ اس کی تہ کو پہنچیں۔ اور پھر اس سے نتیجہ اخذ کریں۔ مارچ ۱۹۱۰ء میں رسالہ "کشف الحجاب" کے شائع ہونے سے یہ گمان غالب تھا۔ بلکہ یقین کیا جاتا تھا کہ یہ اختلاف جلد مٹ جائیگا مفسدہ فہمیاں رفع ہونگی۔ اور حق منکشف و آشکار۔ اور گذشتہ دو سال طرفین کی خاموشی اس کی تائید کرتی تھی اور ہم نے سمجھ لیا تھا کہ مادۂ فساد نیست و نابود ہو گیا۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ خودغرض یا طالب علم حضرات نے ہماری یہ تمنا پوری نہ ہونے دی۔ اور مولوی سید صغیر حسن صاحب کی طرف سے "کشف الحجاب" کے جواب میں "اظہار حق" (یا ابطال حق) کے ظہور و شیوع نے ہمارے گمان کو باطل کر دیا۔ مادۂ فساد موجود تھا۔ آخر آتش فتنہ پھر دوبارہ افروختہ ہوئی یا کی گئی۔ نیز بعض حضرات کے ساتھ تبادلہ خیالات کرنے اور بعض کے طرز عمل نے بھی ثابت کر دیا کہ گو کشف الحجاب سے اُن لوگوں کے خیالات میں بہت کچھ تغیر ہوا جنہوں نے اُس کو دیکھا ہے۔ اور انہوں نے حق و باطل میں تمیز کر لی لیکن ابھی اُن حضرات کی تعداد زیادہ ہے۔ جو اڈیٹر اخبار ناظم الہند سفیر گورنمنٹ لاہور اوسان کے ہم خیال اہل پنجاب کی نسبت وہی قدیم خیالات دل میں لئے ہوئے ہیں۔ کہ یہ لوگ علماء کو معاذ اللہ بُرا کہتے ہیں۔ اور توہین و تذلیل کرتے ہیں۔ اور اُن کے دلوں میں ان کی کوئی وقعت و عظمت نہیں۔ امید کہ بحث میں مقصود ما اہل پنجاب ہی ہیں۔ و غیر ذالک +

اگرچہ رسالہ "اظہار حق" خود کوئی ایسی چیز نہیں جس کے جواب میں عزیز وقت خرچ کیا جائے۔ کیونکہ اُس میں مہمل اور بے معنی عبارات کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں۔ اُس کا دیکھنے والا کسی مفید نتیجے پر پہنچ سکتا ہے۔ نہ صرف اُس کے مطالعہ سے کسی کو جزئیہ فائدہ علمیہ حاصل ہو سکتا ہے۔ تحریر نہیں ہے۔ بلکہ کسی کے جوش محبت میں از خود رفتہ ہو کر مرزا غالب مرحوم کی زبان بول رہی ہے۔ ؎

"کہ رہا ہوں نشے میں کیا کیا کچھ + کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی"

صرف اُس کی بعض عبارات کا نقل کر دینا ہمارے بیان کی صداقت کی کافی دلیل ہوگا۔ جیسا کہ انشاء اللہ ناظرین اثبات مطلب کے ضمن میں مطالعہ فرمائیں گے۔ اور نہ مؤلف ہی ایسے ہیں۔ جن سے مخاطب کیا جائے۔ جبکہ اُن کی تنگ ظرفی خود اعلان صفحہ اوّل سے صاف ظاہر ہو رہی ہے۔ کہ بہت ہی تھوڑے ظرف کے آدمی ہیں لیکن ایسے اشخاص کے لئے جو حق و باطل میں خود تمیز کرنے کی قابلیت نہیں رکھتے۔ یا تحقیق کی تکلیف اٹھانی گوارا نہیں کر سکتے۔ اور اپنے معتمد علیہ و معتقد ملّا ہی کی ماری حلال جانتے ہیں۔ اور بس۔ یا معتمد ثانی کی شہادت پر اپنے حین حیات میں اپنی زوجہ کی بیوگی تسلیم کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اُن کی بعض

غلط فہمیوں کی تائید اور بعض اعتقادات کی تاکید و تاسیس میں یہ رسالہ کچھ کم مؤثر نہیں ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ مؤلف نے عمداً اپنے مقصد کے حاصل کرنے کے لئے عوام فریبی میں کوتاہی نہ کی ہو اور کوشش کی ہو کہ پڑھنے والے کو اصل نزاع کا پتہ نہ لگے۔ اور معلوم نہ ہو کہ معاملہ کیا ہے۔ اور قصور کس کا۔ سوال سائل کہیں درج کیا گیا ہو۔ اور جواب مجیب بالکل صورت بدل کر کہیں نوے[90] صفحے کے بعد۔ تمام مباحث سوال سائل ہی پر ختم ہو جاتے ہیں۔ جواب آخر کتاب میں درج کیا جاتا ہے۔ ایسی حالت میں اس کا سعنہ کرنا ایک اہم فرض سے چشم پوشی کرنا ہے۔ علاوہ ازیں جبکہ اکثر حضرات کے خیالات ایک دوسرے کے برخلاف ہیں۔ اور وہ مادۂ اختلاف موجود ہے۔ جو قومی اجتماعی ترقی کے لئے سم قاتل کا حکم رکھتا ہے۔ تو اصل مابہ النزاع سے لوگوں کو مطلع نہ کرنا یقیناً قومی۔ اخلاقی اور مذہبی گناہِ عظیم متصور ہوگا۔ لہٰذا کشف الحجاب کا نہایت مختصر اور مجمل ہونا۔ اور اب اُس کا بھی تقریباً نایاب ہو جانا۔ احباب کا اُس کو طلب کرنا۔ خیالات میں مادۂ اختلاف کا پایا جانا۔ جواب کشف الحجاب میں برعکس نہند نام زنگی کافور "اظہار حق" کا شائع ہونا (جو کم علم عوام کے لئے نہایت مضر اور مذہب حق کو باطل کرنے والا رسالہ ہے) ایسے امور ہیں۔ جو اس بات کو مقتضی ہیں کہ ایک کتاب مفصل ایسی لکھی جائے۔ جو اس بحث قرأت و کتاب کی ابتدائی تاریخ۔ طرفین کے خیالات و اعتقادات کا آئینہ۔ حق و باطل کے پرکھنے کی کسوٹی۔ اور علم دوست وطالبانِ حق کے لئے تحقیقات علمیہ کا بہترین ذخیرہ ہو۔ جس میں شکوک و شبہات اور جہالات کے جواب اٹھا دئے جائیں۔ عروس مطالب کے چہروں سے نقاب اُلٹ دی گئی ہو۔ اور اس بحث اس اختلاف اور اس الجھے نزاع میں جو اسرار پوشیدہ ہیں۔ وہ سب پر منکشف و ہویدا ہو جائیں۔ مذکورہ بالا ضرورتوں کو محسوس کر کے میں اپنی ناچیز خدمت "کشف الاسرار" کی صورت میں پیش کرتا ہوں۔ اور اُمید کرتا ہوں۔ کہ انشاء اللہ مفید ثابت ہوگی۔ اس سے واقعات پر روشنی پڑیگی خیالات میں تبدیلی ہوگی۔ اور معلوم ہو جائیگا۔ کہ اڈیٹر ناظم الہند سفیر گورنمنٹ و اُن کے ہم خیال اہل پنجاب کا کیا جرم تھا؟ وہ کیوں ایسے معتوب ہوئے؟ کونسی ایسی تقصیر اُن سے ہوئی ہے۔ جس کی بنا پر وہ اکثر یا بعض سادہ لوح احباب کی نظروں میں کسی جدید مذہب کے ممبر دکھائی دئے؟ یہ مادہ کہاں سے پیدا ہوا؟ اور اس کا اصل منبع کیا ہے؟ لیکن یہ خیال رہے۔ کہ ہم اس کتاب کو "تو تو میں میں" یعنی عامیانہ مناظرہ کی کتاب نہ بنائینگے۔ کہ طرف مقابل کی ہر ایک عبارت کی رد لکھی جائے۔ اور ہر مہمل بات کا بھی ضرور جواب دیا جائے۔ اور ہر ایک امر پر خواہ مخواہ بحث کی جائے۔ خلط مبحث و نزاع لفظی میں تضیع اوقات کی جائے کیونکہ اس سے کوئی مفید نتیجہ مرتب نہیں ہوتا۔ اس لئے ہم نقل عبارات خصم میں انہی عبارات یا خطوط پر اکتفا

کریں گے جنہیں اس واقعات کے نشوونمو سے تعلق ہے۔ اور جن پر تحریرات و مباحث کی بنا ہے۔ ہم یہ کوشش کریں گے کہ اصل مسئلہ کو صاف کیا جائے۔ بکمال وضاحت پبلک پر ظاہر کر دیا جائے۔ کہ ہم کیا کہتے ہیں۔ اور ہمارے مقابل کیا۔ اور مابہ النزاع کیا ہے؟ قطع نظر اس بحث و مباحثہ و مناظرہ قرأت و کتابت کتاب کے دیکھنے سے معلومات میں اضافہ ہو۔ اور معارف نبوت و امامت حاصل ہو کہ دین و دنیا میں کام آئیں۔ انشاءاللہ ایسی کتاب نہ ہوگی۔ کہ ناظر ساری کتاب دیکھ جائے اور پتہ نہ لگے۔ کہ لکھنے والے نے کیا لکھا اور کیا کہا ہے۔ اور اُسے ان عقائد میں سے کس عقیدے پر قائم و ثابت رہنا چاہیئے۔ اور اصل عقیدہ مصنف و مؤلف کے نزدیک کیا ہے۔ جو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے مسلم و مبرہن ہو۔ جیسا کہ مؤلف رسالہ "اظہار حق" نے کیا ہے۔ البتہ ناظرین سے ہم یہ التماس ضرور کرتے ہیں۔ کہ وہ کتاب کو غور سے مطالعہ فرمائیں۔ اور حدیث مشہور و معروف "اُنْظُرْ اِلٰی مَا قِیْلَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰی مَنْ قَالَ" (جو بات کہی گئی ہے۔ اُس میں نظر و فکر کرو۔ یہ نہ دیکھو۔ کہ کہنے والا کون ہے۔ مخالف ہے یا موالف) کو اپنا دستور العمل قرار دیں۔ ہمیشہ اس کو ملحوظ خاطر رکھیں کہ صداقت ہی دین و دنیا میں فلاح و صلاح بخشنے والی چیز ہے۔ صداقت ہی دین ہے۔ انسان کبھی اس سے چشم پوشی نہ کرے۔ تائید حق و اظہار حق ہی کو اپنا فرض سمجھے۔ اور حق کو کبھی نہ چھپائے۔ مقام تدین میں حق کو ضرور ظاہر کرے۔ اور اُس کا اقرار کرے۔ اگرچہ خود اُس کے نفس کے بخلاف ہی ہو۔ یا ایہا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین (نساء ع ۲۰) مشہور ہے۔ کہ حب الشی یعمی و یصم (چیز کی محبت انسان کو اندھا بہرا بنا دیتی ہے)۔ یعنی جب کسی کو کسی چیز کی یا کسی شخص کی یا کسی مذہب کی وغیر ذالک بے انتہا محبت ہو جاتی ہے۔ تو نہ اُس کی آنکھ اُس کی برائیاں دیکھ سکتی ہے۔ اور نہ کان اُس کی مذمتیں سنتے ہیں۔ خواہ کیسا ہی کوئی عالم اُس کے سامنے تقریر کرے۔ اور اُس کے محبوب کی برائیاں ثابت کر دے۔ اُس کو ہرگز یقین نہ ہوگا کیونکہ ذہن آن واحد میں دو طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ اُس کا ذہن متوجہ ہے۔ ہر وقت اپنے محبوب و مطلوب کی اچھائی کی طرف تکتا ہی رہے گا۔ اُس کی برائی کی طرف نہ جائیگا۔ لہذا ضروری و لازمی ہے۔ کہ کسی مختلف فیہ امر میں سوچنے اور کسی ایسے امر میں غور کرنے کے لئے جو اُس کے خلاف ہو۔ انسان کو پہلے خیالات و تصورات سے اپنے ذہن کو خالی کرنا چاہیئے۔ بلا اس کے کبھی درست فیصلہ نہیں دیا جا سکتا۔ اور حق و باطل میں تمیز نہیں ہو سکتی۔ جس طرح کسی شخص یا کسی شے کی نسبت انسان کی بدظنی بعض اوقات نہایت مضر ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض حالات میں انتہائے حسن ظن بھی مضرت رساں اور گمراہی میں ڈالنے والا ثابت ہوتا ہے اور اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (بعض گمان گناہ ہوتے ہیں) دونوں قسم کے ظن سے متعلق ہے یعنی جس طرح بعض بدگمانیاں گناہ ہیں۔ اسی طرح بعض حسن ظنیاں بھی گناہ شمار ہو سکتی ہیں۔ عقلاء کے نزدیک وہ

لوگ مستحق مدح نہیں سمجھے جاتے۔ جو اندھا دھند کسی کے پیچھے لگ لیں۔ اور تدبر۔ تفکر۔ تامل۔ تعقل سے کام نہ لیتے
ہوں۔ اور قوت تمیز (عقل) کو مقام استعمال میں استعمال نہ کرتے ہوں۔ انسان وحیوان میں مابہ الافتراق جوہر عقل
ہی ہے۔ جو لوگ اس کو کام میں نہ لائیں۔ اُن میں اور دیگر حیوانات میں کوئی فرق نہیں۔ بلکہ ایسے لوگ فصحا و بلغا
عقلاء اور تمیز عنداللہ چارپایوں سے بھی بدتر ہیں۔ اور عوام کالانعام کہلاتے ہیں۔ "اَلْعَوَامُ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ
اَضَلُّ" (عوام جہال مثل چارپایوں کے ہیں۔ بلکہ اُن سے بھی بدتر و گمراہ تر)۔ جو اس جوہر نورانی سے کام نہیں
لیتے۔ انہی کے حق میں حق سبحانہ وتعالےٰ فرماتا ہے۔ "لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا" اُن کے کان ہیں مگر
اُن سے سنتے نہیں۔ "لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا" اُن کی آنکھیں ہیں۔ مگر اُن سے دیکھتے نہیں۔ "لَهُمْ
قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا" اُن کے دل ہیں۔ مگر اُن سے ادراک نہیں کرتے"۔ یعنی یہی لوگ کانوں کے بہرے
آنکھوں کے اندھے نام نہیں رکھے۔ اور یہی وہ لوگ ہیں۔ جن کے بھیجے کی پھوٹ گئی ہیں یہ تمام اعضا و قویٰ
کام لینے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ جب انسان اپنے ضمیر و کانشنس کی خلاف ورزی پر تلا ہے۔ اور
برخلاف ہی کرے۔ اور اس کی ملامت سے متاثر نہ ہو۔ تو پھر کانشنس مر جاتا ہے۔ اور ملامت چھوڑ دیتا
ہے۔ جب عقل سے تعقل نہ کیا جائے۔ تو عقل ادراک سے جاتی رہتی ہے۔ اور یہ استعداد و قابلیت گویا اُس
سے سلب ہو جاتی ہے۔ جن لوگوں نے باوجود خدا کی بیشمار نشانیوں کے موجود ہونے کے اُس کو نہ پہچانا۔
اور اُس کی آیات بینات جو ہر سو موجود اور اُن کے نفسوں میں موجود ہیں۔ ان میں غور نہ کیا۔ اور کافر ہے۔ نتیجہ
یہ ہوا کہ وہ قوت ادراک و احساس اُن سے جاتی رہی۔ اور مؤثر حقیقی کے اثر سے وہ قابلیت و استعداد گویا سلب
ہو گئی۔ اس لئے اُن کے حق میں فرمایا "اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ
لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ
عَظِيْمٌ" (تحقیق وہ لوگ جو کافر ہو گئے ہیں۔ اور ہماری آیات کے منکر اور ہماری نعمت ہدایت کے ناشکر گزار ہیں۔
اے پیغمبر ان کے لئے مساوی ہے۔ خواہ تو انہیں ڈرا یا نہ ڈرا۔ اب وہ ایمان نہ لائیں گے۔ اللہ نے اُن کے عدم
تدبر و تعقل کی وجہ سے اُن کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے۔ اور اُن کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔ کہ
وہ حق کو دیکھتے ہی نہیں۔ اور ہماری آیات و نشانیوں سے ہدایت نہیں پکڑتے۔ اور اُن کے لئے بہت
بڑا عذاب ہے)۔ مطلب یہی ہے۔ کہ تدبر و تعقل و تامل نہ کرنے سے اُن کے قوائے ادراکیہ و حساسیہ سلب
ہو گئے ہیں۔ پھر اب اُن پر کیا اثر ہوگا۔ خدا جا بجا انہی لوگوں کی مدح و ثنا کرتا ہے۔ جو اپنے نور عقل کی نورانیت
سے کام لیتے ہیں۔ تدبر و تعقل کرتے ہیں۔ اور اسی واسطے ہر اُس شخص سے جو دعوائے صداقت کرے۔ خدا
دلیل و برہان طلب کرتا ہے۔ "قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ" اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔

تو دلیل و برہان اللہ۔ خدا کو پسند ہے کہ "لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ" اس کو بہت مکروہ جانتا ہے۔ کہ یہ کہدیا جائے۔ کہ ہم ہمیشہ سے انہی باتوں اور رسوم و رواجات کے پابند چلے آتے ہیں۔ اور ہم نے اپنے باپ دادا کو بھی انہی رسوم کا پابند اور انہی اعتقادات کا معتقد پایا ہے۔ "إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِمْ مُقْتَدُونَ" (زخرف ع ۳) ہمارے احباب خصوصیت کے ساتھ اس حکم کی پابندی کے مستحق ہیں۔ کیونکہ مذہب شیعوں کا یہ ہے۔ کہ چیزوں کی بھلائی یا برائی عقلی ہے۔ شرع میں اسی چیز کو برا کہا گیا ہے۔ جو در اصل بری ہے۔ اور اسی شے کو اچھا کہا گیا ہے۔ جو فی الحقیقت اچھی ہے۔ اس لئے ان میں تدبر و تعقل نہایت ضروری ہے +

معیار عقل اور ہدایت کے جو زرین اصول خداوند عالم علیم و حکیم ازلی نے مقرر کئے ہیں۔ انکو ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہئے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ "وَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ" اے ہمارے حبیب ہمارے ان بندوں کو نعیم اخروی کی بشارت و خوشخبری دیدو۔ جو بات کو کان لگا کر سنتے ہیں۔ اور جو سب سے بہتر بات ہوتی ہے۔ اس کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے ہدایت کی ہے۔ اور یہی اہل عقل و اہل لب بات کے جوہر و اصل کو پہنچنے والے ہیں۔ اگر انسان ان اصول پر کاربند ہو جائے۔ اور ان کا پابند رہے۔ تو میں یقین کرتا ہوں۔ کبھی غلطی نہ کھائیگا۔ مگر بہت دشوار ہے۔ خواہشات کب چھوڑتی ہیں۔ اور عادیات و تخصیات کیوں پابند ہونے دیتی ہیں۔ بہت اچھے ہیں وہ لوگ۔ جن کو یہ دولت نصیب ہے۔ "طُوبَىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ" +

بنی نوع انسان میں ایک دوسرے کی تائید۔ امداد و اعانت خصوصاً اپنی قوم کے افراد میں اور بالخصوص اپنے خاندان میں نہایت ضروری و لازمی ہے۔ اور بہت ہی اچھی چیز خیال کی جاتی ہے۔ معاشرت اسی پر موقوف ہے۔ اور تدین و تمدن کا مدار اسی پر ہے۔ لیکن اعانت و امداد و تائید کے لئے بھی ایک معیار مقرر ہے۔ اور ایک حد معین ہے۔ اس سے باہر وہ اعانت یا تائید حسن نہ رہیگی۔ قبیح ہو جائیگی۔ بلکہ قبیح تر۔ اور وہ معیار قول تعالیٰ ہے۔ "وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" (مائدہ ع ۲) یعنی نیکی اور پرہیزگاری کے کام میں ایک دوسرے کی اعانت و امداد کرو۔ اور گناہ اور ظلم کے کام پر کسی کی اعانت نہ کرو" جہاں ظلم و اثم لازم آئے۔ وہاں اعانت و امداد و تائید ہرگز جائز نہیں۔ کسی مخلوق خدا و بندۂ خدا کی اطاعت و فرمانبرداری۔ اعانت۔ امداد۔ نصرت اور حمایت اسی وقت تک جائز و مباح و ممدوح و محمود ہے جب تک کہ معصیت خدا لازم نہ آئے۔ حدیث میں ہے "لا طاعة لمخلوق في معصية الله"

[illegible] سے زندہ رہے +

معصیت خدا میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ خواہ بنا بر شعور اُس کو دُنیاوی حاصل کیا جائے یا دینی۔ بلکہ خلاف دین کسی کی تائید عین الحاد ہے۔ بلکہ در اصل اُس شخص پر ظلم ہے جس کی تائید کی جا رہی ہے۔ کہ وہ غلطی و خطا پر پختہ ہو جاتا ہے۔ تائید ہمیشہ حق کی چاہئے۔ خواہ اپنے عزیز ہی کے مقابلہ میں کیوں نہ ہو۔[1] "وَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ" (مائدہ ع ۷)۔ بندگانِ خدا میں بعد رسول و ائمہ ہُدیٰ کے والدین کی فرمانبرداری نہایت ہی اہم و ضروری ہے۔ اور عقوق والدین (اُن کی نافرمانی) موجبِ عذاب الیم۔ لیکن یہ فرماں برداری اُسی وقت تک ہے۔ جب تک کہ اس کا تعلق دین سے نہ ہو۔ امور دین میں خلافِ حق اُن کی تائید و اطاعت کفر ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔ وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (لقمان)۔ یعنی خداوند عالم بعد وصیت بہ والدین ارشاد فرماتا ہے۔ "اگر تیرے والدین اس بات پر تجھ سے مجاہدہ کریں۔ کہ تو میرے ساتھ اُن کو شریک کرے۔ جس کی بابت تجھے علم نہیں ہے (خواہ ذات میں ہو یا صفات میں۔ عبادات میں ہو یا افعال میں)۔ تو اس امر میں اُن کی اطاعت نہ کر۔ اور دُنیا میں اُن کے ساتھ نیکی سے بسر کر۔ اور اُس کے راستے کی پیروی کر جس نے ہماری طرف رجوع کیا ہے۔ پھر تم سب کی بازگشت میری ہی طرف ہے۔ پس میں تم کو خبر دونگا اُن باتوں کی۔ جو تم نے کی ہیں"۔ جناب امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ وَاجِبٌ وَاِنْ كَانَا مُشْرِكَيْنِ وَلَا طَاعَةَ لَهُمَا فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ وَلَا لِغَيْرِهِمَا فَاِنَّهٗ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ (العیون)۔ یعنی "والدین کے ساتھ نیکی کرنا واجب ہے۔ اگرچہ وہ مشرک ہی ہوں۔ اور ایسے امر میں اُن کی اطاعت نہ چاہئے۔ جس میں معصیت خدا لازم آئے۔ اور نہ ایسے معاملے میں والدین کے سوا کسی اور کی اطاعت کرنی چاہئے۔ کیونکہ جب معصیت خالق ہو۔ تو کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں"۔ اس قسم کی احادیث بیشمار ہیں۔ نتیجہ یہی ہے کہ دین خدا و کلام خدا کے مقابلہ میں کسی کی اطاعت نہ چاہئے۔ اور خلافِ حق تائید کفر ہے۔ اس لئے ہمارا[2] فرض ہوگا۔ کہ حق کو حق سمجھ کر صاف ظاہر کردیں۔ اور کسی کی پرواہ نہ کریں۔ خواہ باپ ہی کیوں نہ ہو"۔ "لا تخاف لومۃ لائم فی دین اللہ"۔ "والحق احق[3] ان یتبع"۔ ہر شخص اپنے قول و فعل میں ماخوذ ہے۔ اور اس سے یہ عہد لیا گیا ہے۔ کہ وہ بجز حق کچھ نہ کہے۔ "الم یؤخذ[4] علیہم میثاق الکتاب ان لا یقولوا علی اللہ الا الحق"۔

بناء مباحثہ

رسالہ شیعہ اکتوبر ۱۹۰۸ء میں ایک استفسار مع جواب جناب مولانا سید ناصر حسین صاحب دام ظلہ العالی کے نام سے شائع ہوا تھا جس کا ماحصل یہ تھا۔ کہ جناب سید المرسلین و خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تا وقت بعثت یعنی تا زمانہ اظہار نبوت چالیس سال کی عمر تک ملکہ قرأت و کتابت

[1] خدا فرماتا ہے۔ لوگوں سے نہ ڈرو۔ مجھ سے ڈرو۔ [2] دین خدا میں کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔
[3] حق اسی کا سزاوار ہے کہ اس کا اتباع کیا جائے۔ [4] کیا ان سے یہ عہد نہیں لیا گیا ہے کہ وہ خدا پر سوا حق کے کچھ نہ کہیں

(لکھنے پڑھنے کا ملکہ) نہ رکھتے تھے۔ اور جناب سر اللہ فی العالمین امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ نے بنا بہ قول اظہر لکھنا پڑھنا سوائے خدا اور رسولؐ خدا کسی دوسرے سے سیکھا۔ البتہ اُستاد کا نام معلوم نہیں ہُوا۔ کہ کس سے سیکھا۔" اس مضمون کو دیکھکر بعض علماء پنجاب کو سخت صدمہ ہُوا۔ اس وجہ سے کہ چہاردہ معصومینؑ کی نسبت یو آمانا اس سے پہلے کان میں نہ پڑی تھی۔ کہ یہ بزرگوار بھی مثل دیگر عوام کسی ادنےٰ یا اعلےٰ علم کو کسی دوسرے سے اکتساب کرتے ہیں۔ کیونکہ بچپن سے ہر ایک شیعہ یہی اعتقاد رکھتا ہے۔ کہ یہ سب خدا ہی کے پڑھائے ہوتے ہیں۔ اور کسی وقت میں بھی جہالت و ضلالت کی نجاست و خباثت سے ان کا دامن عصمت و طہارت آلودہ نہیں ہوتا۔ نہ یادہ ملال کا باعث ایک یہ امر بھی ہُوا۔ کہ یہ تحریر ایک ایسے عالم جید کی طرف منسوب کی گئی تھی۔ جس کا زہد و اتقاء و علم و فضل مشہور ہے۔ اور جس کا خاندان خصوصیت کے ساتھ نشر فضائل اہل بیت و نصرت دین میں معروف۔ ایسی صورت میں اس خاندان کی طرف سے اہلبیت علیہم السلام کے باب میں ادنےٰ سی منقصت کا ظاہر ہونا بھی جس قدر تعجب خیز و ملال انگیز ہو کم ہے۔ پھر ایک مسلّم شیعہ رسالے میں اس کی اشاعت نے اس ملال کو اور بھی بالمضاعف کر دیا۔ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ مسئلہ معمولی ہے۔ اور اس کے اعتقاد سے بخیال مخاطبین کسی دینی اصل میں خلل نہیں واقع ہوتا لیکن ایک عارف و محب اہلبیتؑ کے لئے بلاشبہ ادنےٰ سی منقصت بھی ویسی ہی مولم و درد انگیز ہو سکتی ہے جیسا کہ ایک بڑے سے بڑا عیب ہر ایک کا منتہائے خیال اور مطمح نظر علیحدہ ہوتا ہے۔ ایک کامل فقیہ بنا بر بعض روایات پیغمبرؐ یا امام کے لئے سہو و نسیان کا قائل ہو سکتا ہے۔ اور کہ سکتا ہے۔ کہ امام کو سہو و نسیان سے معصوم جاننا غلط ہے۔ لیکن ایک متکلم وعلا عفر متشرع عارف کامل یہی کہیگا۔ کہ نبی کے لئے سہو و نسیان کا قائل ہونا اوّل انکار نبوت ہے۔ بنابریں ممکن ہے۔ کہ ایک فقیہ یا ادیب کے نزدیک جناب امیر المومنینؑ کے لئے بعض علوم کا کسی دوسرے سے اکتساب کر لینا باعث منقصت و قادح فی الامامت نہ ہو۔ لیکن اگر اس عارف متکلم و حکیم متشرع کے نقطۂ خیال سے دیکھا جائے۔ تو یقیناً امام کے لئے کسی دوسرے سے اکتساب کا قائل ہونا اگرچہ بعض ادنےٰ علوم ہی میں کیوں نہ ہو۔ اوّل انکار امامت ہے۔ اور اس لئے وہ اس خیال سے کہ سکتا ہے۔ کہ یہ سائل جو یہ دریافت کرتا ہے۔ کہ جناب امیرؑ نے کسی سے تعلیم پائی۔ شیعہ نہیں۔ اور نہ وہ محب شیعہ ہو سکتا ہے۔ جو حضرتؑ کو غیر خدا و رسول کسی کا شاگرد بتلائے۔ کیونکہ شیعوں کا اعتقاد اس کے نزدیک یہی ہے۔ کہ یہ سب خدا ہی کے پڑھائے ہوتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے یہ معترض نہ گنہگار ہو سکتا ہے اور نہ معاذ اللہ تذلیل و توہین علماء کا مجرم خصوصاً جبکہ وہ اپنے علماء کی نسبت ایسا حسن ظن رکھتا ہو۔ کہ انکی طرف سے اہلبیتؑ کی نسبت کسی ادنےٰ سی منقصت کا اظہار بھی ممکن نہ جانتا ہو۔ اگر غور و تامل سے کام لیا جائے۔ تو اس کی ایک اصلیت

بھی ضرور معلوم ہوگی۔ اور ظاہر ہوگا۔ کہ اگر ہم بعض علوم میں ائمہ کے لئے قائل ہو جائیں۔ کہ انھوں نے بطریق مروج غیر خدا و رسول سے سیکھے ہیں۔ تو پھر ہرگز کسی دلیل سے ہم ثابت نہیں کر سکتے۔ کہ وہ علوم موہبتی لدنی رکھتے تھے۔ اور سب باتیں خدا ہی کی طرف سے جانتے تھے۔ اس شخص کے نزدیک جو یہ اعتقاد رکھتا ہے۔ کہ یہ بزرگوار خدا کے بھیجے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کا علم موہبتی لدنی ہوتا ہے۔ یہ امر ضرور بعید از عقل و بعد از قیاس معلوم ہوگا کہ سارے علوم و فنون تو ان کو بطور موہبت عطا ہوئے ہوں۔ اور ایک علم بطریق مروج و مرسوم مثل عوام الناس دوسروں سے حاصل کیا ہو۔ جہاں سارے علوم خدا نے دئے تھے۔ یہ علم کیوں نہ بخش دیا۔ یقیناً اس اعتقاد کے بعد ائمہ کے لئے علم لدنی موہبتی کا کوئی اطمینان بخش ثبوت نہیں دیا جا سکتا۔ اور ائمہ اہلبیت و دیگر ائمہ شرعیہ میں کچھ فرق نہیں رہتا۔ انھوں نے بھی پڑھ کے ترقی کی۔ عالم ہو گئے۔ انھوں نے بھی پڑھ پڑھ کر اس مرتبہ کو حاصل کر لیا۔ زید و عمر و بکر پر ان کو کوئی خاص فضیلت نہیں ہو سکتی۔ ان خیالات و اعتقادات کی بنا پر اگر ایک عالم شیعہ محب اہل بیت جوش محبت میں کوئی اعتراض کرے۔ تو ہرگز قابل ملامت نہیں ہے۔ لیکن میں ضرور کہونگا۔ کہ اہل پنجاب کی طرف سے جو اعتراض کیا گیا۔ سخت لہجے میں کیا گیا۔ خواہ کسی بنا پر کیوں نہ ہو۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو بہتر ہوتا۔ مگر ہر عاقل بصیر جانتا ہے۔ کہ اس سختی کا خمیازہ اگر اٹھانا پڑتا۔ تو نفس معترض کو یا شائع کنندہ کو۔ لہذا اس سخت لہجے کے جواب میں اگر سخت کہا یا لکھا جاتا۔ تو صرف جناب معترض مولوی محسن علی شاہ صاحب یا اڈیٹر ناظم السند کو۔ نہ یہ کہ نبی یا امام میں نقص و عیوب ثابت کئے جائیں۔ اور ان باتوں کو شائع کیا جائے جس سے مذہب شیعہ کو سخت صدمہ پہنچے۔ مخالفین نہیں۔ اور ان کو لب کشائی کا موقع ملے۔ وہ باتیں ان کو خود شیعوں کی تحریروں سے ہاتھ آئیں۔ جن کو وہ خود ثابت نہ کر سکتے تھے۔ اور اس طرح سے نبوت و امامت کی بنیاد کو مخالفین کے لئے نہایت کمزور و مضمحل کر دیا جائے۔ بلکہ تمام اصول مسلمہ مذہب شیعہ کو درہم برہم کر دیا جائے۔ تمام کوشش اس امر میں صرف کی جاتی۔ کہ نبی و امام میں کوئی نہ کوئی کمی ضرور نکال دی جائے۔ لیکن کسی طرح بھی اپنی غلطی ثابت نہ ہو۔ ان کا دامن عصمت کسی شک و شبہ سے آلودہ نہ ہو۔ اور ان کے علم میں کسی قسم کا نقص و عیب ظاہر نہ ہو۔ حالانکہ یہ غلطی ہے۔ عالم کیسا ہی کامل کیوں نہ ہو۔ پھر بھی غلطی کا امکان اس میں موجود ہے۔ اور وہ کسی طرح معصوم نہیں ہو سکتا۔ بڑے بڑے کاملین سے غلطیاں ہو گئی ہیں۔ ان پر اعتراض کئے گئے ہیں۔ بلکہ خود ان کے ہی شاگردوں نے غلطیاں پکڑی ہیں۔ جیسا کہ عالم بصیر پر پوشیدہ نہیں۔ کونسا عالم ہے۔ جس کی نسبت یہ یقینی طور سے کہا جا سکے۔ کہ اس سے کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ جو کچھ اس نے لکھا ہے۔ جو کچھ کہا ہے۔ وہ سب حرفاً بحرفاً حق و صدق عین مطابق منشاء الٰہی ہے۔ انسان کیسا ہی عالم کیوں نہ ہو۔ علم اس کا ناقص ہے۔ اور بہت سی باتوں سے جاہل ہو سکتا ہے۔ اور عالم کو عالم بالاضافہ کہا جاتا ہے۔ نہ کہ عالم علی الاطلاق کہ کوئی کسی چیز کا عالم ہے۔ کوئی کسی

کا۔ کوئی کامل فقیہ ہے۔ تو کوئی کامل متکلم۔ ایک علم حدیث میں کمال رکھتا ہے۔ تو دوسرا علم تفسیر میں۔ وغیر ذالک۔ یہ ضروری نہیں کہ ایک شخص تمام علوم میں کامل ہو۔ جیسا کہ فقیہ ہے۔ ویسا ہی متکلم و محدث مفسر و مؤرخ ادیب اور حکیم بھی ہو۔ یہ شان کہ کسی مسئلے کے جواب میں یہ نہ کہے۔ کہ میں نہیں جانتا پیغمبرؐ یا امامؑ یعنی حجۃ اللہ کی ہے "الحجۃ من لا یقول لا ادری" حجۃ اللہ وہ ہوتا ہے۔ جو کسی سوال کے جواب میں یہ نہ کہے۔ کہ میں نہیں جانتا نہ کہ عالم کی۔ اس لئے بہت ممکن ہے۔ کہ عالم سے کسی اصولی مسئلہ میں غلطی یا تسامح ہو جائے۔ کسی غلطی کا ہو جانا عیب نہیں۔ بشریت ہے۔ لیکن اس پر اصرار ضرور نامناسب ہے۔ خصوصاً ایسے علماء کی شان سے یہ بھی ممکن ہے۔ کہ اس مسئلہ کو ان سے کم درجے کا عالم جانتا ہو۔ جبکہ مشاہد و محسوس ہے۔ کہ بعض اوقات شاگرد استاد کی غلطی پکڑ لیتے ہیں۔ بنا ٔعلیہ اس امر کے لئے جان توڑ کر کوشش کرنا کہ کسی طرح جناب مولنا کی عبارت کو صحیح بنایا جائے۔ ممکن ہے بے سود ہو۔ بلکہ موجب گناہ و فساد عظیم فتوے کی عبارت اردو ہے۔ جس کو ہر ذی فہم و ذی شعور اردو دان سمجھ سکتا ہے لیکن اس کی دس دس طرح سے تاویلیں کی جا رہی ہیں۔ ایک مؤید کچھ تاویل کرتے ہیں۔ تو دوسرے صاحب کچھ۔ اور مختلف معانی بیان کئے جا رہے ہیں۔ گویا مولانا کی اردو عبارت نہیں ہے۔ بلکہ ایک آیت متشابہ منزل من اللہ ہے۔ جس کی تفسیر و تاویل راسخون فی العلم حضرات فرما رہے ہیں۔ اور اہل پنجاب پر بلا وجہ لعن طعن کئے جاتے ہیں۔ اور برا کہا جاتا ہے۔ اور ان کو الٹا توہین علماء کا الزام لگایا جاتا ہے۔ متعدد حضرات اس مسئلہ پر جناب مولانا موصوف کی تائید میں خامہ فرسائی فرما چکے اور فرما رہے ہیں۔ مگر نہایت افسوس سے کہا جاتا ہے۔ کہ آج تک چھ سات سال کے عرصہ دوران بحث میں سوائے ایک اڈیٹر الحق لاہور (سید صغیر حسن قتیل) اور کوئی شخص ایسا نہ نکلا۔ جو جناب مولانا کے بالمقابل حضرات معصومینؑ کی حمایت و تائید میں بھی کچھ لکھے یا کہے یا علامہ کنتوری صاحب کا جواب دے۔ یا کم سے کم ان کے برخلاف لکھنے والوں کو روکے۔ ائمہ علیہم السلام ہمیشہ مظلوم رہے ہیں۔ اور اب بھی ہیں۔ بلکہ زیادہ تر ظلم اپنوں ہی کے ہاتھ سے ہوئے۔ ظلم کے یہی معنی نہیں۔ کہ ان کو قتل کیا جائے یا زہر دیا جائے۔ بلکہ ان کی مسلمہ فضیلت کو چھپانا اور حق پوشی کرنا بھی ظلم ہے۔ نہ کہ ان کی تائید کرنا ظلم۔ بالکل صحیح ہے۔ اور حق ہے۔ اگر ایسی صورت میں ہم یہ کہیں۔ کہ۔

"من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم + کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد"

کیونکہ اگر مخالفین کی طرف سے ایسا ہوتا۔ تو اتنا صدمہ و ملال نہ ہوتا۔ اور نہ ایسا صفر ثابت ہوتا جیسا کہ مؤالفین اور مدعیان محبت و مودت اہلبیتؑ سے اس چودھویں صدی میں ظاہر ہو رہا ہے +

اگر تدبّر و اخلاص سے کام لیا جاتا۔ تو اس بحث کے روکنے اور مولانا سید محسن علی شاہ صاحب کے خاموش و ساکت کرنے کے لئے ہمارے نزدیک جناب مولانا دام ظلہ العالی یا کسی دوسرے عالم نیک کا ایک پرائیویٹ خط کافی ہوتا۔ اور بالفرض اگر بحث ہوتی بھی۔ تو پرائیویٹ خطوط ہی میں منحصر و محدود رہتی۔ یا عالمانہ و محققانہ ہوتی۔ بصورتِ موجودہ اخبارات کے کالموں میں دکھائی نہ دیتی۔ دشمن اس طرح نہ ہنستے۔ اور اپنے ہی ہاتھوں اپنی رسوائی نہ ہوتی۔ اور اس مختصر سی مظلوم جماعت کے دو ٹکڑے نہ ہوتے۔ یا دو گروہ نہ کہلائے جاتے۔ مگر جناب مولانا ممدوح نے نہ معلوم کیوں ایسا نہ کیا۔ اور اُن کے مویدین کی تعلّی نے بحث کو نہایت قبیح صورت میں بدل دیا۔ بجائے اس کے کہ نرمی سے بحث کو نرم کیا جاتا۔ جناب ممتاز الافاضل کے مضمون نے جس کی سُرخی "کلام ما فہمیدن مشکل است نہ کہ بر ما اعتراض کردن" ہے۔ اہل پنجاب کے زخمی دلوں پر نمک پاشی کا کام دیا۔ جس میں آیہ مجیدہ ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان الخ کو تحریک کے علاوہ نفی قرأت و کتابت بظاہر یہ بھی ثابت کیا گیا ہے۔ کہ معاذ اللہ پیغمبرؐ ایمان سے بھی تا زمانہ بعثت عاری تھے۔ اور جس کی تصریح جناب علامہ کنتوری صاحب نے فرما دی ہے۔ ناظرین انصاف فرما سکتے ہیں۔ کہ جن کے اعتقاد میں پیغمبرؐ ابتدائے خلقت سے نبی مطلق و ولی مطلق مثل اعلےٰ الٰہی اور اول ما صدر و افضل ما خلق عین حقیقت کمال معدن علوم و مصدر فیوضات الٰہیہ ہو۔ اُس کو اس پیغمبرؐ کے چالیس سال تک دولت ایمان سے بے بہرہ ظاہر کئے جانے سے کیا کچھ صدمہ نہ پہنچیگا۔ اور کیوں اُس کو گمان نہ ہوگا۔ کہ ان حضرات کے نزدیک پیغمبرؐ و امامؑ کی کوئی وقعت نہیں۔ اور کیونکر بحث کی یہ صورت نہ ہوگی "خود کردہ را علاج نیست"۔ پھر اس پر جناب عمدۃ الافاضل صاحب اڈیٹر العارف نے جو ستم ظریفی دکھلائی۔ اس کا فیصلہ ناظرین ہی کے انصاف پر چھوڑا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے کیا کہا اور کیا لکھا۔ عبارت آگے چل کر نقل کر دی جائیگی۔

بحث کی صورتِ موجودہ اور اُس کی اصلی لِم

ایک طرف انتہائے حُسنِ ظن اور دوسری جانب سے انتہا بدظنی اس کا اصلی باعث ہے۔ مباحثے علماء میں پہلے بھی ہوتے رہے علماء میں ایک دوسرے پر اعتراض ہوتے رہے ہیں۔ اور ہوتے ہیں۔ لیکن یہ صورت کبھی پیش نہیں آئی۔ جو اس مباحثے میں آ رہی ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ مباحثے عالمانہ مباحثوں کی صورت میں ہوتے تھے۔ اور عموماً نیک نیتی پر مبنی۔ اور شخصیات یا بدظنیوں کے لباس سے متلبس ہو کر پولیٹیکل ملکی اور سیاسی لڑائیوں کی صورت اختیار نہ کرتے تھے۔ کسی عربی النسل اور عجمی المولد عالم کا مناظرہ و مباحثہ عرب و عجم کی پولیٹیکل لڑائی نہ سمجھا جاتا تھا۔ ایران میں شور نہ مچتا تھا۔ کہ آؤ اکٹھے ہو۔ اور مقابلہ کو نکلو۔ عرب نے ایران پر چڑھائی کی ہوئی ہے۔ جس طرح اور جس صورت سے بھی ممکن ہو۔ دفاع کیا جائے۔

اور اصول "الحرب خدعۃ" (لڑائی دھوکے بازی کا نام ہے) ہیں سے کسی جزوی اصل کے استعمال کو بھی ترک
نہ کیا جائے۔ اور کسی قسم کی فروگذاشت نہ ہونے پائے۔ مگر بدقسمتی سے یہاں ایسا ہوا۔ لکھا گیا اور چھاپا گیا
کہ پنجاب والوں نے لکھنؤ پر چڑھائی کی ہوئی ہے۔ ایک شخص آیا ہے۔ اور اُس نے تمام صوبۂ پنجاب پر قبضہ کر لیا
ہے۔ اور ایک صوبہ گویا اُن کے حدود تصرف سے خارج ہوگیا ہے۔ اور ان لوگوں کا پہلا کام یہ ہے کہ
علماء کی توہین و تذلیل کرتے ہیں۔ اور ان کی وقعت لوگوں کے دلوں سے نکالتے ہیں۔ وغیر ذالک (دیکھو
تہافۃ الفلاسفہ جناب علامہ کنتوری)۔ اور اس سے ایک علمی بحث کو پنجاب اور ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کی پولیٹیکل
اور سیاسی جنگ بنا دیا۔ اور اس لئے خلط مبحث کیا گیا۔ اور الحرب خدعۃ کے جملہ اصول کو باحسن وجہ نہیں بلکہ
باقبح وجہ کام میں لایا گیا اور لایا جا رہا ہے (دیکھو رسالہ اظہار حق مؤلفہ مولوی صغیر حسن باسٹوی و تہافت الفلاسفہ)
اگر ایسا نہ کیا جاتا۔ اور علمی مباحثہ کو پولیٹیکل جنگ نہ بنایا جاتا۔ تو قوم میں یہ اختلاف نہ ہوتا۔ اگرچہ میں یہ ضرور کہونگا کہ
اہل پنجاب کی نسبت جو بیہودہ اور غلط خبریں علماء لکھنؤ کثرہم اللہ کو پہنچی ہیں۔ اور اُن کو بدظن کیا گیا ہے۔ ان کا
سب یا اکثر کا منبع لاہور ہی ہے۔ اور یہ سب برگ و بار اور پھول و پھل شجرۂ لاہور ہی کے ہیں۔ لیکن علماء کی
یہ شان نہیں۔ کہ ایسی مہمل اور لغو خبروں کو بلا جرح و تعدیل اور معیار صداقت پر پرکھے ہوئے صحیح اور سچ سمجھ کر
اُسی پر نتائج بھی مرتب کرلیں۔ اور کسی عالم متدین متشرع کی نسبت مثلاً تکفیر یا تفسیق کا فتوے دیدیں۔
یا اکثر مومنین پنجاب کو اس بنا پر خارج از اسلام یا تشیع یا کسی مذہب جدید کا پیرو تصور فرمالیں۔ خصوصاً جبکہ
مخبر فاسق و فاجر ہو۔ اور "اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا"[1] خداوند عالم فرمائے۔ اور مثل مشہور ہو۔
"کلام المعادی ضرب من الھذیان الی التوضیح والبیان"۔ دشمن کا کلام توضیح و بیان سے دور
ایک قسم کی بکواس و ہذیان ہوتا ہے۔ اُس پر اعتماد نہ کرلینا چاہیئے۔ یہی امر موجب ہے فتنۂ عظیمہ کا۔ اور
اسی کی یہ ساری خرابیاں ہیں۔ جو نظر آرہی ہیں۔ اور آئندہ جو جو گل کھلینگے۔ دیکھنا (آگے آگے دیکھنا ہوتا
ہے کیا؟) یہ سچ ہے۔ جب تکبر آتا ہے۔ تو عقل جاتی رہتی ہے۔ اور حسد سما جاتا ہے۔ تو رحم دل سے
نکل جاتا ہے۔ اور جب حرص و طمع غالب ہو جائے۔ تو حیاء جو اصل الایمان ہے۔ رخصت ہو جاتی ہے۔
لا دین لمن لا حیاء لہ جس کو حیا نہیں۔ اُس کا کوئی دین نہیں۔ انسان کو بُرے کاموں سے روکنے والی
صرف حیا ہی ہے۔ جب وہ جاتی رہتی ہے۔ تو وہ ہر ایک بُرے سے بُرا کام نہایت آسانی سے کرسکتا
ہے۔ بعض علماء پنجاب کو بدنام کرنا اور علماء اعلام لکھنؤ کثرہم اللہ کو بدگمان کرنا اور اُن کو جھوٹی خبریں
پہنچانا اور یہ فتنہ و فساد برپا کرنا تکبر اور طمع کے نتائج قبیحہ ہیں۔ ام یحسدون الناس علی ما اٰتٰھم
اللہ من فضلہ۔ علماء اعلام کا فرض ہے۔ اور لازم ہے۔ کہ ان مہمل اور بے سروپا خبروں کی تحقیق کریں۔

[1] جب فاسق کوئی خبر دے تو پھر گواہ طلب کرو۔

معلوم کریں کہ ان کا منبع کہاں ہے۔ اور ان کا منشا کیا؟ جملہ مومنین اہل پنجاب جو پہلو میں با انصاف و حق پسند دل اور دل میں نور ایمان رکھتے ہیں۔ وہ اس بات پر متفق ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ نہ پنجاب کے شیعوں میں کوئی نیا مذہب پیدا ہوا ہے۔ جیسا کہ بعض دشمن حق و دین فروش حضرات کہتے ہیں اور لکھتے ہیں۔ نہ بابی یا شیخی ملعون فرقوں کا کوئی حامی یہاں آیا ہے۔ نہ معاذ اللہ علماء اعلام کی تذلیل و توہین کے لئے کوئی انجمن بنائی گئی ہے (اگر ان کی کوئی اصل ہے۔ تو اس کا مصداق خود ہی اس کے کہنے والے ہیں۔ جو اہل عقل و بصیرت پر پوشیدہ نہیں)۔ ہمارا اگر قصور ہے۔ تو صرف یہی کہ ہم جناب خاتم النبیین افضل المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ الطیبین الطاہرین کو چالیس سال تک جاہل نہیں جانتے۔ اور یہ اعتقاد مثل علامہ کنتوری نہیں رکھتے۔ کہ وہ قبل بعثت ایمان بھی نہ رکھتے تھے۔ اور لا الہ الا اللہ بھی کہنا نہ جانتے تھے۔ اور اس فتوے کو تسلیم نہیں کرتے۔ کہ جناب امیرؑ سوائے خدا و رسول کسی دوسرے کے پڑھائے ہوئے تھے۔ یا کسی ادنےٰ علم کو بھی انہوں نے بطریق مروج کسی غیر شخص سے سیکھا تھا۔ یہی ہمارا قصور ہے اور یہی ہمارا گناہ۔ یہ ضرور ہے۔ کہ ائمہ علیہم السلام کے مقابلہ میں علماء کو ترجیح نہیں دے سکتے۔ ہم کسی عالم دین کی غلطی چھپانے کے لئے امام یا پیغمبرؐ میں کسی منقصت و عیب کے قائل نہیں ہو سکتے۔ ہم امام کی طرح عالم کو مطاع مطلق اور مسموع الکلام علی الاطلاق نہیں جانتے۔ ہم مجتہد کو اولے الامر نہیں سمجھتے۔ ہمارے اعتقاد میں وہ شخص جو اولے الامر میں داخل ہونے کا دعوےٰ کرے تشیع سے نہیں۔ بلکہ اسلام سے خارج ہے۔ عالم یا مجتہد کو امام کا درجہ نہیں دیتے۔ اُس کو اُن خطابات مخصوصہ سے مخاطب نہیں کرتے۔ جو امام ہی کے لئے استعمال ہو سکتے ہیں۔ اور بیشک ہم کسی عالم کو من جانب اللہ حجۃ الاسلام اور قبلۃ الانام نہیں جانتے۔ ہمارے نزدیک من جانب اللہ قبلۃ الانام تو صرف پیغمبرؐ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ لیکن علماء دین کی عمداً توہین و تذلیل کو کفر جانتے ہیں۔ ہم مجرم ہیں۔ تو صرف اسی امر کے۔ کہ ...... مجتہد کے اجتہاد کو تسلیم نہیں کیا یا یہ کہ بعض۔ زمان کی دربارداری کا شرف حاصل نہیں۔ ہم اس کو ملعون جانتے ہیں جو عالم دین کی توہین دیدہ و دانستہ کرے۔ لیکن ہم مجبور ہیں کہ عالم کی عزت کو امامؑ کی عزت پر مقدم نہیں رکھ سکتے۔ ہم سے یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ پولیٹیکل مصلحتوں کی وجہ سے جاہل کو بھی عالم ہی تسلیم کریں۔ اور دیدہ و دانستہ حق کو چھپائیں۔ ہم اس بات کو بہت بُرا سمجھتے ہیں۔ کہ اپنے ذاتی فائدے۔ جاہ و عزت۔ عہدہ و منصب کی خاطر دین کا لحاظ نہ رکھا جائے۔ ہم اس امر کو خلاف تدین سمجھتے ہیں۔ کہ خدا و رسولؐ و نصرت دین کے مقابلہ میں اپنی دنیاوی عزت و آبرو کو مقدم سمجھا جائے۔ جب کہ خداوند عالم نے معیار امتحان ایمان اس آیت کو قرار دیا ہو۔ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ" (توبہ ع ۳)۔ یعنی کہہ دو اے پیغمبرؐ کہ اگر تمہارے آباء و اجداد تمہاری اولاد۔

تمہارے بھائی بہن۔ تمہاری بیویاں۔ تمہارا کنبہ قبیلہ اور تمہارے مال جنہیں تم کماتے ہو۔ اور تمہاری تجارت جس کی
کساد بازاری سے ڈرتے ہو۔ اور وہ گھر جنہیں پسند کرتے اور عزیز رکھتے ہو۔ تمہیں زیادہ محبوب و پیارے
ہوں۔ خدا اور اُس کے رسولؐ اور جہاد راہ خدا سے تو منتظر رہو۔ جب تک کہ عذاب الٰہی کا وعدہ پورا ہو۔ اور خدا
قوم فاسقین کی ہدایت نہیں کرتا۔" انتہٰی۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ جو شخص خدا اور رسولؐ خدا اور جہاد راہِ
خدا یعنی نصرت و حمایت و حفاظت دین کے مقابلے میں اپنے کسی عزیز۔ قریب۔ دوست۔ آشنا مال و دولت
کو دوست و محبوب رکھے۔ وہ فاسق فی الاعتقاد ہے۔ پس ہم دین کے مقابلہ میں کسی کو دوست نہیں
رکھ سکتے۔ اور اس کی عزت مقدم نہیں کر سکتے۔ ہمارے نزدیک عالم خواہ عرب کا ہو یا عجم کا۔ ہند کا ہو یا چین
کا۔ یورپ میں ہو یا امریکہ میں۔ یا افریقہ و جاپان میں۔ اگر عالم دین ہے اور عامل ہے۔ تو ہمارے واجب التعظیم
ہے۔ ہم عالم کو اس لئے دوست رکھتے ہیں اور اس کی تعظیم و تکریم کو واجب جانتے ہیں۔ کہ وہ عالم دین ہے۔
نہ اس لئے کہ مثلاً وہ ہمارا عزیز۔ قریب یا دوست یا ہم وطن یا ہم ملک ہے۔ اور اس لئے وہ اسی وقت تک محبوب
و واجب التعظیم ہے۔ جب تک اخلاق و علماء و اوصاف تدین اُس میں موجود ہیں۔ اور جب وہ خود ہی مثلاً معاذ اللہ
مخرب اخلاق و مفسد دین ثابت ہو۔ تو ہرگز اُس کی وہ تعظیم و تکریم نہیں کر سکتے۔ اور کسی ذاتی غرض کے واسطے دین کے
مقابلہ میں اُس کا لحاظ نہیں کر سکتے۔ ہم جانتے ہیں کہ بعد حساب و کتاب ہم سے نصرت و حمایت دین و پیروی
رسولؐ اور محبت و مودت اہلبیت رسولؐ کا سوال کیا جائے گا۔ نہ کسی عالم کی محبت و نصرت کا۔ ہم سے یہ دریافت کیا
جائیگا۔ کہ تم نے امام کو پہچانا یا نہیں۔ اور تمہارا امام کون ہے۔ نہ یہ کہ تم نے فلاں مجتہد کے اجتہاد کو بھی تسلیم کیا
تھا یا نہیں۔ ہر ایک کے اجتہاد کو تسلیم کرنا ہم پر واجب نہیں ہے۔ اس لئے اگر لاہور یا کشمیر یا حائر کے کسی
..... مجتہد کو نہ مانیں۔ تو مجرم نہیں کہلا سکتے۔ یہ بالکل غلط۔ جھوٹ۔ افترا اور اتہام ہے۔ کہ عمداً علماء کی تذلیل
کی جا رہی ہے۔ ہم ایسے شخص کو ملعون جانتے ہیں۔ ہاں ہم کو خدا نے عقل دی ہے۔ ہم اُس کو عالم کہتے
ہیں جس میں علم ہو۔ نہ صرف اس کو جو عالم کے گھر میں پیدا ہوا ہو۔ یا عالمانہ لباس رکھتا ہو۔ بہت عمدہ خوبصورت
عبا قبا پہنتا ہو۔ سر سے اونچا لمبا عصا ہاتھ میں ہو۔ اور گدی نشین پیر ہیں۔ ہم ہر ایک گدی کے پوجنے سے
ضرور قاصر ہیں۔ اور ہم اجتہاد و تقلید کو پیری مریدی نہیں جانتے۔ ایک دینی منصب سمجھتے ہیں۔ یہ بھی ضرور
ہے۔ کہ ہم بعض خوش اعتقاد احباب کی طرح ایسا حسن ظن نہیں رکھتے۔ کہ ہر شخص کے ہر ایک دعوے کو تسلیم ہی
کر لیں۔ اور نہ حیا سا اجتہاد صرف ادعا اور شہرت فی العوام کو قرار دیں۔ درآنحالیکہ ہم کو علم و بصیرت حاصل ہے۔
اور جبکہ ہم اس زمانے کو اس آیت کا مصداق جانتے ہیں "ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس
لیذیقھم بعض الذی عملوا لعلھم یرجعون"۔ اور ہمارے سامنے سراللہ فی العالمین امیرالمومنینؑ کا یہ قول

موجود ہے۔ اذا فسد الزمان ثم احسن رجل الظن برجل فقد غرر نفسہ (جب زمانہ فاسد
ہو جائے۔ اور پھر اُس وقت انسان دوسرے انسان سے حسن ظن مطلق رکھے۔ تو خود اپنے نفس کو دھوکہ
دیتا ہے)۔ اور جبکہ جناب صادق آل محمدؐ کی یہ حدیث موجود ہے جس میں علماء کی تفصیل کی گئی ہے۔ قال علیہ
السلام (مصائب المومنین) ان من العلماء من یحب ان یخزن علمہ فلا یوخذ عنہ
فذالک فی الدرک الاول من النار ومن العلماء اذا وعظ انف واذا وعظ عنف فذالک
فی الدرک الثانی من النار ومن العلماء من یری ان یضع العلم عند ذوی الثروۃ ولا یری
لہ فی المساکین وضعا فذالک فی الدرک الثالث من النار ومن العلماء من یذھب فی علمہ
مذھب الجبابرۃ والسلاطین فاذا رد علیہ شئ من قولہ او قصر فی شئ من امرہ غضب فذالک
فی الدرک الرابع من النار ومن العلماء من یطلب احادیث الیھود والنصاریٰ لیغزر بہ علمہ
ویکثر بہ حدیثہ فذالک فی الدرک الخامس من النار ومن العلماء من یضع نفسہ وتقول
سلونی ولعلہ لا یصیب حرفا واحدا واللہ لا یحب المتکلفین فذالک فی الدرک السادس
من النار۔ ومن العلماء من یتخذ علمہ مراءۃ ونبلا فذالک فی الدرک السابع من النار۔ یعنی
حضرتؑ فرماتے ہیں۔ کہ (۱) بعض عالم ایسے ہوتے ہیں جو اس بات کو دوست رکھتے ہیں کہ اُن کا علم محفوظ و مخزون
رہے۔ اور اُن سے کوئی کچھ استفادہ نہیں کر سکتا۔ سینے ہی میں لئے چلے جاتے ہیں۔ پس ایسے علماء جہنم کے
پہلے طبقے میں ہونگے۔ اور (۲) بعض عالم ایسے ہوتے ہیں کہ جب اُن کو وعظ و پند کیا جائے۔ کوئی نصیحت کی بات
کہی جائے۔ تو ناک بھوں چڑھانے لگتے اور غصہ ہوتے ہیں۔ اور خود کسی کو نصیحت و وعظ کرتے ہیں۔ تو لعن
طعن اور لوگوں پر سختی کرتے ہیں۔ نرمی سے کام نہیں لیتے۔ ایسے عالم جہنم کے دُوسرے درجے میں رہینگے۔
اور (۳) بعض عالم وہ ہیں۔ جن کے علم کا مصرف اہل ثروت اور دولتمند ہی ہوتے ہیں۔ امراء ہی کے مصاحب اپنی
علمیت بگھارتے ہیں۔ مساکین کو اُن سے کچھ نہیں پہنچتا۔ ان بیچاروں سے بات کرنا پسند نہیں کرتے۔ پس
ایسے عالم جہنم کے تیسرے طبقے میں جائینگے۔ اور (۴) بعض علماء ایسے ہیں کہ وہ اپنے علم میں جابر اور شاہان
جور کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ پس جب ان کا کوئی قول رد کیا جاتا ہے۔ یا کسی معاملے میں اُن کا قصور ثابت ہوتا
ہے۔ تو وہ غضبناک ہوتے ہیں۔ ایسے علماء جہنم کے چوتھے طبقے میں داخل کئے جائینگے۔ اور (۵) بعض علماء
ایسے پائے جاتے ہیں۔ جو یہود و نصاریٰ وغیرہ کی احادیث و اقوال یاد کرتے اور جمع کرتے ہیں۔ تاکہ اس
سے اپنے علم کی عزت بڑھائیں۔ کہ وہ ہر مذہب کی احادیث سے واقفیت رکھتے ہیں۔ اور اس سے اپنی
باتوں میں زیادتی کریں۔ پس ایسے علماء جہنم کے پانچویں طبقے میں جائینگے۔ اور (۶) بعض ایسے عالم ہیں۔ جو مسند فتویٰ

پر بیٹھے ہیں۔ اور ادّعا کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ پوچھو ہم سے جو دل چاہے۔ حالانکہ وہ علم میں ایسے ہوتے ہیں۔ کہ شائد مسئلہ کا ایک حرف بھی صحیح و درست نہ بتلا سکیں۔ اور اللہ بناوٹیوں کو دوست نہیں رکھتا۔ پس ایسے علماء جہنم کے چھٹے طبقے میں معذب ہونگے۔ اور بعض عالم وہ ہیں۔ جو اپنے علم کو مجادلہ و مکابرہ کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ اور لوگوں پر ایراد و اعتراض کرنے کے لئے اس کو آلۂ لعن و طعن و تیر ملامت بناتے ہیں۔ پس ایسے عالم جہنم کے ساتویں طبقے میں عذاب کئے جائینگے"۔ (ربنا احفظنا من شرھم الفتنا) ایسی صورت میں کیونکر ممکن ہے۔ کہ ایک بالبصیرت انسان ہر ایک کے ہر ادّعا کو قبول کرے۔ اور ہر بات کو اُس کی تسلیم کرے اور اُس کی تعظیم و تکریم کرے +

ہم یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ یہ چودھویں صدی ہے۔ ہمارے سامنے وہ نمونے موجود ہیں۔ جن کا خاکہ احادیث اہلبیت علیہم السلام میں اس طرح کھینچا گیا ہے۔ اور علائم آخرالزمان بیان کرتے ہوئے سائل سے امام علیہ السلام نے فرمایا ہے "تم دیکھو گے۔ کہ فقہاء احکام شریعت غیر دین کیلئے اور جاہ و طلب دُنیا کے لئے تحصیل کرتے ہیں۔ الخ۔ یا اُس زمانے میں فقہاء ہدایت کنندہ کم ہونگے۔ اور گمراہ کرنیوالے بہت۔ یا اُس وقت اُن لوگوں کے فقہاء بدترین فقہاء عالم ہونگے۔ ہر ایک فتنہ اُنہیں سے نکلیگا۔ اور انہی کی طرف منتہی ہوگا۔ یا مسائل دینیہ اغراض فاسدہ دنیویہ کے واسطے یاد کئے جائینگے۔ (بحارالانوار)۔ یا علماء اُن کے شریرترین مخلوقات ہونگے۔ لوگ ان سے اس طرح بھاگینگے جس طرح بھیڑیے سے بکری۔ یا امراء جابر و ظالم ہونگے۔ علماء طامع۔ (جامع الاخبار)۔ ایضاً (جامع الاخبار) "یاتی علی امتی زمان لایعرفون فیہ العلماء الا بثوب حسن ولا یعرفون القراٰن الا بصوت حسن ولا یعبدون اللہ الا فی رمضان" یعنی جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میری امت پر ایک ایسا زمانہ آئیگا۔ کہ اُس میں نہ پہچانینگے علماء کو۔ مگر عمدہ لباس سے۔ اگر اعلےٰ درجے کی عبا۔ قبا و عمامہ ہے۔ تو وہ عالم۔ ورنہ نہیں۔ اور نہ پہچانینگے قرآن کو۔ مگر اچھی آواز سے۔ اگر کوئی خوش الحان ہو۔ تو اُس سے الفاظ سن لینگے معانی سے کچھ بحث نہ ہوگی۔ اور نہ عبادت کرینگے خدا کی۔ مگر ماہ رمضان مبارک میں"۔ ان احادیث و روایات کے ہوتے ہوئے کیونکر ممکن ہے۔ کہ ہم ہر ایک مدعی کے دعوے کو قبول کر لیں۔ اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔ ہر ملوانے لباس والے کو ضرور عالم دین مان لیں۔ اور اُس کو نائب امام اولوالامر اور معاذ اللہ علی ثانی جانیں۔ ہم اپنے علم پر مکلف ہیں۔ اور ہمیں خود اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ اور ہمارے ساتھ سوائے اعمال اور کوئی نہ جائیگا۔ ایسی صورت میں اگر ہم ہر کس و ناکس کے ادعا کے قبول کرنے سے احتراز کریں۔ تو ہرگز عند العقلا قابل مذمت نہیں ہو سکتے +

ان تمام مفاسد اور طول بحث کا ایک سب سے بڑا سبب یہ بدگمانی ہے۔ کہ یہ مسئلہ عمداً (نعوذ باللہ) تذلیل و توہین علماء اعلام کثرہم اللہ کی وجہ سے چھیڑا گیا ہے۔ اور اس کے واسطے ایک کمیٹی بنائی ہے۔ یہاں تک کہ بعض سن رسیدہ جہاندیدہ تجربہ کار حضرات نے فرمایا۔ کہ خاص اس غرض سے پنجاب سے ایک شخص جناب مولانا نجم الحسن صاحب کی خدمت میں آیا۔ اور یہ مسئلہ دریافت کیا۔ تاکہ اعتراض کیا جائے (جیسا کہ سنا گیا ہے)۔ مگر افسوس ہے۔ کہ ان بزرگوار نے یہ فرماتے وقت خیال نہ فرمایا۔ کہ یہ سب کچھ تو کیا گیا۔ اور ممکن ہے۔ مگر جناب مولانا صاحب کا ہاتھ پکڑ کر کس نے یہ جواب لکھوا دیا۔ اور معترض کو اعتراض کا موقع دیا۔ اور العوارف اور شیعہ میں کس نے شائع کرا دیا۔ یہی بدظنیاں اس خرابی کا باعث ہوئیں۔ اور ہو رہی ہیں۔ اور نہ معلوم کیا نتیجہ نکلے گا۔ اور کہاں منتہی ہوگی۔ دیکھئے "اونٹ کس کل بیٹھے"۔ اس پر بعض خود غرض طالب نام بدخواہوں کی نامناسب حمایت اور حاشیے چڑھانے نے اور بھی سونے پر سہاگے کا کام دیا۔ جس کے ذمہ دار بقول جناب نجم العلماء مدظلہ وہی حضرات ہیں نہ علماء کرام۔ ورنہ یہاں کوئی ایسا ملا ہے۔ جو علماء کی تذلیل کا قصد رکھتا ہو۔ اور نہ ایسا کیا گیا۔ اعتراض کر دینا اور علمی مباحثہ کرنا توہین نہیں۔ اس کو خود سیاسی جنگ اور پولیٹیکل بحث بنا کر اور غلط بحث کر کے اس قبیح صورت میں بنا دیا گیا۔ اگر کچھ کبھی کہا گیا ہے۔ تو صرف اُن لوگوں کو جن کی تعریف ابھی احادیث اہلبیتؑ سے کی جا چکی ہے۔ نہ کہ علماء اعلام کو۔ اور صرف عالم پر اعتراض کر دینے سے کوئی شخص تشیع یا اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً جبکہ اعتراض نیک نیتی سے ہو۔ اور اگر ایسا ہی ہے۔ کہ یہ لوگ محض اس خطا پر خارج از اسلام یا تشیع ہو گئے۔ کہ حق کہتے ہیں۔ اور حق کی تائید کرتے ہیں۔ یا کسی عالم کے کسی خاص فتوے کو نہیں مانتے ہیں۔ تو وہ حضرات مخاطبین و مخاصمین جنہوں نے بعض علماء پنجاب کو سخت سے سخت لکھا ہے اور چھاپا ہے۔ اور ذاتیات پر جاہلانہ فحش حملے کئے ہیں۔ کب اس حکم سے خارج ہو سکتے ہیں۔ اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے۔ تو درحقیقت اصل خروج از اسلام یا تشیع کا فتوےٰ انہی پر عائد ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہوں اخبار کے پرچے۔ کہ ان میں جناب سرکار علامہ ہروی دام ظلہ العالی کو کیا کیا لکھا گیا ہے۔ اور کس طرح ذاتیات پر حملے کئے گئے ہیں۔ اور کیسے بیہودہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اور اس طرف سے صرف اسی وجہ سے ان کا جواب نہیں دیا گیا۔ کہ وہ بعض ذاتیات سے متعلق تھے۔ اصل مسئلے سے کچھ بحث ان میں نہ تھی۔ اگر ان کا جواب اسی طرح دیا جاتا۔ تو نہ معلوم کیا ہوتا۔ اور کیا کیا کچھ نہ کہا جاتا۔ علاوہ ازیں اگر یہ لوگ محض اس وجہ سے کہ انہوں نے ایک فتوے کو تسلیم نہیں کیا۔ یا اُس کے موید بعض موئدین ۔۔۔۔ کو کچھ کہہ دیا۔ کافر ہو گئے۔ تو فرمائیے کہ ائمہ کی توہین کرنے والے اور اُن کی منقصت ثابت کرنے میں جان توڑ کر کوشش کرنے والے کیا ٹھہرتے ہیں؟ ذرا انصاف سے فرمائیے۔ کہ کون زیادہ مجرم ہے۔ وہ شخص جو یہ کہہ رہا ہے۔ کہ میں بلا دلیل یہ تسلیم نہیں کر سکتا۔ کہ جناب امیرؑ کسی دوسرے کے پڑھائے ہوئے تھے۔ اور رسول ابتدا ہی سے نبی اور عالم تھے۔ چالیس

سال تک جاہل اور ایمان سے عاری نہ تھے۔ یا وہ شخص جو نبی کو ایمان سے خالی ثابت کرتا ہے۔ اور اپنا مدعا
ثابت کرنے کے لئے پوری سعی عمل میں لاتا ہے۔ کہ کسی طرح امام میں کوئی عیب و منقصت ثابت ہو جائے۔ ظاہر
ہے کہ اگر یہ ثابت ہو جائے۔ کہ جناب مولانا ناصر حسین صاحب سے ایک مسئلے اصول میں غلطی ہو گئی۔
تو در اصل اُن کی شان میں کوئی عیب لازم نہیں آتا۔ کیونکہ عالم کی شان معصوم ہونا نہیں ہے۔ بڑے سے
بڑے عالم سے غلطی ہو سکتی ہے۔ بخلاف اس کے اگر مرتبہ امامت میں ایک بھی نقص ثابت ہو جائے۔ تو
کیسی قباحت لازم آتی ہے۔ اور اگر عمداً ایسا کیا جائے۔ تو کیسا گناہ عظیم ہے۔ اور کوئی جواب روز قیامت
اس کا امام علیہ السلام کو نہ دیا جا سکیگا۔ اب فرمائیے۔ کہ نہ یا وہ مجرم کون ہوگا۔ نبیؐ یا امامؑ کی حمایت کرنے والے
یا اُن کے مقابلہ میں جناب مولانا کی نصرت میں ہمہ تن غرق ہو جانے والا۔

انصاف شرط ہے۔ اگر جناب مولوی محسن علی شاہ صاحب کی نیت اس اعتراض میں خدانخواستہ
بد ہوتی۔ تو وہ بعد اشاعت مضمون جناب ممتاز الافاضل (کلام مافیہ ان الخ) علماء اعلام لکھنؤ کثرہم اللہ
وابقاہم کی خدمت بابرکت میں عریضے نہ لکھتے اور دریافت نہ فرماتے۔ کہ جناب ان مضامین کی نسبت کیا
فرماتے ہیں۔ آیا یہ معترض کرنے میں غلطی پر ہیں۔ یا یہ حضرات معتقدین جو ثبوت "ما کنت تدری
ما الکتاب ولا الایمان" پیش کر رہے ہیں جس سے ایمان نبیؐ کی بھی نفی لازم آتی ہے۔ اور دسمبر ۱۹۰۸ء سے
جون ۱۹۰۹ء تک چھ ماہ ان عرائض کے جواب کا انتظار نہ کرتے۔ اور میرا خیال ناقص یہ ہے۔ جیسا کہ میں
پہلے بھی عرض کر چکا ہوں۔ کہ اگر علماء اعلام جواب عنایت فرماتے۔ تو ہرگز یہ نوبت نہ آتی۔ اور طالب نام
ہوا خواہوں کو اپنی شہرت اور نام آوری کا ایسا موقع نہ ملتا۔ کہ وہ جو چاہیں لکھا ہیں۔ مگر نہ معلوم علماء نے
کیوں سکوت ہی کو مصلحت سمجھا۔ اور کسی نے جواب نہ دیا۔ "رموز سلطنت خویش خسرواں دانند"۔ صرف دوبارہ
اس طرف سے سلسلہ مضامین شروع ہو چکنے کے بعد جناب مولانا ظہور حسین صاحب دام مجدہ کا صحیفہ پہنچا
(جو بجنسہ کسی دوسرے مقام پر درج کیا جائیگا)۔ ان تمام باتوں کا ثبوت جو اس دیباچہ میں ذکر کی گئی ہیں انشاء اللہ
آئندہ تحریرات کے ضمن میں مفصل پائیگا۔ اور اگر نظر انصاف و غور و تامل سے ملاحظہ فرمائیگا۔ تو معلوم
ہوگا۔ کہ اہل نجوہ ہرگز ان الزاموں کے مستحق نہیں ہیں۔ جو ہم پر لگائے جاتے ہیں۔ صرف جرم ہے تو
یہی۔ کہ حتی الامکان اظہار حق سے چشم پوشی نہیں کرتے۔ اور اغراض ذاتیہ یا کسی کی رو رعایت سے
حق کو نہیں چھپاتے۔ اور اپنے عقیدے کے خلاف مثل جانب مقابل تحریرات شائع نہیں کرتے۔ مگر
خدا کی ذات سے ہمیں اب بھی امید ہے۔ کہ کوئی دن آئیگا۔ کہ یہ غلط فہمیاں رفع ہونگی اور بدظنیاں دور۔
اور علماء اعلام کو بدظن کرنے والوں کا راز کھل جائیگا۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً۔

اب ہم اصل بحث اور طرفین کے اقوال کو مفصل لکھینگے۔ مگر قبل اس کے کہ اصل مسئلہ کو شروع کریں مناسب معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ ضروری ہے۔ کہ حقیقت نبوّت و امامت خصوصاً نبوّت و امامت مطلقہ میں ایک تمہیدی مقدمہ لکھیں۔ تاکہ آئندہ ناظر کتاب کو مطالب سمجھنے اور نتیجہ نکالنے اور حق و ناحق کے تمیز کرنے میں آسانی ہو۔ اور ہر ایک شخص خواہ اس بحث سے دلچسپی رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ فائدہ اٹھائے معلومات بڑھائے۔ پہلے ضرور معلوم ہونا چاہئے۔ کہ کس کے متعلق بحث ہو رہی ہے۔ اور اُس کی شان کیا ہے +

مُقَدّمہ

فصل ۱

حقیقت و معیارِ نبوّت

اگر کوئی دلیل ایسی ہو سکتی ہے۔ کہ اس میں شک و شبہ کو راہ نہ ہو۔ تو وہ دلیل فطری ہے۔ اور سچا دین و مذہب وہی ہے جس کے اصول فطرت عالم کے مطابق ہوں۔ فطرتِ عالم قدرت کے بیشمار رازوں کا خزانہ ہے اگر انسان چشم بصیرت سے اس میں غور و فکر کرے۔ تو لا انتہا مفید نکتے معلوم کر سکتا ہے۔ اور بہت اچھے اچھے نتائج پر پہنچ سکتا ہے۔ دُنیا نہایت عجیب و غریب عجائب خانہ ہے۔ اس کا ذرّہ ذرّہ خالق و صانع کی قدرت و صنعت کا مظہر ہے۔ اور ہر موجود اُس کے علم و حکمت کی ایک آیت بیّنہ۔ اسی واسطے فرماتا ہے۔ "سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ"۔ ہم آفاق و اطرافِ عالم میں اپنی آیات اور نشانیاں دکھلاتے ہیں۔ اور ان انسانوں کے نفسوں میں ہماری معرفت کی نشانیاں موجود ہیں۔ اہل بصیرت ان سے مستفید ہوتے ہیں۔ اور جاہل بدبخت ان کی تکذیب کر کے اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔ اور در اصل عارف وہی اہل ایمان و ایقان ہیں جو صانع کی ہر مصنوع کو تأمل و تدبّر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اگر تمام دیگر موجودات سے قطع نظر کر کے انسان صرف اپنے ہی وجود میں غور و خوض کرے۔ جس میں عالم اکبر پوشیدہ ہے۔ ؎

أتزعم أنك جرم صغير + وفيك انطوى العالم الأكبر

تو لا تعد و لا تحصیٰ معارف حاصل کر سکتا ہے۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ" "وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ
لِّلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ" یعنی میں اہل ایمان و ایقان کے لئے خدا کی بہت سی نشانیاں موجود
ہیں۔ اور خود تمہارے نفسوں میں۔ تم کیوں ان میں غور نہیں کرتے۔ اور بصیرت سے کام نہیں لیتے۔ ہمارا دین
ہم کو ہدایت کرتا ہے۔ کہ دین کو از روئے بصیرت اختیار کریں نہ تقلیدی طور پر۔ اور یہی حقیت اسلام کی
ایک بیّن دلیل ہے " قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي " اے پیغمبر کہدو۔ کہ
یہی میرا راستہ ہے۔ میں اس خدا کی طرف از روئے بصیرت دعوت دیتا ہوں۔ میں اور جس نے میرا اتباع کیا
ہے۔ دین کو از روئے بصیرت اختیار کرو۔ اور "إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ"
کی پیروی کرو۔ اور تم اپنے بڑوں کی باتوں کو اگر سچ سمجھتے ہو۔ تو اس کی دلیل بیان کرو "هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ
إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ" حیف ہے ان لوگوں پر جو خلاف حکم عقل و تعلیم الٰہی اندھی تقلید کی زنجیروں میں مقید
ہیں۔ اور تحقیق حق سے بے بہرہ اور مذہب حق سے گمراہ +

مسلّم بلکہ شاہد و محسوس ہے۔ کہ جملہ موجودات عالم سلسلۂ ارتقاء میں مسلسل ہیں۔ ہر ایک شے دوسری
سے متصل بھی ہے۔ اور جدا و ممتاز بھی۔ اور ایک ایک سے بالا۔ مثلاً مادیات کے چھ درجے ہیں ہر ایک
درجہ اپنے ماتحت درجے سے بعض صفات و قوے میں فوقیت رکھتا ہے۔ اور بعض میں شریک۔ اوّل صورت
ہیولیہ دوم صورت جسمیہ۔ سوم جماد۔ چہارم نبات۔ پنجم حیوان۔ ششم انسان۔ ہر ایک درجہ اپنے مافوق
سے بعض صفات و قوے میں ناقص ہے۔ مثلاً جمادات۔ سونا۔ چاندی و دیگر معدنیات قوت ترکیب میں کامل
ہیں۔ مگر نشوونما ان میں نہیں ہے۔ اس بات میں نبات سے ناقص ہیں۔ کہ اس میں قوت ترکیب اجزا بھی ہے
اور نشوونما بھی۔ اس طرح نبات نشوونما رکھتی ہے۔ مگر حس و حرکت ارادی نہیں۔ اسی طرح حیوان حس و حرکت ارادی
میں کامل ہے۔ مگر نطق جو خاصۂ انسان ہے۔ اس میں نہیں پایا جاتا۔ پھر یہ تمام موجودات مختلف اجناس و
انواع رکھتے ہیں۔ اور ہر ایک نوع دوسری نوع سے اور ہر جنس دوسری جنس سے صفات نوعیہ و جنسیہ
میں مختص و ممتاز ہے۔ اور پھر اسی طرح ہر ایک نوع کے افراد آپس میں صفات شخصیہ میں ایک دوسرے سے
ممتاز ہیں۔ مثلاً انواع جمادات نفس جمادیت میں تو شریک ہیں مگر ہر ایک نوع اپنے خواص کے اعتبار سے
دوسری سے جدا ہے۔ اور بعض تو اس قدر تفاوت رکھتی ہیں۔ کہ عوام خیال بھی نہیں کر سکتے۔ کہ یہ ایک
ہی جنس کی نوعیں ہیں۔ اگر ایک جاہل کے سامنے ایک معمولی سفید پتھر کا ٹکڑا اور ایک قیمتی پتھر رکھ دیا جائے۔
تو شکل سے تمیز کر سکیگا۔ ایک جنس کے بعض افراد نوعیہ صورت ظاہری میں دوسری جنس سے بالکل مشابہ ہوتے
ہیں۔ لیکن باطناً جدا و ممتاز۔ بے علم یا کم علم اشخاص تمیز نہیں کر سکتے۔ کہ کونسا ہیرا ہے اور کونسا بلور۔ اور جوہر شناس

فوراً پہچان لیتے ہیں کیونکہ وہ عارف ہیں۔ اُن کی نظر باطن پر ہوتی ہے نہ کہ ظاہری صورت پر۔ ایک جاہل کے نزدیک موتی اور سیپ، ہیرا اور بلور، یاقوت و عقیق مثلاً سب مساوی ہیں۔ اُن کی ظاہری مشابہت ورنگت کی وجہ سے ان کو ایک ہی کہہ سکتا ہے۔ مگر عقلاء کے نزدیک صورت ظاہری میں مشابہت و مماثلت اُن کے ایک ہی ہونے اور ایک ہی جیسی صفات سے متصف ہونے پر دلیل نہیں۔ معرفت کے لئے بصیرت درکار ہے۔

اسی طرح جملہ حیوانات نفس حیوانیت میں مشترک ہیں۔ سب حس و حرکت ارادی رکھتے ہیں لیکن ہر ایک نوع دُوسری سے ممتاز ہے۔ کسی حیوان میں تو دو ہی قوائے حسیہ پائی جاتی ہیں جیسا کہ مثلاً خراطین۔ اور دوسرے اس طرح کے کیڑے مکوڑوں میں صرف قوت لامسہ اور شامہ ہی ہوتی ہے۔ وہ چھونے اور سونگھنے ہی سے کسی شے کا ادراک کر سکتے ہیں۔ اور کسی حیوان میں تین ہوتی ہیں۔ اور کسی میں پانچوں حواس مکمل پائے جاتے ہیں۔ اور کسی میں کامل تر۔ پس ان تمام حیوانات کا نفس حیوانیت یعنی حس و حرکت میں شریک ہونا اس بات کو مقتضی نہیں کہ ہر ایک حیوان تمام قوتوں وصفات میں دوسرے کے مساوی ہو جائے۔ ملائکہ بھی تو حس و حرکت رکھتے ہیں۔ اور ذی حیات (حیوان) ہیں۔ تو کیا وہ بھی ادنےٰ حیوانات کی طرح دیگر صفات حیوانیہ میں شریک ہو جائینگے۔ اور کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اُن سے بعض اوقات بمقتضائے حیوانیت ان حیوانوں کے سے فعل صادر ہو جاتے ہیں جس چیز میں اشتراک ضروری ہے یعنی حس و حرکت میں۔ وہ پایا جانا چاہیئے کل تمام صفات جو ایک جنس کی کسی نوع میں ہیں۔ وہی دوسری میں بھی پائی جائیں۔ اسی طرح مطلق انسانیت میں تمام انسان مشترک ہیں یعنی سب نفس ناطقہ رکھتے ہیں۔ اور نطق ان میں پایا جاتا ہے۔ اور صورت ظاہری بشری میں مشابہ۔ مگر صفات شخصیہ انفرادیہ میں مساوی نہیں ہیں۔ بالکل ایک دُوسرے سے جُدا و مختلف ہیں۔ ایک ایک سے فوقیت رکھتا ہے "وَفَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ دَرَجَاتٍ"۔ ایک کو دُوسرے پر بدرجہا فضیلت حاصل ہے۔ پس انہی انسانوں میں سے بعض تو باعتبار صفات شخصیہ ایسے نظر آتے ہیں کہ گویا نباتیت کا درجہ رکھتے ہیں۔ غذا (جیسی مل جائے) کھاتے ہیں۔ اور نشوونما پاتے ہیں اور بس۔ ایسے انسانوں کو علم اخلاق میں "ستیبات" (خود رو نبات) کہا جاتا ہے۔ کہ ان کا وجود مثل ان نباتات کے دوسروں کے واسطے ہے۔ خود اپنے وجود سے کچھ مستفید نہیں ہوتے۔ پیدا ہوئے۔ بڑھے پلے۔ خدمت کی۔ مر گئے۔ بعض انسان ایسے ملتے ہیں۔ جو ان سے کچھ فوقیت رکھتے ہیں۔ اور گویا حیوانیت کے درجے پر پہنچتے ہیں۔ مگر کمالات انسانی ان سے بھی ظاہر نہیں ہوتے۔ بیلوں کی طرح کھا لیا۔ پی لیا۔ اور دن بھر کام میں لگے رہے۔ جتنی چاہو اُن سے محنت لے لو۔ نہ اُن کو دین کی خبر نہ دُنیا کی کہ کیا ہو رہا ہے اور ہم کیا ہیں؟ کیوں

پیدا کئے گئے ہیں؟ کس واسطے یہاں آئے تھے؟ اور کہاں جائینگے؟ "اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ" یہ لوگ مثل چوپایوں کے ہیں۔ بلکہ اُن سے بھی بدتر۔ اور بعض انسان ایسے پائے جائینگے۔ جن میں ان حیوانوں سے زیادہ حس و ادراک پایا جاتا ہے۔ اور یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم یہاں آئے ہیں۔ اور اپنے خاتمے کے واسطے۔ مگر اُن کا خیال نفسانیات ہی تک محدود ہوتا ہے۔ رُوحانیات کا ادراک نہیں ہوتا۔ خواہشات نفسانی ہی کو پورا کرنا وہ زندگی کا مقصد اعلےٰ سمجھتے ہیں۔ اور اُن کی ترقی نفس پرستی اور نفس اَمّارہ کی پیروی ہی تک محدود ہے۔ اُن کا یہی خیال ہے۔ کہ دُنیا عیش و عشرت کی جگہ ہے۔ مزے اُڑاؤ۔ نفس کو خوش رکھو۔ ہر ایک قسم کی شہوت پرستی سے لذّت اُٹھاؤ۔ اسی لئے ہم دُنیا میں آئے ہیں۔ اور یہیں مر جائینگے۔ نہ اس کے بعد کوئی اور زندگی ہے نہ دارِ آخرت۔ عاقبت کی فکر میں اپنے عیش کو مکدر کر لینا خام خیالی اور بیوقوفی میں داخل ہے۔ یہ لوگ لذائذ رُوحانی سے بالکل بے بہرہ ہوتے ہیں۔ اور اُن کو محسوس ہی نہیں کرتے۔ اور اسی واسطے مذہب سے بھاگتے ہیں جو لذائذ روحانی اور زندگی رُوحانی کی ترغیب دلاتا ہے۔ اور چونکہ نفس پرستی میں ہمہ تن غرق ہو جانے سے اُن کی رُوحانیت تقریباً سلب ہو چکی ہے۔ اس واسطے بعض اُن میں صاف اس کا انکار کرتے ہیں کہ وجود انسانی میں رُوح بھی کوئی چیز ہے۔ پھر یہ انکار منتہی ہوتا ہے۔ انکارِ مبدء و معاد تک۔ نہ خدا کے قائل رہتے ہیں۔ اور نہ قیامت کے۔ ان کا سچا مصداق اہل یورپ و امریکہ ہیں۔ اور آج کل ایسے ہی انسانوں کی کثرت ہے۔ ایک چوتھے درجے کے انسان ہیں جو انسانیت کے حقیقی معنی جانتے ہیں۔ اور انسان کی انسانیت رُوح انسانی پر سمجھتے ہیں۔ اور وہ لذائذ روحانی ہی سے زیادہ متلذذ ہوتے ہیں۔ اور ہمیشہ اُسی کی فکر میں رہتے ہیں۔ اور اُن سے آثار رُوحانی ظاہر ہوتے ہیں۔ اب فرمائیے۔ کہ ایک کامل انسان جو انسان کے اصلی معنی جانتا ہے۔ اور رُوح انسانی رکھتا ہے۔ اور اُس کے آثار اُس میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ اُس انسان سے جو کبھی درجہ نباتیت میں پڑا ہُوا ہے۔ اور مستنبتات میں شمار ہوتا ہے۔ یا زیادہ سے زیادہ انسانی طبعی جسمانی یا انسان نفسانی کا درجہ رکھتا ہے۔ نہ کہ انسان عقلانی رُوحانی کا۔ کس قدر فرق بیّن ہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ چونکہ دونو انسان ہیں۔ ایک سی صورت رکھتے ہیں۔ اس لئے سب کمالات میں مساوی ہیں۔ اور جب ایک ہی نوع کے افراد میں اس قدر تفاوت و اختلاف موجود ہے۔ تو دوسری نوع کے افراد کو جو اس سے فوقیت رکھتی ہے۔ کیونکر مساوی ہو سکتی ہے۔ یعنی جب نوع انسان کے افراد میں یہ فرق موجود ہے۔ حالانکہ سب انسانیت میں مشترک ہیں۔ اسی طرح دیگر انواع حیوانات۔ تو بھلا کب کہا جا سکتا ہے کہ ہر فرد انسان کے کمالات دوسرے حیوانات ہی کے سے کمالات ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی حیوان ہے۔ یہ بھی حیوان۔ یہ وہی کہہ سکتا ہے۔ جو خود حیوان ہی ہو۔ اور کوئی کمال بالانسانی فوق حیوانیت محضہ نہ رکھتا ہو۔

اور ایسے شخص کا کلام عند العقلاء قابل توجہ نہیں ہو سکتا۔ جو حیوان اور انسان کو بالکل ایک ہی بتلاتے۔ یہ اختلاف جو موجودات عالم میں دکھلائی دیتا ہے۔ یہ اُن کی ذاتی ترقی نہیں ہے۔ یعنی خود بخود ان مراتب نباتیت۔ حیوانیت اور انسانیت پر فائز نہیں ہو گئے ہیں۔ یہ خیال بالکل غلط اور باطل ہے۔ کہ تمام انواع نے ایک ہی نوع سے ترقی کی ہے۔ اور سب پہلے ایک نوع تھے۔ جماد ترقی کر کے نبات ہو گیا اور نبات حیوان اور حیوان انسان۔ انسان پہلے بندر تھا۔ بندر سے انسان بنا۔ قطعاً خلاف فطرت ہے۔ اور نہ کبھی کوئی درخت حیوان بنا ہے۔ اور نہ کوئی حیوان انسان۔ اور نہ بن سکتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہوتا کہ انسان نے بندر سے ترقی کی ہے۔ اور بندر انسان بنا ہے۔ تو انسان کا بچہ پیدا ہوتے ہی بندر کے بچے سے کہیں کامل و اکمل ہوتا۔ حالانکہ مشاہدہ اس کے خلاف پر شاہد ہے۔ یہ بقاء شخصی میں محتاج غیر ہے اور وہ نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہر ایک نوع اپنے آخری کمال یا اپنی مافوق نوع سے متصل ہو جاتی ہے۔ یا یوں بھی کہ اُس کی فرد کامل مافوق نوع کے فرد ابتدائی سے بعض صفات میں مشابہ ہو جائیگی۔ مثلاً جمادات آخری درجہ میں نبات سے مشابہ ہو جائیگی۔ جیسے مونگا۔ کہ اُس میں کچھ نشو و نمو مثل نبات پایا جاتا ہے۔ یا جیسے سنکھ اس کو برزخ کہتے ہیں۔ کہ دونوں نوعوں کے درمیان واقع ہے۔ نہ جماد محض ہے اور نہ نبات خالص۔ اسی طرح کھجور حیوانیت سے مشابہ ہے اور بعض حیوانی صفات اُس میں محسوس ہوتی ہیں۔ جیسے لقاح (نر سے حاملہ ہونا) وغیرہ۔ اور ایسے ہی بوزنیہ (بندر) برزخ کہلاتا ہے درمیان حیوان و انسان کے۔ نہ یہ کہ بندر کبھی انسان بن گیا۔ بلکہ اختلاف انواع نتیجہ ہے اُن قوتوں کے اختلاف کا۔ جو صانع عالم نے اپنی حکمت و مصلحت سے ہر ایک موجود کو حسب استعداد وجودی عطا کی ہیں۔ یعنی جماد سے نبات میں ایک قوت زیادہ رکھی ہے۔ جس سے نشو و نمو حسی اُس میں پایا جاتا ہے۔ اور نبات سے حیوان میں ایک قوت زیادہ ہے کہ وہ حس و حرکت ارادی ظاہری رکھتا ہے۔ اور حیوان سے انسان میں ایک قوت زیادہ ہے۔ کہ اس میں نطق پایا جاتا ہے۔ اس کو نفس[1] ناطقہ انسانی یا روح عقلانی کہتے ہیں۔ پس اصل حیوان نفس حیوانی ہے۔ اور اصل انسان نفس ناطقہ انسانی یا روح۔ حیوان کی حیوانیت نفس حیوانی سے ہے۔ اور انسان کی انسانیت روح انسانی یا نفس ناطقہ سے ہے۔ یہ نہیں کہ حیوانیت میں ایک قوت بڑھ گئی۔ اور وہ ترقی کر کے انسان بن گیا بلکہ خدا نے ایک روح پیدا کی۔ جو فوق نفس حیوانی اور اُس سے اکمل ہے۔ اور اُس کو جسم میں ودیعت کیا۔ و علیٰ ہذا القیاس۔ ان قوتوں کے وجود

---

[1] تحقیق یہ ہے۔ کہ نفس انسانی اور چیز ہے اور روح عقلانی اور شے۔ اور انسان مجموعہ ہے تین چیزوں کا جسم نفس اور روح۔ یہاں ہم نے بنا بر اصطلاح حکماء نفس استعمال کیا ہے۔ اور مراد ہماری یہاں نفس ناطقہ انسانی سے وہی روح عقلانی ہے۔ جو اصل انسان ہے۔ نہ نفس جو برزخ ہے درمیان روح و جسم کے ۔ منہ

اور اُن کے اختلاف درجات کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ جتنے کہ منکرین خدا بھی۔ فرق یہ ہے۔ کہ وہ لوگ
ان قوے کو بالذات مانتے ہیں۔ اور مادے ہی کا فاعلی تاثر بتلاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ مادے کے
ہر ذرے میں حرکت و حرارت موجود ہے۔ حرکت کرتے کرتے مختلف صورتیں اختیار کرتا ہے۔ اور کوئی
خارجی قوت اس میں مؤثر نہیں۔ اور ہم قائلین وجود صانع عالم کہتے ہیں۔ کہ مادہ بے علم و شعور و بے ادراک
کا فعل محکم نہیں ہے۔ مؤثر حقیقی خدا ہے۔ اُس نے یہ سب قوتیں دی ہیں۔ جو علیم و حکیم و قدیر ہے۔
اور موافق حکمت و مصلحت ان کو مختلف درجات میں پیدا کیا ہے۔ جدید فلاسفر ان قوتوں کو قوائے الیکٹریہ
(قوائے برقیہ) کہتے ہیں۔ اور حکمائے قدیم ان کو نفس نباتی۔ نفس حیوانی اور نفس ناطقہ انسانی سے تعبیر کرتے
تھے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہر ایک ممکن کا وجود اور اُس کی بقاء "معیتِ قیومیہ" باری تعالےٰ پر موقوف
ہے۔ اسی کے تعلق سے ہر ایک شے قائم و موجود و باقی ہے۔ لسانِ شرع میں ان کو نور سے بھی تعبیر
کیا گیا ہے۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ۔ اور معیت قیومیہ پر "هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ" (اُس کو
تمہارے ساتھ معیت ہے جہاں تم ہو) دال ہے۔ لیکن خاص اصطلاح شرع میں وہ قوائے باطنیہ
جو ہر شے کا باطن کون و باطن وجود ہے۔ جس سے وہ قائم ہے۔ یعنی باطن جسم و نفس و روح وغیرہا۔
ان کو "ملکوت" کہا جاتا ہے۔ چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے "وَبِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ"۔ ہر ایک شے کا
ملکوت اُسی کے دستِ قدرت میں ہے۔ اور یہی وہ قوتِ برقیہ یا قوتِ نورانیہ ہے۔ جس پر ہر شے کی
بقاء و وجود ہے۔ اور وجود در اصل نور ہی ہے۔ پس ہر ایک شے میں قوۃ ملکوتی ہے۔ جو مابہ الحیاۃ و
مابہ الوجود ہے۔ چنانچہ ملکوت عظمےٰ النبیؐ فرماتا ہے "مَا مِنْ ذَرَّةٍ اِلَّا لَهٗ لِسَانٌ مَلَكُوْتِيٌّ نَاطِقٌ بِالتَّسْبِيْحِ"
ذرہ ذرہ عالم ایک زبان ملکوتی رکھتا ہے۔ جو اُس کی تسبیح و تقدیس میں گویا ہے۔ ؎

"ہر گیا ہے کہ از زمیں روید + وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید"

پس جیسا جس کا وجود ہوتا ہے۔ ویسا ہی اُس کا ملکوت ہوتا ہے۔ یا یوں سمجھئے۔ کہ جس کا ملکوت قوی و
کامل ہے۔ اُس کا وجود اقوے و اکمل۔ یا یوں کہئے۔ کہ جس قدر معیت قیومیہ اشد ہوتی ہے۔ اُسی قدر قوت
ملکوتی قوی ہے۔ لہذا اختلاف کمالات و ترقیات موجودات اسی قوۃ ملکوتی کے اختلاف کا نتیجہ ہے۔ یہ قوۃ
ملکوتی کسی شے میں نہایت ہی ضعیف ہوتی ہے۔ اور کسی میں نہایت قوی و کامل۔ اور کسی میں سب سے اقوے
و اکمل۔ یہاں تک کہ آخری درجے کمال میں وہ قوت ملکوتی ایسی قوی ہوگی۔ کہ باقی تمام ملکوت اشیاء اُس کے ماتحت
ہونگی۔ یعنی ملکوت مواد و نفوس وغیرہا۔ و ملکوت عناصر مثلاً ملکوت آتش۔ ملکوت آب۔ ملکوت خاک وغیرہا سب اُس کے
تحتِ حکم و مقہور و مغلوب ہونگے۔ اور وہی قادر مطلق و علیم مطلق کا مظہر اوّل ہوگا جس میں یہ قوت ملکوتی ہو۔ جو

تمام موجودات سے اقویٰ و اکمل ہے۔ یہ وہ وجود ہو سکتا ہے۔ جو اوّل ما صدر از مصدر پہلا مخلوق ہو۔ وقال صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اوّل ما خلق اللہ نوری و اوّل ما خلق اللہ روحی۔ فافہم +

اس اختلاف سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ عام انسانوں کو چھوڑ کر خواص کا اختلاف اور ان کا سلسلہ ارتقاء بھی قابل غور ہے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہزار عقلاء اپنی عقل سے ایک بات کی خوبی کو ثابت کرتے ہیں۔ ایک شخص اٹھ کر ایک تقریر کرتا ہے۔ اور سب کی رائے باطل کر دیتا ہے۔ اور ثابت کر دیتا ہے۔ کہ ان سب نے اس رائے میں غلطی کی ہے۔ اور ایسے دلائل بیان کرتا ہے۔ کہ اُن کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ یہ شخص یقیناً ان ہزار عقلاء سے عاقل تر ہے۔ اسی طرح اگر دیکھتے چلے جاؤ۔ تو معلوم ہوگا کہ دنیا میں بعض عقلاء ایسے بھی ہیں۔ جو دس ہزار عقلاء کی رائے کو باطل کر دیتے ہیں۔ اور بعض ایک لاکھ اور اس سے زیادہ کی ۔۔ ایک صحیح العقل سلیم الطبع بادشاہ کی عقل چالیس وزیروں کے برابر ہوتی ہے۔ اور ایک وزیر ہزاروں عقلاء میں سے انتخاب ہوتا ہے۔ پس جو شخص شاہ دو چار یا دس بادشاہوں کی رائے کو باطل و غلط ثابت کر دے۔ وہ سب سے عاقل تر و کامل تر ہے۔ یہ اختلاف کمال عقول مشاہد و محسوس ہے۔ قابل انکار نہیں۔ کہ ایک ایک سے عاقل تر موجود ہے۔ اور ایک ایک سے فوقیت رکھتا ہے۔ "وفضلنا بعضھم علی بعض درجات"۔ یہ امر کہ یہ کمال عقول بالکل موہبتی ہے۔ یا کچھ اکتسابی بھی۔ اور اکتساب کو کہاں تک دخل ہے۔ یہ ایک دوسرا مسئلہ ہے۔ جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔ البتہ یہ امر بدیہی ہے۔ کہ عقل کو جس قدر علوم و ادراکات سے صیقل کیا جائیگا۔ روشن تر ہوتی جائیگی۔ ہمیں یہاں موجودات عالم میں باعتبار انواع و اشخاص ارتقاء دکھانا منظور ہے۔ کہ ایک ایک سے فوق ہے۔ اور نظام عالم اسی پر مبنی ہے +

یہ ارتقاء ہمیں راہ نمائی کرتا ہے۔ کہ سلسلۂ نظام عالم میں ایک ایسا عاقل بھی ہو سکتا ہے۔ جو آخر درجۂ کمال پر پہنچا ہوا ہو۔ اس سلسلہ ارتقاء کو دیکھتے ہوئے کہ ایک دوسرے سے فوق ہے اور قسمت خدا کو غیر محدود مانتے ہوئے اس کے امکان میں شک نہیں ہو سکتا۔ کہ دنیا میں ایک ایسا شخص موجود ہو۔ جو تمام افراد عالم سے عاقل تر ہو۔ بلکہ جب یہ مسلّم ہے۔ کہ انسان کیسا ہی کامل کیوں نہ ہو جائے۔ پھر بھی اُس سے غلطی ممکن ہے۔ بلکہ مشاہدہ میں آتی ہے۔ اور عاقل سے عاقل بھی کبھی غلطی کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ تو نظام عالم فرد ایک ایسے شخص کے وجود کو مقتضی ہے۔ جو تمام افراد سے عاقل تر ہو۔ اور پھر اُس کی عقل ایسی ہو جس میں غلطی کا احتمال نہ ہو۔ کیونکہ اگر ایک شخص بھی ایسا نہ ہو۔ جو غلطی سے قطعاً محفوظ ہو۔ تو نظام عالم ناقص رہیگا۔ اس لئے کہ ناقصین کا مجموعہ بھی ناقص ہی کہلاتا ہے۔ اور ایسا شخص جو سب سے عاقل تر ہو۔ اور غلطی سے محفوظ وہی ہو سکتا ہے۔ جس پر صانع و خالق عالم (جو سب کو عقل و حکمت عطا کرنے والا ہے) کی خاص توجہ و عنایت ہو (وعنایۃ اللہ

بلاشک۔ اور خاص طور سے مؤید من اللہ ہو۔ اُس کو خدا سے ایک ایسا خاص تعلق و واسطہ ہو۔ جو دوسروں کو
حاصل نہ ہو۔ بلا ایسے شخص کی امداد کے عقول ناقصہ خواہ کسی درجہ کمال پر کیوں نہ پہنچی ہوئی ہو حقیقی انسانی کمالات
کی تحصیل سے عاجز و قاصر ہی رہینگی۔ اور حقائق اشیا کا بھی علم نہ کر سکینگی۔ ایسے شخص کو جو خاص برگزیدۂ
خدا ہو۔ اور خدا سے ایک تعلق خاص و رابطہ خاصہ رکھتا ہو۔ اہل مذاہب "نبی" "پیغامبر" وغیرہ کے لفظ سے
پکارتے ہیں۔ اور یہاں سے یہ بدیہی نتیجہ نکلتا ہے کہ نبی وہی ہو سکتا ہے۔ جو تمام اہل زمانہ سے عاقل تر
ہو۔ کیونکہ عالم میں ایک سے ایک عاقل تر موجود ہے۔ پس اگر یہ سب سے زیادہ صاحب عقل نہ ہوگا۔ تو وہ
مستحق اطاعت و افضلیت نہیں ہو سکتا۔ اس کی ترجیح مفضول بر فاضل قبیح ہے۔ کہ ایک کم درجے کے
آدمی کو اعلےٰ درجے کے آدمی پر فضیلت دیدی جائے۔ اور جب وہ سب سے عاقل تر ثابت ہوگا۔ اور مؤید من
اللہ بھی۔ تو سب پر علی العموم اُس کی اطاعت و پیروی واجب و لازم ہوگی۔ چونکہ عقل کی جلاء علم ہی سے ہے۔ اور
جاہل کبھی علماء سے عقل میں کامل تر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یوں کہہ سکتے ہیں کہ نبی چاہیئے۔ کہ تمام اہل زمانہ
سے عالم تر ہو۔ اور علم اُس کا موہبتی من اللہ۔ کہ احتمال غلطی کا نہ رہے۔ یعنی عالم تر ہو اور معصوم۔ اور
جب بحکم عقل و فطرت عالم وہ دوسروں پر حاکم اور مطاع ٹھیرا۔ تو لازم ہے کہ صاحب قدرت و اختیار بھی ہو۔
تاکہ احکام کو نافذ و جاری کر سکے۔ اور اگر ضرورت پڑے۔ اور مصلحت ہو۔ تو اپنی قوت و قدرت سے کام لے۔
شریروں کو شرارت اور ظالموں کو ظلم سے روکے۔ لہٰذا اصولاً معیار نبوت **علم و قدرت ٹھیرے۔**
کیونکہ باقی جملہ کمالات علم و قدرت کے تحت میں ہیں۔ کلام حمید مجید اسی امر پر دلالت کرتا
ہے کہ بالاستحقاق حاکم وہی شخص ہو سکتا ہے۔ جو علم و قدرت میں تمام محکومین سے برتر ہو۔ ملاحظہ فرمائیے سورۂ
بقر رکوع ۳۲۔ تقرر حضرت **طالوت** من جانب اللہ۔ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ
مَلِكًا ۚ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ ۚ
قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَ
اللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ "بنی اسرائیل سے اُن کے پیغمبرؑ نے کہا کہ خدا نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔
انہوں نے کہا۔ وہ کیونکر ہمارا بادشاہ و مالک ہو سکتا ہے۔ اور ہم پر حکومت کر سکتا ہے۔ حالانکہ یہ صاحب دولت
نہیں ہے۔ ہم اس سے زیادہ حکومت و سلطنت کے مستحق ہیں۔ پیغمبر خداؑ نے جواب میں کہا۔ خدا نے تم پر
اُس کو برگزیدہ کیا ہے۔ اور تم سے زیادہ علم و طاقت عطا کی ہے۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے۔ حکومت دیتا
ہے۔ اور وہ کثیر الفضل اور ہر ایک چیز کا عالم ہے۔" اس آیت سے چند باتیں ثابت ہوئیں۔ اوّل یہ کہ
بالاستحقاق حاکم وہی ہو سکتا ہے۔ جو اپنے محکومین سے افضل ہو۔ دوم بالاستحقاق واجب الاطاعت وہی

حاکم ہے۔ جو من جانب اللہ ہو۔ نہ کہ خودساختہ۔ سوم عوام الناس کے اس خیال کو رد کر دیا گیا۔ کہ حاکم وہ ہوتا ہے۔ جو بڑا مالدار ہو۔ جیسا کہ آج کل بھی وہی سردار سمجھا جاتا ہے جس کے پاس بہت سا روپیہ ہو۔ اور غلبہ حاصل ہو۔ چہارم پیغمبر بھی بلا حکم خدا خود کسی کو کسی قوم پر حاکم نہیں بنا سکتا۔ چہ جائیکہ خود لوگ ہی بنا لیں۔ چنانچہ بعض آیات میں اس کی تصریح بھی کر دی گئی ہے۔ "وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ" (قصص) "تیرا پروردگار جو کچھ چاہتا ہے۔ پیدا کرتا ہے۔ اور جس کو جس کام کے لئے چاہتا ہے۔ اختیار اور پسند کرتا ہے۔ لوگوں کو کوئی اختیار اس میں حاصل نہیں۔ پاک و پاکیزہ و بزرگ و برتر ہے ان باتوں سے۔ جن کو وہ شریک کرتے ہیں۔" اگر کوئی شخص ایسا کرے۔ کہ اپنی طرف سے کسی کو حاکم بنائے تو وہ خدا کی خدائی میں شریک ہوتا ہے۔ اور خدا کی ذات اس سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ کہ اس کا کوئی شریک ہو۔ اجماع، شوریٰ و غلبہ کسی کی حقانیت کی دلیل نہیں ہو سکتے۔ اور نہ خدا کا انتقام سے خاموش رہنا ان کی صداقت کی دلیل ہو سکتا ہے۔ اور اس طرح سے ان کا حاکم ہو جانا فعل خدا ثابت نہیں ہوتا ہے۔ "وانما نملی لهم ليزدادوا اثماً" بہت جری ہیں وہ لوگ۔ جو اس امر میں خدا کا مقابلہ کرتے ہیں" وما اصبرهم على النار" ذرا خوف خدا نہیں رکھتے۔" ونحن بريئون مما يشركون"۔ ایضاً سورہ احزاب ع ۵ ۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا" جب خدا و رسول کسی معاملہ میں حکم کر دیں۔ تو کسی مومن یا مومنہ کو کوئی اختیار اپنے معاملے میں نہیں ہے۔ اور جو خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے۔ وہ کھلم کھلا گمراہ ہے۔" غرض جب ایک حاکم و بادشاہ بنا لینے کا اختیار ہمیں حاصل نہیں ہے۔ تو پیغمبر حاکم عام ہے۔ تو دین و دنیا کا ہم اس کو کیونکر بنا سکتے ہیں۔ اور نہ وہ خود بن سکتے ہیں۔ بلکہ خدا ہی اس کام کے لئے خاص وجود خلق فرماتا ہے۔ اور اس کے لئے اختیار کرتا ہے۔ واللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ خدا ہی جانتا ہے۔ کہ اپنی رسالت کہاں قرار دے۔ اور پھر وارث نبوت و رسالت کس کو بنائے۔ اور اس خانۂ رسالت کے مالک کون ہوں جو اہل البیت کہلائیں۔ اور معیار اس حکومت بالاستحقاق کا **علم و قدرت** ہے۔ پس نبی تمام اہل زمانہ سے علم و قدرت میں افضل و اکمل ہوتا ہے۔ اور اسی طرح اس کا جانشین و قائم مقام۔ کیونکہ اگر وہ ایسا نہ ہو۔ تو پھر وہ قائم مقام بھی نہ کہلائیگا۔ اور چونکہ علم و قدرت تمام کمالات کی اصل ہیں۔ اور وہ سب ان کے تحت میں داخل ہیں۔ تو یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ نبی اور خلیفہ نبی جملہ فضائل و کمالات و اخلاق و آداب میں جو نظام عالم کے لئے باعتبار اجتماع وجود فطریہ ضروری ہیں۔ تمام اہل زمانہ سے جن پر وہ مبعوث ہوا ہے یا حاکم بنایا گیا ہے افضل ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ من جانب اللہ خلیفۂ خدا ہے۔ اس لئے وہ ان کا استعمال حسب حکم و مشیت خدا کرتا ہے۔ اور اکثر صبر سے کام

لیتا ہے "یَهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا" اس آیت میں دو نو باتوں کی طرف اشارہ ہے۔ حکم خدا سے ہدایت کرتے ہیں۔ اپنی رائے یا اختیار کو دخل نہیں دیتے۔ اور صبر کرتے ہیں۔ جس قدر علم وسیع ہو۔ اُسی قدر صبر بھی بڑھتا ہوتا ہے۔ کیونکہ صبر فرع علم ہے۔ اور بے صبری نتیجۂ جہالت۔ پس نبی کمال عقل و علم و قوت میں جمیع مبعوث الیہم سے افضل و اکمل ہوتا ہے۔ اور یہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ کمال ایک نوع کا دوسری نوع سے اور فوقیت ایک کی دوسری سے موقوف زیادتی نورانیت و قوت ملکوتی پر ہے۔ لہذا نبی اپنی قوت ملکوتی و نورانیت میں ماتحت و مبعوث الیہم سے افضل ہوتا ہے۔ اور ان سب سے رفیع الدرجات۔ چنانچہ لفظ نبی کی توجیہ میں علماء نے اس کی تصریح کی ہے۔ اور آئندہ مذکور ہوگی ✚

نبی کی تعریف قرآن سے

اب دیکھنا چاہیئے۔ کہ خدا نے خاص طور پر معیار نبوت کیا قرار دیا ہے۔ اور اُس کی کیا حقیقت بیان فرمائی ہے۔ اور کیا تعریف کی ہے؟ لوگوں نے اُس کے سمجھنے میں کیا غلطی کی۔ اور اس کا کیا اثر پڑا۔ اور اُس سے کس قدر غلط فہمیاں دوسرے احکام اسلام میں واقع ہوئیں۔ اللہ جل شانہ اپنے حبیب سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے "قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَیَّ" (اے پیغمبرؐ کہدو۔ کہ میں مثل تمہارے ایک بشر ہوں۔ مجھ کو وحی ہوتی ہے)۔ آیۂ مبارکہ کے لفظ "مثل" نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا۔ اور بہت سی غلط فہمیاں اس سے پیدا ہوئیں "مثل" کا لفظ پیغمبرؐ کے لئے استعمال ہو جانے سے انہوں نے جملہ صفات انسانی میں پیغمبرؐ کو مثل دیگر انسانوں کے سمجھ لیا۔ بعض نے صاف کہا اور لکھا ہے۔ کہ نبی میں اور دوسرے انسانوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ وہ گنہگار بھی ہوتا ہے۔ اور اُس کو ہماری جیسی خواہشات بھی ہوتی ہیں۔ اُس کو معاذاللہ ہماری ہی طرح شیطان بہکاتا ہے۔ پہلے بھی بعض اس خیال کے گذرے ہیں۔ اور اب تو بہت ہی ہو گئے ہیں خصوصاً جب سے مصنوعی نبی زیادہ پیدا ہونے لگ گئے۔ مشہور دہلوی مترجم قرآن نے بھی اپنے مترجم قرآن کے حاشیے پر آیۂ "وَمَا مِنْ نَّبِیٍّ وَّلَا رَسُوْلٍ اِلَّا اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِیْۤ اُمْنِيَّتِهٖ الخ" کے ذیل میں یہی تحریر فرمایا ہے۔ کہ معاذاللہ نبی کو بھی وساوس شیطانی اسی طرح ہوتے ہیں۔ فرقہ **اہل القرآن** کے نزدیک نبی العیاذ باللہ صرف ایک چٹھی رساں کی حیثیت رکھتا ہے۔ کوئی فضیلت اُس کو حاصل نہیں۔ اور نہ اُس کی اطاعت فرض ہے۔ اور احادیث پیغمبر ہرگز قابل اتباع نہیں (وغیر ذالك من المزخرفات)۔ بعض حضرات مسلمان کفر و ضلالت کے قائل ہو گئے ہیں۔ امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں مجاہد۔ کلبی اور سدی کے اقوال نقل کئے ہیں۔ کہ یہ لوگ قائل تھے۔ کہ معاذاللہ پیغمبر خاتم النبیینؐ سید المرسلین چالیس سال تک کافر و گمراہ رہے ✚

لیکن انہوں نے عقل سے اتنا کام نہ لیا۔ کہ لفظ "مثل" ہرگز اس کو مقتضی نہیں کہ پیغمبر عام باتوں میں

دوسرے انسانوں کے مساوی ہو جائے۔ ظاہری مماثلت و مشابہت اس بات کی دلیل نہیں ہے۔ کہ جملہ کمالات بھی مماثل و مشابہ ہوں۔ یہ وہی لوگ کہہ سکتے ہیں۔ جنہوں نے دین کو از روئے بصیرت اختیار نہیں کیا ہے۔ اور اندھی تقلید میں گرفتار چلے آتے ہیں۔ فطرتِ عالم سے سبق نہیں لیتے۔ سنگریزوں اور جواہرات میں تمیز نہیں کرتے۔ الماس کو بلور سمجھتے ہیں۔ اور گوہر کو خرمہرہ۔ اس میں شک نہیں۔ کہ نبی بشر ہوتا ہے لیکن اگر ہم خاک ہیں۔ تو وہ اکسیر۔ ہم پتھر ہیں۔ وہ گوہر۔ ہم سنگ خارا۔ وہ پارس۔ ہم ذرہ۔ وہ آفتاب۔ ہم جاہل۔ وہ عالم۔ ہم ناقص۔ وہ کامل۔ ہم مثل قالب ہیں۔ وہ جان عالم۔ وہ بشر ہے مگر روح مجسم۔ وہ جسم ہے مگر جسم مروّح۔ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ جنسیّت یا نوعیّت میں شریک ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے۔ کہ جملہ کمالات و صفات میں مساوی ہوں۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایک حیوان نہایت ہی ضعیف القویٰ و الحواس ہوتا ہے۔ اور تمام حواس بھی نہیں رکھتا۔ اور ایک حیوان نہایت ہی قوی الحواس سریع الحس ہوتا ہے۔ اور حرکت ارادی و احساس میں درجۂ کمال پر پہنچا ہوا۔ حالانکہ دونو حیوان ہی کہلاتے ہیں۔ اسی طرح انسان تمام انسان کہلاتے ہیں۔ لیکن ایک انسان نہایت ادنے درجہ میں ہوتا ہے۔ کہ حیوانوں سے بھی بدتر۔ اور ایک نہایت درجہ کامل۔ حالانکہ وہ بھی بشر ہے اور یہ بھی۔ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ **باقل** اور **ابن ہنبقہ** (جو حماقت میں ضرب المثل ہیں) بھی بشر ہے بلکہ انسان ہے مثل ارسطو و افلاطون۔ ایسے کہنا بالکل صحیح ہے۔ تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ جملہ کمالات میں مساوی ہیں کتنا فرق ہے۔ کہ ان میں آپس میں کوئی نسبت قائم نہیں کی جا سکتی۔ سوائے اس کے کہ صورت انسانی رکھتے ہیں۔ اور آدمی کہلاتے ہیں۔ یہ بھی یقیناً صحیح ہے۔ کہ "الانسان حیوان" انسان حیوان (جاندار) ہے۔ لیکن کیا کوئی صاحب عقل اس سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے۔ کہ انسان بھی مثل گھوڑے۔ گدھے۔ کتے۔ بلی کے حیوان ہے۔ اور تمام صفات و کمالات میں یہ یکساں ہیں۔ محقق و مسلّم ہے۔ کہ صورتِ کاملہ صورتِ ناقصہ کے احکام استقلالیہ کو باطل کر دیتی ہے۔ یعنی جب ایک صورت کامل آ جاتی ہے۔ تو صورتِ ناقصہ کے افعال استقلالیہ صادر نہیں ہوتے۔ وہ کاملہ کے ماتحت ہو جاتی ہے۔ مثلاً حیوان اور انسان۔ حیوانیت صورتِ ناقصہ ہے بمقابلہ انسانیت کے۔ انسان تمام صفات و قوائے حیوانیہ کو جامع ہے مع بعض قوے کی زیادتی کے۔ پس انسانیت کے آنے سے حیوانیت محضہ کے احکام استقلالیہ باطل ہو جائینگے۔ اور انسان سے حیوان محض کی طرح کے افعال صادر نہ ہونگے۔ بلکہ انسانیت کے تحت میں۔ چنانچہ مشاہدہ ہے کہ انسان کھاتا ہے۔ مگر نہ حیوان کی طرح گھاس پات۔ بھس۔ خاک دھول۔ انسان پیتا ہے۔ مگر نہ کتے بلی کی طرح زبان سے چپڑ چپڑ کر کے۔ انسان جماع کرتا ہے۔ مگر نہ بکرا بکری۔ گائے بیل۔ گھوڑے۔ گدھے۔ کتے۔ بلی کی طرح۔ انسان میں حیوانیت ضرور ہے۔ لیکن یہ انسانی حیوانیت ہے نہ کہ گھوڑے گدھے کی۔

پس معلوم ہوا۔ کہ انسانی حیوانیت اور ہے اور نفسی و غضبی اور۔ انسان سے جو حیوانی افعال صادر ہونگے۔ وہ روحِ انسانی کے تحت میں اور اُس کے حکم کے مطابق۔ اسی واسطے وہ لوگ جو کمالِ انسانی نہیں رکھتے ہیں۔ اور ایسے ناقص ہو گئے ہیں۔ کہ حیوانوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔ نزدیک عقلاء و فصحاء و بلغاء۔ اور نیز عند اللہ بھی حیوان بلکہ حیوان سے بھی بدتر کہلاتے ہیں۔ لہٰذا نبی کا بشریت میں شریک ہونا اس بات کو ہرگز مقتضی نہیں ہے۔ کہ اُن سے تمام افعال عام نوعِ انسان کے سے صادر ہوں۔ نبی بشریت میں شریک ہے۔ نہ کمالِ انسانیت میں۔ اُس سے تمام افعال انسانی موافق حکم روحِ نبوتی صادر ہونگے۔ نہ کہ عوام الناس حشرات الارض کی طرح۔ پس جو لوگ ناسمجھی اور نادانی سے بعض اوقات پیغمبر یا امام کی نسبت کر دیتے ہیں کہ باعتبارِ نبوت و امامت تو وہ ایسے ویسے ہیں۔ لیکن بمقتضائے بشریت اُن سے اس طرح کی باتیں صادر ہو جاتی ہیں۔ گویا اُن کے نزدیک کبھی تو وہ نبی رہتے ہیں۔ اور کبھی کبھی اُن سے روحِ نبوتی خارج ہو جاتی ہے۔ اور محض انسان رہ جاتے ہیں۔ اور اُن کے لئے وہ افعال صادر ہونے لگتے ہیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ایک وقت تو انسان انسان ہوتا ہے۔ اور روحِ انسانی اُس میں موجود ہوتی ہے۔ اور ایک وقت اُس سے روحِ انسانی خارج ہو جاتی ہے۔ اور عام حیوانوں کی طرح رہ جاتا ہے۔ ایسے خیالات کی رکاکت کسی عقلمند پر پوشیدہ نہیں۔ ایسے لوگ قطعاً نبوت کی معرفت سے عاری ہیں +

تعریفِ نبی اور اُس کی فصلِ ممیز

اب یہ بھی دیکھنا چاہیئے۔ کہ تعریفِ نبی میں صرف لفظ "بشر" ہی استعمال ہوا ہے۔ اور یہی معیارِ نبوت ہے۔ یا اور بھی کوئی چیز ہے۔ جو نبی اور عام انسان میں فرق کرتی ہو۔ اگر محض بشریت ہی معیارِ نبوت ہو۔ تو یہ تعریف جامع و مانع نہیں رہتی۔ تمام نوعِ بشر نبی ہو جائیگی۔ اور یہ باطل ہے۔ نیز بہت سی آیاتِ قرآنیہ شاہد ہیں۔ کہ صرف بشریت کو معیارِ نبوت قرار دینا صحیح نہیں۔ چنانچہ اسی واسطے منکرینِ نبوت کے اس قول "ان انتم الا بشر مثلنا" (تم تو ہم ہی جیسے بشر ہو) کو باطل قرار دیا گیا ہے۔ اور اُن کی تکذیب کی گئی ہے۔ اس لئے ضروری ہوا کہ عام انسانوں اور نبی میں کوئی ایسا امر مابہ الامتیاز ہو جس سے نبی اور عام انسانوں میں فرق و امتیاز ہو جائے۔ اور نبی کی شناخت آسان ہو۔ پس وہ امر جو نبی کو تمام انسانوں سے تمیز دیتا اور جدا کرتا ہے "وحی" ہوتی ہے۔ جیسا کہ آیۂ مذکورۃ الصدر "قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ" اور دیگر آیات سے ثابت ہے۔ کہ انسان اور نبی میں فصلِ ممیز وحی ہی ہے۔ "انا بشر مثلکم" جنسِ مشترک ہے۔ تمام انسان بشر ہونے میں شریک و مساوی ہیں۔ اور نبی بھی بشر ہے۔ اور "یوحی الی" فصلِ ممیز ہے۔ جو نبی کو عام انسانوں سے جدا اور ممیز کرتی ہے۔ جس طرح کہ "الانسان حیوان ناطق" اَلْاِنْسَانُ حَیَوَانٌ یَنْطِقُ" (انسان حیوان ناطق ہے۔ انسان وہ حیوان ہے جو نطق رکھتا ہے) ہیں

حیوان جنس مشترک ہے جس میں تمام انسان اور دیگر حیوان شریک و مساوی ہیں۔ اور ناطق فصل ممیز ہے۔ اس کے ملانے سے انسان تمام دیگر حیوانوں سے ممیز و ممتاز ہو جاتا ہے۔ ہرگز نہیں کہہ سکتے ہیں کہ تمام حیوان ناطقیت میں بھی شریک ہیں اور سب مساوی۔ یہ صرف انسان ہی کی صفت ہے۔ اسی طرح "النبی بشر یوحی الیہ" میں بشر جنس ہے اور "یوحی الیہ" وحی فصل ممیز۔ اس کے آنے سے نبی تمام دوسرے انسانوں اور بشروں سے ممیز و ممتاز ہو گیا۔ یہ خاص پیغمبر ہی کے واسطے ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ انسان اور نبی میں "وحی" مابہ الافتراق اور فصل ممیز ہے۔ اور اسی پر مدار نبوت ہے۔ اور نبی اور عام انسانوں میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ انسان اور دیگر حیوانوں میں +

علامہ ابن خلدون اور وحی نبی کی توجیہ

اس امر میں غور کرنا بھی ضروری ہے۔ کہ وحی جو نبی کی فصل ممیز قرار دی گئی ہے۔ اور نبی و انسان میں مابہ الامتیاز ہے۔ یہ نبی کی ذاتیات میں داخل ہے یا عوارض میں۔ نفس ناطقہ انسانیہ کا اثر خاص ہے یا اور کسی قوت کا۔ بعض کا قول ہے کہ نفس ناطقہ انسانیہ ہی کا اثر ہے۔ اور اسی کا کمال۔ چنانچہ علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے۔ "والنفوس البشریة علی ثلثة اصناف صنف عاجز بالطبع عن الوصول الی الادراک الروحانی الخ۔ وصنف متوجہ بتلک الحرکة الفکریة نحو العقل الروحانی والادراک الذی لا یفتقر الی الالات البدنیة بما جعل فیہا من الاستعداد لذالک (الی ان قال) وھذہ مدارک العلماء الاولیاء اھل العلوم اللدنیة والمعارف الربانیة وھی الحاصلة بعد الموت لاھل السعادات فی البرزخ الخ۔ وصنف مفطور علی الانسلاخ من البشریة جملة جسمانیتہا وروحانیتہا الی الملئکة من الافق الاعلی لیصیر فی لمحة من اللمحات ملکا بالفعل ویحصل لہ شہود الملاء الاعلی فی افقہم وسماع الکلام النفسانی والخطاب الالٰہی فی تلک اللمحة وھولاء الانبیاء صلوات اللہ علیہم فی حالة الوحی فطرة فطرھم اللہ علیہا وجبلة صورھم فیہا ونزھہم عن موانع البدن وعوائقہ الخ۔ خلاصہ ترجمہ۔ نفوس بشریہ کی تین صنفیں ہیں۔ پہلی صنف وہ نفوس ہیں جو بالطبع روحانی ادراکات سے عاجز و قاصر ہیں۔ دوسری صنف وہ نفوس ہیں۔ جو بذریعہ حرکت فکریہ عقل روحانی اور اس ادراک روحانی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جو آلات بدنیہ کا محتاج نہیں۔ کیونکہ ان میں یہ استعداد ہے۔ کہ بلا آلات بدنیہ ادراک کر سکیں۔ اور یہ مرتبہ علماء و اولیاء اور صاحبان علوم لدنیہ و معارف ربانیہ کا ہے۔ اور نیک اور ابرار لوگوں کو عالم برزخ میں موت کے بعد یہی درجہ حاصل ہوتا ہے۔ تیسری صنف وہ نفوس ہیں۔ جن میں بالفطرة یہ قوت ہوتی ہے۔ کہ وہ ایک لمحہ کے واسطے بشریت سے بالکل منسلخ و جدا ہو جاتے ہیں۔ اس کی جسمانیت سے

بھی اور اُس کی رُوحانیت سے بھی۔ اور ملائکہ سے افق اعلےٰ میں جا ملتے ہیں۔ عالم بالا کی سیر کرتے ہیں۔ اور کلام الٰہی نفسانی سُنتے ہیں۔ اور یہ حالت انبیاء علیہم السلام کی ہوتی ہے۔ کہ حالت وحی میں بشریت سے خارج ہو جاتے ہیں۔ اور یہ اُن کی فطرت و سرشت میں داخل ہے جس پر خدا نے اُن کو خلق فرمایا ہے۔ اور عوائق و موانع جسمانیہ سے منزّہ و مبرّا رکھا ہے۔ انتہی +

اِس عبارت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ نفس بشریہ کے تین درجے کئے گئے ہیں۔ پہلا[1] عوام الناس کا دوسرا[2] اولیاء اللہ کا تیسرا[3] انبیاء علیہم السلام کا۔ اِس تیسرے درجے والے نفوس کو یہ قدرت بالفطرۃ حاصل ہے۔ کہ وہ بعض اوقات یعنی حالت وحی میں بشریت سے منسلخ و جدا ہو کر فرشتہ بن جاتے ہیں۔ اور کلام خدا سُنتے ہیں۔ اور اسی کو وحی کہا جاتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہُوا۔ کہ وحی بھی نفس ناطقہ انسانیہ ہی کا خاصہ ہے۔ اور یہ ایک حالت عرضی ہے۔ جو بعض نفوس پر طاری ہوتی ہے۔ ذاتیات نبی میں داخل نہیں۔ اور نبی میں کوئی خاص قوّت باطنی رُوحانی علاوہ نفس بشریہ جو ہر انسان میں ہوتا ہے۔ حاصل نہیں ہے۔ یہی نفس بعض اوقات فرشتہ بن جاتا ہے۔ اور پھر انسانیت کی طرف لوٹ آتا ہے۔ اگر غور کیا جائے۔ تو صاف معلوم ہوگا۔ کہ یہ قول نہایت ہی رکیک ہے۔ اوّل تو اس لئے کہ میزانیین کے نزدیک مسلّم و محقّق ہے۔ کہ شے کی فصل ممیز اُس کی ذاتیات میں داخل ہوتی ہے۔ اور اُس کی مقوّم کہلاتی ہے۔ ورنہ وہ فصل ممیز نہ ہوگی۔ اور یہ ثابت ہے۔ کہ وحی نبی کی فصل ممیز قرار دی گئی ہے۔ پس اگر وحی کو ذاتیات نبی سے کچھ تعلق نہ ہو۔ ایک شے عارضی ہو۔ جو بعض اوقات اُس پر طاری ہو جاتی ہے۔ تو وہ فصل ممیز نہ ہوگی۔ اور لازم آئیگا۔ کہ انسان کی انسانیت بھی نفس حیوانیہ کا اثر خاص ہو جائے۔ اور اس کے یہ معنی ہوں۔ کہ نفس حیوانی ہی کسی وقت خاص میں انسان بن جاتا ہے۔ اور کلیات کا ادراک کرنے لگتا ہے۔ یہ محض لغو و مہمل ہے۔ اس کو شائد یورپ کا مشہور فلاسفر ڈارون ہی تسلیم کرے تو کرے جس کی بابت کہا جاتا ہے۔ کہ وہ انسان کو بندر بتلاتا ہے۔ کہ بندر ترقی کر کے انسان بن گیا ہے۔ دوّم یہ کہ یہ امر تحقیق حکماء اور اصول عقلاء کے بالکل خلاف ہے۔ کہ ایک نوع کسی خاص وقت میں اپنی نوعیت سے خارج ہو جائے۔ فطرتِ عالم ہرگز اس کی شہادت نہیں دیتی۔ کہ ایک نوع اپنی نوعیت سے خارج ہو جائے۔ اور پھر اُسی پر عود کر آئے۔ ایک انسان ایک وقتِ خاص میں فرشتہ بن جائے۔ انسانیت سے بالکل منسلخ ہو جائے۔ اور پھر اُسی انسانیت و بشریت پر عود کر آئے۔ انبیاء کی شان اس سے افضل ہے۔ اور صانع و خالق اس سے بزرگ و برتر ہے۔ اُس کی قدرت غیر محدود ہے۔ وہ ملائکہ سے افضل و اشرف و اکمل وجود پیدا کر سکتا ہے اور کئے ہیں۔ اُس کو اس بھان متی کے تماشے کی کیا ضرورت ہے۔ جب کہ وہ اس پر ہمیشہ سے قادر ہے۔ کہ کچھ ایسے نفوس خلق فرما دے۔ جو ہمیشہ

عالم بالا کی سیر کریں۔ اور اس عالم میں آ صرف۔ کلام الٰہی سُنیں۔ اور اُس کے فیض سے فیضیاب ہو کر مخلوق کو افادہ فرمائیں۔ تعالی اللہ وتعالوا عن ذالک علواً کبیراً۔ یہ امر عدم معرفت نبوت پر دال ہے۔ "انا بشر مثلکم" ہی سے لوگوں نے دھوکہ کھایا ہے۔ معادن علوم و مہابط وحی و معالم التنزیل والتاویل سے علوم اقتنکر نے اور اپنی ناقص رائے پر چلنے کا یہی نتیجہ ہے۔ سوم تمام حکماء کے نزدیک مسلّم ہے۔ کہ انسان ایک نوع ہے۔ ایک نوع کے افراد میں طبیعت نوعیہ متبدل نہیں ہوتی۔ اور اس بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کچھ نفوس بشریہ انسانیہ تو بالطبع ادراک رُوحانی سے عاجز ہیں۔ اور کچھ حرکت فکریہ سے ادراک رُوحانی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور کچھ بالفطرۃ ایسے ہیں۔ جو بالکل بشریت سے منسلخ ہو کر فرشتہ بن جاتے ہیں۔ پس جب ان میں بالطبع یہ اختلاف و تفاوت موجود ہے۔ تو ایک نوع کہاں رہی۔ طبیعت نوعیہ میں ہرگز اختلاف نہیں ہو سکتا۔ اختلاف صنفی محض عوارض میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ گورے رنگ والے اور کالے رنگ والے انسان۔ نہ کہ طبائع ذاتیہ میں۔ طبائع نوعیہ اور ان نفوس کی قوائے ذاتیہ و استعدادت مساوی ہیں۔ اور کمالات اولیہ ذاتیہ میں فرق نہیں۔ فرق ہوتا ہے۔ تو کمالات ثانویہ فعلیہ میں ہوتا ہے۔ جو مقام ظہور کمالات ہے۔ اگر یہ اختلاف بالطبع ان میں موجود ہے اور قوائے طبعیہ اس قدر متفاوت اور مختلف ہیں۔ تو تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ یہ مختلف انواع ہیں۔ اور اس کا کوئی عاقل قائل نہیں ہو سکتا۔ اور تمایز صنفی درحقیقت صرف اضافت و نسبت میں ہوتا ہے۔ نہ کہ استعدادات فطریہ میں۔ مثلاً حبشی۔ رومی۔ یونانی و ترکی و قریشی۔ عرب۔ عجم۔ ہندی۔ سندی وغیرہ وغیرہ۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ عرب میں بالفطرۃ استعداد ادراک نہیں ہے۔ اور عجم میں ہے۔ وغیرہ ذالک۔ پس انبیاء کو صنف بشر کہنا درست نہیں ہے۔ مگر اس محقق کے کلام سے اتنی ہماری تائید ضرور ہوتی ہے۔ کہ نفوس بشریہ حالت بشریت میں وحی کی قابلیت نہیں رکھتے۔ جب تک کہ جسمانیت و رُوحانیت بشریت سے بالکل منسلخ نہ ہو جائیں۔ معلوم ہوا کہ فطرت انبیاء غیر فطرت عامہ نفوس بشریہ ہے۔ اور یہ ایک علیحدہ صنف ہے۔ مگر نہ معلوم کون چیز مانع ہے۔

اس کہنے کو کہ انبیاء کی نوع ہی علیحدہ ہے فوق الانسان۔ اور یہی حق و صدق ہے۔

شائد تقلید نے علامہ کو اس بھان متی کے تماشہ بنانے پر مجبور کیا ہُوا ہے۔ ہم مقدمات میں اشارہ کر چکے ہیں۔ ہر ایک نوع جو دوسری نوع سے فوقیت رکھتی ہے۔ اُس میں ایک قوّت اپنے ماتحت انواع سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور نوع اپنی جنس سے ایک جزو مقوم زیادہ رکھتی ہے۔ مثلاً انسان جو دیگر حیوانات پر فوقیت رکھتا ہے۔ اُس میں ایک قوت ایسی ہے۔ جو دوسروں میں نہیں ہے۔ یہ نہیں۔ کہ حیوانیت ہی میں ترقی ہو کر ایک قوت زیادہ ہو گئی۔ بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ انسان کو نفس حیوانیہ سے کامل تر ایک روح دی گئی ہے۔ جو حاوی ہے۔ جملہ صفات حیوانیہ و نباتیہ و جمادیہ کو مع شئے زائد۔ اُسی کو حکماء نفس ناطقہ انسانیہ کہتے ہیں۔ اگرچہ مقام تحقیق میں نفس وروح

دو چیزیں ہیں۔ مگر حکماء کے کلام میں جو نفس ناطقہ انسانیہ استعمال ہوتا ہے۔ اُس سے روح انسانی ہی مراد ہوتی
ہے۔ اور نطق اسی نفس ناطقہ انسانیہ کا اختصاص ہے۔ جب تک کہ علاوہ نفس حیوانی انسان کی ذات میں کوئی جزو
مقوم الماہیۃ نہ ہو جس سے نطق انتزاع ہو سکے۔ اور نطق اُس کا اختصاص ہو تو نطق ہرگز انسان کی فصل ممیز نہیں
ہو سکتا بہرحال تعریف انسان "الانسان حیوان ناطق" میں جو ناطقیت کو فصل ممیز نوع انسان قرار دیا گیا
ہے۔ وہ نفس ناطقہ انسانیہ کا اثر ہے نہ نفس حیوانیہ کا۔ اور انسان کی انسانیت اسی نفس ناطقہ یا روح انسان سے
ہے۔ بلکہ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے۔ کہ انسان در اصل وہ روح انسانی ہی ہے۔ باقی قوتیں بمنزلہ صفات
عارضہ ہیں۔ اور جسمانیت ظرف ہے۔ اصل وہی ہے۔ اور اصل مقدم ہے۔ روح انسانی کو یہ جسم دیا جاتا ہے۔
چنانچہ جب تک یہ روح انسان میں باقی رہتی ہے۔ انسان کہلاتا ہے۔ جہاں یہ روح نکلی محض مٹی رہ جاتا ہے۔
حالانکہ جسم ہر اعتبار سے صحیح و سالم معلوم ہوتا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ انسان میں نفس نباتی
و نفس حیوانی جن کو روح نباتی و روح حیوانی بھی کہا جاتا ہے۔ روح انسانی سے علیحدہ جدا اور مستقل موصوف نہیں
ہیں۔ بلکہ روح انسانی ہی ایک شے ہے۔ جس میں یہ تمام کمالات و صفات متفرقہ موجود ہیں۔ اور وہ حاوی
ہے ان تمام قوتوں کو مع زیادتی بعض کمالات خاصہ۔ لہٰذا یقینی طور پر تعریف نبی (النبی بشر یوحی الیہ) میں
جو وحی نبی کی فصل ممیز قرار دی گئی ہے۔ وہ نفس ناطقہ انسانیہ کا اثر نہیں ہے۔ اور اُس کے بعض عوارضات
سے نہیں۔ ورنہ تعریف غلط ہوگی۔ بلکہ یہ وحی اختصاص ہے ایک خاص روح کا۔ جو نبی ہی کو عطا ہوتی
ہے۔ اور روح نبوی کو بعض اوقات روح قدس (پاک روح) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
اگر نبی کی نبوت نفس بشریہ ہی پر رکھی جائے تو انسان کی انسانیت بھی نفس حیوانیہ سے ہوگی
اور یہ باطل ہے۔ لہٰذا ماننا پڑیگا۔ کہ نبی میں روح خاص ہوتی ہے۔ جو دوسرے عام
انسانوں میں نہیں ہوتی۔ اور نبوت اُسی روح سے ہے۔ بلکہ وہی روح نبی ہے۔ اور
وحی اُس کا اثر۔ وہ ایک ایسی روح ہے۔ کہ جامع و حاوی ہے جملہ کمالات انسانیہ کو مع زیادتی کمالات خاصہ۔
یہ نہیں ہے۔ کہ نفس بشری ہی ترقی کر کے اس درجے پر پہنچ گیا ہے۔ کہ اُس میں یہ قوت آگئی ہے۔ کہ وہ کلام الٰہی سن
سکے۔ اور عالم بالا کی سیر کرے۔ اگر علماء کا نفوس نبویہ کے خاص فطرت پر مفطور و مخلوق ہونے سے یہ مطلب
ہے۔ جو ہم نے بیان کیا۔ کہ نبی کی روح ہی اور ہوتی ہے۔ تو صحیح۔ لیکن ان کا یہ کہنا کہ بعض اوقات اُن میں یہ حالت
پیدا ہوتی ہے۔ کہ بشریت سے منسلخ ہو جاتے ہیں۔ اس کی کھٹکتا ہے۔ اور صاحب عقل سلیم جب غور کریگا۔
اور انصاف سے کام لیگا۔ تو یقین کر لیگا۔ کہ حق یہی ہے۔ جو عرض کیا گیا۔

آیات مبارکہ کلام حمید مجید اس پر دال ہیں۔ کہ نبی کی روح اور ہی ہے۔ چنانچہ خلقت انسانی کو اس طرح

بیان فرمایا ہے " وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ " یہاں خلقت انسانی کے چھ درجے دکھلائے گئے ہیں۔ اوّل نطفہ۔ دوم علقہ (خون منجمد)۔ سوم مضغہ (گوشت کا لوتھڑا)۔ چہارم ہڈیاں۔ پنجم گوشت۔ یہاں حیوانیت تمام ہو جاتی ہے۔ پھر ایک دوسری خلقت میں خلق کیا جاتا ہے۔ یہاں روح انسانی عطا ہوتی ہے۔ اور خلقت انسانی تمام " فتبارک اللہ احسن الخالقین "+

یہ تو خلقت مطلق انسان کا بیان تھا۔ اور آیہ ذیل میں خلقت نبوی کا ذکر کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو " اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ " میں ایک صورت بشری مٹی سے بنانے والا ہوں پس جب میں اُس کو درست کر لوں۔ اور اپنی خاص روح اُس میں پھونک دوں۔ تو تم سب اُس کے لئے سجدہ تعظیمی بجا لاؤ " اِذَا سَوَّیْتُهٗ " تک تو خلقت انسانی ہے۔ اور یہی " اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا

خلقت انسانی

اٰخَرَ " کا درجہ ہے۔ چنانچہ ایک اور آیت میں بھی اس کا ذکر ہے " یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ " اے انسان تجھ کو تیرے اُس پروردگار کی بابت کس نے مغرور کر دیا ہے جس نے تجھ کو خلق کیا۔ اور درست و معتدل بنایا۔ اور جس صورت مناسب میں چاہا۔ تجھ کو ترکیب دیا " پس تسویہ و تعدیل مطلق انسانیت کی تکمیل ہے۔ اور " نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ " خلقت نبوتی ہے۔ یہ خاص و مخصوص ہے نبی ہی کے واسطے۔ اور جس طرح خلقت انسانی میں ظاہر ہے۔ کہ روح انسانی داخل ہوتے ہی انسان بن جاتا ہے۔ اور تمام قوئے حاصل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح روح نبوتی عطا ہوتے ہی نبی بن جاتا ہے۔ اور تمام قوٰی حاصل۔ جو اُس کے ماتحت ہیں +

بدیہی و ضروری ہے۔ کہ اگر دو چیزیں ایسی ہوں کہ ایک میں تو جملہ کمالات بالفعل موجود ہوں۔ اور دوسری میں صرف انہی کمالات کی قدرت و استعداد ہو۔ اور بالفعل کچھ بھی نہ ہو۔ تو یقیناً وہ چیز افضل و اکمل ہے جس میں کمالات بالفعل موجود ہیں۔ پس اگر اس کامل بالقوۃ کو کامل بالفعل پر حاکم بنا دیا جائے۔ تو عقلاء کے نزدیک یقیناً یہ امر قبیح و مذموم شمار ہو گا۔ اور یہ بھی معلوم ہے۔ کہ ملائکہ علیہم السلام میں جو کمالات ہیں۔ وہ انہیں بالفعل حاصل ہیں۔ جو کچھ دیا گیا ہے۔ ابتدائے خلقت ہی سے دیا گیا ہے " وَمَا مِنَّاۤ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ " ہمارے لئے ایک مقام معین و معلوم ہے۔ اُس سے آگے نہ جا سکتے ہیں۔ اور نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں۔ اسے ظاہر ہے کہ ان میں طولی ترقی نہیں ہے۔ اس سے صریح نتیجہ یہ نکلا۔ کہ ملائکہ

علیہم السلام کو جو کہ عالم بالفعل تھے ۔ حضرت آدمؑ ابوالبشر کے لئے سجدۂ تعظیمی بجالانے کا جو حکم ہوا ۔ تو اگر حضرت آدمؑ اُس وقت یعنی روح نبوتی کے عطا ہوتے ہی عالم نہ ہوں ۔ تو لازم آتا ہے ۔ کہ خدا نے افضلین (ملائکہ) کو غیر افضلین (آدمؑ) کی تعظیم کا حکم دیا یہ صریح تفضیل مفضول بر فاضل اور ترجیح مرجوح ہے ۔ اور یہ قبیح و مذموم ۔ اور خدا سے فعل قبیح صادر ہو نہیں سکتا ۔ لہٰذا ضرور اس روح نبوتی کے عطا ہوتے ہی حضرت آدمؑ ملائکہ سے زیادہ عالم ہو گئے تھے ۔ اور کمالات فعلیہ روح سے نہایہ بالقوہ رکھتے تھے ۔ ورنہ کوئی وجہ فضیلت ظاہری اُن میں اُس وقت موجود نہ تھی ۔ اگر حضرت آدمؑ معصوم تھے ۔ تو بالاتفاق ملائکہ بھی معصوم ہیں ۔ اگر حضرت آدمؑ نبی ہونے والے تھے ۔ اور ان میں تمت و تعداد موجود تھی ۔ تو ملائکہ عالم تھے ۔ اور ایک عالم پر جاہل کو کسی طرح فضیلت نہیں دی جا سکتی ۔ "ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ" ۔ اگر یہ کہا جائے ۔ کہ سجدۂ تعظیمی ملائکہ کا اُس نور محمدیؐ کے لئے تھا ۔ جو حضرت آدمؑ میں ودیعت کیا گیا تھا ۔ نہ کہ حضرت آدمؑ کے خالی پُتلے کو ۔ تو جواب اس کا یہ ہے ۔ کہ بیشک نور محمدیؐ ہی حضرت آدمؑ میں ودیعت کیا گیا تھا ۔ اور جسد آدمی اس نور الٰہی کے لئے ظرف قرار دیا گیا تھا ۔ جو قابل تعظیم ہے ۔ لیکن روح نبوتی حضرت آدمؑ بھی روح اعظم نورانی کی ایک شعاع نورانی تھی ۔ مگر اثر اس نور اور روح کا جہالت نہیں ہے ۔ بلکہ علم ہے ۔ اس کے عطا ہوتے ہی عالم ہو گئے ۔ اسی وجہ سے ملائکہ پر فضیلت حاصل ہوئی ۔ کہ عالم بھی تھے ۔ حامل نور خاتم النبیینؐ بھی ۔ ورنہ نور محمدیؐ سے ملائکہ کب خالی تھے ۔ وہ سب اُسی نور محمدیؐ کی شعاعیں ہیں (فافہم وتدبر فانہ دقیق وبلا اتباع حقیق) ۔ بلکہ نص صریح موجود ہے ۔ کہ مقام احتجاج میں خدا نے حضرت آدمؑ کے علم ہی کو پیش کیا ہے ۔ اور اعتراض ملائکہ کے جواب میں یہی فرمایا ہے ۔ انبئونی باسماء ھٰؤلاء ان کنتم صادقین یعنی اگر تم اس سے فاضل اور مستحق خلافت ہو ۔ تو امتحان علم دو ۔ پس معیار نبوت و خلافت علم ہی ہے ۔ اور اسی سے حضرت کو ملائکہ پر فضیلت دی گئی ۔ حضرت آدمؑ کا مسجود ملائکہ مقربین و غیر مقربین ہونا جن میں جبرئیلؑ و میکائیلؑ بھی داخل ہیں ۔ ضرور حضرتؑ کی فضیلت پر دال ہے ۔ اصل روح کامل کا اثر یہی ہے ۔ کہ عطا ہوتے ہی عالم ہو جائیں ۔ اور نبی میں یہی ذریعہ علم ہے ۔ بلکہ یہی روح روح علمی ہے ۔ جس کو یہ روح دی گئی علم دیا گیا اور عالم ہو گیا چنانچہ آیہ کریمہ بالصراحۃ شاہد ہے ۔

اَلَّذِیْٓ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ یعنی حق سبحانہ تعالیٰ وہ ذات پاک ہے جس نے ہر ایک مخلوق کو عمدہ و حسن بنایا ہے ۔ اور خلقت انسان کی مٹی سے ابتدا کی ۔ پھر ایک آب ذلیل و حقیر سے اُس کی نسل قرار دی ۔ اور اُس انسان اوّل کو درست و مکمل بنا کر اُس میں اپنی ایک خاص روح پھونک دی ۔ اور تمہارے واسطے کان ، آنکھ اور دل عطا کئے ۔" اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ وہ روح خاص ہر ایک انسان کو عطا نہیں ہوتی نیز یہ کہ ہمارے لئے تحصیل علوم کا ذریعہ آلات و اسباب

قلب یعنی خلیفہ قرار دئے گئے ہیں۔ یعنی کان و آنکھ اور دل۔ چنانچہ ایک اور آیت بھی اس مضمون کی تائید کرتی ہے۔ "اَخرَجَکُم مِن بُطُونِ اُمَّھَاتِکُم لَا تَعلَمُونَ شَیئًا وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمعَ وَالاَبصَارَ وَالاَفئِدَۃَ الخ۔" یعنی اللہ نے تم کو بطونِ مادر سے نکالا کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے۔ اور تمہارے واسطے کان۔ آنکھ اور دل بنائے۔" تاکہ ان سے علوم حاصل کرو۔ معلوم ہوا۔ کہ عام انسانوں کے لئے تحصیل علوم کے یہی اسباب ہیں۔ اور نبی کے لئے تحصیل علوم کا ذریعہ وہی روح نبوتی ہوتی ہے۔ ان کے علوم آلات ظاہریہ پر موقوف نہیں ہیں۔ یہی روح حصول علم کا ذریعہ ہوتی ہے۔ یہ روح عطا ہوتی۔ اور عالم ہو گئے۔ اور یہ روح ہر ایک نبی میں ہوتی ہے۔ البتہ باعتبار شدت و تاکد وجود اس میں بھی تفاوت ہوتا ہے۔ بعض کامل ہوتی ہیں۔ اور بعض اکمل۔ اسی وجہ سے بعض انبیاءؑ بعض پر فوقیت رکھتے ہیں۔ "وَتِلکَ الرُّسُلُ فَضَّلنَا بَعضَھُم عَلٰی بَعضٍ مِنھُم مَن کَلَّمَ اللّٰہُ وَرَفَعَ بَعضَھُم دَرَجَات"۔ غرض انبیاء علیہم السلام میں ایک روح خاص ہوتی ہے۔ اور در اصل وہی روح نبی ہے۔ وہ روح روح علمی نورانی ہوتی ہے۔ یعنی عالم بالفعل۔ چنانچہ حضرت آدمؑ کو جو یہ روح دی گئی۔ وہ عالم ہو گئے۔ اور مسجود ملائکہ قرار پائے۔ اگر اُس کے کمالات بالفعل نہ ہوتے۔ تو ہرگز ملائکہ سے افضل نہ ہو سکتے تھے۔ اور "عَلَّمَ آدَمَ الاَسمَاءَ کُلَّھَا" (آدمؑ کو تمام اسماء سکھائے) میں تعلیم سے مراد یہی تعلیم ہے۔ کہ روح عطا کر دی۔ اور تمام اسماء جان گئے۔ اور ملائکہ سے سبقت لے گئے۔ اور ملائکہ کو تعلیم دی اور اُستاد بنے۔ (تفصیل آگے آئیگی) +

انبیاء علیہم السلام کی طینتِ نورانیہ

اگر انبیاء علیہم السلام کے حالات کا توجہ سے مطالعہ کیا جائے۔ اور چشم بصیرت سے دیکھا جائے۔ تو یقینی طور پر معلوم ہوگا۔ کہ انبیاء علیہم السلام کا مادہ ہمارے جیسا مادہ نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہوگا۔ کہ مادۂ کثیفہ ارضیہ سے اُن کو کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ اسباب خارجیہ ظاہریہ اُن کی خلقت میں دخلیت نہیں رکھتے۔ اُن کا مادہ بھی خاص ہے۔ اور ولادت بھی خاص طور سے ہوتی ہے۔ حضرت آدمؑ سے لیکر تا حضرت خاتم جملہ انبیاء کے حالات کو پڑھ جائیے۔ ہمارے بیان کی صداقت مثل آفتاب عالمتاب کے نمایاں و روشن نظر آئیگی۔ حضرت آدمؑ کا حال سب کو معلوم ہے۔ کہ وہاں نہ ماں کا تعلق ہے اور نہ باپ کا۔ نہ نطفۂ ارضیہ منویہ کا۔ روح خاص برقی پھونکی گئی۔ اور انسان نبی بن گئے۔ خداوند عالم فرماتا ہے۔ "مَا مَنَعَکَ اَن تَسجُدَ لِمَا خَلَقتُ بِیَدَیَّ" (اے شیطان تجھ کو کس چیز نے روکا ہے کہ تو سجدہ کرے اُس مخلوق کو جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے)۔ ظاہر ہے۔ کہ خدا ہماری طرح کے ہاتھ نہیں رکھتا۔ جس سے کمہار کی طرح بیٹھ کر حضرت آدم کا پتلا گھڑا ہو۔ بلکہ اس میں اس امر کی

طرف اشارہ ہے کہ اس میں دو جزو ہیں۔ ایک روح دوسرا مادہ۔ دونو خاص طرح کے جزو ہیں۔ نہ روح عام
انسانوں کی سی ہے۔ اور نہ مادہ ان جیسا۔ مادہ بھی خاص نورانی ہے۔ اور اسی واسطے اُس کو اپنی طرف منسوب کیا ہے
جس طرح روح کو بوجہ کمال اتصال و قرب منزلت و شرافت اپنی طرف منسوب کیا ہے "نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ" (میں
نے اپنی روح اُس میں پھونکی)۔ اسی طرح گویا فرمایا۔ میں نے اپنے خاص مادۂ نورانیہ سے بنایا ہے۔ مادہ کثیفہ
ارضیہ اور اسباب خارجیہ کو دخل نہیں یعنی یہ خاص وہ برگزیدہ روح ہے۔ جو عام انسانوں کو نہیں دی گئی۔ اور مادہ
وہ مادۂ نورانیہ ہے۔ جس سے یہ محروم ہیں۔ پس ایسے برگزیدہ وجود کو جو مجھ سے خاص خصوصیت رکھتا ہے۔
اے شیطان تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا۔ اور بطور تاویل "یَدَیَّ" سے قوت قبض و قوت بسط (جو کسی کے بنانے اور
اس کی درستگی سے تعلق رکھتی ہے) بھی ہو سکتی ہے۔ اور ظہور ان دونو کا انبیاء علیہم السلام سے ہو سکتا ہے۔ اور
یہی مطلب ہے "خَمَّرْتُ طِيْنَةَ آدَمَ بِيَدِيْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً اَوْ
اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا"۔ نیز الفاظ ملاحظہ ہو حضرت عیسےٰ کا "وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ
مِّنْهُ"۔ یہ کلمہ وجودیہ الٰہیہ ہے۔ اور اُس کی ایک خاص برگزیدہ روح یعنی جزو مادی حضرت عیسےٰ کا کلمہ وجودیہ الٰہیہ
ہے۔ اور دلیل ہے اُس کی قدرت و حکمت و معرفت توحید پر۔ کہ بلا اسباب خارجیہ کے تعلق اور اجزاء ارضیہ
کے ملے یہ پیدا ہوا ہے۔ اور روح بھی روح خاص ہے۔ جو اپنے خالق و صانع سے اتصال و قرب منزلت
رکھتی ہے۔ پس انبیاء کا مادہ عام انسانوں کے مادۂ ظلمانیہ کثیفہ سے جدا ہے۔ یہ نورانی
بندے ہوتے ہیں +

خلقت انبیاء عالم امر سے ہے نہ عالم خلق سے

آیات مبارکہ و احادیث نبوی و تحقیق محققین سے ثابت ہے۔ کہ
عالم دو ہیں۔ عالم امر اور عالم خلق۔ چنانچہ فرماتا ہے "اَلَا لَهُ
الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ"۔ عالم خلق اور عالم امر دونو کا وہی مالک اور وہی
مدبر ہے۔ خلق کا تعلق عموماً جسمانیات سے ہوتا ہے۔ اور یہ لفظ اکثر جسمانیات ہی میں استعمال ہوتا ہے۔ اور
عالم خلق کی اشیاء درجہ بدرجہ وجود میں آتی ہیں۔ چنانچہ خلق کی بابت خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے "وَلَقَدْ خَلَقْنَا
الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ (الیٰ ان قال) فَتَبَارَكَ اللّٰهُ
اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ"۔ اول نطفہ ہوتا ہے۔ پھر علقہ۔ پھر مضغہ اور پھر ہڈیاں پڑتی ہیں۔ پھر گوشت پوست آتا
ہے۔ پھر روح ڈالی جاتی ہے۔ اس طرح بچہ شکم مادر میں چھ درجے طے کرتا ہے۔ اور اس طرح صورت انسانیہ
حاصل کرتا ہے۔ "فتبارک اللہ احسن الخالقین"۔ لیکن عالم امر میں ایسا نہیں ہے۔ عالم امر کی چیزیں تعلق خالق و
صانع مطلق ہوتے ہی وجود میں آجاتی ہیں۔ وہاں صرف ارادۂ تکوینی کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اسی کی طرف اشارہ

ہے۔ "اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ" یعنی امر الٰہی یہ ہے۔ کہ جب اُس نے کسی چیز کا ارادہ کیا۔ اُس کو کہا۔ ہو جا۔ پس وہ ہو گئی"۔ یہ لفظ کُن جو ذکر ہوا۔ افصح ترین و مختصر ترین الفاظ سے اور جامع معانی کثیرہ ہے۔ کہ اس سے بہتر اس کے ادا کرنے کے لئے کوئی لفظ ہو نہیں سکتا۔ یہ محض افہام و تفہیم کے واسطے بیان بیان کیا گیا ہے۔ کہ گویا زبان سے بات نکلی اور ہو گئی۔ ورنہ وہاں کوئی در اصل لفظ نہیں ہے جو خدا بولتا ہے۔ اور کسی چیز کو کہتا ہے۔ کہ ہو جا۔ وہ ہو جاتی ہے۔ اور چیز تو موجود ہے ہی نہیں جس کو کہتا ہو۔ ہو جا وہ ہو جاتے۔ وہ تو صرف اُس کے علم میں ہوتی ہے۔ اس کے وجود خارجی میں آنے کا ارادہ کیا۔ وہ فوراً موجود ہو گئی۔ لہٰذا اُس کے کلام سے مراد نفس ایجاد ہے۔ جیسا کہ جناب امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تصریح فرما دی ہے۔ "لَا بِصَوْتٍ يُقْرَعُ وَلَا بِنِدَاءٍ يُسْمَعُ بَلْ كَلَامُهُ سُبْحَانَهُ اِيْجَادُهُ" نہ تو وہ کوئی آواز ہے جس سے کھٹکا و دھماکا ہو۔ اور نہ وہ کوئی ندا ہے جو سُنی جائے۔ بلکہ حق سبحانہ و تعالیٰ کا کلام نفس ایجاد ہے۔ پس جب ارادہ الٰہی عالم امر کی کسی شے سے متعلق ہوا۔ فوراً وہ موجود ہو جاتی ہے۔ یہ نہیں۔ کہ بتدریج و رفتہ رفتہ حسب استعداد اسباب و آلات وجود میں آتی ہے۔ چنانچہ جس وقت علماء یہود و نصاریٰ نے جو اپنی کتب کے عالم تھے۔ اور انہوں نے انبیاءؑ کی روح کا حال اپنی کتب میں پڑھا ہوا تھا۔ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ اور اُس روح کی بابت دریافت کیا ہے۔ تو من جانب اللہ یہ جواب دیا گیا۔ "قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا" یعنی اے پیغمبر ان سے کہدو۔ کہ روح خداوند عالم کے عالمِ امر سے ہے۔ اور تم کو نہیں دیا گیا ہے علم میں سے مگر تھوڑا سا جزو"۔ مطلب یہی ہے۔ کہ یہ روح عالم امری سے ہے۔ اور تم عالم خلقی سے۔ اور تم کو بہت تھوڑا علم ہے تم عالم امری پر کب احاطہ کر سکتے ہو۔ اور روح کی ماہیت کیونکر پہچان سکتے ہو۔ وہ تو عالم امری سے ہے۔ پس خلقت انبیاء علیہم السلام اسی عالم امری سے ہے۔ نہ عالم خلقی سے۔ ملاحظہ ہو بعد حضرت آدمؑ حال ولادت حضرت اسحاقؑ۔ سورۂ ذاریات میں ہے۔ "وَبَشَّرُوْهُ بِغُلَامٍ عَلِيْمٍ" ملائکہ نے ابراہیمؑ کو ایک علیم لڑکے کی بشارت دی +

نکتہ ۔ اہل فہم کے لئے کمال نبوت کے سمجھنے اور اس امر کے جاننے کے لئے کہ نبی عالم ہی پیدا ہوتا ہے۔ اور بوجود روح اُس کو دی جاتی ہے۔ وہ عالم ہوتی ہے۔ بلکہ نفس علم۔ یہی آیت کافی ہے۔ کہ حضرت اسحٰقؑ کو علیم کہا گیا ہے۔ یعنی حضرت ابراہیمؑ کو ملائکہ نے خبر دی۔ کہ تمہارے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جسکی ذات میں علم دخل ہوگا۔ ماں کے پیٹ سے عالم ہی پیدا ہوگا یعنی نبی ہوگا۔ عالم بھی نہیں کہا گیا علیم فرمایا گیا ہے۔ اور اہل علم جانتے ہیں کہ علیم صفت مشبہ ہے۔ اور صفت مشبہ دلالت کرتی ہے ثبوت و قیام پر۔ پس علیم وہ ہے۔ جس کی ذات میں علم قائم و ثابت ہو۔ چنانچہ اوّل و بالذات خداوند عالم علیم ہے جس کا علم ذاتی ہے اور بالتبع

کہ خود بخود عالم ہے۔ اور اُس کی ذات عین علم ہے۔ اور بعد اُس نے اپنے انبیاء کو علیم کہا ہے۔ کہ اُن کی ذات میں
علم ہوتا ہے۔ لیکن اگرچہ وہ علم ذاتی رکھتے ہیں۔ مگر یہ علم اُن کا بالذات نہیں ہے۔ اور ذات عین علم نہیں ہے
خدا نے اُن کو علم دیا ہے۔ اور علیم بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ عزیز مصر سے فرماتے ہیں۔ اجعلنی
علی خزائن الارض انی حفیظ علیم۔ مجھ کو خزانوں پر حاکم بنا دے۔ کیونکہ میں حفیظ و علیم ہوں۔ دونوں لفظ
صفت مشبہ استعمال فرمائے ہیں۔ حافظ و عالم نہیں۔ بہرحال انبیاءؑ ماں کے پیٹ ہی سے عالم پیدا ہوتے
ہیں۔ اور اُن کو تحصیل و اکتساب کی مثل ہمارے ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ اور آیہ مجیدہ "وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ"
(ہر ایک ذی علم کے اوپر ایک علیم ہے) میں ذی علم سے مراد عالم ہے۔ اور علیم سے مراد حجۃ اللہ نبی و امام
اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ ہر زمانے میں ایک "علیم" (جس کا علم ذاتی ہو) کا موجود ہونا ضروری ہے۔
تاکہ علم ہر عالم منتہی ہو اُس علیم کی طرف۔ اور عالم در اصل وہی ہے جس نے علم کو اس علیم سے لیا ہو۔ اور یہی اصلی علم
ہے۔ اور اس کا علم منتہی ہوتا ہے علیم بالذات حکیم ازلی ابدی خالق عالم کی طرف +

بہرحال جب حضرت ابراہیمؑ کو اس علیم لڑکے کی بشارت دی گئی "فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ
وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ" پس اُن کی بیوی اپنی لونڈیوں کی جماعت کے ساتھ آئی۔ اور ملائکہ کو دیکھ کر
اپنا منہ ڈھانپ لیا۔ اور کہنے لگی۔ میں بھی تو بوڑھی ہوں۔ اور میرا شوہر بھی قابل توالد و تناسل نہیں ہے۔ پھر
اس عمر میں علیم لڑکے کی بشارت کیسی ہے۔ اس وقت عمر حضرتؑ کی نوے سال سے زائد یعنی ۹۹ سال کی تھی۔
اور حضرت ابراہیمؑ کی ایک سو بیس ۱۲۰ سال کی۔ "قَالُوْا كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ" ملائکہ نے کہا
ایسا ہی ہے۔ کہ نہ تم قابل اولاد ہو۔ اور نہ تمہارا شوہر۔ لیکن یہ حکم تمہارے پروردگار کا ہے۔ اور وہی صاحب
حکمت اور علیم مطلق ہے۔ وہ سب باتوں کو جانتا ہے۔ اور اس کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے۔ کہ بلا اسباب
ظاہریہ جسمانیہ تمہیں اولاد دیدے۔ دوسری جگہ سورۂ ہود میں مذکور ہے "وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ
فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا
بَعْلِيْ شَيْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ" یعنی جب ملائکہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئے۔ تو اُن کی بیوی
پاس کھڑی ہوئی تھی۔ وہ ہنسی۔ پس انہوں نے اُس کو اسحاقؑ اور بعد اسحاق یعقوبؑ کی بشارت دی۔ تو اُس نے
کہا اے وائے تعجب کیا اب میں جنوں گی۔ جب کہ میں بوڑھی ہو گئی ہوں۔ اور یہ میرا شوہر بھی بوڑھا ہے۔ تو
یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ "اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ
مَّجِيْدٌ" ملائکہ نے کہا۔ کہ تم امر الٰہی سے تعجب کرتی ہو اے اہل بیت نبوت۔ اے تم ہی پر خاص خدا کی رحمت
برکت ہے۔ اور وہی صاحب حمد و بزرگ و برتر ہے۔ اس میں صاف اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ انبیاء کی خلقت

تو عالم امر سے ہوتی ہے۔ وہاں ان اسباب ظاہریہ جسمانیہ کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف ارادہ الٰہی متعلق ہوا۔ اور پیدا ہو گئے۔ پس اگر تم بوڑھی ہو۔ اور تمہارا شوہر بھی قابل توالد و تناسل نہیں ہے۔ تو کچھ حرج نہیں۔ یہاں ان اسباب کی ضرورت ہی نہیں۔ اور یہ خاص رحمت و برکت خدا اہل بیت نبوت و وارثان رسالت ہی کے واسطے ہے۔ عام لوگوں کو اس میں حصہ نہیں۔ پس انبیاءؑ عالم امری سے ہیں۔ اور اور لوگ عالم خلقی سے ہیں

ملاحظہ ہو حال ولادت جناب عیسےٰؑ "قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا" جبرئیلؑ حضرت مریمؑ کے پاس آئے۔ اور کہا میں تمہارے پروردگار کا قاصد ہوں۔ اس واسطے آیا ہوں۔ کہ تمہیں پاک و پاکیزہ لڑکا دوں۔ آپؑ نے فرمایا میرے کس طرح لڑکا ہو سکتا ہے۔ حالانکہ نہ مجھے شوہر نے مس کیا ہے۔ اور نہ میں (معاذ اللہ) بدکار ہوں۔ جو غیر شوہر سے حاملہ ہوتی ہوں۔ "قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا" جبرئیلؑ نے کہا بیشک ایسا ہی ہے۔ کہ نہ تو تمکو شرعی شوہر نے مس کیا ہے۔ اور نہ تم زانی و بدکار ہو۔ لیکن یہ حکم تمہارے خدا کا ہے۔ اور اس نے کہا ہے۔ کہ یہ امر مجھ پر آسان ہے (کہ میں بلا اسباب ظاہر جسمانیہ خلق کر دوں)۔ اور ہم اس کو لوگوں کے لئے اپنی آیت اور رحمت قرار دینگے۔ اور یہ امر طے شدہ ہے۔ اور قضاء الٰہی جاری ہو چکی ہے۔ اور ایک دوسرے مقام پر فرماتا ہے "اِنَّمَا مَثَلُ عِيْسٰى كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ" یعنی سوائے اس کے نہیں ہے۔ کہ عیسےٰؑ کی مثال آدمؑ کی سی ہے۔ کہ اس کو تراب سے خلق کیا۔ پس کہا اسکو کہ ہو جا پس وہ ہو گیا۔ اس سے زیادہ اور کیا صراحت ہو گی۔ کہ حضرت عیسےٰؑ کی خلقت و پیدائش مثل حضرت آدمؑ عالم امری ہی سے ہے۔ یہاں اسباب خارجیہ کو کوئی دخل نہیں۔ ارادہ الٰہی متعلق ہوا۔ اور پیدا ہو گئے۔ "وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ" سے مزید توضیح ہوتی ہے۔ کہ ان کا مادہ مادہ ارضیہ جسمانیہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اس مادۂ کثیفہ کو کوئی دخل ہی نہیں۔ اُن کا مادہ نورانیہ خاص عالم امر سے ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت عیسےٰؑ شکم مادر میں زیادہ سے زیادہ چار دن رہے ہیں۔ روز جمعہ بعد زوال حضرت مریمؑ حاملہ ہوئیں اور سہ شنبہ (منگل) کو بعد زوال تقریباً چار بجے کنار فرات حضرت عیسےٰؑ پیدا ہوئے۔ اور بعض روایات میں صرف چند ساعت شکم مادر میں رہنا مذکور ہے۔ اور اسی طرح حضرت اسحٰقؑ۔ بہر صورت ثابت ہے۔ کہ خلقت انبیاءؑ خاص صورت رکھتی ہے۔ اور ان کا مادہ مادۂ نورانیہ ہے۔ اس مادۂ ظلمانیہ کثیفہ ارضیہ کو ان کی خلقت میں دخل نہیں۔ (فتذکر ولا تغفل) +

خواص مادۂ نورانیہ انبیاء

ان کے مادے کے اثرات خود شاہد ہیں۔ کہ یہ مادہ ارضیہ کثیفہ نہیں ہے بلکہ فوق مواد ارضیہ ہے۔ اور ان پر غالب۔ مواد ارضیہ اس میں اثر نہیں کر سکتے۔ پڑھئے قصہ حضرت یونسؑ جو تمام

کتب عہد عتیق و جدید میں مذکور ہے۔ کہ بروایتے چالیس اور ایک روایت کی رو سے کم سے کم تین روز شکم ماہی میں زندہ و سلامت رہے۔ کونسا دوسرا انسان ہے۔ جو شکم ماہی میں چالیس روز یا تین روز زندہ رہ سکے۔ وعلیٰ ہذا القیاس قصہ حضرت موسیٰؑ جس وقت متولد ہوتے ہیں۔ اور فرعون لعین کو خبر ملی۔ تو اس نے مفتش کو تلاش اور دریافت حال کے لئے بھیجا۔ جب وہ جناب موسیٰؑ کی والدہ کے گھر میں داخل ہوا تو انہوں نے حضرت موسیٰؑ کو ایک تنور میں رکھ دیا۔ اور اوپر سے کچھ لکڑیاں ڈال دیں۔ تاکہ دکھائی نہ دیں۔ اتنے میں ایک لونڈی آئی۔ اور اس نے بے خبری میں اور لکڑیاں ڈال دیں۔ اور آگ تنور میں روشن کر دی۔ جس وقت مفتش تلاش کر کے چلا گیا۔ تو والدۂ جناب موسیٰؑ دوڑیں۔ اور چلائیں کہ تنور میں آگ کس نے روشن کر دی۔ اس میں تو میرا بچہ تھا۔ لونڈی نے عرض کی۔ کہ اس نے ایسا کیا ہے۔ اور اسے خبر نہ تھی جب تنور کے پاس جا کر مادر موسیٰؑ نے دیکھا۔ تو کیا دیکھتی ہیں۔ کہ صحیح و سالم بیٹھے ہوئے آگ سے کھیل رہے ہیں۔ مادۂ جسمانیہ نبویہ پر آگ نے اثر نہ کیا۔ قصہ حضرت ابراہیمؑ و آتش نمرود مشہور و معروف ہے۔ ذکر کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح حضرت موسیٰؑ کا دریا میں صندوق میں بند کر کے ڈالا جانا اور زندہ رہنا۔ (فاقذفیہ فی الیم) کیوں نہ ہو۔ روح مقدس نورانی کے واسطے محل و ظرف بھی پاک و نورانی ہی چاہیئے۔ اس روح خاص کے لئے محل بھی خاص ہی چاہیئے۔ اور اسی طرح عالم نورانی سے۔ محل مناسب حال ہو۔ اور ظرف مطابق مظروف۔ اگر محل مناسب حال و ظرف مناسب مظروف نہ ہوگا۔ تو اس کو برداشت نہ کر سکیگا۔ قطعاً یہ مادۂ نورانیہ نبی فوق مواد جسمانیہ و عالم کثیف جسمانی ہے۔ اور اس پر غالب و حاکم۔ مؤثر حقیقی خداوند عالم نے اس کو یہ تاثیر دی ہے۔ کہ یہ عناصر مادیہ ارضیہ اس پر غالب نہیں آ سکتے جب تک کہ خود نہ چاہے۔ اور حکم حاکم حقیقی قبولیت کے لئے نہ ہو۔ افسوس ہے۔ کہ اس مختصر میں زیادہ طول کی گنجائش نہیں۔ ورنہ اس کی بیشمار نظائر و امثال ہیں۔ کہ اصل مادہ نبی یہ مادہ نہیں۔ اس عالم سے خارج ہے۔ یہاں اہل انصاف کے لئے اتنا ہی بیان کافی ہے۔ انشاء اللہ دوسرے مقام پر اس کی تائید اور بھی کی جائیگی۔ محقق ہے۔ کہ عالم جسمانی عالم نفسانی میں مؤثر و متصرف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ نفس میں ایک جنبہ روحانی ہوتا ہے۔ اور مادہ روح میں مؤثر و متصرف نہیں ہو سکتا۔ اور عالم نفسانی عالم روحانی عقلانی میں مؤثر و متصرف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ روح عقلانی ہے۔ اور نفس میں جنبہ جسمانی موجود ہے۔ پس جبکہ مادہ انبیاء عالم امر سے ہے۔ یہ عالم طبعی جسمانی کیونکر اس میں مؤثر اور اس پر متصرف ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان کے لئے موت طبعی جسمانی نہیں ہے۔ کہ لا یموتون الا باختیارھم۔ اور عناصر ان میں ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ الا بالارادہ۔ فاعتبروا +

پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ کہ روح نبوتی ملائکہ سے افضل و اشرف و اکمل ہوتی ہے۔ ورنہ آدمؑ سجدۂ ملائکہ کے مستحق نہ ہوتے۔ اور روح نبوتی فوق ملائکہ نہ ہو۔ تو ہرگز فرشتے اور شیطان میں تمیز نہیں کر سکیگی۔ اور

نہ معلوم کر سکیں گے کہ یہ کلام الٰہی و وحی رحمانی ہے یا القاء شیطانی۔ اور جب ان کی روح، روح قدس اور حقیقت علمیہ نوریہ
و روح علمی ہے۔ اور طینت اُن کی طینت نورانیہ۔ تو یہ روح علمی اس مادۂ نورانیہ میں داخل ہو کر اُس کے علم و کمالات میں
نقص و انحطاط پیدا نہیں کر سکتی۔ عالم ہی رہیگی۔ اس لئے ان کی بابت یہ کہنا۔ کہ عالم ارواح میں تو یہ عالم ہوتے ہیں۔
مگر اس عالم میں آکر اور مواد جسمانیہ میں داخل ہو کر ان میں ہماری جیسی بشریت آجاتی ہے۔ وہ علم و کمال باقی نہیں رہتا۔
محض جہل و لغو ہوگا کیونکہ مادۂ نورانیہ ہے۔ پس روح نورانی علمی مادیہ نوریہ سے متعلق ہو کر نُورٌ علےٰ نور کا مصداق ہوگی۔ نہ
کہ تاریکی جہالت میں آکر ظلمت محض۔ عالم ارواح اور نشاء اولےٰ میں تو ہماری ارواح بھی حسب استعداد عالم
تھیں کیونکہ اس عالم کے عوائق کثافت مادیہ ارضیہ سے مجرد تھیں۔ چنانچہ سورۂ واقعہ میں خداوند تبارک و تعالےٰ
اسی مضمون کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔ "وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ"۔ تحقیق کہ تم عالم اولےٰ
کے عالم ہو۔ پھر کیوں اُس کو یاد نہیں کرتے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ جہالت محض ہم پر اس مادۂ جسمانیہ کثیفہ میں داخل
ہونے سے عارض ہوتی ہے۔ اسی واسطے پیغمبروں کا کام ہم کو نشاء اولےٰ اور عالم اولیٰ کا یاد دلانا ہے۔
"إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ"۔ اے پیغمبر سوائے اس کے نہیں ہے کہ تم یاد دلانے والے
ہو۔ اور ان پر داروغہ و مسلط نہیں ہو۔ پس عالم ارواح میں تو اپنی استعداد وجودی کے موافق ہماری روحیں بھی
عالم ہوتی ہیں۔ اس عالم جسمانی ظلمانی میں آکر بھول جاتی ہیں۔ اور ان میں تاریکی آجاتی ہے۔ اسی واسطے ان کو
یاد دہانی کی ضرورت ہے۔ لیکن چونکہ انبیاء کا مادہ یہ مادہ ظلمانیہ نہیں ہے۔ اور اُن کی روح حقیقت علمیہ نوریہ
ہوتی ہے۔ اس عالم میں اُس پر جہالت دوبارہ طاری نہیں ہو سکتی۔ وہ عالم ہی رہتی ہے۔ اور جو کمالات و
علوم و ملکات اُن کے ماتحت نوع انسان میں ہوتے ہیں۔ وہ ان میں بدرجۂ اتم و اکمل موجود ہوتے ہیں۔ کیونکہ
فوق الانسان ہے۔ بلکہ درجہ فعلیت میں ہوتے ہیں۔ اور اسی واسطے وہ تحصیل علوم و کمالات میں تعلیم اکتسابی
و رواجی کے محتاج نہیں ہوتے۔ اور حضرت آدمؑ کو ملائکہ پر فضیلت بوجہ فعلیت کمال علم ہی تھی علم ہی اصل کمال و
عین فضیلت ہے۔ اس علم ہی کی وجہ سے خلیفہ فی الارض ہوئے۔ اور اسی سے معلم ملائکہ قرار پائے۔
کوئی یہ شبہ نہ کرے۔ کہ چونکہ حضرت آدم علیہ السلام اوّل انسان تھے۔ اس لئے بغرض اظہار قدرت حق و
شرف و کرامت حضرت آدمؑ اُن سے یہ باتیں خلاف عادت بطور اعجاز ظاہر ہوئیں۔ اس لئے کہ ایسے امور کا
ظہور کچھ حضرت آدمؑ ہی سے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ تمام انبیاء سے اسی قسم کے امور زمانہ حمل۔ وقت ولادت
اور عہد طفولیت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ سوائے خلق تقدیری یعنی صورت ظاہر بشریہ۔ باقی تمام امور
مادہ و طینت۔ منشاء و مولد میں دوسرے انسانوں سے ممیز و ممتاز ہوتے ہیں۔ اور ان سے ابتدا ہی سے
ایسی باتیں ظاہر ہوتی ہیں جو عام انسانوں میں نہیں پائی جاتیں۔ اور اسی سے پہچانے جاتے ہیں۔ اور یہ اُسی

روح قدس کے اثرات ہیں جس کے کمالات بالفعل ہوتے ہیں۔ اور محتاج تعلیم رواجی و اکتساب نہیں ہوتی۔ اور وہ خاص انبیاء ہی کو دی جاتی ہے۔ اور یہی اصل نبی ہے۔

مزید شہادت کلام حمید مجید

بہت سی آیات اس امر پر دال ہیں۔ کہ نبی کی نبوت روح قدس نبوتی سے ہے نہ نفس ناطقہ انسانیہ سے۔ چنانچہ فرماتا ہے "رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ" (مومن) یعنی "اللہ تعالیٰ ہی درجات و مراتب کا بلند کرنے والا صاحب علم ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے۔ ایک روح اپنے عالم امر سے عطا کرتا ہے۔ تاکہ وہ اس روح کے ذریعہ سے لوگوں کو ہول قیامت سے ڈرائے"۔ مطالب ذیل پر آیت بالصراحت دال ہے۔ **اول** درجات کا بلند کرنیوالا اور ہر ایک کو مرتبہ عطا کرنے والا خدا ہی ہے۔ جس کو وہ چاہے۔ عطا کر سکتا ہے۔ **دوم** روح نبوتی کے ساتھ اس کا ذکر کرنا دلالت کرتا ہے۔ کہ درجۂ نبوت موہبتی ہے۔ جس کو خدا مرحمت فرمائے۔ اکتسابی نہیں۔ کہ جو شخص نیک کام کرے۔ وہ نبی بن سکتا ہے۔ یہ عین انکار نبوت ہے۔ **سوم** خدا اپنے بندوں میں جس کو اختیار کر لیتا ہے۔ اُس کو ایک خاص روح جو عالم امر سے ہے نہ عالم خلق و عالم مواد سے عطا کرتا ہے۔ اور معلوم ہے۔ کہ روح انسانی تو ہر ایک انسان میں ہوتی ہے۔ پس یہ خاص روح جو خاص خاص برگزیدہ اور منتخب بندوں کو دی جاتی ہے۔ یہ روح نبوتی ہے۔ اور اس روح کے ذریعہ سے اُس کا نذیر ہونا صاف اسی کی تائید کرتا ہے۔ کہ یہ روح نبوت ہی ہے۔ کیونکہ نذیر نبی ہی ہوتا ہے۔ **چہارم** اسی روح کے ذریعہ سے نبی بشیر و نذیر ہوتا ہے۔ اور یہی بار نبوت و رسالت اُٹھاتی ہے۔ عام ارواح میں اس بار عظیم اُٹھانے کی طاقت نہیں۔ **پنجم** یہ کہ بلندی درجات عالیہ تا عرش ہے۔ او ر گویا یہ روح عالم امری عرش یعنی علم الہٰی سے اتصال رکھتی ہے۔ علم وہاں سے لیتی ہے۔ اور ہمیشہ اس کو اس سے ایک تعلق رہتا ہے۔ اور جب یہ روح اس عالم سے ہے۔ تو چاہیئے۔ کہ اس کا مادہ بھی عرشی ہو۔ ورنہ اس روح کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ پس ضرور نبی کا مادہ بھی عرشی ہے خصوصاً سید النبیینؐ کا۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ آپ جسم عنصری سے فوق سدرۃ المنتہٰی عرش تک پہنچے۔ اگر یہ مادہ مادۂ عرشی نہ ہوتا۔ اور اس کا مرکز عرش و عالم امر نہ ہوتا۔ تو یہ جسم وہاں ہرگز نہ پہنچتا۔ کیونکہ اپنے مرکز سے کوئی چیز اوپر نہیں جا سکتی۔ **ششم** یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ نبوت ایک درجہ رفیعہ ہے۔ جس کو خدا عطا کرے۔ اور اسی لئے نبی مشتق ہے نُبُوَّۃ و نَبَاوَۃ سے۔ جس کے معنی بلندی و علو کے ہیں۔ چنانچہ جوہری اور صاحب منتہی الارب و صاحب مجمع البحرین نے لفظ نُبُوَّۃ و نَبَاوَۃ کے ضمن میں لکھا ہے۔ اور علامہ طبرسیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ والنبی الذی

لہ الرفعۃ والدرجۃ العظیمۃ۔ نبی وہ ہے جس کو رفعت و درجہ عظیمہ حاصل ہے۔ اور صدوق علیہ الرحمہ لفظ نبی کی توجیہ میں فرماتے ہیں "النبوۃ لفظ ماخوذ من النبوۃ و ھو ما ارتفع من الارض فمعنی النبوۃ الرفعۃ ومعنی النبی الرفیع" یعنی لفظ نبوۃ ماخوذ ہے نبوۃ سے جس کے معنی بلند زمین کے ہیں۔ پس معنی نبوت رفعت ہیں۔ اور معنی نبی صاحب رفعت۔ پس جن لوگوں نے نبی کو نبا بمعنی خبر سے ماخوذ سمجھا ہے۔ اور نبی کے معنی مخبر لئے ہیں۔ وہ درست و صحیح نہیں۔ کیونکہ علاوہ اس کے وہ معنی آیت سے ماخوذ نہیں۔ یہ قباحت لازم آتی ہے۔ کہ اس توجیہ سے بہت سے انبیاء خارج ہوئے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ بہت سے نبیا ایسے ہوئے ہیں۔ جو صرف اپنے ہی نفس پر نبی تھے۔ اور مامور تبلیغ نہ تھے۔ مامور بہ تبلیغ کل تین سو تیرہ ہوئے ہیں۔ جو مرسل کہلاتے ہیں۔ اور کل انبیاء ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔ پس اگر نبی کے معنی مخبر عن اللہ لئے جائیں۔ تو سوائے تین سو تیرہ مرسلین باقی تمام اس توجیہ سے خارج ہو جائینگے۔ نیز اور بھی قباحتیں لازم آتی ہیں۔ جن کے ذکر کا یہاں موقع نہیں۔ اور یہ جو کچھ علماء اور اہل لغت نے لکھا ہے۔ لفظ نبی کی توجیہ ہے نہ تعریف حقیقت و ماہیت نبی۔ جیسا کہ اکثر علماء کی عبارات سے ظاہر ہے۔ کہ فرماتے ہیں "لم سمی النبی نبیا" نبی کو نبی کیوں کہا گیا ہے۔ اور تعریف شے اور چیز ہے اور توجیہ لفظ اور شے۔ مثلاً جس وقت کہا جاتا ہے "الانسان ما ھو" انسان کیا ہے اور اس کی ماہیت کیا۔ تو جواب میں کہا جاتا ہے "الانسان حیوان ناطق" اور جب کہا جاتا ہے۔ کہ "لم سمی الانسان انسانا" انسان کا نام انسان کیوں رکھا گیا ہے۔ تو مثلاً کہا جاتا ہے۔ کہ "لانہ مشتق من الانس" یعنی یہ انس سے مشتق ہے۔ اور چونکہ اس میں انس پایا جاتا ہے انسان کہلاتا ہے۔ پس نبی کو نبا یا نباوۃ سے مشتق لینا۔ اور اس کی توجیہ۔ وجہ تسمیہ و توجیہ لفظ ہے۔ نہ تعریف نبی۔ جنہوں نے اس کو تعریف نبی سمجھا ہے۔ سخت غلطی کھائی ہے۔ تعریف نبی یہی ہے "النبی بشر یوحی الیہ" ایضاً "یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ" نازل کرتا ہے ملائکہ کو ساتھ روح جو اس کے عالم امر سے ہے۔ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے (اور اس لئے ان کو دیتا ہے) کہ ڈراؤ ان کو۔ کہ میں ہی معبود ہوں۔ میرے سوا اور کوئی معبود برحق نہیں۔ پس مجھ سے ڈرو" یعنی اس روح کے ذریعے سے وہ بشیر و نذیر ہوتے ہیں۔ (نمل) ایضاً "وَاَیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ" (بقرہ)۔ ایضاً "اِذْ اَیَّدْتُّکَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ" (مائدہ)۔ پھر تمام انبیاء کے باب میں فرماتا ہے "وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ" (اپنی ایک روح خاص سے ان کی تائید کی ہے) اور اپنے حبیب سے خطاب کر کے فرماتا ہے "وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا" تمام آیات کا خلاصہ و ماحصل یہی ہے۔ کہ انبیاء میں ایک روح خاص ہوتی ہے۔ جس کو

روح قدس بھی کہا جاتا ہے۔ اور وہی حامل نبوت ہے احادیث میں بحمداللہ اس مضمون کی بہت سی ہیں۔ تبرکاً چند

روح القدس کا ثبوت احادیث سے

ذکر کی جاتی ہیں۔ عن جابرؓ۔ قال سئلت ابا جعفر علیہ السلام عن الروح قال یا جابر ان اللہ خلق الخلق علی ثلث طبقات و انزلھم ثلث منازل وبین ذالک فی کتابہ حیث قال واصحاب المیمنۃ ما اصحاب المیمنۃ واصحاب المشئمۃ ما اصحاب المشئمۃ والسابقون السابقون اولئک المقربون فاما ماذکر من السابقین فھم انبیاء مرسلون وغیر مرسلین جعل اللہ فیھم خمسۃ ارواح روح القدس وروح الایمان وروح القوۃ وروح الشھوۃ وروح البدن وبین ذالک فی کتابہ حیث قال تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض فمنھم من کلم اللہ ورفع بعضھم درجات واتینا عیسی ابن مریم البینات وایدناہ بروح القدس ثم قال فی جمیعھم وایدھم بروح منہ فبروح القدس بعثوا انبیاء مرسلین وغیر مرسلین وبروح القدس علموا جمیع الاشیاء الخ۔ جابرؓ سے منقول ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روح کی بابت سوال کیا۔ تو آپؑ نے فرمایا اے جابر! اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو تین طبقوں میں خلق فرمایا ہے۔ اور تین درجوں میں رکھا ہے۔ اور اس کو اپنی کتاب میں ظاہر فرما دیا ہے۔ جہاں کہ فرمایا ہے کہ ایک اصحاب یمین یعنی ابرار ہیں۔ ایک اصحاب شمال یعنی گنہگار۔ اور تیسرا گروہ سابقین کا ہے۔ اور وہی مقربین ہیں۔ پس جو سابقین مقربین بیان کئے گئے ہیں وہ انبیاء مرسل وغیر مرسل ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے پانچ روحیں رکھی ہیں۔ یعنی روح قدس۔ روح ایمان۔ روح قوت۔ روح شہوت۔ روح بدن۔ اور اس کو بھی (کہ نبی میں ایک روح قدس ہوتی ہے) اپنی کتاب میں بیان فرما دیا ہے۔ جہاں فرمایا ہے۔ کہ ان رسولوں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ پس بعض وہ ہیں۔ جن سے اللہ نے کلام کیا۔ اور کلیم اللہ مشہور ہیں۔ اور بعض کو اس سے بھی بہت زیادہ درجات عطا کئے۔ اور ہم نے عیسٰی بن مریم کو معجزات بینہ اور دلائل واضحہ دیں۔ اور روح قدس سے اس کی تائید کی۔ پھر سب انبیاء کے باب میں فرمایا۔ کہ خدا نے ان سب کی اپنی ایک خاص و برگزیدہ روح سے تائید کی ہے۔ پس روح قدس ہی کے ساتھ انبیاء مرسلین وغیر مرسلین بھیجے گئے ہیں۔ وہی بار نبوت و رسالت کو اٹھاتی ہے۔ اور اسی روح سے وہ تمام باتوں کو جان لیتے ہیں۔ اور سب چیزوں کے عالم ہو جاتے ہیں۔

ایضاً عن جابرؓ قال قال ابوجعفر علیہ السلام ان اللہ خلق الانبیاء والائمۃ علی خمسۃ ارواح روح القوۃ وروح الایمان وروح الحیوٰۃ وروح الشھوۃ وروح القدس فروح القدس من

الله وسائر هذه الارواح یصیبها الحدثان وروح القدس لا یلهو ولا یتغیر ولا یلعب ولا بروح القدس علموا یا جابر مادون العرش الیٰ ما تحت الثریٰ۔ یعنی فرمایا امام نے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ اور ائمہؑ میں پانچ روحیں خلق فرمائی ہیں۔ روح قوت۔ روح ایمان۔ روح حیات۔ روح شہوت اور روح قدس۔ پس روح القدس تو اللہ سے ہے (یعنی اُس کی خاص برگزیدہ روح ہے۔ اور اس عالم کثیف جسمانی سے نہیں ہے)۔ باقی تمام ارواح پر حوادث زمانیہ طاری ہوتے ہیں اور اثر کرتے ہیں۔ اور روح قدس نہ تو لہو ولعب میں مشغول ہوتی ہے۔ اور نہ اس میں تغیرات واقع ہوتے ہیں۔ کہ کبھی کچھ تھی اور کبھی کچھ ہو گئی۔ ایضاً عن مفضل رضؓ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال یا مفضل ان اللہ تبارک وتعالیٰ جعل للنبی خمسۃ ارواح روح الحیٰوۃ فیہ دب ودرج وروح القوۃ فیہ نہض وجاھد وروح الشھوۃ فیہ اکل وشرب واتی النساء من الحلال وروح الایمان فبہ امر وعدل وروح القدس فبہ حمل النبوۃ (الیٰ ان قال) وروح القدس لا ینام ولا یغفل ولا یلھو والاربعۃ الارواح تنام وتلھو وتغفل وتسھو وروح القدس ثابت یری بہ ما فی شرق الارض وغربہا وبرہا وبحرہا الخ۔ "حضرت صادق علیہ السلام نے مفضل سے بیان کیا کہ اے مفضل اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی کے لئے پانچ روحیں بنائی ہیں۔ روح حیات جس سے چلتا پھرتا اور حرکت کرتا ہے۔ روح قوۃ جس سے اُٹھتا اور جہاد کرتا ہے۔ روح شہوت جس سے کھاتا پیتا اور عورتوں سے بطریق حلال صحبت کرتا ہے۔ روح ایمان جس سے امر ونہی وعدل وانصاف کرتا ہے۔ روح قدس جس سے بار نبوت کو اُٹھاتا ہے (یہاں تک کہ فرمایا) اور روح قدس نہ سوتی ہے نہ غافل ہوتی ہے۔ اور نہ لہو ولعب میں مشغول۔ اور باقی چاروں روحوں پر لہو وسہو وغفلت طاری ہوتی ہے۔ اور روح قدس ثابت وقائم رہتی ہے۔ جس سے شرق وغرب اور خشک وتر کی چیزیں دیکھتا ہے۔ وفی المومنین اربعۃ ارواح۔ روح الایمان وروح القوۃ وروح الشھوۃ وروح المدارج الخ۔ اور مومنین میں چار روحیں ہوتی ہیں روح ایمان۔ روح قوت۔ روح شہوت اور روح مدرج یعنی روح حیات (بصائر الدرجات اصول کافی) اس مضمون کی بہت سی احادیث ہیں۔ اگر سب کو لکھا جائے۔ تو اچھی خاصی کتاب بن جائے۔ مضمون سب کا تقریباً ایک ہے۔ اس واسطے انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ امامت کے ذیل میں اور درج کی جائینگی۔ ان احادیث سے مطالب ذیل مستنبط ہوتے ہیں۔ اول انسانوں کے تین درجے۔ اصحاب یمین یعنی ابرار۔ اصحاب شمال یعنی گنہگار۔ اور سابقین مقربین یعنی انبیاءؑ و حجج اللہؑ۔ دوم وجہ اختلاف ارواح ہیں۔ جیسا کہ اصل اختلاف انواع وغیرہا اختلاف قوائے باطنیہ پر مبنی ہے۔ سوم باعتبار شدت وتاکد وجود ارواح قدسیہ بعض بعض سے افضل ہوتی ہیں۔ اور اس واسطے بعض انبیاء بعض سے افضل ہیں۔ چہارم روح قدس صرف انبیاءؑ و

ائمہ میں ہوتی ہے۔ عام انسانوں میں نہیں ہوتی۔ پنجم۔ روح قدس ہی حامل بار نبوت ہے۔ ششم اس روح قدس
سے مراد جبرئیل نہیں ہیں۔ جو کبھی کبھی انبیاءؑ پر نازل ہوا کرتے ہیں۔ بلکہ یہ ایک روح خاص ہے۔ جس طرح عام انسانوں کو
روح انسانی دی جاتی ہے۔ اور انسان کی انسانیت اسی روح پر ہے۔ یعنی دراصل وہی روح انسان ہے۔ اسی
طرح نبی کو یہ روح قدس دی جاتی ہے۔ اور اسی روح سے نبی نبی ہوتا ہے۔ ہفتم یہ روح قدس ہی ہے کہ علوم
انبیاء ہے۔ اسی کے ذریعہ سے تمام علوم حاصل کرتے ہیں۔ اور فرش سے عرش تک کی باتیں جانتے ہیں۔
روح قدس کو موانع و عوائق عارض نہیں ہوتے۔ اور اس کو غافل نہیں کرتے۔ اور اس کا عمل کسی وقت باطل
نہیں ہوتا۔ دیگر ارواح میں حوادث زمانیہ سے تغیرات واقع ہو جاتے ہیں مگر یہ تغیر پذیر نہیں۔ ہشتم یہ روح لہو
لعب اور ایسے امور دنیا کی طرف متوجہ اور ان میں مشغول نہیں ہوتی۔ نہم اللہ تعالےٰ سے جو اختصاص و تعلق خاص
اس روح قدس کو حاصل ہے۔ وہ اور ارواح کو نصیب نہیں۔ اسی وجہ سے اس کو خصوصیت کے ساتھ اپنی طرف
منسوب کیا ہے۔ اور قول امامؑ روح القدس من اللہ (روح اقدس اللہ کی ہے) مستنبط آیہ شریفہ "روح
منہ" و "روح من امرنا" (روح وحی) سے ہے۔ دہم روح قدس کو سہو و نسیان عارض نہیں ہوتا۔ اس لئے
نبی کے لئے سہو و نسیان کا قائل ہونا درست نہیں۔ یازدہم تمام ارواح کو نیند آتی ہے مگر یہ ہمیشہ بیدار
ہے۔ قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "تنام عینی ولا ینام قلبی"۔ میری آنکھ سوتی ہے۔ مگر دل بیدار
رہتا ہے۔ یعنی ادراک یا احساس باطنی میں کسی طرح کا فرق نہیں آتا۔ اسی واسطے وہ شہید علے الناس ہوئے
ہیں۔ اگر غفلت طاری ہو۔ تو شہید نہیں ہو سکتے (جیسا کہ بیان ہوگا)۔ "نحن معاشر الانبیاء تنام اعیننا
ولا ینام القلب" بھی مشہور ہے۔ یہاں سے بخوبی واضح ہے۔ کہ یہ روح نفس علم ہے غفلت و
ذہول و سہو و نسیان کو یہاں راہ نہیں۔ اس کا دامن علم و معرفت کبھی کثافت جہل اور
نادانی سے آلودہ نہیں ہوتا۔ جبکہ یہ روح بخصوصیات خاصہ حضرت حق جل شانہ کی طرف منسوب ہے۔
اور جس کو وہ قرب و اتصال منزلت و کرامت حاصل ہے جو کسی اور کو نصیب نہیں۔ تو یہ ضرور متصف باوصاف
الٰہی و متخلق باخلاق خداوندی ہونی چاہئے۔ تاکہ خلافت الٰہیہ کی مستحق ہو۔ اور خلیفۃ اللہ کہلائے۔ خلیفہ اپنے
مستخلف کا (جس کا خلیفہ ہے) آئینہ ہوتا ہے۔ چاہئے کہ اس کی صفات کا عکس اس میں پایا جائے۔ تاکہ اسکی
معرفت کا وسیلہ بن سکے۔ نکتہ۔ ان احادیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ انسان میں چند روحیں
ہیں۔ اور نبی میں ان سے زیادہ ایک روح قدس ہوتی ہے۔ لیکن ذہن قاصر میں یہ آتا ہے۔ اور اس کی طرف
اشارہ بھی کیا ہے۔ کہ انسان میں دراصل ایک ہی روح ہے۔ یعنی یہ کہ انسان میں اصطلاح حکماء میں جو روح نباتی
و روح حیوانی و روح انسانی کہی جاتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ روح نباتی و روح حیوانی و روح انسانی

علیحدہ علیحدہ روحیں ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے۔ انسان جو فوق حیوان ہے۔ اس میں ایسی روح ہوتی ہے۔ جو جامع ہے جملہ کمالات و قوائے ماتحت حیوان و نبات کو مع شے زائد۔ اس میں قوت انشا ہے۔ تحریک ہے حساس ہے مع نطق یعنی بیان جو دوسرے حیوان میں نہیں ہے۔ اور اس روح سے دوسرے حیوانوں سے ممیز و ممتاز ہو جاتا ہے۔ پس روح انسانی جامع ہے روح جمادی۔ نباتی اور حیوانی کو۔ یہ سب صفتیں اس میں موجود ہیں۔ ان کو علیحدہ علیحدہ ارواح سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پس مطلب یہی ہے۔ کہ نبی میں وہ روح ہوتی ہے۔ جو جامع اپنے ماتحت کی جملہ ارواح کی مع زیادتی قوت قدسیہ جس کا اثر کلام الٰہی سننا وحی کو اخذ کرنا اور بار نبوت کو اٹھانا ہے۔ اور غرض یہ ہے۔ کہ نبی کی روح کامل و اکمل ہوتی ہے تمام ارواح سے۔ جو اس کے ماتحت انواع میں کمالات ہوتے ہیں۔ وہ سب اس میں موجود ہوتے ہیں مع شے زائد۔ اور وہ مقدس و پاک ہے جملہ عیوب و نقائص سے۔ بلکہ افضل ہے ملائکہ سے۔ یہاں سے وہ قول بھی غلط ثابت ہوا جس میں نبی کو صنف نفوس انسانیہ کہا گیا۔ کیونکہ اس کی روح فوق جمیع ارواح ہے۔ پس اگر باوجود اس روح کے ہوتے ہوئے وہ صنف کہلاتے۔ تو لازم آئیگا۔ کہ اصناف انسان مثل زنگی و رومی و عربی و عجمی سب ایک روح رکھتے ہوں جو دوسروں میں نہ ہو۔ حالانکہ یہ بدیہی البطلان ہے۔ نہ عربی میں روح زائد ہے اور نہ عجمی میں۔ نہ رومی میں۔ نہ حبشی میں۔ بلکہ صنفیت صرف نسبت و اضافت پر موقوف ہے۔ اور نسبت عوارض خارجیہ سے ہے۔ فتامل فیہ +

دفع شبہ۔ یہاں ایک شبہ یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ مومن میں چار روحیں ہوتی ہیں اور کافر میں تین۔ پس بظاہر چاہئے۔ کہ مومن ایک نوع خاص ہو۔ اور کافر نوع دیگر۔ لیکن ہمارے بیان سابق سے یہ شبہ رفع ہو جاتا ہے۔ کہ مومن کی چار ارواح سے یہ مطلب ہے۔ کہ وہ جامع ہے ان چار قوتوں یا صفتوں کو۔ اور کافر میں صفت ایمان نہیں ہوتی۔ اور یہ صفت و قوت ایمان ان میں ہے۔ نہ یہ کہ اس میں اصلاً روح ایمان یا قابلیت و استعداد ایمانی نہیں۔ اگر ایسا ہو۔ تو کوئی کافر مکلف نہ ہوگا۔ اور کوئی مجرم نہ ٹھیریگا۔ بلکہ سب مجبور بلکہ مجبول بکفر ہونگے۔ اور یہ باطل ہے۔ لہٰذا اصل روح مومن و کافر ایک ہی ہے۔ لیکن بعد تکلیف اولیٰ و عہد و میثاق کے مومن پر افاضہ نور ایمان ہوا۔ اور منکر و کافر اس سے محروم ہے۔ اور یہ مطلب ہے۔ کہ مومن میں چار روحیں ہوتی ہیں۔ ایک روح ایمان ہے۔" و من ههنا ینحل اشکال مسئلہ الطینات۔ فتدبر فیہ بامعان النظر +

پس دلائل عقلیہ و آیات قرآنیہ و احادیث معادن علوم نبویہ سے ثابت ہو گیا۔ کہ نبی میں مابہ الامتیاز و الافتراق در اصل یہی روح قدس ہے۔ لیکن چونکہ یہ غیر محسوس و مرئی ہے بلکہ غیر مدرک۔ اس لئے بعض نے اس کو اس کے

لازم اور اثر خاص یعنی وحی سے تعبیر کیا گیا۔ اور نبی کی تعریف یوں کی گئی ہے "اَلنَّبِیُّ بَشَرٌ یُوْحٰی اِلَیْہِ"۔ جس طرح کہ انسان کی تعریف میں فصل ممیز نطق کو کہا جاتا ہے۔ حالانکہ درمیان انسان و حیوان اصل ممیز نفس ناطقہ انسانی و روح عقلانی ہے۔ اور نطق اس کا اثر لازمی۔ پس وضع اللازم موضع الملزوم ہے۔ وھو صحیح۔ اور یہ روح تمام ارواح بشریہ اور ملائکہ سے افضل ہوتی ہے چنانچہ اشارہ کیا گیا۔ اور محمد بن مسلم سے مروی ہے۔ قال سئلت ابا جعفرؑ عن قول اللہ عز وجل وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ قَالَ رُوْحٌ اخْتَارَہُ اللّٰہُ وَاصْطَفَاہُ وَخَلَقَہٗ وَاَضَافَہٗ اِلٰی نَفْسِہٖ وَفَضَّلَہٗ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَرْوَاحِ فَاَمَرَ فَنُفِخَ فِیْ اٰدَمَ۔ یعنی محمد بن مسلم کہتے ہیں۔ کہ میں نے جناب باقر العلوم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کے قول "نفخت فیہ من روحی" (یعنی اپنی روح آدم میں پھونکی) کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا۔ یہ ایک خاص روح ہے۔ جس کو اللہ نے پسند کیا۔ اور برگزیدہ کیا۔ پیدا کیا اور اپنی طرف منسوب فرمایا۔ اور اس کو تمام ارواح سے افضل بنایا۔ پس حکم دیا۔ پس اس میں سے آدم میں پھونکی گئی۔ ایضاً بطریق دیگر فَلَمَّا اَرَادَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنْ یَّنْفُخَ فِیْہِ الرُّوْحَ خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالٰی رُوْحَ اٰدَمَ لَیْسَتْ کَالْاَرْوَاحِ وَھِیَ نَفْخٌ فَضَّلَھَا اللّٰہُ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَرْوَاحِ مِنَ الْمَلٰئِکَۃِ وَغَیْرِھَا فَذَالِکَ قَوْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ میں روح پھونکنے کا ارادہ کیا۔ تو روح آدمؑ کو خلق فرمایا۔ جو مثل دیگر ارواح کے نہیں ہے۔ وہ ایک روح ہے۔ جس کو اللہ نے ملائکہ وغیرہ سب کی ارواح سے افضل بنایا ہے۔ پس یہی روح مراد ہے قول باری تعالیٰ "ونفخت فیہ من روحی" (اس میں میں اپنی روح پھونک دوں) میں۔ ماحصل ان احادیث کا یہی ہے۔ کہ انبیاء کی روح خاص روح ہے۔ اور حضرت آدمؑ میں جو روح پھونکی گئی جس کا اس آیت مذکورہ میں ذکر ہے وہی روح قدس ہے جس کے عطا ہوتے ہی عالم ہو گئے۔ اور مسجود ملائکہ قرار پائے۔ اور یہ روح تمام امور ملائکہ و غیر ملائکہ سے افضل ہے۔ اب ہم بعض احادیث اور نقل کرتے ہیں جن سے اس روح کے کمالات

روح قدس کے کمالات فعلیہ

بالفعل معلوم ہو سکیں۔ کہ حضرت آدمؑ میں اس روح کے داخل ہوتے ہی کیا امور غریبہ ظاہر ہوئے۔ اسی حدیث مذکورۃ الصدر کے آخر میں ہے۔ فلما خَلَقَ اللّٰہُ رُوْحَ اٰدَمَ اَمَرَ بِغَمْسِھَا فِیْ جَمِیْعِ الْاَنْوَارِ ثُمَّ اَمَرَھَا اَنْ تَدْخُلَ فِیْ جَسَدِ اٰدَمَ بِالتَّاَنِّیْ دُوْنَ الْاِسْتِعْجَالِ فَرَاَتْ مَدْخَلًا ضَیِّقًا فَقَالَتْ رَبِّ کَیْفَ اَدْخُلُ مِنْ فَضَاءٍ اِلَی الضِّیْقِ فَنُوْدِیَتْ اَنِ ادْخُلِیْ کُرْھًا فَدَخَلَتِ الرُّوْحُ مِنْ یَافُوْخِہٖ اِلٰی عَیْنَیْہِ فَفَتَحَھُمَا اٰدَمُ فَجَعَلَ یَنْظُرُ اِلٰی بَدَنِہٖ وَلَا یَقْدِرُ عَلَی الْکَلَامِ وَنَظَرَ اِلٰی سُرَادِقِ الْعَرْشِ مَکْتُ

عَلَيْهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَصَارَتِ الرُّوْحُ اِلٰى اُذُنَيْهِ وَجَعَلَ يَسْمَعُ تَسْبِيْحَ الْمَلٰئِكَةِ وَجَعَلَ تَدُوْرُ فِيْ رَاْسِهٖ وَدِمَاغِهٖ وَالْمَلٰئِكَةُ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ (اِلٰى اَنْ قَالَ) ثُمَّ سَارَتِ الرُّوْحُ اِلَى الْخَيَاشِيْمِ فَعَطَسَ فَفَتَحَتِ الْعَطْسَةُ الْمَجَارِيَ الْمَسْدُوْدَةَ وَسَارَتْ اِلَى اللِّسَانِ فَقَالَ اٰدَمُ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَزَلْ" فَهِيَ اَوَّلُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الخ۔ ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے روح آدم کو خلق کیا۔ تو حکم ہوا کہ دریائے انوار الٰہیہ میں اس کو غوطہ دیا جائے۔ پھر اس کو حکم ہوا کہ آہستہ آہستہ جسم آدم میں داخل ہو۔ اور جلدی نہ کرے۔ جب اس نے راستہ تنگ پایا۔ تو بارگاہ رب العزت میں عرض کی۔ کہ پروردگار میں کھلے میدان سے اس تنگ قید خانے میں کس طرح داخل ہو جاؤں۔ ندا آئی۔ کہ کراہیت کے ساتھ داخل ہو۔ پس حضرت کے تالوے سے داخل ہوئی۔ اور آنکھوں تک پہنچی۔ تب حضرت آدم نے آنکھیں کھول دیں۔ اور اپنے بدن کی طرف دیکھنے لگے۔ مگر بات کرنے کی قدرت نہ تھی۔ پھر سرادق عرش پر نظر کی۔ تو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا اور پڑھا۔ پھر روح کانوں تک پہنچ گئی۔ تو حضرت تسبیح ملائکہ سننے لگے۔ اور انکو دیکھنے لگے۔ اور روح سر و دماغ میں چکر لگانے لگی۔ اور ملائکہ آپ کو دیکھ رہے تھے۔ کہ روح ناک تک پہنچ گئی۔ اور چھینک آئی۔ پس چھینک سے تمام بند مجاری و مسامات کھل گئے۔ اور روح زبان تک پہنچ گئی۔ اُس وقت آپ نے فرمایا۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَزَلْ"۔ تمام محامد اسی اللہ کے لئے سزاوار ہیں جو ازلی و ابدی ہے۔ اور یہ پہلا کلمہ ہے۔ جو حضرت آدم کی زبان مبارک سے نکلا تھا۔ الخ۔ پھر اسی کے ذیل میں مذکور ہے۔ "فَاَخَذَ اٰدَمُ فِيْ خُطْبَتِهٖ فَبَدَءَ يَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَصَارَ ذٰلِكَ سُنَّةً لِاَوْلَادِهٖ وَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ ذَكَرَ عِلْمَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِيْنَ وَمَا بَيْنَهُمَا مِنْ خَلْقِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ فَعِنْدَ ذٰلِكَ قَالَ اللّٰهُ لِلْمَلٰئِكَةِ اَنْبِئُوْنِيْ بِاَسْمَاءِ هٰؤُلَاءِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ فَشَهِدَتِ الْمَلٰئِكَةُ عَلٰى اَنْفُسِهَا وَاَقَرَّتْ وَقَالَتْ سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ۔ قَالَ (اللّٰهُ) يَا اٰدَمُ اَنْبِئْهُمْ بِاَسْمَائِهِمْ فَجَعَلَ اٰدَمُ يُخْبِرُهُمْ بِاَسْمَاءِ كُلِّ شَيْءٍ خَفِيِّهَا وَظَاهِرِهَا بَرِّهَا وَبَحْرِهَا حَتَّى الذَّرَّةِ وَالْبَعُوْضَةِ فَتَعَجَّبَتِ الْمَلٰئِكَةُ مِنْ ذٰلِكَ"۔ یعنی جب روح حضرت آدم کی زبان مبارک تک پہنچی۔ تو آپ نے خطبہ شروع کیا اور الحمد للہ سے ابتدا کی۔ پس یہ بات اُن کی اولاد کے لئے سنت قرار پائی۔ اور آپ نے خدا کی حمد و ثنا کی جو اس کے لئے شایاں ہے۔ پھر آپ نے زمین و آسمان کا علم اور جو کچھ ان میں مخلوقات موجود ہیں۔ انکو بیان فرمایا۔ تب اللہ جل شانہ نے ملائکہ سے کہا۔ کہ (جن چیزوں کا آدم نے ذکر کیا ہے) ان کے نام بتاؤ۔ اگر تم سچے ہو کہ (تم آدم سے زیادہ عالم اور افضل ہو) تمام ملائکہ نے اپنے نفس پر گواہی دی۔ اور اپنے عجز و

قصور و کم علمی کا اقرار کیا۔ اور کہا۔ تو پاک و پاکیزہ ہے۔ ہم کچھ نہیں جانتے۔ ہم ان چیزوں کے عالم نہیں۔ ہم کو
تو وہ ہی علم ہے جو تو نے سکھایا ہے (اور اُس کو تو جانتا ہی ہے) تب خدا نے آدم سے کہا۔ کہ تم ان کو
ان چیزوں کے نام بتلاؤ۔ اور ان کو تعلیم دو۔ حضرتؑ نے ہر ایک چیز کا نام بتلانا شروع کیا۔ اور ہر ایک
ظاہر و پوشیدہ اور خشک و تر کی چیز کو بیان فرمادیا۔ یہاں تک کہ مکھی اور مچھر تک چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑوں
کے اسماء بتلائے۔ تب ملائکہ یہ سن کر بہت متعجب ہوئے"۔ ایضاً عن ابی بصیر عن الصادقؑ
قَالَ لَمَّا تَزَوَّجَ اٰدَمُ بِحَوَّاءَ اَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَيْهِ يَا اٰدَمُ اُذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ فَاِنِّيْ جَعَلْتُكَ بَدِيْعَ
فِطْرَتِيْ وَسَوَّيْتُكَ بَشَرًا عَلٰى مَشِيَّتِيْ وَنَفَخْتُ فِيْكَ مِنْ رُوْحِيْ وَاَسْجَدْتُ لَكَ مَلٰٓئِكَتِيْ
وَجَعَلْتُكَ عَلٰى اَكْتَافِهِمْ وَجَعَلْتُكَ خَطِيْبَهُمْ وَاَطْلَقْتُ لِسَانَكَ بِجَمِيْعِ اللُّغَاتِ وَ
جَعَلْتُ ذٰلِكَ كُلَّهٗ شَرَفًا لَكَ۔ "یعنی جب حضرت آدمؑ نے حضرت حواؑ سے عقد کرلیا۔ تو اللہ تعالیٰ
نے حضرت آدمؑ کو وحی کی۔ اے آدمؑ تم میری نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی ہیں۔ میں نے
تم کو عجیب و غریب خلقت میں خلق کیا۔ اور حسب موافق مشیت میں نے تم کو انسان سالم و معتدل بنایا۔ اور اپنی
روح تم کو عطا کی۔ اپنے فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ اور تمکو درجۂ اعلےٰ عطا کیا۔ اور ملائکہ کا خطیب بنایا۔
اور تمام زبانوں میں تمہیں گویا کیا۔ اور تمام لغت سکھائے۔ اور یہ تمام باتیں تمہارے ہی لئے شرف
و کرامت قرار دیں"۔ ان احادیث سے حسب ذیل جدید نتائج مرتب ہوئے۔ اوّل یہ کہ یہ روح قدس
حضرت آدمؑ کے جس عضو میں داخل ہوئی۔ اس کی قوتیں و استعدادیں سب فعلیت محضہ بن گئیں۔ دوم
حضرت آدمؑ نے اُس وقت کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" عرش پر لکھا ہوا پڑھا۔ جبکہ صرف ایک
ہی عضو میں یہ روح داخل ہوئی تھی۔ اور باقی تمام اعضاء کامل نہ ہوئے تھے۔ سوم یہ روح بسبب
شدت نورانیت و کمال تصرف و تاثیر اپنے مادۂ نورانیہ سے متعلق ہونے کے بعد تحصیل کمالات
میں کسب و اکتساب تدریجی کی محتاج نہیں رہی۔ فوراً جسم میں داخل ہوتے ہی قوتیں فعلیت میں
آگئیں۔ چہارم اس روح کے داخل ہوتے ہی حضرت آدمؑ تمام مخلوقات ارضی و
سماوی جملہ حرف و صنائع۔ آلات و اسباب۔ ادوات اور حروف و معانی بلکہ ماکان
و مایکون کے عالم ہوگئے۔ اور تمام مصطلحہ و غیر مصطلحہ زبانیں جو بن چکی ہیں اور
بنیں گی ان کا جان لینا اور ان میں کلام کرنا اسی روح کا اثر تھا۔ انہی اثرات روح قدس سے
نبی کی نبوت پہچانی جاتی ہے۔ پنجم یہ کہ اسی روح کی وجہ سے حضرت آدمؑ جملہ ملائکہ سے افضل ٹھہرے
ششم اسی روح کی وجہ سے معلم و استادِ ملائکہ بنے۔ اور تمام ملائکہ پر وجہ فضیلت علم ہے۔

"يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ" خدا اُن ہی لوگوں کے درجات بلند کرتا ہے۔ جو ایمان رکھتے ہیں۔ اور اُن کو علم عطا کیا گیا ہے۔ لہٰذا جو عالم بالفعل اور معصوم ہیں کسی جاہل کو فضیلت نہیں ہو سکتی۔ خواہ وہ آئندہ کچھ ہی ہونے والا ہو۔ اُن سے افضل وہی ہو سکتا ہے۔ جو معصوم ہو۔ اور اُن سے زیادہ عالم۔ علم ہی عین کمال و اصل کمال ہے۔ اور ثبوت نہیں ہے مگر علم سے۔ "هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ" +

یقیناً انبیاء بوجہ فضیلت علمی تمام ملائکہ سے افضل ہوتے ہیں۔ چنانچہ جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے بھی اعتقادیہ میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اعتقادنا في الانبياء والرسل والحجج انهم افضل من الملئكة وقول الملئكة لله عز وجل لما قال لهم اني جاعل في الارض خليفة قالوا أتجعل فيها من يفسد فيها ويسفك الدماء ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك قال اني اعلم ما لا تعلمون هو تمنى فيها بمنزلة آدم ولم يتمنوا الا منزلة فوق منزلتهم والعلم يوجب الفضيلة قال الله تعالى وعلم آدم الاسماء كلها ثم عرضهم على الملئكة فقال انبئوني باسماء هؤلاء ان كنتم صادقين۔ قالوا سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العزيز الحكيم۔ قال يا آدم انبئهم باسمائهم فلما انبأهم باسمائهم قال الم اقل لكم اني اعلم غيب السموات والارض واعلم ما تبدون وما كنتم تكتمون۔ فهذا كله يوجب تفضيل آدم على الملئكة وهو نبي لهم لقول الله عز وجل انبئهم باسمائهم ومما يثبت تفضيل آدم على الملئكة امر الله الملئكة بالسجود لآدم لقوله تعالى فسجد الملئكة كلهم اجمعون ولم يامر الله عز وجل بالسجود الا لمن هو افضل منهم وكان سجودهم لله عز وجل عبودية وطاعة لآدم واكراما لما اودع الله في صلبه من النبي والائمة۔ یعنی شیخ صدوق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ کہ انبیاءؑ و رسلؑ و ائمہؑ اور ملائکہؑ کے باب میں ہمارا اعتقادیہ ہے۔ کہ انبیاءؑ و رسلؑ و ائمہؑ ملائکہؑ سے افضل ہیں۔ اور جس وقت خداوند عالم نے ملائکہ کو یہ خبر دی۔ کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔ تو اُن کا یہ کہنا۔ کہ کیا ایسے شخص کو خلیفہ بنائیگا۔ جو زمین میں فساد و خونریزی کریگا۔ حالانکہ ہم تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے اپنے لئے اُس درجے کی تمنا کی۔ جو حضرت آدمؑ کو دیا گیا تھا۔ اور نہیں تمنا کی انہوں نے مگر اُس درجے اور منزلت کی۔ جو اُن سے فوق تھا۔ اور انہیں حاصل نہیں تھا۔ اور علم ہی موجب فضیلت ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ اُس نے آدمؑ کو تمام اسماء سکھائے

پھر اُن کو ملائکہ پر پیش کیا اور کہا کہ مجھے ان کے نام بتلاؤ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو کہ (تم آدمؑ سے افضل ہو اور مستحق خلافت) سب نے کہا کہ ہم کو علم نہیں ہم تو وہی جانتے ہیں جو تو نے سکھایا ہے اور بیشک تو ہی صاحب عزت اور صاحب حکمت ہے۔ تب اللہ نے آدمؑ سے کہا کہ تم ان کو ان چیزوں کے نام بتلاؤ۔ تو آدم نے اُن کو سب کے نام سکھا دئے۔ اس وقت خداوند عالم نے فرمایا کہ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں زمین و آسمانوں کے غیب کو جانتا ہوں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو۔ اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔ یہ سب باتیں دلالت کرتی ہیں کہ حضرت آدمؑ ملائکہ سے افضلیت رکھتے تھے۔ اور یہ کہ آدمؑ ان کے نبی تھے۔ جیسا کہ خدا کے قول "انبئھم باسمائھم" سے ظاہر ہے اور منجملہ ان باتوں کے جن سے حضرت آدمؑ کی ملائکہ پر فضیلت ثابت ہوتی ہے یہ ہے کہ اللہ نے ملائکہ کو ان کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ سب کے سب فرشتوں نے اُن کو سجدہ کیا اور نہیں حکم دیا خدا نے سجدہ کا مگر اس کے لئے جو اُن سے افضل ہے اور اُن کا آدمؑ کو سجدہ کرنا خدا کی عبودیت و فرمانبرداری ہے۔ کہ اس کا حکم بجالائے اور آدمؑ کی اطاعت اور اُس نور چہاردہ معصومینؑ کا اکرام جو صلب آدمؑ میں تھا اور پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ میں افضل ہوں جبرئیلؑ و میکائیلؑ و اسرافیلؑ اور تمام ملائکہ مقربین سے اور میں بہترین مخلوقات ہوں کوئی وجود مجھ سے افضل نہیں اور میں ہی سردار بنی آدم ہوں۔ انتہیٰ۔

یہاں سے اس کی بھی تشریح ہو گئی کہ معیار خلافت کمال علم ہے نہ اجماع و شوریٰ و غلبہ۔ ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ اور جو چالیس چالیس سال جاہل رہے ہوں وہ کب عالم علم لدنی کے برابر ہو سکتے ہیں +

اور نیز فرمایا جناب صدوق علیہ السلام نے کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ انبیاء و رسل ائمہؑ اور ملائکہ سب کے سب معصوم و پاک و پاکیزہ ہوتے ہیں اور وہ کسی حال میں کوئی چھوٹا بڑا گناہ نہیں کرتے اور خدا کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو اُن کو حکم دیا جاتا ہے جو کسی وقت میں بھی اُن سے عصمت کی نفی کرے وہ اُن سے جاہل ہے اور جو اُن سے جاہل ہے اُن کو نہیں پہچانتا وہ کافر ہے۔ وہ معصوم ہوتے ہیں اور ہر ایک کمال و فضیلت اور علم سے متصف ہوتے ہیں ابتداء عمر سے آخر عمر تک اور کسی وقت میں بھی کسی نقص و عیب و عصیان و جہالت سے متصف نہیں ہوتے +

پس شیخ صدوقؒ علیہ الرحمۃ کے اعتقاد میں انبیاء و ائمہؑ جملہ فرشتوں سے افضل ہیں اور وجہ فضیلت علم ہی ہے۔ یہ کسی حال میں جہل و نقص و عیب سے آلودہ نہیں ہوتے۔ حضرت آدمؑ سب ملائکہ جبرئیلؑ و میکائیلؑ و اسرافیلؑ وغیرہم سے افضل تھے اور انکے معلم و استاد

اُن پر بنی تھے۔ اور ان کو اسیواسطے سجدہ کا حکم ہوا تھا کہ وہ ملائکہ سے افضل اور اُنسے اعلم تر تھے تاہم اشارہ کر چکے ہیں کہ یہ کمالات فعلیہ جو حضرت آدمؑ سے روح قدس کے داخل ہوتے ہی ظاہر ہوئے صرف حضرت آدمؑ ہی سے مخصوص نہیں ہیں بلکہ تمام انبیاءؑ کا یہی حال ہے کہ وقت ولادت ہی سے اُن سے ایسی باتیں ظاہر ہوتی ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان کی خلقت و سرشت عام انسانوں سے علیحدہ ہے اور ہی قسم کے بندے ہیں +

مزید اطمینان کے لئے ملاحظہ ہوں حالات ولادت باسعادت جناب خلیل اللہ و شجرۃ الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کہ کس طرح نطفہ قائم ہوا اور کس طرح حمل پوشیدہ رہا۔ اور کس طرح اور کہاں ولادت ہوئی۔ اور کیسے پرورش پائی۔ ایک مدت تک غار میں رہے۔ غذا اُن کی صرف انکی چھوٹی انگلی میں تھی اُسی کو چوس کر سیر ہو جاتے تھے۔ کبھی شاذ و نادر انکی والدہ موقع پاکر دودھ پلا آتی تھیں اور اس حالت میں آپ ہر روز اتنے بڑھتے تھے کہ اور بچے ایک ہفتہ میں۔ اور ایک ہفتہ میں اتنے کہ اور بچے ایک ماہ میں اور ایک ماہ میں اتنے کہ اور بچے ایک سال میں بڑھتے ہیں۔ اور اس طرح کچھ مہینوں میں ہی جوان ہو گئے۔ اور کیا کفار و مشرکین کے ساتھ جو کچھ کہ کیا۔ اور اُن کے حالات عجیبہ میں جناب رسولِ خدا سے منقول ہے۔ کہ جس وقت قریب غروب آفتاب نزدیک تھا حضرت آپ شکم مادر سے باہر تشریف لائے فوراً کھڑے ہو گئے اور اپنے سر اور منہ پر ہاتھ پھیرا اور تکبیر کہہ کر فرمایا "اشھد ان لا الٰہ الا اللہ" اور ایک کپڑا اُٹھا کر کندھے پر ڈال لیا۔ اُن کی والدہ یہ حالات دیکھ کر ڈریں اور حضرت اپنی والدہ کے آگے آگے چلنے لگے۔ اور آنکھیں آسمان کی طرف اُٹھائے ہوئے تھے اور پھر اُس وقت حضرت نے ستاروں کے افول و غروب سے اُن کے حدوث پر استدلال کیا اور فرمایا کہ یہ ہرگز پروردگار اور قابل پرستش نہیں ہیں اور میں برأت چاہتا ہوں اللہ کی طرف ان باتوں سے جنکو یہ مشرکین بت پرست شریک کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے "وانا بری مما تشرکون" +

پھر ملاحظہ ہوں حالاتِ ولادتِ باکرامتِ جناب کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام اور انکے نطفہ کا قائم ہونا اور حمل کا شکم مادر میں ظاہر نہ ہونا۔ وقت ولادت آپ سے ایک نور کا ساطع ہونا اور قابلہ کا ڈر جانا اور اُس کے دل میں محبت پیدا ہونا۔ پیدا ہوتے ہی تکلم فرمانا اور والدہ کو تسلی دینا تین روز دریا میں رہنا اور بروایتے ستر روز بے غذا اپنی مادر گرامی سے جدا رہ کر زندہ و سلامت رہنا۔ چنانچہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مروی ہے کہ فرعون نے زن و شوہر میں جدائی کر دی تھی اور جو حاملہ عورتیں تھیں اُن پر دائیاں مقرر کر دی تھیں اور جو بچہ پیدا ہوتا تھا اُس کو قتل کرا

دیا تھا بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ عورتوں کے شکم چاک کرا کر بچے نکلواتا تھا۔ اور مار دیتا تھا۔ پس جب
حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے تو اُن کی والدہ ڈریں کہ یہ مارا جائیگا آپ شکمِ مادر سے باہر آتے ہی فوراً بولنے
لگے اور اپنی مادرِ گرامی سے کہا کہ مجھ کو ایک صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈالدو۔ مادرِ موسیٰؑ اس عجیب
حالت کو دیکھ کر ڈریں اور اسی حیرانی میں تھیں کہ پھر دوبارہ حضرت موسیٰؑ نے یہی فرمایا۔ تب اُنھوں نے
صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈالدیا اور حضرتؑ چند روز اسی حال میں دریا میں رہے تا اینکہ اپنی والدہ تک
پہنچے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ستر روز کے بعد اپنی والدہ کے پاس واپس پہنچے ہیں۔ حضرت کی
غیبت کی بابت روایات کم سے کم تین روز کی بھی ہیں کہ حضرتؑ اپنی والدہ سے صرف تین روز جدا رہے
تاہم ایسے بچے کا تین دن مادر سے جُدا رہنا اور کچھ نہ کھانا اور دریا میں پڑا رہنا کیا کچھ کم عجائبات سے
ہے۔ خود حضرت کے دریا میں تیرتے رہنے اور سوائے اپنی مادرِ گرامی کسی کا دودھ نہ پینے اور مدت کے
بعد اپنی والدہ کے پاس واپس آنے اور دودھ پینے کا حال قرآن میں مفصّل مذکور ہے ملاحظہ ہو سورہ طٰہٰ
وغیرہا (حیات القلوب و نجم بحار) اس سے زیادہ مصرح اور مفصّل ملاحظہ فرمائیے حالات
حضرت عیسیٰؑ۔ بعد اُسی آیت کے جس کا ذکر پیشتر بیان خلقت امری انبیاءؑ میں آچکا ہے سورہ مریمؑ میں خداوند
عالم فرماتا ہے: فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا ۝ فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَىٰ جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يَا لَيْتَنِي
مِتُّ قَبْلَ هَٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَنْسِيًّا ۝ فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۝
وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۝ فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا فَإِمَّا تَرَيِنَّ
مِنَ الْبَشَرِ فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا ۝ فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ قَالُوا
يَا مَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ۝ يَا أُخْتَ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا ۝ فَأَشَارَتْ
إِلَيْهِ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ۝ وَ
جَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۝ وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ
يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ۝ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ۝ ذَٰلِكَ
عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ۝ مَا كَانَ لِلَّهِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ۝ سُبْحَانَهُ إِذَا قَضَىٰ
أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝ وَإِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۝ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝
ترجمہ۔ پس جناب مریمؑ حضرت عیسیٰؑ سے حاملہ ہوئیں اور اُن کو لیکر دور ایک طرف کو چلی گئیں۔ دردِ زہ سے
مجبور ہو کر ایک کھجور کے نیچے آئیں اور کہا کاش میں اس سے پہلے ہی مرجاتی اور بالکل گم نام ہو جاتی۔ یہ سنکر اُن
کے نیچے سے حضرت عیسیٰؑ نے ندا دی محزون و غمگین نہ ہو تمہارے نیچے تمہارے پروردگار نے ایک چشمہ بنا دیا ہے

اور تم اپنی طرف کھجور کو جُھکا لو وہ تازہ کھجوریں تم پر گرائیگی۔ پس کھاؤ اور پیو اور اپنی آنکھوں کو (دیدار فرزند سے) ٹھنڈا کرو کہ قرۃ العین پیدا ہوا) پس اگر تم کسی آدمی سے ملو تو اُس سے کہدو کہ میں نے روزہ نذر کیا ہے۔ میں خاموش رہوں گی اور کسی انسان سے کلام نہ کرونگی۔ پس جناب مریمؑ حضرت عیسےٰؑ کو اُٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس لائیں۔ اُنھوں نے دیکھکر کہا اے مریمؑ تونے بُہت بُرا کام کیا ہے۔ اے اخت ہارون نہ تو تیرا باپ بُرا آدمی تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی۔ (تونے یہ کیا کام کیا کہ بلا شوہر بچہ جَن لائیں) یہ سُنکر جناب مریمؑ نے حضرت عیسےٰؑ کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے پوچھو تاکہ جواب دے۔ اُنہوں نے کہا ہم ایسے بچے سے کِس طرح کلام کریں جو ابھی گہوارے ہی میں ہے۔ یہ سُنکر حضرت عیسیٰؑ فوراً بولے: "میں بندۂ خدا ہوں۔ اُس نے مجھ کو کتاب دی ہے۔ اور مجھ کو نبی بنایا ہے۔ اور مجھے بابرکت قرار دیا ہے جس حال میں بھی میں ہوں بچہ ہوں خواہ جوان خواہ بوڑھا۔ ہمیشہ رحمت وبرکت خدا شامل حال ہے۔ اور مجھ کو نماز وزکوٰۃ کا حکم دیا ہے جبتک کہ میں زندہ ہوں اور مجھ کو اپنی والدہ کے ساتھ نیکی کرنیوالا بنایا ہے۔ اور مجھے جبّار وشقی نہیں بنایا۔ اور سلامتی خدا کی طرف سے مجھ پر ہمیشہ جس دن کہ میں پیدا ہوا اور جس دن مرونگا اور جس دن پھر زندہ اُٹھایا جاؤنگا۔ یہ ہے عیسیٰؑ بن مریمؑ (جس کا یہ حال تھا اور جس کی یہ صفات وکمالات ہیں) نہ ایسا جیسا کہ نصاریٰ بتلاتے ہیں کہ وہ خدا کا بیٹا ہے۔ اور نہ وہ جو یہودی کہتے ہیں۔ کہ معاذ اللہ وہ حرامزادہ ہے) یہ بالکل سچا قصّہ ہے اس میں نہ کچھ شک نہیں۔ جس کی بابت لوگ جھگڑتے اور شک وشبہ کرتے ہیں۔ خدا کے لئے سزاوار نہیں ہے کہ کسی کو بیٹا بنائے۔ (کیونکہ کسی کو بیٹا وہ ہی بناتا ہے جس میں توالد وتناسل کی قابلیت ہوتی ہے۔ اور خدا اِس سے پاک وپاکیزہ ہے) اُس کی قدرت یہ ہے کہ جب کسی چیز کی بابت قضاء الٰہی جاری ہوجاتی ہے تو اُس کو کہتا ہے کہ ہوجا۔ پس وہ ہوجاتی ہے۔ (پس کسی بچے کے خلق کرنے میں اس کا محتاج نہیں کہ شوہر وبی بی کا تعلق ہوا اور ہم صحبت ہوں جب ہی بچہ پیدا ہو۔ بلکہ عالم امری کی مخلوقات کے لئے صرف اُس کے ارادہ متعلق ہونے کی ضرورت ہے کہ ارادہ ہوا اور وہ چیز ہوگئی)۔ اور تحقیق کہ اللہ ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔ پس اُسی کی عبادت کرو یہی سیدھا اور سچا راستہ ہے۔ انتہی +

اس آیہ مبارکہ سے جناب مریمؑ کی عصمت وعفت۔ حضرت عیسےٰؑ کی تنزیہ وبرائت۔ یہود ونصاریٰ کی رَد حضرت عیسیٰؑ کی خلقت عالم امری (جس کا ذکر پہلے بھی آیا ہے) وغیرہ کے علاوہ حضرت کی روح قدس کے چند اثرات و عجیب وغریب کمالات فعلیہ ثابت ہوتے ہیں۔ جو قابلِ غور وتامل ہیں۔ اوّل یہ کہ حضرت نے شکم مادر سے باہر تشریف لاتے ہی یا اُسی حالت میں جیسا کہ "نادٰھا من تحتہا" سے ظاہر ہے۔) اپنی والدہ ماجدہ سے کلام کیا اُن کو تسلّی دی اور نصیحتیں کیں کہ تمہارے نیچے نہر ہے اُس کا پانی پیو اور درخت کو ہلا کر

کھجوریں کھاؤ۔ اور کوئی ملے تو اُس سے تم کلام نہ کرو۔ اور کہو کہ میں نے سکوت وصوم کی نذر کی ہے اور جو کچھ یہ لوگ پوچھیں میری طرف اشارہ کردو تاکہ میں خود اُن کو جواب دوں چنانچہ حضرت مریمؑ نے ایسا ہی کیا۔ اور بنی اسرائیل کا جواب خود حضرت عیسٰیؑ نے دیا۔ دوم آپ نے "اِنِّی عَبْدُ اللّٰہ" (میں بندۂ خدا ہوں) میں چند اعتراض رفع کئے۔ اور یہ ظاہر کیا ہے کہ نہ تو میں معاذ اللہ بندۂ غیر خدا ہوں۔ نہ خدا کا بیٹا اور نہ خدا کا جزو ہوں۔ اور نہ خدا نے مجھ میں حلول کیا ہے اور اترا ہے۔ یعنی نبی نہ خدا ہوتا ہے نہ خدا کا جزو اور نہ خدا کا بیٹا اور نہ خدا کا اوتار۔ بلکہ ایک بندۂ برگزیدہ۔ سوم "آتانی الکتاب" سے ظاہر فرمایا کہ میں عالم ہوں اور علم مجھ کو دیا گیا ہے۔ کیونکہ کتاب سے مراد کتاب وجودی بمعنی علم ہے جو کہ اُن کے وجود کے ساتھ عطا ہوا۔ نہ یہ کہ حضرت عیسٰیؑ شکم مادر سے ایک کتاب ساتھ لائے تھے۔ کتاب نزولی تشریعی یعنی انجیل حضرت پر بروایتے سات سال اور بروایتے تیئیس سال اور ایک روایت کے موافق تیس ۳۰ سال بعد نازل ہوئی۔ یقیناً اس کتاب سے کتاب وجودی یعنی علم ذاتی مراد ہے جو اُن کی ذات کے ساتھ عطا ہوا اور "اِنِّی عَبْدُ اللّٰہ" کے بعد بلا فاصلہ واو عطف "آتانی الکتاب" فرما کر ظاہر کردیا ہے کہ کتاب کا دیا جانا اور مجھ کو خلعت وجود عطا ہونا ساتھ ہی ساتھ ہے۔ نہ بعد خلق و ایجاد۔ چہارم بعد "آتانی الکتاب" "وَجَعَلَنِی نَبِیًّا" (مجھ کو نبی بنایا ہے) واو عطف کے فاصلہ سے اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ اوّل علم عطا کرکے عالم بنا کر نبوت سے سرفراز فرمایا ہے۔ یقیناً یہی حق وصدق ہے۔ جاہل نبی نہیں بنایا جاتا۔ اور اس میں دلالت ہے اس امر پر کہ جو روح قدس دی گئی ہے وہ روح نورانی علمی ایک حقیقت نوریہ ہے۔ پنجم "وجعلنی مبارکاً این ما کنت" (مجھے بابرکت قرار دیا ہے جس حال میں بھی میں ہوں) میں اس بات کی بالتصریح نفی کی گئی ہے کہ نبی قبل اظہار نبوت جاہل ہوتا ہے۔ یا معاذ اللہ کافر ہوتا ہے۔ یا معصوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ بچپن سے آخر عمر تک برکت ورحمت خاصۂ خدا شامل حال ہے ابتداء سے آخر تک کسی قسم کے نقص وعیب وجہالت وعصیان کی نجاست سے آلودہ نہیں ہوسکتا۔ معصوم وعالم ہوتا ہے جیسا کہ اعتقاد صدوق علیہ الرحمۃ عرض کیا گیا۔ مبارکیت ظاہری کا ثبوت بھی ساتھ ہی ساتھ موجود ہے کہ آپ کی برکت سے خشک کھجور سرسبز و میوہ دار ہوگئی اور حضرت مریمؑ نے اس سے چھوارے کھائے وغیر ذالک۔ جو لوگ نبی کو قبل اظہار نبوت جاہل یا کافر یا عاصی جانتے ہیں۔ وہ نبی کی معرفت سے قطعاً جاہل ہیں "النبی نبی ولو کان صبیاً" شخص عاقل کے لئے یہی آیہ معرفت نبوت و اثبات مقام علم نبوت میں کافی ہے کہ حضرت عیسٰیؑ نے پیدا ہوتے ہی اوّل مقام عبودیت خود و وحدانیت

حق تعالیٰ کو بیان فرمایا ہے۔ اور عبودیت کاملہ بلا معرفت خالق حاصل نہیں ہو سکتی اور معرفت خالق اول حدود ایمان ہے اور لابد حضرت عیسیٰؑ اس وقت حدود ایمان کی معرفت کاملہ رکھتے تھے اور اس کو ظاہر فرمایا بعدازاں عطا کتاب کا ذکر کیا ہے کہ وجود کے ساتھ کتاب عطا کی گئی ہے اور جعل نبوت بعد عطائے کتاب ہے کہ اول کتاب دی پھر نبی بنایا کیونکہ نبی جاہل غیر معقول ہے پس نبوت فرع ہے کتاب و علم پر۔ بلاشک و لاریب حضرت عیسیٰؑ اسوقت رسول نہ تھے اور انجیل مدت کے بعد نازل ہوئی لہذا یہ کتاب کتاب وجودی ہی ہے۔ اور یہ مقام تعلیم مطلق نبوت اور یہ تعلیم نہیں ہے مگر روح قدس نبوتی کا عطا ہونا جو روح نورانی علمی ہے اور دراصل وہی نبی ہے۔ اور چونکہ اس کتاب سے مراد کتاب وجودی علمی ہے اسیواسطے ہر ایک نبی کی طرف

تمام انبیاءؑ کی کتاب وجودی

اس کی نسبت دیگئی ہے۔ یعنی ہر ایک نبی کو یہ کتاب وجودی عطا ہوئی ہے۔ کچھ حضرت عیسیٰؑ ہی سے مخصوص نہیں تاکہ حضرات قشریین شبہ کریں کہ یہ عطیہ خاص ہے حضرت عیسیٰؑ کے واسطے جو آیۃ اللہ و روح اللہ ہیں چنانچہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ۔" (بقرہ ع۲۶) تمام انسان امت واحدہ تھے پس اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کیا جو نعمات الٰہی کی خوشخبری دیتے تھے اور اس کے عذاب و عقاب سے ڈرتے تھے اور ان کے ساتھ کتاب حق نازل کی تاکہ وہ حکم کرے لوگوں کے درمیان ان چیزوں میں جن میں وہ اختلاف رکھتے ہیں۔ "لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ الخ" (حدید ع۳) البتہ ہم نے اپنے رسولوں کو معجزات و شواہد بینہ کے ساتھ بھیجا ہے اور ان کے ساتھ ہم نے کتاب و میزان (ترازو) اتاری ہے تاکہ لوگ عدل و انصاف کو قائم رکھیں اور جادۂ اعتدال سے تخطی نہ کریں۔ آن آیات مبارکہ سے ثابت ہے کہ نہ صرف مرسلین بلکہ جملہ نبیین کو کتاب دیگئی ہے۔ کتاب تشریعی کل چار کہلاتی ہیں۔ توریت۔ زبور۔ انجیل۔ فرقان اور اگر تمام رسولوں کے لئے ایک ایک صحیفہ فرض کیا جائے تو تعداد تین سو تیرہ سے زائد نہ ہوگی کیونکہ تحقیق یہی ہے کہ رسول تین سو تیرہ گذرے ہیں۔ اور آیات بتلاتی ہیں کہ کل نبی جو گذرے ہیں سب کو کتاب دیگئی ہے نہ کہ صرف رسولوں کو۔ لہذا اس کتاب سے مراد کتاب مثل توریت و انجیل نہیں ہے۔ علاوہ ازیں آیہ دوم سے یہ بھی ثابت ہے کہ ہر رسول کو ایک میزان (ترازو) بھی اس کے

وجود کے ساتھ ہی عطا کیگئی ہے لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ہر ایک نبی یا رسول جب پیدا ہوتا ہے تو بغل میں ایک کتاب اور ہاتھ میں ایک ترازو لئے ہوئے آتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ کتاب وہ کتاب نہیں ہے جو بعد ولادت وقت بعثت و اظہار نبوت بصورت تنزیلی کسی پیغمبر کو دی جاتی ہے بلکہ اس کتاب سے یقیناً کتابِ وجودی علمی ہی مراد ہے۔ جس پر یہ لفظ "معہم" صاف دلالت کرتا ہے۔ جو معیت وجودیہ پر شاہد ہے یعنے ہر نبی کو وجود کے ساتھ علم دیا جاتا ہے اور اُسی کو کتابِ وجودی سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہ علم و کتابِ وجودی وہ ہی رُوحِ قدس کا عطا ہونا ہے جیسا کہ ذکر ہوا کہ حضرت آدمؑ اُس کے عطا ہوتے ہی عالم ہو گئے اور اُسی رُوح سے حضرت عیسیٰؑ نے یہ تکلم فرمایا اور معارف و حقائق و ضروریات دین کو بیان فرمایا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ آتانی الکتاب کچھ حضرت عیسےٰؑ سے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر نبی کو شامل ہے اور حضرت عیسےٰؑ اپنی ہی نبوت بیان نہیں فرما رہے بلکہ مطلق نبوت کی حقیقت کو ظاہر فرما رہے ہیں اور یہی ایک خاصہ نبوت ہے کہ نبی ماں کے پیٹ سے عالم پیدا ہوتا ہے اور نبی بعد ولادت ہی سے نبی ہوتا ہے "النبی نبی ولو کان صبیًّا"۔ اور یہ معجزات بیّنات و آثار عجیب و غریب جو انبیاء علیہم السلام سے صدورِ ولادت و زمانہ طفلی و بعد ازاں ظاہر ہوئے ہیں اور دیگر انسانوں میں نہیں پائے جاتے یہ سب اس رُوحِ قدس نبوتی کا اثرِ خاص ہیں جو خاص انبیاء ہی کو عطا ہوتا ہے۔ یہ ہیں بعض اثرات رُوحِ قدس بعض انبیاءؑ۔ ہر ایک نبی کے حالات و معجزات ولادت کو لکھا جائے تو ایک کتاب بنجائے۔ خصوصاً حالات ولادت باسعادت جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ صرف چند فقرے متعلق بہ اثرات روحِ اعظم حضرت خاتم صلعم عرض کئے جاتے ہیں د الجرعۃ تدل علی الغدیر۔ جس دن بوقت طلوعِ فجر روز جمعہ مکہ معظمہ میں وہ نورِ سرمدی بطن جناب آمنہؓ سے طالع ہوا تو ضیاء نور آنجناب بیت المقدس تک پہنچی اور اطراف و اقطار عالم پر اُسکی شعاعیں چمکیں۔ جو بُت جس مقام پر تھا سرنگوں ہو گیا۔ ایوان کسریٰ متزلزل ہوا۔ چودہ کنگرے اُس کے گر پڑے۔ دریائے ساوا جس کو مجوسی پوجتے تھے خشک ہو گیا۔ بادشاہوں کے تخت ٹوٹ گئے۔ کاہنوں کی کہانت اور ساحروں کے سحر باطل ہو گئے۔ جس وقت شکم مادر سے زمین پر تشریف لائے فوراً سجدے میں جھک گئے پیشانی مبارک زمین پر رکھی اور انگشتِ شہادت آسمان کی طرف اُٹھا کر فرمایا "لا الٰہ الا اللہ"۔ ہاتف غیبی نے ندا دی "جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا" وغیرہ ذلك من المعجزات الباھرات۔ آپ بھی مثل اپنے جد بزرگوار جناب شجرۃ الانبیاء خلیل اللہ علیہ السلام ایک روز میں اتنے بڑھتے تھے جتنا اور بچے ایک ہفتہ میں اور ایک ہفتے میں اتنا جتنا اور بچے ایک ماہ میں اور ایک ماہ میں اتنا جتنا کہ اور بچے ایک سال میں نشو و نما پاتے ہیں۔ اور آپ کی ہر حرکت و سکون اور جملہ افعال و اقوال و اعمال و اخلاق و آداب سے

آثار توحید نمایاں تھے۔ (ملاحظہ ہوں کتب علماء در بابِ ولادت آنحضرتؐ) یہ آثار نہیں ہیں مگر اُس روح قدس کے جو انبیاء علیہم السّلام ہی سے مختص ہوتی ہے اور عوام میں نہیں پائی جاتی ✣

ہم یقین کرتے ہیں کہ اب ہمارے ناظرین خوب سمجھ گئے ہونگے کہ نبی کی نبوت روح قدس ہی ہے بلکہ اصل نبی وہ ہی روح ہے کیونکہ ذات مقدم و اصل ہے اور عوارض فروعات و توابع چنانچہ انسان دراصل روح انسانی ہے نہ کہ اعضاء و جوارح جسمانیہ و ہیکل مادی خاکی۔ اور چونکہ ظرف کا مطابق مظروف اور محل کا مناسب حال ہونا ضروری ہے۔ اس لئے انبیاءؑ کا مادہ بھی خاص مادہ نورانیہ ہوتا ہے اور اس روح قدس اور مادۂ نورانیہ کے آثار خاصہ و کمالاتِ فعلیہ انبیاء علیہم السّلام سے روزِ ولادت ہی سے ظاہر ہوتے ہیں اور وہ ہی دلالت کرتے ہیں اُنکی نبوت پر اور وہ روح روحِ علمی ہوتی ہے اور اُس کے عطا ہوتے ہی نبی عالم ہوجاتا ہے اور نبی ماں کے پیٹ سے عالم پیدا ہوتا ہے کتاب علمی وجودی اُس کے ساتھ ہوتی ہے اور جو باتیں اُس کے ماتحت انواع میں بالقوۃ ہوتی ہیں وہ اس میں بالفعل ہوتی ہیں مع شی زائد جو مخصوص نبوت ہے۔ لہٰذا ہم معیارِ نبوت کے نتیجہ کیطرف پھر رجوع کرتے ہیں ✣

الحاصل نبی اور عام انسانوں میں فصل ممیزہ وما بہ الافتراق روح قدس ہوتی ہے اور اُس کا اثر خاص وحی مگر یہ رُوح اپنی جملہ ماتحت انواع و اجناس سے قوی تر و کامل تر ہے کیونکہ اُس کو مبدء فیاض خالق و صانع عالم سے وہ تعلق خاص و اتصال منزلتی حاصل ہے جو اور کسی کو نصیب نہیں اسی واسطے خالق و صانع نے خصوصیت سے اپنی طرف منسوب کیا ہے (من روحی) یہ رُوح ایسی اشد و اقوی و اکمل ہے کہ اس کو بلا اسباب و آلات خارجیہ موجودات ارضی و سماوی کا علم اور ان میں حق تصرف حاصل ہوتا ہے کہ دوسرے انسان یقیناً ایسا کرنے سے عاجز ہیں۔ اُس کو خدا نے وہ علم و قدرت دی ہے اور ایسی تائید الٰہی اُس کے شامل حال ہے کہ سنگریزوں اور خشک کھجور کے لٹھوں کو گویا کر سکتی ہے۔ اور ایک چوب خشک کو متحرک اژدہا بنا سکتی ہے۔ اور چونکہ اس کو اپنے مبدء سے کمال قرب و منزلت حاصل ہے اس لئے ایک چشم زدن کے واسطے بھی اُس کے ارادے اور مشیت سے تخلی نہیں کرتی۔ اور اسی واسطے ہر ایک قسم کی خطا و لغزش سے محفوظ و معصوم ہے اس کا ہر ایک کام تحتِ ارادہ و مشیت الٰہی ہوتا ہے اور وہ ہی "وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ" کا مصداق ہے۔ جب تک خدا نہ چاہے وہ کچھ نہیں کرتی۔ اور جو دارائے رُوح قدس ہوتے ہیں اُن ہی کی شان میں آیا ہے "جَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا" وہ صبر سے کام لیتے ہیں اور جبتک حکم خدا نہ ہو کچھ نہیں کرتے۔ اور اسی وجہ سے خدا انبیاءؑ کے فعل کو اپنا فعل کہتا ہے اور اُن کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور اُنکی محبت کو اپنی محبت۔ "وَمَنْ یُّطِعِ

الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ" (جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے خدا کی اطاعت کی) "قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ" خصوصاً کامل اول و رسول اکمل کے حق میں فرماتا ہے "مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی" نہیں پھینکی خاک جبکہ تو نے پھینکی لیکن اللہ نے پھینکی ہے "اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ" جو تم سے بیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ سے بیعت کرتے ہیں اور اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھ پر ہوتا ہے اور تو ہی ید عمالہ خدا ہے +

حکماء قائل ہیں اور ان کے نزدیک محقق و مسلّم ہے کہ ہر ایک شے میں خواہ عالم اجسام سے ہو یا عالم نفوس و ارواح و عقول سے ایک قوت برقی ہوتی ہے۔ جو اُس کو حرکت دیتی اور اُس کو درجۂ کمال پر پہنچاتی ہے اور وہ ہی مابہ الحیاۃ و قوام وجود ہے۔ اور جس چیز میں وہ قوت برقی جس قدر اشد و اقوی ہوگی اُسی قدر آثار فعلیۂ کمالات وجودیہ اُس سے زیادہ ظاہر ہونگے۔ اور اس واسطے وہ لاانتہا مختلف و متفاوت درجے رکھتی ہے یہاں تک کہ ایک ایسے آخری درجے تک منتہی ہوتی ہے کہ اُس کے اوپر اور کوئی درجہ نہیں وہ درجہ مخلوق اول و مصنوع اول اور صادر اول کا ہے۔ پس اگر کوئی مخلوق اول یا صادر فرض کیا جائے اور ضرور ہے تو وہ سب سے قوی تر و کامل تر ہوگا اور اُس کی قوت و قدرت فوق جمیع قویٰ موجودات کیونکہ وہ ہی نقطۂ دائرۂ امکان و تکوین ہے اور باقی تمام اُس سے متفرع۔ کلام حمید مجید بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ صرف فرق نام کا ہے۔ وہ قوائے برقیہ کہتے ہیں اور کلام پاک میں اُس کو ملکوت اشیاء کہا گیا ہے (کما مر ذکرہ) ہر موجود میں وہ قوت ملکوتی ہے ارواح میں بھی وہ ہی مابہ الوجود و مابہ القوام ہے (لیکن روح اعظم نبوتی نفس ملکوت ہے جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا) پس وہ لوگ جو صانع و مؤثر عالم کے قائل ہیں اور خدا کی قدرت کو غیر محدود جانتے ہیں وہ از روئے انصاف ہرگز اس کا انکار نہیں کر سکتے کہ نبی میں ایک ایسی قوت ملکوتی نورانی ہو جو تمام ماتحت انواع سے قوی تر و کامل تر ہو۔ اور اُس کی سب افراد سے افضل جس کو روح قدس کہتے ہیں اور جس کا اثر خاص وحی ہے اور وہ ہی مابہ النبوۃ ہے۔ نفس انسانیہ من حیث ھی ھی ہرگز مابہ النبوۃ نہیں ہو سکتا +

عقلاء جانتے ہیں کہ اصول کمال چار ہیں۔ حیات[۱]۔ علم[۲]۔ قدرت[۳] اور ارادہ[۴]۔ پس یہ ثابت ہو چکا ہے کہ نبی کی روح تمام ماتحت انواع سے افضل و اکمل ہوتی ہے حتیٰ کہ ملائکہ مقربین و کروبیین سے بھی۔ تو ضروری ہوا کہ اُس کی حیات تمام موجودات کی حیات سے اشد و اقوی ہوگی۔ بلکہ اصل حیات اور علم اُس کا اکمل علوم بلکہ وہ عین علم ہوگی اس لئے کہ وہ نور ہے۔ اور نور کی تعریف ہے "الظاھر بذاتہ والمظھر لغیرہ" (یعنی جو خود روشن ہو اور دوسرے کو روشن و آشکار کرنے

والا) اور یہ مساوی ہے علم کے۔ کیونکہ حقیقی علم بھی نور ہی ہے۔ چنانچہ جناب سر اللہ فی العالمین
وولی رب العالمین فرماتے ہیں "اَلْعِلْمُ نُوْرٌ یَقْذِفُہُ اللّٰہُ فِیْ قَلْبِ مَنْ یَّشَاءُ" یعنی علم نور ہے
خدا جس کے دل میں چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔ کلام حمید مجید شہادت دیتا ہے کہ روح اعظم
نبوتی (جو مبدأ ارواح وام الارواح ہے) نور و عین علم ہے۔ "وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا
مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ
مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ" اور جب اُس کی حیات
اصل حیات اور اُس کا علم حقیقت علم ہے تو لابد اُس کی قدرت بھی ماتحت انواع سے زیادہ ہوگی
اور اُس کو عالم کون وفساد میں حق تصرف حاصل۔ اور یہ امر مسلّم ہے کہ اگر قادر ذی ارادہ واختیار نہ
ہو تو قدرت بیکار ہے۔ اور اس لئے اُس کا صاحب ارادہ ہونا بھی ضروری ہے۔ لہذا چاروں
کمال حیات۔ علم۔ قدرت اور ارادہ اُس میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ لیکن چونکہ حیات
و علم لازم وملزوم ہیں حی غیر عالم متصور و منقول نہیں۔ اور قدرت بلا ارادہ بیکار ہے جیسا کہ
ذکر ہوا۔ لہذا کہہ سکتے ہیں کہ معیار نبوت علم وقدرت ہے۔ نبی علم وقدرت میں اپنے ماتحت سے
افضل واکمل ہوتا ہے۔ اور ہر ایک نبی کا تمام اہل زمانہ ومبعوث الیہم سے افضل واکمل ہونا
ضروری ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو ہرگز مستحق خلافت الٰہیہ نہیں ہو سکتا۔ کس طرح ہو سکتا ہے کہ حی بالذات
قادر بالذات۔ علیم بالذات۔ حکیم بالذات۔ سمیع بالذات۔ بصیر بالذات۔ اور قدیم ازلی ابدی
سرمدی کا خلیفہ وجانشین جاہل۔ سفیہ۔ اپاہج۔ نافہم وبے بصیرت ہو۔ ہر صاحب کمال کمال
کو دوست رکھتا ہے نہ کہ نقص وعیب کو۔ عالم علم کو دوست رکھیگا۔ اور حکیم حکمت کو وغیرہ الک
اور معلوم ہے کہ خلقت انبیاء علیہم السلام مقام محبت ذات واجب الوجود علیم وحکیم وقدیر وسمیع و
بصیر ازلی ابدی سے ہے "کُنْتُ کَنْزًا مَّخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ" لہذا کس
طرح ممکن ہے کہ ذات مستجمع جمیع صفات کمالیہ جلالیہ وجمالیہ جہل وسفاہت کو دوست رکھے اور انبیاء
کو جاہل وسفیہ (معاذ اللہ) خلق فرمائے۔ انبیاء کو خدا نے اپنے واسطے اور اپنے کمالات کا مظہر ونمونہ
بنایا ہے۔ اور اُن کی ذات آئینہ توحید ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے "وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ" اے
موسیٰ میں نے تم کو اپنے لئے خلق کیا ہے۔ یعنی اپنے کمالات کا مظہر بنایا ہے۔ نہ کہ بنی اسرائیل کے واسطے
چنانچہ اسی کی طرف اشارہ ہے اس حدیث قدسی میں۔ یعنی جس وقت اوّل اوّل حضرت آدم نے
الحمد للہ رب العالمین کہا تو خداوند عالم کی طرف سے ندا آئی "یرحمک اللہ لہذا خلقتک"

لتوحدنی و تعبدنی و تحمدنی و تومن بی و لا تکفر بی و لا تشرک بی شیئاً" یعنی خدا تجھ پر رحم کرے۔ اسی واسطے میں نے تجھ کو خلق کیا ہے۔ کہ تو میری توحید کا قائل ہو۔ میری عبادت کرے۔ میری حمد بجا لائے۔ مجھ پر ایمان لائے اور کافر و ناشکرا نہ ہو اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ گردانے۔ اور آنحضرتؐ کے باب میں حدیث قدسی مشہور ہے۔ "یا عبدی انت المراد وانت المرید وانت خیرتی من خلقی و عزتی و جلالی لولاک لما خلقت الافلاک" یعنی اے میرے بندے تو مقصود و مراد خلقت ہے۔ اور تو ہی مرید اور اپنے ارادے سے تصرف کرنے والا اور تو ہی میری برگزیدہ مخلوق۔ مگر مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم ہے اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ اور ایک اور حدیث میں ہے کہ خدا نے قلم سے کہا "فلولاہ ما خلقتک وما خلقت خلقی الا لاجلہ الخ" یعنی اگر محمدؐ نہ ہوتا تو اے قلم میں تجھے خلق نہ کرتا اور نہیں خلق کیا میں نے مخلوق کو مگر اس کے لئے اور اسی کے واسطے۔ پس تمام دنیا و مافیہا اُسؐ کے لئے پیدا کی گئی ہے نہ کہ وہ دُنیا کے لئے خلق کیا گیا ہے۔ پس پیغمبر خلیفۂ خدا و مظہر کمالات الٰہیہ ہے۔ اور خلیفہ اپنے مستخلف کا آئینہ ہوتا ہے۔ کہ جو کمالات مستخلف میں ہیں وہ خلیفہ اور اُس کے جانشین میں نظر آتے ہیں۔ ہدایت تفضلی و تطفلی ہے۔ کہ ہم اُس کی ذات مظہر کمالات کو دیکھکر اُس کے خالق و صانع کو پہچانتے ہیں۔ اور اس کے اخلاق سے اخلاق الٰہیہ اور اُس کے افعال کی پیروی کر کے نجات پاتے ہیں۔ کہ وہ ہمیشہ صراط مستقیم الٰہی پر قائم ہے اور چشم زدن کیواسطے اُس سے تخطی نہیں کرتا۔ پس چاہیئے کہ خلیفہ خدا متصف باوصاف خداوندی ہو۔ اور "تخلقوا باخلاق اللہ" (متصف باخلاق الٰہی ہو) کا سچا مصداق۔ نہ کہ خلیفہ خدا و مظہر اللہ جاہل و سفیہ و ناقص و معیوب۔ فافہم وتدبر۔ "فان فی ذالک لایات لقوم یتفکرون" "وما یجحد بایاتنا الا الکافرون"۔

لا شک و لاریب یہ خلیفۂ خدا و مظہر اللہ و آئینۂ توحید نما ابتدائے عمر ہی سے ان کمالات کا جامع ہوتا ہے جو دوسروں میں نہیں پائے جاتے اور وہ آثار وجودیہ فعلیہ اس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ جو دوسروں سے ہرگز ظاہر نہیں ہو سکتے۔

اظہار نبوت و بعثت انبیاء

اور پھر ہم باآواز بلند کہتے ہیں "النبی نبی ولو کان صبیا" البتہ اظہار نبوت اذن الٰہی و حکم خداوندی پر موقوف ہے۔ بعض بوجوہات خاصہ و مصالح مخصوصہ ابتدا ہی میں اظہار پر مامور ہوئے اور بعض ایک مدت بعد اور بعض کو صغر سنی ہی میں حکم تبلیغ ہوتا ہے جس کو بعثت کہتے ہیں جیسا کہ حضرت یحییٰ کو

جناب باقر العلوم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی نے سوال کیا کہ کیا حضرت عیسےٰؑ نے جس وقت گہوارے میں تکلم کیا اس وقت وہ اپنے اہل زمانہ پر نبی اور حجۃ اللہ تھے۔ فرمایا ہاں وہ اُس وقت نبی اور حجۃ اللہ تھے۔ مگر تبلیغ پر مامور نہ ہوئے تھے۔ کیا تم نے نہیں سُنا کہ اُنہوں نے فرمایا "انی عبداللہ اٰتانی الکتاب وجعلنی نبیًا" سائل نے پھر دریافت کیا کہ کیا وہ اُس وقت حضرت زکریاؑ پر بھی حجت تھے۔ فرمایا عیسےٰؑ اُس وقت میں خدا کی رحمت اور ایک آیت تھے لوگوں کے واسطے اور وہ حجت تھے اُن لوگوں پر جنہوں نے اُن کا کلام سُنا۔ پھر وہ خاموش ہوگئے اور دو سال تک تکلم نہیں فرمایا۔ اور اُن دو سال میں حضرت زکریاؑ ہی لوگوں پر حجت خدا رہے۔ پھر حضرت زکریاؑ کا انتقال ہوگیا اور اُن کے فرزند حضرت یحییٰؑ وارث کتاب و نبوت ہوئے۔ درانحالیکہ وہ بچہ ہی تھے۔ کیا تم نے نہیں سُنا کہ خدا فرماتا ہے "یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ واٰتیناہ الحکم صبیًا" (اے یحییٰؑ کتاب کو قوت کے ساتھ اور ہم نے اُس کو بچپن ہی میں حکم نبوت عطا کر دیا کہ نبوت ظاہر کرے اور تبلیغ فرمائے) اور جب حضرت عیسےٰؑ سات سال کے ہوگئے تو بحکم الٰہی انہوں نے رسالت کو ظاہر فرمایا۔ اور اُس وقت سے حضرت عیسےٰؑ جناب یحییٰؑ پر بھی حجت تھے۔ جناب ختمی مرتبت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اگر مجھکو ضرورت در مصلحت الٰہی ہوتی تو میں بھی مثل حضرت عیسےٰؑ روز ولادت اپنی نبوت کا اظہار کرتا جیسا کہ ابوذر و سلمان فارسی کے جواب میں حضرت امیرؑ کے صغرسنی اور سبقت اسلام کے متعلق ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا ہے اور یہی مضمون روایت ذیل سے بھی مستنبط ہوتا ہے۔ وہب بن عتبہ یمانی سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے آنحضرتؐ سے سوال کیا "یا محمدؐ اکنت فی ام الکتاب نبیًا قبل ان تخلق قال نعم قال وھؤلاء اصحابک المومنون مثبتون معک قبل ان یخلقوا قال نعم قال فما شانک لم تکلم بالحکمۃ حین خرجت من بطن امک کما تکلم عیسے بن مریم علی زعمک وکنت قبل ذلک نبیًا فقال النبی انہ لیس امری کامر عیسی ابن مریم خلق اللہ لہ من ام لیس لہ اب کما خلق اللہ آدم من غیر اب ولا ام ولو ان عیسی خرج من بطن امہ لم ینطق بالحکمۃ لم یکن لامہ عذر عند الناس وقد اتت بہ من غیر اب وکانوا یاخذونہا کما یوخذ بہ مثلنا من المحصنات فجعل اللہ منطقہ عذرًا لامہ" یعنی اے محمدؐ کیا تم ام الکتاب میں قبل خلقت نبی تھے؟ فرمایا ہاں اس نے کہا کیا یہ اصحاب مومنین بھی آپ کے ساتھ ثبت تھے فرمایا ہاں۔ کہا پھر تمہیں کیا ہوا کہ تم نے شکم مادر سے باہر آتے ہی حکمت کی باتیں نہ کیں جس طرح تمہارے زعم میں عیسےٰ بن مریم نے کیں۔ فرمایا میرا معاملہ عیسےٰؑ کا سا نہ تھا وہ بلا باپ کے

پیدا ہونے تھے جس طرح آدمؑ بلا ماں اور باپ کے پیدا ہوئے تھے اور اگر عیسٰیؑ پیدا ہوتے ہی تکلم نہ فرماتے۔ ان کی والدہ کو لوگوں کے پاس کوئی عذر نہ ہوتا۔ جبکہ وہ بلا باپ بچہ جن لائی تھیں اور لوگ ان سے وہی مواخذہ کرتے تھے جو ہم میں سے محصنات کے ساتھ کیا جاتا ہے مگر رحم کرنا چاہتے تھے پس اللہ نے عیسٰیؑ کے اُس وقت تکلم و نطق کو ان کی والدہ کے لئے عذر قرار دیا اور ماں سے تہمت رفع ہوئی۔ مطلب حضرتؑ کا واضح ہے کہ اگر عیسٰیؑ کی سی ضرورت مجھے بھی درپیش ہوتی تو میں تکلم بالحکمۃ کرتا اور نبوت کا اظہار اُسیوقت کرتا۔ لیکن مجھے اُس وقت ایسی ضرورت نہ تھی اس لئے تکلم پر مامور نہ ہوا۔ اور جب مامور بتکلم ہوا۔ بولا اور نبوت کا اظہار کیا ؞

جب بدلائل ثابت ہوگیا کہ روح قدس عین علم و نور ہے اور افضل ہے تمام ارواح سے اور جملہ ملائکہ سے اور اس کا مادہ مادۂ نورانیہ ہے اور اُس کا نطفہ نطفۂ ارضیہ جسمانیہ ظلمانیہ نہیں اور ان کی ولادت غیر طریق ولادت عامہ پر ہوتی ہے اور اُن کی خلقت عالم امری سے ہے نہ عالم خلقی مادی سے۔ اور وہ مظہر صفات کمالیہ الٰہیہ و خلیفہ و جانشین و آئینہ اوصاف الٰہی ہوتے ہیں تو اُن کو عوام الناس پر قیاس کرنا عدم معرفت نبوت پر شاہد ہے۔ اور اُن کے آثار عجیبہ و افعال غریبہ سے متعجب ہونا اور ان میں شک و شبہ کرنا جہالت کی دلیل۔ نبی اور عام انسانوں میں مشابہت و مماثلت صرف خلق تقدیری یعنی صورت ظاہری بشری میں ہوتی ہے نہ تمام صفات و کمالات میں۔ بشر مشتق ہے دبشرہ سے اور بشرہ ظاہر جلد کو کہتے ہیں۔ پس بشر کے لغوی معنی کھلی کھال مع الاحیوان ہے۔ چونکہ انسان بادی البشرہ (کھلی کھال) ہوتا ہے اس لئے اس کو بشر کہا جاتا ہے۔ پس جب نبی کو بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہا گیا ہے اور کہیں رَجُلٌ مِّثْلُكُمْ یا اِنْسَانٌ مِّثْلُكُمْ نہیں کہا گیا تو لازمی طور پر نبی کی مشابہت و مماثلت دیگر انسانوں سے صرف صورت ظاہری بشری ہی میں ہوگی نہ کہ تمام صفات انسانیہ و کمالات رحلیہ میں۔ مطلب یہ ہے کہ انبیاء تمہاری ہی صورت میں خلق کئے گئے ہیں نہ یہ کہ حقیقت و باطن میں بھی مثل تمہارے ہیں۔ اور اس صورت بشری میں انبیاء علیہم السّلام کو خلق کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء یہاں نوع بشر کی ہدایت کیواسطے مبعوث ہوئے ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ ہر ایک شے اپنے ہم جنس اور ہم صورت و ہم شکل سے مالوف و مانوس ہوتی ہے۔ غیر جنس اور غیر صورت سے بالطبع نفرت کرتی ہے اور ڈرتی ہے۔ اور دو غیر جنس چیزوں میں کمال اُلفت و انس و اتحاد پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اگر انبیاء صورت بشری میں مبعوث و مخلوق نہ ہوتے تو نوع بشر ان

سے مانوس نہ ہوتی اور ہدایت نہ پاتی اور غرض بعثت فوت ہو جاتی - چنانچہ اس مضمون کو اللہ جلشانہ نے اپنے کلام پاک میں بیان فرمایا ہے "وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاۗءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰۗىِٕكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَىِٕنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا" (بنی اسرائیل) یعنے فرماتا ہے کہ نہیں منع کیا ان لوگوں کو کسی چیز نے اس امر سے کہ وہ ہادیان برحق پیغمبر خدا پر ایمان لائیں جبکہ وہ ہدایت لیکر آئے مگر صرف اس بات نے کہ انھوں نے کہا کیا اللہ نے ایک بشر کو ہم پر رسول بنا کر بھیجا ہے - اے پیغمبرؐ ان سے کہدو کہ اگر زمین میں ملائکہ بود و باش رکھتے ہوتے تو ضرور ہم اُن کے لئے آسمان سے فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے" لیکن چونکہ ایسا نہیں ہے - اور تم بشر ہو تمہارا رسول بھی صورت بشری ہی میں بھیجا گیا - فرشتے سے ہرگز مانوس نہ ہو سکتے - اور نہ اُس کو پہچان سکتے - چنانچہ اسیواسطے خدا فرماتا ہے کہ اگر ہم فرشتے کو بھی بھیجتے تو صورت بشری ہی میں بھیجتے اور تمہیں پھر وہ ہی اشتباہ رہتا جواب ہے کہ کہتے ہو ایک بشر کو ہم پر رسول بنا کر کیوں بھیجدیا ہے - "وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ" پس صورت ظاہری میں مشابہت اِس بات کی دلیل نہیں کہ وہ باطنا بھی مشابہ ہوں - باطناً وہ اپنے اخلاق عادات آداب اطوار - نفوس اور قابلیات میں تمام انسانوں سے جدا و ممتاز ہیں - یہی محققین علماء نے اختیار کیا ہے - چنانچہ ہم آخر مقدمہ میں بعض اقوال علماء نقل کرینگے - اور اس مضمون کو ہم نے اس وجہ سے طول دیا ہے اور ضرورت سے زیادہ توضیح کی ہے کہ آئندہ مقاصد کتاب میں ناظرین کو کمالات نبوت کے سمجھنے میں دقت پیش نہ آئے - کیونکہ بہت سی گمراہیاں اور بے انتہا غلط فہمیاں "بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" کے معنے نہ سمجھنے ہی سے پیدا ہوئی ہیں - اور اکثر قشریین جو خلعت معرفت نبوت سے عاری ہیں ہر موقع پر یہی کہتے ہیں کہ خدا جو فرماتا ہے کہ وہ تم ہی جیسے بشر ہوتے ہیں یعنی تمام باتوں میں ہماری ہی مثل ہوتے ہیں اور اس لئے ہر ایک نقص و عیب کے اُن کے لئے قائل ہو جاتے ہیں اور اُس کی تعریف قرآنی میں جو "يُوْحٰٓى اِلَيَّ" آیا ہے اور جو اصل حقیقت نبوت ہے اُس کو خیال ہی میں نہیں لاتے - حالانکہ معیار نبوت وہ ہے نہ بشریت - ناقص العقل ظاہر پرست قشریین اور منکرینِ آیات الٰہی اسی صورت بشری کو دیکھکر گمراہ ہوئے اور نبوت کا انکار کرتے تھے - کہ ہم ہی جیسا ایک بشر ہم پر کیونکر حاکم ہو سکتا ہے ! اور کیونکر خدا سے ایسا تعلق خاص پیدا کر سکتا ہے - اور وہ نہ سمجھتے تھے کہ یہ جسم یا صورت ظاہری بشری نبی

نہیں ہے بلکہ نبی نہ روح قدس ہے۔ انہوں نے نبی کے آثار وجودیہ اور کمالات فعلیہ سے نہ سمجھا کہ نبوت کمال باطنی ہے نہ صورت ظاہری۔ چنانچہ متعدد آیات میں یہ مضمون مذکور ہے اور ایسے منکرین نبوت اور اُن کو اپنے جیسا انسان جاننے والوں کی تکذیب فرماتا ہے اور مذمت کرتا ہے (سورہ ہودؑ) قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا وَمَا نَرَىٰ لَكُمْ عَلَيْنَا مِن فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ یعنی حضرت نوحؑ کی قوم کے کافروں سے ایک گروہ نے کہا کہ ہم تجھ کو اپنے جیسا ایک بشر دیکھتے ہیں۔ اور ہم نہیں دیکھتے کہ سوائے ہماری قوم کے چند رذیلوں کے اور کسی نے تمہاری پیروی کی ہو۔ اور تم میں اپنے سے زیادہ کوئی فضیلت نہیں پاتے اور ہم تم کو اس دعوئے نبوت میں جھوٹا سمجھتے ہیں **ایضاً** (سورہ مومن) أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عَابِدُونَ" یعنے قوم فرعون نے کہا کہ کیا ہم ان دو بشروں (موسیٰؑ و ہارونؑ) پر ایمان لے آئیں حالانکہ ان کی قوم تو ہماری عبادت کرتی ہے۔ **ایضاً** (جائے دیگر) مَا هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ وَلَئِنْ أَطَعْتُم بَشَرًا مِّثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا لَّخَاسِرُونَ" یعنی نہیں ہے یہ مگر تم ہی جیسا ایک بشر۔ جو تم کھاتے ہو وہ ہی وہ کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو وہ ہی وہ پیتا ہے۔ اور اگر تم اپنے جیسے ایک بشر کی اطاعت کر لو گے تو ضرور تم خسارہ اٹھاؤ گے۔ **ایضاً** ۔ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيدُونَ أَن تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ" (ابراہیم ع ۲) تم نہیں ہو مگر ہم ہی جیسے بشر۔ تم چاہتے ہو کہ ہمیں اُن کی عبادت سے روکو جن کو ہمارے آبا و اجداد پوجتے تھے۔ تو تم کوئی کھلی ہوئی دلیل حجت و برہان لاؤ۔ **ایضاً** مَا أَنتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَأْتِ بِآيَةٍ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ" تو نہیں ہے مگر ہم ہی جیسا ایک بشر۔ پس اگر تو سچا ہے تو کوئی نشانی دکھا۔ غرض اور بہت سی آیات میں جن میں اُن لوگوں کا ذکر ہے جو نبوت انبیاء کا اس وجہ سے انکار کرتے تھے کہ نبی انہی کی صورت بشری میں آئے تھے اور خدا ان کی مذمت فرماتا ہے اور اُن کو سرزنش توبیخ و تبکیت فرماتا ہے اور یہ وہ ہی نسبت او نیہ ہے جس کی بناء منکوا طل یعنی ابلیس لعین نے ڈالی تھی اور اسی وجہ سے حضرت آدمؑ کی تعظیم سے انکار کیا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ خبر دیتا ہے " قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْعَالِينَ ۝ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ (سورہ ص ع ۵) **ترجمہ** :- اے ابلیس کس نے تجھکو

منع کیا ہے۔ کہ تو سجدہ کرے اس وجود کو جسے میں نے اپنی روح پاک اور مادۂ نورانیہ سے خلق کیا ہے۔ کیا تو نے تکبر کیا ہے۔ یا دراصل تو اُن نفوس عالیہ میں سے ہے جو محکوم سجدہ آدم نہیں ہیں۔ اُس نے کہا میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ مجھ کو تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو مٹی سے۔ اور آگ اُس کے نزدیک گویا طین سے افضل ہے۔ شیطان کا یہ قیاس فاسد اس پر مبنی ہے۔ کہ نبوت صورت ظاہری جسمانی کو سمجھا۔ اور "نفخت فیہ من روحی" کا خیال نہ کیا۔ کہ اصل نبی روح قدس ہے نہ صورت بشری۔ اور وہ روح قدس اُس سے ہزار درجہ بلکہ لاکھ درجہ اکمل و افضل ہے اور مادۂ نورانیہ نبویہ بھی اس سے کہیں اکمل و افضل و اشرف و اعلیٰ ہے اور وہ آگ طینت نورانیہ نبویہ سے بدرجہا پست تر۔ یہ بھی اُس کی جہالت ہے کہ آگ کو طینت سے بہتر بتلایا حالانکہ آگ طینت سے چوتھے درجے پر ہے کہ آگ نبات سے پیدا ہوئی ہے۔ "اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا" فتدبر و تامل۔ پس معلوم ہوا کہ نبی کو بھی ہی مثل سمجھنا مشرکین و منکرین نبوت کا عقیدہ ہے۔ اور اُن کو اپنے اوپر قیاس کرنا انکار نبوت ہے۔ معارف نبوت میں قیاس سے کام نہ لینا چاہیے۔ "اَوَّلُ مَنْ قَاسَ فَھُوَ اِبْلِیْسُ" +

فصل

(نبوت مطلقہ کلیہ)

اب تک جو کچھ عرض کیا گیا مطلق نبوت کی تعریف تھی۔ (کہیں کہیں نبوت کلیہ کی طرف اشارہ کیا گیا) اور یہ وہ مرتبۂ نبوت ہے جس میں تمام انبیاء از آدمؑ تا خاتمؐ داخل ہیں اور سب کو شامل جس طرح کہ مطلق انسان کی تعریف میں جملہ افراد انسانی شریک ہیں اور پھر باعتبار اصناف و اشخاص مختلف ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس مرتبۂ نبوت میں تمام شریک ہیں۔ اور اس تعریف میں سب داخل۔ اور "اَلنَّبِیُّ بَشَرٌ یُوْحٰی اِلَیْہِ" تعریف جامع و مانع ہے۔ لیکن کلام حمید مجید ہم کو ہدایت کرتا ہے کہ بعض انبیاء بعض سے افضل ہیں اور مراتب و درجات شخصیہ جدا رکھتے ہیں۔ چنانچہ "تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ الخ" سے ظاہر ہے۔ اور کلام پاک اور احادیث نبوی ہم کو یہ بھی بتلاتے ہیں کہ بعض انبیاء ایسے تھے جو صرف اپنے ہی نفس پر نبی تھے۔ اور بعض ایک ملک پر مبعوث ہوئے اور بعض صرف ایک قوم پر رسول تھے۔ اور حضرت

آدمؑ سے لیکر تا حضرت عیسٰےؑ مریم جملہ انبیاء و رسل اس قسم کے تھے۔ یعنی ان کی نبوت ایک زمانہ خاص اور ایک ملک خاص اور ایک خاص قوم میں منحصر و محدود تھی۔ تمام عوالم یا جملہ بنی نوع انسان پر مبعوث نہ تھے۔ چنانچہ حضرت عیسٰےؑ فرماتے ہیں "یَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ" (سورہ صف) اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں"۔ اسی طرح حضرت موسٰیؑ صرف بنی اسرائیل قوم فرعون کی طرف بھیجے گئے تھے۔ "کَمَاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا"۔ بعض ایسے تھے جو صرف ایک لاکھ پر مبعوث ہوتے تھے۔ جیسا کہ حضرت یونسؑ کی نسبت خدا خبر دیتا ہے "وَ اَرۡسَلۡنٰہُ اِلٰی مِائَۃِ اَلۡفٍ اَوۡ یَزِیۡدُوۡنَ"۔ (والصافات) (اور ہم نے اُن کو ایک لاکھ یا کچھ زیادہ کی طرف بھیجا تھا) یہاں سے بخوبی واضح ہے کہ نبوت انبیاء سابقین منحصر و محدود تھی۔ باعتبار مکان۔ باعتبار زمان اور نیز بلحاظ مبعوث الیہم۔ اور انکی نبوت نبوت مطلقہ عامہ نہ تھی کہ ہر زمانے میں نبی ہوں اور ہر جگہ نبی ہوں اور ہر ایک موجود پر نبی ہوں۔ ایسی نبوت جو کسی زمانے اور کسی مکان اور کسی خاص قوم سے مخصوص اور اُس میں محدود نہ ہو بلکہ وہ نبی ہر موجود پر نبی ہو اور ہر زمانے میں نبی ہو۔ **نبوت مطلقہ کلیہ** کہلائیگی۔ اور صاحبان نبوت محدودہ کے علوم شخصیہ و کمالات انفرادیہ کی مثال بعد اشتراک مطلق نبوت بلا تشبیہ ایسی ہے کہ جو شخص مثلاً ایک شہر یا ایک قوم پر حاکم بنایا جائیگا۔ اُس کو اسقدر علوم تعلیم دئے جائینگے۔ جو اُس ملک اور اُس قوم کی ضروریات شخصیہ و تمدنیہ کے لئے بلحاظ زمان و مکان ضروری و لازمی ہیں۔ اور جو شخص مثلاً دس شہروں یا ایک صوبے پر حاکم بنایا جائیگا۔ اُس کو اتنے علوم کی ضرورت ہوگی کہ وہ اُس صوبے کا انتظام کر سکے۔ جو شخص تمام ممالک پر حاکم ہو اُس کو اُن سب سے زیادہ اس قدر علوم کی ضرورت ہوگی کہ تمام ممالک کی ضروریات کے لئے کافی ہوں۔ پس وہ نبی جو صرف ایک لاکھ انسانوں پر مبعوث ہوا ہے ہو سکتا ہے کہ علوم میں اُس نبی سے کم ہو جو مثلاً دس لاکھ یا بیس لاکھ پر مبعوث ہوا ہے۔ اور وہ نبی یقیناً علوم و فنون میں تمام انبیاء سے افضل ہوگا۔ جو تمام موجودات پر مبعوث ہوا ہو۔ علاوہ ازیں باعتبار زمان و مکان بھی علوم میں اختلاف ہوتا ہے۔ یعنی جو نبی اس وقت مبعوث ہوا ہے جبکہ نوع انسانی بحیثیت نوع ہونے کے ترقی کی راہ میں بہت ہی پیچھے تھی۔ اور اُس کی حالت بالکل سکول کی ابتدائی جماعت کی سی تھی اُس کو اس وقت اُن علوم کی ضرورت نہیں جو اس نبی کو دیئے جائینگے۔ جو اُس وقت مبعوث ہو جبکہ نوع انسانی اعلےٰ درجۂ ترقی پر پہنچی ہوئی ہو۔ عقول کامل ہو گئیں قوائے ادراکیہ قوی تر ہو گئی ہوں۔ علوم و فنون شائع ہو رہے ہوں۔ تمدن میں ید طولےٰ رکھتی ہو۔ چنانچہ جب نوع انسانی بالکل ابتدائی حالت میں تھی اُس کی حیثیت باعتبار تعلیم و تحصیل علوم ایسی تھی جیسی کہ اُس بچے کی ہوتی ہے

جو اوّل اوّل معلّم کے پاس پڑھنے کے لئے بیٹھتا ہے اور اوّل معلّم اُس کو صرف حروف مفردات الفاظ سکھاتا ہے
بجائے اس کے کہ اُس کو معانی بتلائے کیونکہ ابھی اُس میں یہ استعداد نہیں ہوتی کہ حقائق و معارف و مطالب و مقاصد عالیہ سمجھ
سکے یا معانی پر احاطہ اور اُن کو ضبط کر سکے۔ لہٰذا حکیم مطلق و علیم ازلی نے معلم اوّل نوع انسان یعنی جناب ابوالبشر آدمؑ
کو صرف اسماء اشیاء تعلیم فرمائے۔ چنانچہ فرماتا ہے "وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا" حضرت آدمؑ کو تمام اسماء سکھا دیئے
کوئی شے ارضی و سماوی ظاہر و پوشیدہ ایسی نہ تھی جس کا نام حضرت آدمؑ کو نہ بتلایا گیا ہو جو چیزیں اب ایجاد ہوتی
ہیں۔ اُن سب کے نام بھی حضرت آدمؑ کو تعلیم کئے گئے تھے۔ اور یہ وہی تعلیم الٰہی ہے جو ذریت حضرت آدمؑ میں ورثتاً
آئی ہے اور لوگ اشیاء کے نام رکھتے ہیں۔ "ولهذا قيل الأسماء تنزل من السماء" چیزوں کے نام آسمان سے
نازل ہوتے ہیں۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ جب کسی کو خلیفہ و جانشین یا حاکم بنایا جائے تو اوّل اوّل اُس کو اس
امر کی ضرورت ہے کہ وہ جملہ محکومین کی زبانوں کو سمجھتا ہو جب تک وہ ان سب کی زبانوں کا عالم نہ ہوگا
حاکم نہیں بنایا جائیگا۔ چنانچہ اوّل حضرت آدمؑ کو تمام زبانیں ہی تعلیم دی گئیں۔ اور چونکہ اُس وقت
تمدن نوعی نہ تھا۔ کوئی خاص قانون تشریعی اُن کے لئے مرتب نہیں کیا گیا اور نہ حضرت آدمؑ کو حقائق و
ملکوت اشیاء بتلائے اور نہ دکھلائے گئے اور ماہیات کی تعلیم دی گئی۔ صرف اسماء و مسمّیات۔ اُس وقت
فطریات اولیہ مستقلات عقلیہ تھیں یا عبادات میں فعلیات حضرت آدمؑ۔ اور جب نوع انسان من حیث
النوع فی الجملہ ترقی کر گئی اور تمدن کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تو اُن پر جو نبی مبعوث ہوا اُس کو اور زائد علوم
دیئے گئے۔ اور قانون تشریعی بھی اُن کو دیا گیا یعنی حضرت نوحؑ کے زمانے میں قانون شریعت جاری ہوا
چنانچہ حق تعالیٰ خبر دیتا ہے "شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا
وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا الخ" ترجمہ۔ تمہارے
لئے دین کا قانون شرعی قرار دیا ہے اُس چیز سے جو نوحؑ کو وصیت کی تھی اور جو اے پیغمبرؐ تجھ کو وحی کیا ہے
اور جو ابراہیمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو وصیت کیا تھا کہ دین کو قائم کرو اور متفرق نہ ہو۔ پس یہی پانچ شریعتیں ہیں
شریعت حضرت نوحؑ۔ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ اور شریعت حضرت ختمی
مرتبت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں نوع انسان بہ نسبت زمانہ حضرت نوحؑ اور
زیادہ ترقی یافتہ ہو گئی تھی اور موجودات ارضی و سماوی میں غور و خوض کرتی تھی۔ تو حضرت ابراہیمؑ کو بعض
حقائق و بواطن آسمان و زمین بھی دکھلائے گئے۔ تاکہ بکمال اطمینان و دلائل واقعیہ یقینیہ ستارہ پرستوں
بُت پرستوں اور آتش پرستوں کے اعتقادات فاسدہ کو باطل کر سکیں۔ اور نجومی و رمال وغیرہم سے کسی علم
میں نہ دبیں اور مغلوب نہ ہوں۔ فقال۔ "وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ" الخ

اسی طرح سے ہم ابراہیمؑ کو بواطن و حقائق آسمان و زمین دکھلاتے ہیں تاکہ کامل طور پر باطل کر کے دکھلا دے کہ یہ موجودات ارضی و سماوی - چاند - سورج ستارے یا پتھر کے بت ہرگز قابل عبادت نہیں ہیں جو محل حوادث و عوارض ہیں - اور حادث - قابل عبادت و پرستش ذات الوجود قدیم ازلی ابدی ہے جس نے ان سب کو خلق کیا ہے "اَللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ" (صافات ع ۱) بعد ازاں حضرت موسیٰ کے زمانے میں قوانین شرعیہ میں زیادتی ہوئی اور ان کو توریت دی گئی "وَنَزَّلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ" اور حضرت عیسیٰؑ اسی کے احکام کی تکمیل کے واسطے مبعوث ہوئے اور کچھ چیزیں زیادہ لائے اور انجیل مقدس ان کو عطا ہوئی (وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ) اور سلسلہ تدریجی یہاں تک پہنچا - اور جب نوع انسانی کی ترقی کا آخری درجہ آیا تو اُن پر جو نبی مبعوث ہوا اُس کو ایسا کامل و جامع و حاوی ضروریات انفرادیہ و اجتماعیہ جمیع نوع بنی آدم بلکہ جمیع عوالم قانون دیا گیا جس میں کسی قسم کی کمی نہیں اور کوئی حکم ایسا نہیں جو اس میں موجود نہ ہو جس کی شان میں فرمایا ہے "تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" اس میں ہر ایک چیز کا بیان واضح موجود ہے "مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ" اس کتاب میں کسی قسم کی کمی نہیں "لَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ" ہر ایک خشک و تر کا بیان اس کتاب مبین میں موجود ہے اور وہ کیا ہے "اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ" وہ کتاب جامع قرآن ہے جو سراسر نور ہے "قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا"

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بلحاظ ضرورت زمان و مصلحت وقت ایک نبی کو بہت سے علوم دئے جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو اس سے کم دئے جاتے ہیں لیکن بعض وہ جو اس پہلے کو نہیں دئے گئے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ و حضرت خضرؑ کہ حضرت موسیٰؑ باعتبار جامعیت علوم حضرت خضرؑ سے افضل تھے اور نبی اولوالعزم تھے اور صاحب شریعت تھے بخلاف حضرت خضرؑ لیکن بعض علوم باطنیہ حضرت خضرؑ کو ایسے آتے تھے جن سے حضرت موسیٰؑ ناواقف تھے - اور اسی واسطے حضرت خضرؑ کے کشتی توڑنے - بچے کو قتل کرنے اور دیوار کو کھڑا کرنے پر اعتراض کیا اور صبر نہ کر سکے - (دیکھو سورۂ کہف) +

غرض کچھ بھی ہو جس طرح نبوات انبیائے سابقین تا حضرت عیسیٰؑ محدود ہیں اسی طرح علوم بھی ان کے بہ نسبت نبوت مطلقہ کلیہ جزئیہ و محدود ہیں - لہذا جہاں کہیں انکے علوم کا ذکر قرآن میں آیا ہے ایسے ہی الفاظ میں آیا ہے جو جزئیت پر دال ہیں - چنانچہ بنی اسرائیل کے حق میں فرماتا ہے "وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ" (دخان) ہم نے برگزیدہ کیا ہے انکو عالمین پر کچھ علم کے ساتھ - اور سب انبیاءؑ کی شان میں فرماتا ہے "وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا"

سب کو ہم نے حکم اور کچھ علم عطا کیا ہے (انبیاء) "وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا" "دنمل" البتہ ہم نے داؤدؑ اور سلیمانؑ کو ایک علم یا کچھ علم دیا۔ "اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا" (یوسف) ہم نے اُس کو حکم اور کچھ علم عطا کیا۔ "وَلُوْطًا اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا" (انبیاء) اور لوطؑ کو ہم نے حکم اور کچھ علم دیا۔ غرض اس قسم کی اور بہت سی آیات انبیاء سابقین علیہم السلام کے متعلق ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا علم مثل اُن کی نبوات کے بہ نسبت نبوت مطلقہ کلیہ محدود و جزئی تھا۔ جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہے۔ کہ ان سب میں یہی مذکور ہے کہ کچھ علم دیا۔ کیونکہ جہاں علم کلی کا ذکر ہے وہاں "اُوْتُوا الْعِلْمَ" فرمایا ہے۔ "یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ" "وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِیْمَانَ" وغیر ذالک۔ اور جس جگہ عوام کے علم جزئی کا ذکر ہے وہاں فرمایا ہے۔ "مَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا" "نہیں دیا گیا ہے تم کو علم میں سے مگر تھوڑا سا" اول "مِنْ" تبعیضیہ لایا گیا ہے۔ اور بعد ازاں لفظ "قلیل" یعنی جزو علم میں سے تھوڑا سا حصہ تم کو دیا گیا ہے۔ اور آخر مقام نبوت میں فرماتا ہے "عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ" "اے پیغمبر جو کچھ کہ تو نہ جانتا تھا سب خدا نے تعلیم کر دیا۔ کیا اسماء۔ کیا مسمیات کیا حقائق و بواطن اور کیا ماہیات وملکوت اشیاء۔ کیا ظاہر اور کیا باطن۔ اور یہ مقام مقام نبوت مطلقہ کلیہ ہے۔ یہاں علم محدود و جزئی نہیں ہے۔ ہم احصاء نہیں کر سکتے کہ پیغمبرؐ کو کیا کچھ دیا۔ دینے والا جانے یا جسکو دیا گیا+

درجات ششگانہ نبوت

سابقاً ذکر کیا گیا ہے کہ درجات و مراتب ترقی مادہ چھ ہیں۔ اوّل صورت عنصریہ۔ دوئم صورت اثریہ سوئم جماد۔ چہارم نبات۔ پنجم حیوانات اور ششم انسان۔ یہاں ترقی مادہ ختم ہو جاتی ہے اور انسان خلق تقدیری کے شکم مادر میں چھ درجے طے کرتا ہے۔ چنانچہ اوّل نطفہ ہوتا ہے۔ پھر علقہ پھر مضغہ پھر ہڈیاں پھر گوشت۔ ان پانچ درجوں میں صورت حیوانیہ مکمل ہو جاتی ہے بعد ازاں اسکو اس عالم حیوانی جسمانی سے بالا خلقت عطا کی جاتی ہے اور اُس وقت انسان مکمل ہو جاتا ہے بتمام کمالات ذاتیہ جیسا کہ آیہ ذیل سے ظاہر ہے "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ (الیٰ ان قال) ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ" یعنی خدا فرماتا ہے کہ جب اسی طرح انسان نے شکم مادر میں پانچ درجے طے کر لئے اور گوشت پوست قوٰی سے اُس کی خلقت حیوانی کی تکمیل ہو گئی تو ہم نے پھر اُس کو ایک اور خلقت عطا کی پس بزرگ و برتر ہے اللہ جو بہترین خالق ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ چھٹے درجے کی خلقت

خلقت ماتحت سے فوق اور اُس کے علاوہ ایک دوسری خلقت ہے۔ جس سے یہ خیال قطعی طور پر باطل ہوتا ہے کہ حیوان ترقی کرتے کرتے انسان بن گیا اور انسان نے بندر سے ترقی کی ہے۔ کیونکہ یہ خلقت علیحدہ ہے اور یہ درجہ ہی جدا اور انسانیت ایک اور چیز ہے اور یہ آخر درجہ ترقی ہے مکونات کا۔ اسی طرح نوع نبوتی کے بھی چھ درجے ہیں اور اس کی ابتدا حضرت آدمؑ سے ہوتی ہے دوسرا درجہ حضرت نوحؑ کی نبوت کا ہے اور تیسرا حضرت ابراہیمؑ چوتھا حضرت موسیٰؑ پانچواں حضرت عیسیٰؑ کا۔ اس درجہ پر پہنچکر نبوت محدودہ جزئیہ کامل ہوجاتی ہے۔ نبوت رسالت۔ اولوالعزمی کے مراتب سب پورے ہوجاتے ہیں۔ اور بعد ان مراتب پنجگانہ کے ایک اور علیحدہ مرتبہ ہے جو ان سب سے فوق ہے جس طرح کہ مرتبہ انسانیت تمام مراتب ماتحت سے بالا و فوق ہے۔ یہ مرتبہ ختم نبوت ہے۔ اور اُسی کو نبوت مطلقہ کلیہ کہا جاتا ہے پس نبوت منتہائے ترقی انواع عالم ہے اور ختم نبوت منتہائے ترقی نبوات ہے۔

انسان جو آخر موجودات مادیہ ہے اپنے کمالات حقانیہ میں آخر درجہ انسانیت تک ترقی کرسکتا ہے لیکن مرتبۂ نبوت جو اُس سے فوق و بالا ہے وہاں اُس کی ذاتی ترقی کو دخل نہیں ہے تو اُس کے احاطے سے باہر ہے وہ کسب ریاضات سے حاصل نہیں ہوسکتی اور ختم نبوت فوق جمیع نبوات و منتہائے ترقی نبوت ہے بلکہ منتہائے ترقی ممکنات ہے۔ اس سے اوپر کوئی چیز کوئی موجود ترقی نہیں کرسکتا۔ اس سے اوپر بس مرتبہ ربوبیت و الوہیت ہے جہاں کسی ممکن کو دخل نہیں اور نہ کوئی ممکن اُس کا ادراک کرسکتا ہے اور نہ اُس پر احاطہ۔ مقام ختم نبوت و نبوت مطلقہ کلیہ عرش اعظم الٰہی ہے جہاں نہ کوئی نبی مرسل پہنچ سکتا ہے اور نہ کوئی ملک مقرب۔ سدرۃ المنتہیٰ منتہائے ترقی ممکنات ہے علماً و عملاً کسی ممکن کو اُس سے فوق ترقی ممکن نہیں۔ جبرئیل و میکائیل کا بھی وہ ہی آخری مقام ہے مگر ختم نبوت اس سے فوق تا عرش اعظم الٰہی ہے۔ دیکھو حالات شب معراج و عروج حضرت سرور کائنات روحی لہ الفدا کہ جس وقت مقام سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے ہیں حضرت جبرئیل ٹھیر گئے فرمایا جبرئیل آگے بڑھو۔ عرض کیا۔ "لو دنوت انملۃ لاحترقت" اگر میں پور بھر بھی آگے بڑھوں تو تجلیات انوار الٰہیہ سے جل جاؤں۔ شعر

اگر یک سر موئے برتر پرم + فروغ تجلی بسوزد پرم

جبرئیل میں یہ قابلیت و استعداد کہاں کہ تجلیات فوق سدرۃ المنتہیٰ کی برداشت کرسکے اور ان کا متحمل ہوسکے۔ وہاں وہ ہی پہنچ سکتا ہے۔ جو اسی عالم سے ہو اور اُس کا وہی مرکز ہو کیونکہ کوئی چیز

اپنے مرکز سے بالا نہیں جا سکتی۔ پس جسم نبوی نہ کہ صرف روح نبوی۔ عرش اعظم الٰہی مقام نور الانوار ہے جبرئیل چونکہ اس عالم سے نہیں ہے ان انوار مطلقہ کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اُن کے تحمل کے لئے وجود اقدس محمدی چاہیئے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ملاحظہ ہو برکت و شرافت نورانیت و روحانیت وجود اقدس نبوی کہ جبرئیل باوجود اُس قرابت و شرافت کے سدرۃ المنتہیٰ سے آگے ایک قدم نہ جا سکے اور اونٹ کی کھال کی جوتی یعنی نعلین مبارک شریف محض پائے اقدس کو مس کرنے کی وجہ سے تا عرش اعظم الٰہی پہنچی۔ "وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ"

عرض کیا گیا کہ سدرۃ المنتہیٰ آخری درجہ ترقی ممکنات عالم ہے چنانچہ ثابت ہے کہ جبرئیل جیسے مقرب فرشتے کو بھی اُس سے فوق ترقی ممکن نہیں، اور اس مقام کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اُس وجود اقدس اعلیٰ کی قوت و استعداد و قابلیت فوق جمیع ممکنات و موجودات ارضی و سماوی ہے جو سدرۃ المنتہیٰ سے اوپر عرش اعظم الٰہی تک پہنچ گیا اور تمام قوائے عالم اُس کے ماتحت ہیں۔ کوئی قوت اُس پر حاکم و مسلط و موثر نہیں ہو سکتی۔ اس سے فوق کوئی قوت نہیں الا قوت ربوبیت و الوہیت۔ یہی وجہ ہے کہ جبرئیل فرماتے ہیں کہ اگر سدرۃ المنتہیٰ سے آگے جاؤں تو جل جاؤں اور آنحضرت اُس سے اوپر جائے اور اُن انوار و تجلیات کا بچشم ظاہری جسمانی ملاحظہ فرماتے ہیں اور آنکھوں کو خیرگی دیکھا چوندھ تک نہیں ہوتی بلکہ بکمال اطمینان اُن تجلیات انوار جمالیہ و جلالیہ کے متحمل ہوتے ہیں "ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى" (ترجمہ) پھر وہ قریب ہوا اور جھکا پس ہو گیا وہ مقام قاب قوسین پر بلکہ اُس سے قریب تر۔ پھر وحی کی خدا نے اپنے بندے کو جو کچھ کہ کی جسے کوئی نہیں جانتا کہ کیا کہا اور کیا دیا۔ اور جو کچھ وہاں چشم دل سے مطالعہ کیا اُس میں دل نے غلطی نہیں کی ٹھیک ٹھیک اور صحیح صحیح حقائق و معارف کا ادراک کیا۔ کیا تم شک کرتے ہو اُس کے باب میں جو کچھ کہ اُس نے دیکھا۔ البتہ اُس نے دیکھا جبرئیل کو دوسری مرتبہ مقام نزولی میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور وہیں جنت الماویٰ ہے (کب دیکھا؟) جبکہ سدرۃ المنتہیٰ کو انوار تجلیات الٰہیہ گھیرے ہوئے اور اس طرح سے ڈھانپے ہوئے تھے کہ جن کی کوئی حد و انتہا نہیں اور اِن انوار کو دیکھ کر نہ آنکھ چوندھیائی اور نہ اُس نے دیکھنے میں کجی و غلطی کی۔ البتہ اُس نے وہ خدا کی بڑی بڑی آیات و نشانیاں دیکھیں جو کسی نے نہ دیکھی تھیں۔ پس معلوم ہوا کہ مقام ختم نبوت

مقام قاب قوسین او ادنیٰ ہے کوئی مخلوق اُس سے فوق نہیں۔ تمام اُس کے ماتحت ہیں۔ کیونکہ مرتبہ قاب قوسین مرتبہ منتہائے امکان ہے۔ کہ قوس صعودی و نزولیِ امکان۔ مقام وجوب وجود ذاتی سے قرب منزلت پیدا کرتی ہے اور مقام "او ادنیٰ" مقام وجوب وجود غیری ہے یعنی امکان ذاتی سے گذر کر واجب بالغیر کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے اُدھر معبود سے واصل اِدھر مخلوق میں شامل خواص اُس برزخ کبریٰ میں تھا حد متشدد کا۔ پس کون ہے جو اس مرتبہ کا ادراک کر سکے اور تصور میں لاسکے قطعاً محال ہے اُس کو یا تو وہ جانے جس نے عطا کیا ہے یا اُس کا ولیِ مطلق جو نفس رسول و تالی ختم نبوت ہے۔ ملہٰذا اسی واسطے بطور حقیقت جنابِ ختمی مآب نے فرمایا ہے نہ بطور مجاز و استعارہ "یا علی ما عرف اللہ الا انا وانت وما عرفنی الا اللہ وانت وما عرفک الا اللہ وانا" اے علیؑ نہیں پہچانا خدا کو مگر میں نے اور تو نے اور نہیں پہچانا مجھ کو مگر خدا نے اور تو نے اور نہیں پہچانا تجھ کو مگر خدا نے اور میں نے۔ لاشک ولاریب مقام ختم نبوت و نبوت مطلقہ کلیہ کو سوائے صانع عالم و ولی اللہ الاعظمؑ اور کوئی نہیں پہچان سکتا۔ یہ ہمارے ادراک سے نہیں بلکہ ادراک ملائکہ سے باہر ہے یہاں دم مارنے کی جگہ نہیں اُتنا ہی کہہ سکتے ہیں جتنا کہ اُس نے خود فرمایا ہے اور ہم کو تعلیم دیا ہے۔ قیاس سے کام لینا قطعاً بے دینی ہے ÷

بالفاظ دیگر۔ اول مرتبۂ نبوت اُس وقت ہوتا ہے جبکہ چالیس درجہ علوم عطا ہو جائیں۔ "حتیٰ اذا بلغ اربعین سنة"۔ چنانچہ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے "الرؤیا الصادقة جزء من اربعین جزء من اجزاء النبوة" یعنی سچا خواب نبوت کے چالیس جزوں میں سے ایک جزو ہے یعنی چالیس انحاء علوم میں سے ایک طریقِ علم سچا خواب ہے۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے سچا خواب نبوت کے چھیالیس جزوں میں سے ایک جزو ہے۔ اور ایک میں ساٹھ جزوں میں سے ایک جزو اور ایک حدیث میں نبوت کے ستّر جزوں میں سے ایک جزو سچّا خواب ہے۔ چنانچہ ابو الصلت سے حدیث طویل کے ذیل میں مروی ہے کہ حضرت رضا علیہ الصلوٰة والسلام نے فرمایا کہ میرے جد رسول خدا نے فرمایا ہے "من رأنی فی المنام فقد رأنی فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی ولا فی صورة احد من اوصیائی ولا فی صورة احد من شیعتهم وان الرؤیا الصادقة جزء من سبعین جزء من النبوة" محققین کاملین کے نزدیک ان احادیث میں صورت جمع یہ ہے کہ چالیس درجہ علوم اول مرتبہ مطلق نبوت ہے۔ چھیالیس درجے پر پہنچ کر رسول ہوتا ہے اور ساٹھ درجے پر پہنچ کر اولوالعزم اور ستّر واں درجہ مقام ختم نبوت ہے کہ اُس سے اوپر کوئی درجہ نہیں اور ستّر ہمارے حساب کا ستّر نہیں بلکہ اعداد الٰہیہ کے عشرات کا آخری درجہ ہے یعنی اعداد الٰہیہ کی اکائیاں

۱۰۰

تو سات پر ختم ہوتی ہیں اور دہائیاں ستر پر جس طرح ہماری اکائیاں دس پر تمام ہوتی ہیں اور دہائیاں سو پر چنانچہ کلام حمید مجید اس کی شہادت دیتا ہے "سَیَقُولُونَ ثَلٰثَۃٌ رَّابِعُھُمْ کَلْبُھُمْ وَیَقُولُونَ خَمْسَۃٌ سَادِسُھُمْ کَلْبُھُمْ رَجْمًا بِالْغَیْبِ ۔ وَیَقُولُونَ سَبْعَۃٌ وَّثَامِنُھُمْ کَلْبُھُمْ ۔ قُلْ رَّبِّیْ اَعْلَمُ بِعِدَّتِھِمْ مَا یَعْلَمُھُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ" وہ کہینگے کہ اصحاب کہف تین ہیں چوتھا اُن کا کتا ہے اور بعض اٹکل سے کہینگے کہ چھ ہیں ساتواں اُنکا کتا ہے اور بعض کہینگے کہ سات ہیں اور آٹھواں اُنکا کتا ہے۔ کہدو پیغمبر کہ میرا پروردگار ہی اُن کی تعداد کو خوب جانتا ہے اور نہیں جانتے اُن کی تعداد کو مگر بہت تھوڑے لوگ۔ اس آیہ مبارکہ سے ظاہر ہے کہ جب تین اور چھ ذکر کیا گیا ہے واو عطف زائد نہیں لایا گیا مگر سات کا ذکر کرکے اور اُس کے بعد آٹھ کا ذکر آیا اور کہا کہ کہینگے کہ سات ہیں اور آٹھواں اُن کا کتا ہے تو آٹھ کے اوپر واؤ زیادہ کیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آحاد (اکائیاں) ان اعداد الٰہیہ کی سات پر ختم ہوجاتی ہیں اور آٹھ اکائیوں میں داخل نہیں ہے اُس سے خارج ہے اس لئے اُس کو واو فاصلہ سے علیحدہ ذکر کیا۔ اور اس حساب میں یوم ربوبیت ایک ہزار سال کا ہوتا ہے "وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ" تحقیق کہ ایک دن تیرے پروردگار کے نزدیک تمہارے حساب سے ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔ اور یوم الوہیہ پچاس ہزار کا "فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ" یعنی روز بازگشت وقیامت کے دن کی مقدار ہمارے حساب کے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی۔ غرض یہ ستر کا عدد عدد محدود میں ساٹھ اور دس مراد نہیں بلکہ عشرات اعداد الٰہیہ کا آخری درجہ ہے جو ایک عدد غیر معین وغیر متناہی پر دلالت کرتا ہے پس مقام ختم نبوت جو منتہائی ترقیات ہے ایک مرتبہ غیر متناہیہ ہے جس کو سوائے خداوند عالم اور ولی مطلق وخود صاحب نبوت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کوئی نہیں جان سکتا۔ ہمارا طائر وہم بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا چہ جائیکہ ہم اپنے قیاسات فاسدہ باطلہ سے اُس کی تعیین کریں اور اُس کی بنا پر خاتم النبیینؐ میں نقص وعیب نکالیں ہم کو اُس کے اقوال سے ایک قدم باہر نہ جانا چاہیئے۔ بشرطیکہ ہم ایمان رکھتے ہوں اور دل میں خوف خدا۔ یہ مقام ختم نبوت ہے۔ ہماری مساعی ہمارے خیالات ہمارے تصورات اور ہمارے ادراکات یہاں ختم ہوجاتے ہیں دم مارنے کی جگہ نہیں بہت احتیاط سے کام لینا چاہیئے ؎ سالک شتاب این رہ دین ہست نہ صحرا ہوش دار کہ رہ بر دم تیغ است قدم را

بہر حال خاتم النبیینؐ صاحب نبوت مطلقہ کلیہ ہیں آپ کی نبوت کسی خاص زمانے خاص ملک اور خاص قوم سے مخصوص نہیں بلکہ آپ ہر زمانے میں اور ہر قوم پر نبی ہیں نہ صرف تمام بنی آدم پر بلکہ تمام عوالم پر آپ بشیر ونذیر ہیں۔ جن وانس۔ ارواح ونفوس ملائک عقول تا دسہ سب آپ کے تحت نبوت ہیں۔ چنانچہ حق سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا"

بزرگ و برتر و مبارک ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تاکہ وہ تمام عوالم پر نذیر ہو۔ اس کے ذریعہ سے سب پر نبوت کرے اور اُن کو عتاب و عذاب سے ڈرائے۔ ہر ایک نبی اپنی قوم کے لئے نذیر ہوتا ہے لیکن یہ کسی کی شان میں نہیں آیا کہ وہ تمام عوالم پر نذیر ہے۔ نہ صرف عالمِ انسان و جن بلکہ عالمِ ارواح۔ عالمِ نفوس عالمِ مواد۔ عالمِ ملائکہ و عقولِ قادسہ۔ چرند و پرند سب تحت نبوت خاتم النبیینؐ ہیں۔ بلکہ انبیاء بھی جیسا کہ آیہ میثاق دال ہے اور خود حضرتؐ نے اسی واسطے فرمایا ہے۔ "آدمُ مَنْ دُوْنَهٗ تَحْتَ لِوَائِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ" آدم وغیرہ تمام انبیاء روز قیامت میرے جھنڈے کے نیچے ہونگے۔ اسی واسطے آپ تمام انبیاءؑ پر شہید ہیں جیسا کہ آئیندہ ذکر ہوگا۔ اور یہ مسلّم ہے کہ نبی علم و قدرت میں اپنے مبعوث الیہم سے افضل ہوتا ہے پس بلاشک و لاریب جناب خاتم النبیینؐ صاحب نبوت مطلقہ کلّیہ تمام مخلوقات و جملہ عوالم سے افضل و اکمل ہیں اور آپ کی قوت جمیع قوائے عوالم جبرئیلؑ و میکائیلؑ و اسرافیلؑ و عزرائیلؑ وغیرہم ملائکہ مقربین کروبین حاملانِ عرش وغیرہم سے (جو سب آپ کی امت مبعوث الیہم میں داخل ہیں) اکمل ہے۔ اور ہر ایک وجود کو جو فیض مبدء فیاض صانع و خالقِ عالم سے پہنچتا ہے آپ کے ذریعے و وسیلے سے پہنچتا ہے۔ ملائکہ کے لئے بھی ذریعۂ فیض وہ ہی ذات پاک سرورِ کائنات صلعم ہے پس خداوند عالم ربُّ العالمین و الٰہُ العالمین ہے اور اُس کا حبیب رحمۃ للعالمین۔ خدا فرماتا ہے "رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ" یعنی اُس کی رحمت رحمانیہ ہر ایک وجود کو شامل ہے ذرّہ و چیونٹی سے لیکر ہر ایک عالم کی شئے تا ملائکہ مقربین کو اُس کی رحمت و نعمت پہنچتی ہے اور مظہر اوّل اس رحمت واسعہ الٰہیہ کا وجود اقدس ختمی مرتبت ہے اور اسی واسطے اس کو رحمۃ للعالمین کا خطاب عطا ہوا ہے۔ جو کچھ بھی پہنچیگا اُس کے وسیلے سے پہنچیگا۔ پس اگر جبرئیلؑ و میکائیلؑ وغیرہم تحت تعلیم و تربیت خاتم النبیین رحمت للعالمین داخل نہ ہوں تو وہ وجود اقدس انکے لیئے رحمت نہ ہوگا اور اس آیت کی تکذیب ہوگی کہ اُس میں حضرتؐ کو تمام عوالم کے لئے رحمت فرمایا گیا ہے۔ پس لابد جبرائیلؑ و میکائیلؑ تحت تعلیم و تربیت خاتم النبیینؐ مثل دیگر موجودات عوالم داخل ہیں۔ اور جس طرح سے اور موجودات پر آپ نبی ہیں ضرور اُن پر بھی ہیں۔ سابقاً ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت آدمؑ جبرئیلؑ و میکائیلؑ دیگر جملہ ملائکہ سے افضل اور اُن پر نبی ہیں تو خاتم النبیینؐ صاحب نبوت مطلقہ کیونکر اُن ملائکہ پر نبی نہ ہونگے۔ اگر ایسا ہو اور کوئی فرد موجودات عوالم سے آپ کی نبوت سے خارج ہو تو آپ نبی مطلق نہ ہونگے۔ اور سب پر نذیر نہ کہلائینگے حالانکہ آیہ مبارکہ بالصراحۃ دال ہے۔ کہ آپ جملہ عالمین پر نذیر ہیں خواہ کتنے ہزار عالم فرض کئے جائیں۔ اٹھارہ ہزار عالم کہلائیں یا ستّر ہزار۔ اور اسی طرح اگر اس عالم اجسام میں بصورت ظاہری بشری آنے سے پہلے یا عالم اجسام کے وجود سے پہلے آپ کی نبوت تسلیم نہ کی جائے۔ تب بھی آپ "نَذِیْرًا لِّلْعٰلَمِیْنَ" نہ کہلائینگے۔

اور یہ خلاف مفہوم آیہ ہے لہٰذا ضرور آپ ہر زمانے میں نبی تھے +

اور جب یہ مسلّم ہوا کہ آپ تمام عوالم پر نذیر اور جملہ عالمین کے لئے رحمت ہیں اور ہر ایک فیض مبدءِ فیاض سے آپ ہی کے ذریعے اور وسیلے سے پہنچا ہے تو ماننا پڑیگا کہ آپ اوّل مکونات و مخلوقات ہیں۔ اور آپ کا وجود نقطۂ دائرۂ امکان۔ لہٰذا اسی واسطے احادیث متعددہ میں آپ نے فرمایا ہے "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِی" یا "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ رُوْحِی" سب سے پہلے جو چیز خدا نے پیدا کی وہ میرا نور ہے یا سب سے پہلے جو چیز خدا نے پیدا کی وہ میری رُوح ہے۔ اِن دو حدیثوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔ جبکہ بشہادت کلام حمید مجید ہم ثابت کر چکے ہیں کہ آپ کی رُوح عین نور ہے یاد کرو "وَلٰکِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا" بلکہ ہم اشارہ کر چکے ہیں کہ بقائے ہر موجود نور ہے بلکہ وجود نہیں ہے مگر نور "اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" اور آپ اوّل مخلوق و مبدءِ انوار ہیں اسی واسطے آپ کی شان میں آیا ہے "قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ" لہٰذا نورُ الانوار و مبدءُ الانوار آپ کی رُوحِ اقدس ہے اور ہر ایک وجود شعاعِ نورِ محمدیؐ خواہ جبرئیل ہو یا میکائیل۔ چنانچہ آئندہ تفصیل آئیگی۔ یہ بھی مسلّم و محقق ہے کہ ہر صاحبِ کمال اوّل اوّل جو چیز بناتا ہے اس میں کمالِ صنعت کو کام میں لاتا ہے اور ہر طرح سے مکمل بناتا ہے۔ کیونکہ مصنوع کا کمال صانع کے کمال پر دلالت کرتا ہے اور مصنوع کا نقص صانع کے نقص کی دلیل ہوتا ہے۔ پس چاہیئے کہ اس صانعِ عالم کا مصنوع جو نفسِ کمال و عینِ کمال ہے ہر اعتبار سے کامل و مکمل ہو۔ تاکہ اُس کے کمالِ صنعت پر دلالت کرے۔ پس وجودِ محمدیؐ جو اوّل صادر از مصدر و اوّل مخلوق و مصنوعِ واجب الوجود بالذات و علیم بالذات و کلیم بالذات و قدیر بالذات ہے۔ یقیناً جملہ مصنوعات سے افضل و اکمل و اشرف و اعلیٰ ہوگا۔ کیونکہ اوّل مظہرِ صفاتِ کمالیہ جلالیہ و جمالیہ و لوحِ آئینہ معارفِ الٰہیہ ہے خصوصاً جبکہ صدور مقامِ محبتِ الٰہیہ سے ہو "كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ" (حدیث قدسی) میں ایک خزانہ مخفی تھا۔ مجھے یہ بات محبوب و مطلوب ہوئی کہ میں پہچانا جاؤں پس میں نے مخلوقات کو خلق کیا۔ ہم پہلے بھی ثابت کر چکے ہیں کہ خلقتِ انبیاء اولاً بالذات بغرض اظہارِ کمال ہے کہ ہر صاحبِ کمال اپنے کمال کو محبوب رکھتا ہے۔ اور اُس کو دیکھ کر مسرور و مبتہج ہوتا ہے اور انبیاء کو اُس نے اپنے لئے اور اپنے کمال کا نمونہ بنایا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ اوّل مخلوق مقامِ محبتِ الٰہیہ کیسا کامل اور نمونہ اعلیٰ کمالاتِ الٰہیہ ہوگا۔ اسی وجہ سے کہ وجودِ محمدی اوّل مخلوق ہے اور خلقت مقامِ محبتِ الٰہیہ سے ہے آپ نے محبوب و حبیبِ مطلق کا خطاب پایا۔ اگر کوئی اور وجود اُس سے زیادہ محبوب ہوتا تو وہ ہی پہلا مخلوق قرار پاتا۔ ضروری تھا کہ محبوبیتِ مطلقہ۔ نبوتِ مطلقہ و ولایتِ مطلقہ خلافتِ مطلقہ اور امامتِ مطلقہ کا وارث و مالک مخلوقِ اوّل و صادرِ اوّل ہی ہو اور وہ ذاتِ پاک محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے

اور یہی واسطۂ اولیہ فیض خداوندی و وسیلہ برکات الٰہی ہے "وَابْتَغُوا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ" نعمت علم و یقین۔ ایمان و عرفان بلکہ فیض وجود بھی ہر موجود کو اسی کے وسیلے سے پہنچا ہے اور یہی اول المصنوعین اول المسلمین ہے۔ سب سے پہلے اسی نے توحید خالق و صانع کا اقرار کیا ہے اور باقی جملہ موجودات و مخلوقات نے توحید و تہلیل و تحمید و تمجید و تقدیس و تسبیح اسی سے سیکھی ہے۔ واقعاً اگر اول مخلوقین اول صانع و خالق پر ایمان نہ لاتا تو عالم میں کوئی موجود ایمان نہ لاتا۔ نہ یہ کہ اس کا ایمان لانا بعد خلقت بطور تکلیف تھا بلکہ نفس وجود فطرت ایمانی مخلوق و مفطور ہے۔ وہ عین ایمان و حقیقت اسلام ہے۔ اگر وہ خالی از ایمان و اسلام مخلوق ہوتا۔ تو یقیناً ناقص تھا اور اول مصنوع و مخلوق خالق مطلق و صانع برحق کسی طرح سے ناقص نہیں ہو سکتا۔ پس وہ مخلوق و مفطور ہے اسلام و ایمان پر۔ نہ ہمارے جیسے اسلام و ایمان پر بلکہ اسلام بلا واسطہ نبوتی و اسلام و ایمان مطلق پر۔ ورنہ مطلق اسلام پر تو ہر ایک مخلوق کو خلق کیا ہے۔ اور توحید فطرت انسان بلکہ فطرت جمیع موجودات میں داخل ہے "فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ" اگر معرفتِ توحید فطرت انسانیہ میں داخل نہ ہوتی تو ہرگز مکلف بتوحید نہ ہوتے۔ کیونکہ "لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" طاقت سے زیادہ خدا کسی کو تکلیف نہیں دیتا بلکہ بقدر وسعت دیتا ہے اور بلا اس کے کہ فطرت میں داخل ہو معرفت واجب ممکن کے لئے قطعاً محال ہے۔ اور تکلیفِ محال محال ہے۔

غرض آنحضرتؐ کا اسلام اسلام مطلق و اسلام نبوتی ہے اور اسی فطرت پر آپ مخلوق و مفطور ہوئے ہیں اور ہر ایک نے کمال اسلام و ایمان کی تعلیم آپ ہی سے پائی ہے۔ چنانچہ اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے آیات مبارکہ ذیل میں "قُلْ اِنِّيْ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ الخ" (انعام ع ۲) (کہدو اے پیغمبر کہ میں مامور ہوں کہ اول مسلمان ہوں") ایضاً "قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ" کہدو کہ میری نماز میری قربانی میری زندگی میری موت سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور اس پر میں مامور ہوں اور میں اول المسلمین ہوں۔ ایضاً "قُلْ اِنِّيْ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ" کہدو کہ میں مامور ہوں اس امر پر کہ خدا کی عبادت کروں در انحالیکہ اُسی کے دین کو باخلاص اختیار کر کے رہوں اور مامور ہوں کہ اول المسلمین ہوں۔ بلا شک و شبہ تمام انبیاء مسلم ہیں اور عند اللہ سوائے اسلام کوئی دین نہیں "اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ"۔ لیکن کلام پاک میں جہاں کہیں اُنکا ذکر ہے وہ اپنے کو مسلمین میں سے فرماتے ہیں "اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ" میں بھی مسلمین میں سے ہوں

پس معلوم ہوا کہ مسلمین مطلق موجود تھے اُن میں سے انبیاءؑ اپنے کو محسوب کرتے تھے اور وہ مسلمین مطلق نفوس عالیہ پیغمبرؐ و ائمہؑ کے اہلبیت ہیں (دیکھو کتب اصول احادیث و تفاسیر) اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم اوّل المسلمین ہیں کسی مَلک یا نبی یا رسول کو یہ درجہ نصیب نہیں۔ اور اس اوّل المسلمین سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ اپنی امت میں آپ سب سے پہلے مسلمان ہیں جیسا کہ بعض جاہلوں کا خیال ہے کیونکہ اس معنی میں تو ہر ایک نبی اپنی امت میں پہلا مسلمان ہوتا ہے وہ کونسا نبی ہے جو اپنی اُمت کے بعد اسلام لایا ہو لہذا اس اول المسلمین سے اس کے معنے حقیقی مراد ہیں کہ سب سے پہلا وجود ہے جو خدا پر اسلام لایا۔ اور یہ درجہ اوّل مخلوق ہی کو نصیب ہو سکتا ہے۔ اوّل مخلوق وجود محمدیؐ ہے اس واسطے آپ کے ہی واسطے حکم ہوا کہ کہدو "امرت ان اکون اول المسلمین"۔ پس یہ امر (اُمِرتُ) میں امر تکلیفی نہیں کہ حضرت کو حکم دیا گیا تھا اور مکلف کئے گئے تھے بلکہ امر تکوینی ہے یعنی "اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ"۔ امر تکوینی اُس کا یہ ہے کہ جب اُس نے کسی چیز کا ارادہ کیا کہا کہ ہو جا پس وہ ہو گئی یعنی ارادہ الٰہی متعلق ہوتے ہی وہ شے فوراً ہو جاتی ہے۔ اور امر تکلیفی یہ ہوتا ہے کہ خدا بندوں کو حکم دیتا ہے کہ فلاں کام کرو۔ اور وہ مختار ہوتے ہیں خواہ بجا لائیں یا نہ لائیں چنانچہ اللہ تعالٰے سب سے عبادت چاہتا ہے۔ اور اُس کا ارادہ رکھتا ہے لیکن بعض کرتے اور بعض نہیں کرتے۔ لیکن امر تکوینی میں یہ بات ممکن نہیں کہ خدا کسی چیز کی تخلیق و تکوین کا ارادہ کرے اور وہ ہو نہ جائے۔ پس امرت ان اکون اول المسلمین کا یہ مطلب ہے۔ وقت تخلیق و تکوین مجکو اسلام عطا ہوا ہے اور اوّل مسلمین ہوں اسلام میری سرشت و فطرت و خلقت میں داخل ہے۔ یہ بھی خاصہ ختم نبوت سمجھے کہ خاتم النّبیین ہی اوّل المسلمین ہے اور جو کوئی اسلام لایا ہے آپ کے بعد اور آپ کے وسیلے سے۔ آپ اصل اسلام و عین ایمان ہیں۔ کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ اصلِ اسلام و عینِ ایمان تا عمر جیل سالگی دولت ایمان سے بے بہرہ محتاج تعلیم جبرئیلؑ تھا؟ "ان ذا المحال"÷

چنانچہ ایک حدیث میں آپؐ نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ سائل کے جواب میں کہ میں خاتم النّبیین افضل المرسلین اسو جہ سے ہوں کہ سب سے پہلے اسلام لایا ہوں۔ یعنی اوّل مخلوق و مصنوع باری و اول المسلمین ہوں اوّل مصنوع تمام مصنوعات سے افضل و اکمل و اقوٰی و اشرف و اعلٰے ہوتا ہے۔ پس منصب ختم نبوت کا سوائے وجود اوّلی کوئی مستحق نہیں اور نہ اور کوئی موجود اس کا متحمل ہو سکتا ہے ÷

بالجملہ مقام ختم نبوت مقام نبوت مطلقہ کلیہ ہے۔ اگرچہ ہر نبی نبی ہی پیدا ہوتا ہے۔ لیکن آپ اُس وقت نبی تھے جبکہ آدمؑ آب و گل ہی تھے۔ اُن کا پتلا بھی نہ بنا تھا یعنی ہر وقت اور ہر زمانے میں۔ کنت

نبیا وادم بین الماء والطین" میں نبی تھا اُس وقت جبکہ آدمؑ درمیان آب و گل تھے اور آب و گل مخلوط ہو کر ان کا پُتلا نہ بنا تھا۔ بعض جہّال کا یہ خیال ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ میں اُس وقت سے نبی ہونے والا تھا یا یہ خبر تھی کہ مجھے آئندہ نبی بنایا جائیگا۔ لیکن ادنےٰ تامل سے اس قول کی رکاکت و سخافت معلوم ہو سکتی ہے۔ ڈیڑھ دمڑی کی عقل کا آدمی بھی یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ چہ جائیکہ عاقل و عالم۔ کیونکہ اس معنے کی بنا پر حضرتؐ کے لئے کوئی خصوصیت نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک نبی یہی کہہ سکتا ہے کہ وہ اُسی وقت سے نبی ہونیوالا تھا اگر ایسا ہو تو آنحضرتؐ کو کوئی فضیلت اس کہنے سے حاصل نہیں ہو سکتی ہے اور کونسے فخر و مباہات کا مقام ہے حالانکہ جناب قدس نبویؐ فخریہ یہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ مرتبہ مجھ ہی کو حاصل ہے اور انبیاءؑ کو حاصل نہیں بعض علماء نے اس کی تصریح بھی کی ہے۔ (دیکھو خصائص کبریٰ) ؛

شیخ تقی الدین السبکی اپنی کتاب (التعظیم والمنہ فی لتومنن بہ ولتنصرنہ) میں فرماتے ہیں کہ اس آیہ میثاق نبیین میں نبیؐ کی وہ عظمت و توقیر و تعظیم و تکریم ہے جو کسی سے پوشیدہ نہیں اور علاوہ اس تعظیم و تکریم کے اس آیت سے ثابت ہے کہ انبیاءؑ اگر آنحضرتؐ کے زمانے میں موجود ہوتے تو آپ سب پر رسول ہوتے۔ پس آپ کی نبوت و رسالت عام ہے جمیع خلق کے لئے زمانۂ آدمؑ سے لیکر تا زمانہ قیامت اور تمام انبیاءؑ مع اپنی اُمتوں کے آنحضرتؐ کی اُمت میں داخل ہیں کافۃ الناس پر مبعوث ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اپنے زمانے سے تا روز قیامت سب لوگوں پر رسول ہیں بلکہ آپ سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں ان سب پر بھی رسول ہیں اور اسی سے حدیث مشہور "کنت نبیا وادم بین الروح والجسد" کے معنے واضح ہو جاتے ہیں کہ آپ اُس وقت سے نبی ہیں جبکہ آدمؑ پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ اور جن لوگوں نے اس حدیث کی یہ تفسیر کی ہے کہ مطلب یہ ہے کہ خدا کے علم میں آپ نبی ہونیوالے تھے وہ اس مطلب کو نہیں پہنچے۔ اس لئے کہ علم خدا تو تمام اشیاء پر محیط ہے۔ آپ کی کیا خصوصیت۔ جو کچھ ہونیوالا ہے سب کو خدا پہلے ہی سے جانتا ہے۔ اور آپ کا اس وقت نبوت سے متصف ہونا اس بات کو مقتضی ہے کہ آپ میں اُس وقت یہ وصف ثابت ہو اور اسیواسطے آدمؑ نے آپ کا نام عرش پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا تھا۔ پس ضرور یہ وصف نبوت و رسالت آپکے لئے اسی وقت ثابت تھا۔ اور خدا کے علم میں آپ کا نبی ہونا کچھ آپ کے ہی لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام انبیاءؑ کی نبوت کو خدا جانتا تھا اس وقت بھی اور اس سے پہلے بھی کہ وہ علیم ازلی ہے اور ضرور نبیؐ کیلئے اس کی خصوصیت ہونی چاہیئے جس کی وجہ سے آپ نے اپنی اُمت کو اس کی خبر

دی۔ کہ پہچانیں۔ کہ آپ کی عند اللہ کیا قدر و منزلت ہے اور اس معرفت کا فائدہ ان کو پہنچے۔ پس اگر یہ کہا جائے کہ نبوت ایک وصف ہے اور وصف کے لئے ضروری ہے کہ موصوف موجود ہو اور یہ بات چالیس سال کی عمر میں حاصل ہوئی۔ پس کیونکر وہ قبل وجود قبل ارسال نبی و رسول ہو گئے اور اگر یہ بات صحیح ہے تو یہ غیر پر بھی صادق آسکتی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ثابت ہے کہ ارواح کو خدا نے اجسام سے پہلے خلق کیا ہے۔ پس "کُنْتُ نَبِیًّا" سے آپ کی رُوح یا آپ کی حقیقت اصلیہ کی طرف اشارہ ہے اور حقائق کی معرفت سے ہماری عقول قاصر و عاجز ہیں۔ ان کو خدا جانتا ہے یا جس کو اُس نے خود عطا کیا ہے اور ان حقائق میں سے جس حقیقت کو خدا جو چاہتا ہے دیتا ہے۔ پس حقیقت نبیؐ کو قبل آدمؑ خدا نے نبوت عطا کر دی ہو اور وہ اس وقت نبی ہو گئے ہوں۔ پس حقیقت آپ کی اُس وقت موجود تھی اور متصف برسالت و نبوت تھی اگرچہ جسد شریف بعد میں دیا گیا۔ پس حقیقت آپ کی اُس وقت سے متصف بالنبوۃ تھی۔ اور وہ مقدم ہے اور مؤخر صرف بعثت و تبلیغ ہے (وہ بھی اس عالم میں) اور وہ تمام اوصاف جو منجانب اللہ بحیثیت اہلیت و استحقاق ذات و حقیقت پیغمبری تھے وہ سب اُس وقت حاصل تھے ان میں تاخیر نہیں۔ اور اسی طرح سے کتاب و حکم نبوت کا عطا کرنا اُسی وقت سے ہے۔ اور متاخر جو ہے وہ آپ کا وجود جسمانی اور ظہور ظاہری ہے۔ اور آپ کے علاوہ دیگر اس وقت متصف بوصف نبوت و رسالت نہ تھے۔ .... جب یہ پہچان لیا تو پس نبیؐ نبی الانبیاء سب نبیوں کا نبی ہے۔ اسی واسطے قیامت میں تمام انبیاء آپ کے علم کے نیچے ہوں گے اور شب معراج سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ انتہی موضح الحاجۃ۔ اور ہم عرض کر چکے ہیں کہ نبی اور اصل روح نبوتی ہی ہے نہ جسم۔ لہذا نبوت اِس عالم جسمانی پر موقوف نہیں آپ جس طرح علم و حکمت پر مفطور ہوئے تھے اسی طرح اسی وقت سے وصف نبوت سے بھی متصف تھے اور بحکم آیہ شریفہ آپ تمام عوالم پر نذیر ہیں نہ صرف بنی نوع انسان پر۔ اور نبوت آپ کی نبوت مطلقہ کلیہ ہے +

ولایت مطلقہ

تمام انبیاء خلیفہ خدا ہیں مگر آپ خلیفہ مطلق کہ سب خلفاء آپ کے ماتحت ہیں تمام انبیاء اولیاء اللہ ہیں مگر آپ ولی مطلق کہ جملہ اولیاء اللہ بلکہ جملہ مدبرات امر آپ کے تحت تصرف میں ہیں چنانچہ ولایت مطلقہ اولیہ ذاتیہ خداوند عالم خالق و صانع برحق کیواسطے ہے کہ فرماتا ہے۔ "اَللّٰہُ ھُوَ الْوَلِیُّ" (اللہ ہی ولی برحق و متصرف مطلق ہے) اور بعد ازان ولایت مطلقہ ثانیاً بالعرض آنحضرتؐ کیواسطے اور اُن کے اہلبیتؑ کیواسطے چنانچہ بطور حصر خدا فرماتا ہے "اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ" سو لفظ

اِس کے نہیں ہے کہ ولی تمہارا اللہ ہے اور اُس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ پس ولی مطلق تین ہیں۔ اللہ۔ رسولؐ اللہ اور اہلبیتؑ نبوت و رسالت۔ اور چونکہ ولی متصرف تین ہیں۔ اطاعت مطلق بھی تین ہی کیواسطے ہے۔ "اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ" اطاعت کرو خدا اور اطاعت کرو اُس کے رسول اور اولی الامر کی۔ پس اولی الامر وہ ولی اللہ مطلق ہے جس کی اطاعت مثل اطاعت پیغمبر واجب ہے اور اُس کا ترک کفر

تمام انبیاء کلمۃ اللہ ہیں۔ "وَکَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَا اِلٰی مَرْیَمَ الخ" حضرت عیسیٰ کی شان میں آیا ہے۔ مگر آپ کلمۃ علیاء الٰہی "کَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا" (اس بحث کو البرہان میں مفصل لکھ چکے ہیں تفصیل اس کی وہاں سے دیکھو) تمام امثال اللہ نمونہ صفات کمالیہ الٰہیہ ہیں۔ لیکن آپ نمونۂ بزرگ اور اعلیٰ "وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی" تمام انبیاء اپنی اُمت کے لئے رحمت خدا ہیں۔ مگر آپ کا وجود رحمت للعالمین "وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ" تمام انبیاء مرسلین اپنی اُمت پر نذیر ہوئے ہیں۔ مگر آپ تمام عالم پر نذیر ہیں۔ "لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا" تمام مرسلین ایک قوم ایک ملک پر مبعوث ہوئے تھے اور آپ جنس ناس پر مبعوث۔ حتیٰ کہ آدمؑ بھی اس میں داخل۔ "وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّةً لِّلنَّاسِ"
تمہیں تمام عالم یعنی ماسوی اللہ پر (کما بیّناہ آنفاً) ✣

معنیٔ شہید

جملہ انبیاء مرسلین اپنی امت پر شہید ہوتے ہیں۔ چنانچہ عیسیٰ کی زبانی ہے۔ "کُنْتُ شَهِیْدًا عَلَیْهِمْ مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ" جب تک میں اپنی امت میں رہا ان پر شہید رہا۔ لیکن ہمارے مولا و آقا سید المرسلین و خاتم النبیین و اوّل المسلمین تمام پر شہید یعنی تمام انبیاء پر بھی شہید ہیں اور ہونا چاہئے۔ کیونکہ نذیر للعالمین و رحمت للعالمین ہیں۔ اس کی خداوند عالم خبر دیتا ہے۔ "فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا" اے پیغمبر اس دن لوگوں کا کیسا حال ہوگا۔ جبکہ ہم ہر اُمت کے شہید کو بلائیں گے اور تجھ کو اے حبیب سارے شہیدوں پر شہید لائیں گے۔ پس یہ بھی صفت ختم نبوت ہے کہ حضرتؐ گو عالم ظاہری میں حضرت آدمؑ کے بعد میں آئے ہیں اور آپ کی اولاد میں ہیں۔ لیکن اُن پر شہید ہیں۔ "آدم و من دونه تحت لوائی یوم القیامة" سب آپ کے ماتحت ہوں گے۔ اور آپ سب پر شہید۔ "ونعم ما قال" ؎

انی وان کنت ابن آدم صورۃ فلی فیہ معنیً شاہد بابوّتی

شہید و شاہد میں فرق ہے۔ شاہد اسم فاعل ہے اور شہید صفت مشبہ جو دلالت کرتی ہے ثبوت و قیام صفت پر۔ پس شاہد تو وہ ہے جو کسی واقعہ کے وقوع کی شہادت دے۔ یعنی اُس کے وقوع سے

واقف ہو خواہ خود مشاہدہ کیا ہو یا اُس کو کسی اور ذریعہ سے علم ہو گیا ہو۔ جیسا کہ "مَا شَهِدْنَا إِلَّا بِمَا عَلِمْنَا" قولِ برادرانِ یوسفؑ ہے کہ ہم نے نہیں شہادت دی مگر وہی جس کا ہم کو علم ہوا تھا۔ اور شہید وہ ہے جو اس پر حاضر و ناظر ہو۔ چنانچہ اثباتِ زنا میں چار شاہدوں کی شہادت کافی نہیں یعنی علمی سماعی شہادت سے زنا ثابت نہیں بلکہ شہید چاہئیں جو واقعہ پر حاضر ہوں۔ اور انہوں نے آلہ مرد کو فرجِ عورت میں داخل ہوتے اور نکلتے اِس طرح دیکھا ہو جیسے سلائی سُرمہ دانی میں۔ چنانچہ قرآن میں شُهَدَاء ہی آیا ہے جو شہید کی جمع ہے اور شاہد کی جمع شہود آتی ہے "وَلَوْلَا جَاءُوْا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ" جب تک چار شہید نہ شہادت دیں زنا ثابت نہیں ہو سکتا۔ سبحان اللہ کیا رحمت خدا ہے۔ کیسا ستار العیوب ہے۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ"۔ اسی واسطے شہید ہونا اول بالذات صفت خالقِ عالم ہے۔ کہ وہ ہر جگہ اور ہر چیز پر حاضر و ناظر ہے۔ کوئی چیز خواہ کہیں ہو۔ ظاہر ہو یا پوشیدہ۔ غیب میں ہو یا شہود میں۔ تاریکی میں ہو یا روشنی میں۔ اُس سے چھپی ہوئی نہیں۔ اور ثانیاً و بالعرض پیغمبرؑ کی صفت ہے اور ہر پیغمبر اپنی اُمت پر شہید ہوتا ہے اور اُن کے اعمال و افعال پر حاضر و ناظر۔ اور اسی واسطے وہ اُن کے اعمال و افعال کی روزِ قیامت شہادت دیگا اور شہید ہو کر آئیگا۔ "وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَّشَهِيْدٌ" (ہر ایک نفس کے ساتھ اُس کو کھینچنے والا (عمل) اور اُس کا شاہد بھی ہوگا) اور ہمارے پیغمبرؐ تمام انبیاء پر شہید ہیں۔ اور سب لوگوں کے اعمال و افعال پر حاضر و ناظر ہیں اُن کو دیکھتے ہیں۔ چنانچہ اس آیت میں اسی مضمون کی تصریح و توضیح ہے: "وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ"۔ کہدو اے پیغمبرؐ کہ عمل کرو پس ہمیشہ دیکھتا ہے خدا تمہارے اعمال کو اور اُس کا رسولؐ اور ایک گروہ مومنین اور تم پھر لوٹائے جاؤ گے خداوند عالم الغیب و الشہادۃ کی طرف پس وہ خبر دیگا تم کو جو کچھ کہ تم نے کیا ہے" پس اوّل و بالذات اعمالِ عباد کو دیکھنے والا خداوند عالم ہے اور ثانیاً و بالعرض اُس کا پیغمبرؐ اور وہ گروہ مومنین جو مثلِ پیغمبرؐ شہید ہیں یعنی امت وسط "وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا" اسی طرح سے مثل انبیاءؑ ہم نے تم کو وسط یعنی عین اعتدالِ خَلقی و خُلقی و ذاتی و صفاتی میں پیدا کیا ہے تاکہ تم تمام لوگوں کے اعمال پر شہید رہو اور رسولؐ تم پر شہید ہو۔ اور یہ اُمتِ وسط جو مثلِ پیغمبرؐ شہید ہے وہی اولیاء اللہ مطلق و اولی الامر برحق یعنی اہلبیتِ نبوت و رسالت ہیں۔ بہرحال ایک خاصہ ختمِ نبوت یہ ہے کہ خاتم النبیینؐ سب پر شہید ہے اور سب کے اعمال کو دیکھتا ہے اور شہید کے لئے خواب و بیداری مساوی ہے جس طرح بیداری میں شہید ہوتا ہے اسی طرح سونے کی حالت میں بھی

شہید ہوتا ہے اگر ایسا نہ ہو تو وہ شہید ہی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ اگر ایسا ہو تو سونے کی حالت میں جو اعمال عباد سے سرزد ہونگے اُن کی اُس کو کچھ خبر نہ ہو گی اور وہ اُن کی بابت کچھ شہادت نہ دے سکیگا پس شہید ہونا اس مطلب پر اَور بھی بہت سی آیات دال ہیں۔ اور بعض احادیث میں بھی اس کی تصریح موجود ہے چنانچہ ام المومنین عائشہؓ سے منقول ہے (بخاری) کہ حضرت خواب سے بیدار ہو کر فوراً بلا تجدید وضو نماز میں مشغول ہو گئے۔ اُم المومنین نے اعتراض کیا۔ جواب میں فرمایا۔ "تَنَامُ عَيْنِيْ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ"۔ میری آنکھ سوتی ہے میرا دل نہیں سوتا یعنی میرے اوپر غفلت طاری نہیں ہوتی کہ ہم دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جائیں۔ اعمال عباد کی خبر نہ رہے۔ اسی لئے آپ میں یہ بھی خاصہ تھا کہ آپ پیچھے سے اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح آگے سے۔ چنانچہ مروی ہے۔ (بخاری) کہ فرمایا تَسَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ وَلَا تَسْبِقُوْنِيْ بِالرُّكُوْعِ فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِنْ خَلْفِيْ كَمَا اَرَاكُمْ مِنْ قُدَّامِيْ۔ جماعت کے بعض لوگ رکوع میں آپ سے پہلے چلے جاتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ اپنی صفوں کو درست کرو اور رکوع میں مجھ پر سبقت نہ کرو۔ کیونکہ میں پیچھے سے بھی ایسے دیکھتا ہوں جس طرح کہ آگے سے! ور عرض کر چکے ہیں کہ روحِ قدس نبوتی پر سہو و نسیان و غفلت و ذہول طاری نہیں ہوتے۔ اگر یہ وصف نہ ہو تو ہرگز شہید نہ ہوں۔ بہر حال پیغمبر اعمال عباد کو دیکھتا ہے اور اُن پر احاطہ رکھتا ہے! ور سب اُسکے سامنے روشن و ہویدا اور اسی طرح اُس کے اہلبیتؑ۔ کہ فرماتے ہیں لَا يَعْزُبُ عَنَّا شَيْءٌ ہم سے کچھ پوشیدہ نہیں اور اس رویت سے رویت مجازی ہرگز مراد نہیں! ور بطور استعارہ نہیں کہا گیا۔ کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر کہنا پڑیگا کہ خدا بھی اعمال عباد کو نہیں دیکھتا ہے۔ کیونکہ آیہ مبارکہ فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ میں لفظ رویت مکرر استعمال نہیں ہوا۔ جو اختلاف معنی پر دلالت کرے البتہ تقدم اللہ و نیز تقدم معمول رویت دلالت کرتا ہے کہ خدا بالذات حاضر و ناظر ہے اور اعمال کو دیکھتا ہے اور پیغمبر ثانیاً و بالعرض خدا کے ذریعہ سے اور اُس کی دی ہوئی قوت سے رہا یہ امر کہ پیغمبر و امام کس طرح تمام اعمال عباد کو دیکھتے ہیں اور اُس کی کیفیت واقعیہ کا ادراک یہ ہماری طاقت سے باہر ہے۔ ہر ایک شے اپنے ماتحت یا مساوی کو احاطہ و ادراک کر سکتی ہے نہ مافوق کو۔ پس ہم جبکہ اپنے نفس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے تو روح نبوتی کے ادراک و احساس کی کیفیت کیونکر معلوم کر سکتے ہیں خصوصاً مقام ختم نبوت جس پر کسی ممکن کو احاطہ ممکن نہیں وہ کیسے ہمارے حیطۂ ادراک و احساس میں آ سکتا ہے جو آنکھ عرش اعظم الٰہی پر تجلیات انوار الٰہیہ سے خیرہ نہ ہو اور اُن کی حقیقت کو دیکھ لے اُس کی قوت کا ہم کیا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ سدرۃ المنتہیٰ منتہائے ترقی ممکنات ہے علماً و عملاً اور اس سے فوق جبکہ انوار الٰہیہ اُس کو احاطہ کئے ہوئے چشم پیغمبری نے دیکھا تو ظاہر ہے تمام عالم امکان اُسکے تحت ہے یقیناً اس پر احاطہ کر سکتا ہے اور وہ اول مخلوق ہے اور اول مخلوق قوی تر ہوتا ہے جمیع مخلوقات سے لہٰذا اس میں تعجب کرنا جہالت ہے اور اُس سے انکار ضلالت۔ قیاس کو یہاں

دخل نہیں کہ کہا جائے پیغمبر جو پیچھے سے دیکھتا ہے تو شاید ایک تیسری آنکھ اُس کی گُدی میں لگی ہوئی ہوگی۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ نور ہے "قَدْ جَآءَكُم مِّنَ ٱللَّهِ نُورٌ وَكِتَٰبٌ مُّبِينٌ" تحقیق تمہاری پاس من جانب اللہ ایک نور آیا ہے اور کتاب روشن۔ روح اس کی عین نور بلکہ حقیقت علیہ نوریہ ہے اور جسم اس کا نورانی اس کے تمام جسم میں وہی قوت نورانی موجود ہے جو انسان کی آنکھ کے پردہ جلیدیہ میں ہوتی ہے جس سے وہ دیکھتا ہے۔ بلکہ وہ نورِ عالم ہے عالم امکان اُس سے روشن ہے "یَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى ٱللَّهِ بِإِذْنِهِۦ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا" وہ شمع ہدایت و آفتاب عالم امکان ہے سب چیزیں اُس سے روشن ہیں اس نور کی حقیقت معلوم کرنیکے لئے پڑھئے آیہ نور اور اُس میں تدبر کیجیے۔ یہ نور جس وقت مقام ظہور میں آئیگا اُس وقت دیکھئے کہ آفتاب و ماہتاب کی روشنی بیکار ہوجائیگی یعنی زمانہ ظہور امام زمان عجل اللہ فرجہ "وَأَشْرَقَتِ ٱلْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا" زمین رب الارض کے نور سے روشن ہوجائیگی کہ کہیں تاریکی باقی نہ رہے گی افسوس ہے کہ یہ مقام اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں رکھتا ورنہ ابھی بہت کچھ لکھنا تھا۔ اور تمام عمر بھی اگر انسان لکھے جائے تو مقام ختم نبوت کو کیا بیان کرسکتا۔ یہ احاطہ عقول سے بالا ہے۔ بہت اچھا کہا ہے شاعر نے خدا رحمت کرے۔ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

پس ہم اسی پر ختم کرتے ہیں کہ اس وجود اقدس و اکرم سے افضل و اکمل و اشرف و اقوے و اعلے کوئی وجود نہیں۔ تمام قوتیں اسکے تحت ہیں بقاء ہر موجود ملکوت پر ہے اور وہ ہی باطنِ کون ہے اور خدا فرماتا ہے۔ "وَبِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ" بیدہ میں ہر شے کا ملکوت ہے" اور آیہ مبایعت "إِنَّ ٱلَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ ٱللَّهَ يَدُ ٱللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ" سے ثابت ہے کہ ید اللہ پیغمبر ہے پس ملکوت جمیع اشیاء اسکے تحت اور قبضے میں ہیں وہ ہی مرکز ہے تمام ملکوت کا۔ اسلئے کوئی شے اس پر غالب و مؤثر نہیں ہوسکتی۔ وہ فرش سے عرش تک چشم زدن میں جاسکتا ہے نہ آتش اس پر غالب آسکتی ہے نہ ہوا اور نہ برودت و حرارت کیونکہ سب کا مخزن وہ ہے۔ وہ روح مجسد و جسم مروح نور علی نور ہے "یھدی اللہ لنورہ من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شیٍٔ علیم"

وصلی اللہ علی سیدنا و نبینا محمد و آلہ الطیبین الطاہرین الھداۃ المعصومین والحمد للہ رب العالمین

امامت مطلقہ

امامت صغریٰ و کبریٰ

امام مشتق ہے (اَمَّ یَاُمُّ) سے پس امام از روئے لغت "مَنْ يُؤْتَمُّ بِهِ" یعنی پیشرو پیشوا جس کی پیروی و اقتداء کی جائے امامت کی دو قسمیں ہیں ایک امامت صغریٰ دوسری امامت کبریٰ صاحب امامت صغریٰ امام جمعہ و جماعت کہلاتا ہے جس کو ہم عام طور پر پیش نماز یا پیش امام

کہتے ہیں لیکن یہ امام پیشوائے دین و دنیا نہیں ہے۔ پیشوائے دین صاحب امامت کبریٰ ہے جس کی بحث یہاں مقصود ہے اور وہ وہ ہے جس کی لوگ امور دین میں پیروی کریں پس ہر فرقے اور ہر شخص کا امام اُس کا وہ پیشوا ہے جس کی وہ پیروی و اقتداء کرتا ہے۔ خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر۔ اور ایسا امام یعنی پیشوا ہر ایک فرقہ اور ہر ایک شخص رکھتا ہے اور اُس فرقے یا شخص کے اعمال اس کی طرف منتہی ہوتے ہیں پس اُسی امام کے ساتھ اُس کا حشر و نشر ہوگا اور ہر شخص روز قیامت اپنے پیشوا کے ساتھ بلایا جائیگا۔ "یَوْمَ نَدْعُوْ کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ" (جس دن ہر شخص کو ہم اُس کے امام کے ساتھ بلائینگے) پس جہاں جس کا امام جائیگا وہ لوگ بھی جائینگے اگر وہ امام سچا ہے تو داخل بہشت ہوگا اور اُسکے ساتھ اُسکے مقتدی اور جھوٹا ہے تو داخل جہنم ہوگا اور اُسکے ہمراہ اُسکے پیرو۔ "ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم" (نیکوں کی جگہ بہشت ہے اور فاسق و فاجروں کی جہنم) پس امام حق و پیشوائے برحق وہ ہے جو بحکم خدا و ہدایت الٰہی بندگان خدا کو اُسکے رستے کی طرف بلاتا ہے اور من جانب اللہ اس غرض کے لئے آتا ہے۔ خدا کا حکم پہنچاتا ہے اور اپنی رائے کو کسی امر میں دخل نہیں دیتا۔ اور امام باطل و جھوٹا پیشوا وہ ہے جس کو خدا نے اس کام کے لئے پیدا نہیں کیا۔ وہ خود ایک مسند پر بیٹھ گیا ہے لوگوں کو گرد جمع کر لیا اور مرید بنا لئے ایک مجمع یا جماعت نے اُسکو مان لیا ہے اور جو کچھ اُسکے دل میں آتا ہے لوگوں سے کرواتا ہے اور اُس کی غرض محض تحصیل عز و جاہ دنیا و دولت و ثروت ہوتی ہے یہی ایسا پیشوا و امام ہے جو اپنے پیروؤں کو جہنم کی طرف لئے جاتا ہے اور چونکہ اس کی بازگشت جہنم ہے اسلئے اسکے مقتدی جنہوں نے اسکے اقوال و افعال کی اقتدا کی ہے اور اُسکے قدم بقدم چلے ہیں۔ وہ بھی جہنمی ہونگے۔

امام حق و امام باطل

اُن دو قسم کے اماموں کا قرآن میں ذکر ہے۔ یعنی ایک امام ہادی برحق دوسرا امام مضل مطلق۔ چنانچہ خداوند عالم قسم اول کے اماموں کی نسبت فرماتا ہے وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَیْنَا اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَاءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عَابِدِیْنَ۔ (سورہ انبیاء ع ۵) اور ہم نے اُن کو امام بنایا ہے وہ ہمارے امر و حکم کے موافق ہدایت کرتے ہیں اور ہم نے اُن کو تمام افعال خیر کے بجا لانے اور نماز کو قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنیکی وحی کی ہے وہ ہماری عبادت کرتے تھے۔ غیر خدا کے آگے سجدہ کو سر نہیں جھکایا۔ نیز (سورہ سجدہ ع ۳) میں فرماتا ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ۔ یعنی اور بعض کو ہم نے اُن میں سے امام بنایا ہے کہ وہ ہمارے امر سے ہدایت کرتے ہیں جبکہ انہوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے شک کرنے والے نہ تھے۔ پس یہ امام حق ہیں اور انکی صفت یہ ہے کہ یہ من جانب اللہ ہیں اور اُسی کے حکم سے ہدایت کرتے ہیں

اور اُن کو افعال خیر اور اقامہ صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ کی وحی کی گئی ہے پس اس وحی کے مطابق لوگوں کو یہ امور تعلیم دیتے ہیں۔ اور وحی شرط امامت ہے اور ایک صفت اُن کی صبر ہے۔ کہ یہ صابر ہیں کیسی ہی اُن کو تکلیف ہو کیسی ہی مصیبت پڑے ان کا قدم صبر و استقلال کبھی نہیں ڈگمگاتا اور جب تک حکم خدا نہ ہو کچھ نہیں کرتے۔ اگر بولنے اور ظاہر کرنے کا حکم تمام عمر نہ ہو تو ہمیشہ خاموش رہینگے اور صبر کرینگے بولینگے تو حکم خدا سے خاموش رہینگے تو امر الٰہی سے۔ لڑینگے تو باذن خدا اور جنگ سے باز رہینگے تو بامر خدا اور یہ صفت انبیاء علیہم السلام کی ہے چنانچہ سورہ انبیاء کی آیت صریح انبیاء علیہ السلام ہی کے باب میں ہے: وہم انہی کی طرف راجع ہے یعنی حضرت اسحٰق و یعقوب وغیرھما۔ دوسری قسم کے امام یعنی امام مضل یہ ہیں۔ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ لَا يُنْصَرُونَ (سورہ قصص ع ۴) ہم نے انکو امام بنایا ہے کہ وہ آتش جہنم کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں اور روز قیامت اُن کی نصرت و یاری نہ کیجائیگی۔ پہلی آیت اولیہ میں جعل جعل اولی ہے اور اس آیت میں جعل ثانوی۔ یہ اُنکے عملوں کا نتیجہ ہے اور چونکہ مؤثر حقیقی خدا ہے اسلئے اپنی طرف نسبت دی مثلاً ختم اللہ علیٰ قلوبھم فافہم ولا تغفل) پس یہ وہ امام ہیں جو خلاف حکم خدا دعوی دیتے ہیں اور اپنی لالے پر عمل کرتے ہیں نہ امر الٰہی پر کیونکہ امر الٰہی انکو نہیں پہنچا اور وحی نہیں کی گئی یہ وہی لوگ ہیں جو خود بخود امام بن بیٹھے ہیں اور کسی مسند یا گدی کے مالک ہو گئے اور مرید اکٹھے کر لئے۔ یا کسی مجمع نے بنالیا غرض امام برحق وہ ہی ہے جو بحکم الٰہی ہدایت کرتا ہے اور مطابق وحی الٰہی لوگوں کو احکام پہنچاتا ہے۔ اور صبر اُس کی صفت خاص ہے اور وحی شرط۔

امامت جزئیہ و کلیہ

پھر یہ امامت بھی دو قسم کی ہے جزئیہ و کلیہ مطلقہ۔ انبیاء و مرسلین علیہم السلام اپنی اپنی امت کے امام و پیشوا ہیں جیسا کہ آیت مذکورۃ الصدر سے ثابت ہے مگر یہ تمام لوگوں پر امام نہیں تھے۔ جناب شجرۃ الانبیاء ابراہیم خلیل اللہ سے ایک اور امامت خاصہ شروع ہوئی۔ اور یہ امامت اونکو بعد طے کرنے مراتب نبوت۔ رسالت و خلت اور امتحان الٰہی میں کامیاب ہو جانیکے عطا ہوئی چنانچہ خدا خبر دیتا ہے۔ اِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ یعنی جب ابراہیم سے پروردگار نے کچھ کلمات وجودیہ سے اُن کا امتحان لیا اور اُنہوں نے اُن کلمات کو پورا کر دیا اور کامیاب ہو گئے تو خدا نے کہا تحقیق کہ میں تجھ کو تمام لوگوں کا امام و پیشوا بنانے والا ہوں۔ یہاں بالناس فرماتا ہے اور ناس" اسم جنس ہے۔ شامل ہے تمام افراد قلیل و کثیر کو اور پھر الف لام تعریف بھی داخل ہے جو عموم و شمول پر دال ہے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ تمام جنس ناس یعنی تمام بنی آدم کا امام بنانے والا ہوں پس امامت عام ہوئی خاص ایک قوم یا ایک امت کے لئے نہ ہوئی۔ اور حضرت ابراہیمؑ

تمام لوگوں کے امام ہوئے۔

بلحاظ مراتب علمیہ یہ امامت حضرت ابراہیمؑ کو کب حاصل ہوئی؟ جبکہ وہ مراتب علمیہ میں مقام اسماء و مسمیات و مفاہیم و معانی سے گذر کر مقام حقایق و بواطن پر فائز ہو گئے۔ یعنی اُن کو ملکوت زمین و آسمان دکھا دی گئیں جیسا کہ مذکور ہوا۔ وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ پس معلوم ہوا کہ یہ امامت بلا اطلاع و احاطہ بر حقایق اشیاء حاصل نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس امام کا حقایق و ذوات عالم سے تعلق ہوتا ہے۔ روایات صحیحہ میں مذکور ہے۔ اور آیات شہادت دیتی ہیں کہ جس وقت خانہ کعبہ کو حضرت خلیل اللہؑ مکمل کر چکے تو حکم الٰہی پہنچا۔ وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۔ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ (سورہ حج ع) اے ابراہیم پاک کر دے میرے گھر کو طواف کرنے والوں اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود بجا لانے والوں کیلئے اور آواز دے تمام لوگوں کو حج کے لئے وہ آئینگے تیرے پاس پیادہ اور لاغر سواریوں پر سوار ہو کر جو ہر ایک بہت دور دراز زمین سے آئینگے یعنی دور دور سے لوگ یہاں آئینگے۔ اس آیت میں بھی النَّاس آیا ہے تمام جنس بشر و نبع بنی آدم کو آواز دے کہ وہ حج بیت اللہ کو آئیں۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ یہ آواز تمام لوگوں کو مکہ معظمہ میں حضرت ابراہیمؑ نے کسی طرح دی اور کس کو بلایا وہاں تو کوئی آبادی نہ تھی صرف آپ ہی حضرت اسمٰعیل اور حضرت ہاجرہ اُن کی والدہ کو لیکر یہاں آئے تھے اور انکو یہاں سکونت پذیر کیا تھا جیسا کہ آپ فرماتے ہیں رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ (سورہ ابراہیم ع) اے پروردگار میں نے اپنی بعض ذریت (اشارہ ہے اسمٰعیل کی طرف) کو یہاں بے زراعت وادی میں تیرے خانہ محترم کے پاس مقیم کیا ہے۔ اے پروردگار اسلئے کہ وہ نماز کو قائم کریں۔ پس کچھ لوگوں کے دل انکی طرف مائل کر اور انکو ثمرات عطا کر تاکہ وہ تیرا شکریہ بجا لائیں۔ پھر آواز کس کو دی؟ آواز دی اور تمام لوگوں نے سُنی تمام ارواح نے سُنی۔ نطفوں نے شکمہائے مادر میں سُنی اور لکھا ہے بلکہ نطفوں اور ارواح نے عالم برزخی و ذری میں سُنی جس نے یا جسکی روح نے آواز ابراہیمؑ پر لبیک کہا اور قبول کیا وہ ہی حج کو جاتا ہے اور جس نے لبیک نہیں کہا وہ نہیں جا سکتا اور اسی واسطے حکم ہے کہ حاجی جب احرام باندھکر حج کیواسطے روانہ ہوں تو لبیک لبیک اللّٰھم لبیک کہیں۔ یہ ہے آواز امام۔ اگر آواز امام کی اور توضیح سُننی ہے تو ملاحظہ ہو استغاثہ امام روز عاشورا اور ابکاء ذرات عالم امکان کا انقلاب و اضطراب جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس امام کو تمام عالم امکان سے تعلق تھا۔ بلکہ وہ روح و قلب عالم ہے اور جب تک کہ احاطہ و اطلاع بر حقایق و ملکو

اشیاء پیدا نہ ہوا امام نہیں ہوتا۔ اور یہی وہ امامت ہے جو افضل ہے نبوت و رسالت سے۔ اور بعد نبوت و رسالت و خلت جناب ابراہیمؑ کو حاصل ہوئی۔ اور یہ امامت ہے جو اور انبیاءؑ کو حاصل نہ تھی اسلئے شجرۃ الانبیاء جناب ابراہیمؑ دیگر تمام انبیاء سابقین سے افضل ہیں حضرت ابراہیمؑ کا یہ مرتبہ اور یہ دولت و نعمت عظمیٰ الٰہیہ انہی تک محدود نہ رہی بلکہ آپ نے خواہش کی ہے کہ یہ سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ آپ کی نسل میں قائم و باقی رہے اور آپ کی ذریت میں سے بھی امام ہوں۔ چنانچہ جب یہ بشارت آپ کو دی گئی کہ "اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا" (میں تجھ کو سب کا امام بنانے والا ہوں) تو فوراً آپ نے عرض کیا "وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ" یعنی اے پروردگار کیا میری ذریت میں سے بھی بعض نفوس اسکے مستحق ہونگے؟ جواب ملا "لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ" یہ عہد امامت ظالمین کو نہیں پہنچ سکتا۔ محقق ہے کہ ظلم گناہ کو کہتے ہیں اور ہر ایک گناہ ظلم ہے خواہ اپنے نفس پر ہو یا غیر پر۔ کیونکہ ظلم کے معنی "وَضْعُ الشَّيْءِ فِيْ غَيْرِ مَوْضِعِهٖ" کسی شے کو اسکے خلاف جگہ میں رکھنا اور کرنا پس ہر گناہ ظلم ہے۔ اور شرک چونکہ سب سے بڑا گناہ ہے اس لئے وہ سب سے بڑا ظلم ہے۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے "اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ" بتحقیق کہ شرک بہت بڑا گناہ ہے۔ لہذا ظالمین مشرکین، کافرین منافقین اور فاسقین و فاجرین ہوئے۔ اور مطلب جواب الٰہی کا یہ ہے کہ اے ابراہیمؑ بیشک تمہاری ذریت کے واسطے بھی یہ مرتبہ امامت ہے لیکن سب کے لئے نہیں بلکہ اُن لوگوں کے واسطے ہے جو نہ مشرک ہوں نہ کافر نہ منافق اور نہ فاسق و فاجر کسی قسم کا ظلم یعنی گناہ نہ کیا ہو۔

عہد امامت کی تصریح

لفظ عہد فرما کر چند عظیم الشان امور کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور اسی واسطے یہ نہیں فرمایا کہ امامت ظالموں کو نہ ملیگی یا ظالم امام نہ ہونگے بلکہ فرمایا کہ یہ میرا عہد (امامت) ظالمین کو نہ پہنچے گا۔ پس ایک امر تو یہ ہے یہ امامت عہد ہے۔ اور اسکے مستحق خاص معہود و معین اشخاص ہیں جو ہمیشہ سے معہود بعہد الٰہی ہیں۔ نہ یہ شوریٰ سے کسی کو مل سکتا ہے نہ اجماع سے نہ غلبہ سے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ ظالمین کے معنی کیطرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اسکے مستحق گنہگار نہیں ہیں بلکہ وہ معصوم ہیں۔ جیسا کہ معنی عہد الٰہی ولالت کرتے ہیں۔ خدا فرماتا ہے۔ "اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يَا بَنِيْ آدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ" یعنی اے بنی آدم کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا ہے کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا؟ لہذا ثابت ہوا کہ جو کسی معمولی سی بات اور چھوٹے سے امر میں بھی شیطان کی پیروی کرے وہ عہد الٰہی سے خارج ہے۔ وہ عہد پر قائم نہیں رہا۔ پورے طور پر عہد پر قائم وہ شخص ہے جو ہر ایک گناہ سے محفوظ یعنی معصوم مطلق ہو۔ پس صاحبان عہد امامت بنص آیات قرآن معصوم مطلق ہیں جن سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہ ہوا ہو بلکہ گناہ کا ارادہ بھی نہ کیا ہو کیونکہ ارادہ قبیح بھی قبیح ہے۔ بلکہ اگر درحقیقت شیطان کی پیروی

دکی ہو مگر بظاہر ایسا ہو تب بھی وہ کامل پابند عہد الٰہی نہیں جیسا کہ آدم کہ اُن سے ترک اولیٰ سرزد ہو گیا تھا تو خدا نے اُن کی نسبت فرمایا۔ وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا۔ یعنی اے بنی آدم تم سے پہلے ہم نے آدم سے عہد لیا تھا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اس سے ہوشیار رہنا پس انہوں نے اس کو ترک کیا اور ہم نے اُسکے لئے عزم نہ پایا یعنی آدم قائم تو رہے عہد پر مگر عزم بالجزم کے ساتھ نہیں ترک اولیٰ اُن سے ہُوا اگرچہ گنہگار نہ ہوئے۔ اور اسی وجہ سے آدم انبیاء اولوالعزم میں داخل نہیں ہیں۔ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا۔ یہی لوگ مطلق عہد الٰہی کے مالک و وارث ہیں روز قیامت میں شفاعت مطلقہ کے مالک ہونگے اور شفعاء کی شفاعت باذن اللہ اور جزئی ہوگی اور یہ مالک شفاعت ہونگے یعنی جب تک اپنے دوستوں کی شفاعت نہ فرمائیں دوسرے شفیعوں کو اُس وقت تک اذن شفاعت من جانب اللہ عطا نہ ہوگا۔ (قال عزّ من قائلہ) لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا۔ یعنی اُس دن مالک شفاعت نہ ہونگے مگر وہ لوگ جنہوں نے عہد الٰہی لے لیا ہے۔ پس اس عہد کے مستحق اور امامت ابراہیمی کے وارث اُن کی [illegible] بیت کے معصومین مطلق ہیں اور وہ ہی شفعاء یوم الدین ہیں عَلَيْهِمُ الصَّلَوٰةُ وَالسَّلَامُ تیسرا امر عہد میں یہ ہے کہ جو کچھ کرینگے بعہد الٰہی کرینگے نہ اپنی طرف اور اپنے رائے سے۔ چنانچہ احادیث میں آیا ہے۔ لا یفعلون شیئاً الا بعھد معھود من اللہ تعالیٰ الخ (وما یشاؤن الا ان یشاء اللہ) اور یہی معنی اوحینا الیھم فعل الخیرات کے بھی ہیں:۔

تعریف امامت

نیز اس امامت ابراہیمی سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں اول حضرت ابراہیمؑ اُن لوگوں پر امام قرار دیئے گئے جو ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے بلکہ عالم دہری برزخی و عالم ارواح ہی میں تھے اور انکے زمانے میں پیدا ہونے والے بھی نہ تھے تا روز قیامت جس قدر پیدا ہونے والے تھے سب پر امام بنائے گئے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ تقدم فی الوجود امام کے لئے ضروری ہے۔ دوم یہ کہ آپ کو بواطن زمین و آسمان کا علم دیا گیا علم موہبتی لدنی۔ وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ جب امام بنائے گئے۔ لہٰذا امام کے لئے جمیع ماموین پر احاطہ علمی ضروری ہے نہ ظواہر بلکہ بواطن و حقائق پر۔ سوم یہ کہ جب ابراہیمؑ نے جنس ناس کو حج بیت اللہ کیلئے آواز دی تو تمام جنس ناس کو آپ کی آواز پہنچی اور نطفوں نے عالم برزخی دہری میں سُنی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ امام کی قدرت کا تعلق جمیع ماموین سے ہوتا ہے۔ سب کو دیکھتا اور سب کی سنتا ہے۔ ریاست عامہ مطلقہ رکھتا ہے۔ چہارم اس سے ظاہر ہے محض قدرت بلکہ قدرت مع التاثیر یعنی کلی تصرف ہے کہ حضرت کی آواز تمام ناس کو پہنچی اور پھر قبول

ؔ حضرت آدمؑ کی عصمت کی بحث کتاب تحفۃ الانبیاء ترجمہ تنزیہ الانبیاء میں مفصل لکھی گئی ہے اگر ضرورت ہو تو وہاں سے دیکھی جائے۔

کرنے والوں نے فوراً اس پر لبیک کہا اور وہ حج کو جاتے ہیں۔ لہٰذا قدرت کے ساتھ حکم بھی ضروری ہوا۔ پس بنابریں تعریف امامت یہ ہوگی۔ "الامامۃ ریاسۃ عامۃ من حیث التقدم والعلم والقدرۃ والحکم" یعنی امامت ریاست عامہ ہے بلحاظ تقدم فی الوجود کہ امام ماموین سے پہلے ہو اور باعتبار علم کے کہ سب پر احاطہ علمی رکھتا ہو اور بلحاظ قدرت کہ سب پر تصرف کرنے پر قادر ہو اور بلحاظ حکم کہ صاحب حکم بھی ہو یعنی کبھی اس قدرت کا ظہور بھی ہو۔ اگر یہ صفتیں اور چار فصلیں نہ پائی جائیں وہ امام نہیں یعنی اگر ان میں سے ایک بھی نہ ہو تو امامت ناقص ہے۔

پس علماء نے جو امامت کی یہ تعریف کی ہے۔ "الامامۃ ریاسۃ عامۃ فی امور الدین والدنیا نیابۃ عن النبی" اس کی فصل ناقص بلکہ نافی امامت ہے۔ کیونکہ اس میں نیابت نبی کی قید لگائی ہے اسلئے جو امام نائب نبی نہیں ہیں مثل حضرت ابراہیم و حضرت اسحٰق وغیرہما جیسا کہ آیات میں مذکور ہوا وہ اس تعریف امامت سے خارج ہو جائینگے۔

اگر یہ کہا جائے کہ اس تعریف سے مراد خلافت نبی ہے تو اور بھی خرابی لازم آتی ہے اور یہ تعریف بالکل صحیح نہیں رہتی کیونکہ خلفاء نبی میں سے کونسا ہے جس کو ریاست عامہ و مطلقہ حاصل ہو بلکہ کل عرب میں بھی نہیں بلکہ کل مدینہ میں بھی نہیں ہوئی خلفاء نبی سے بنی ہاشم ہمیشہ علیحدہ رہے حتیٰ کہ اگر بطور تنزل دیکھا جائے اور خلافت سے مراد حکومت دنیا و سلطنت ظاہری لی جائے تو حضرت علی کو بھی ریاست عامہ مطلقہ نہیں ہوئی۔ بہت سے مسلمان ہی مطیع سلطنت نہیں رہے چنانچہ تواریخ شاہد ہے پس ریاست عامہ کہاں ہوئی لہٰذا اس تعریف امامت کی جنس مقید بھی باطل ہوئی کہ الامامۃ ریاسۃ عامۃ۔ علاوہ ازیں یہ خلافت غیر امامت ہے اور خلافت و امامت دو مفہوم ہیں اور اس لئے ایک کو دوسرے پر حمل کرنا صحیح نہیں ہوگا پس اس خلافت نبی پر یہ تعریف ہرگز صادق نہیں آتی اور ہرگز وہ خلفاء رسول اسکے مستحق نہیں ہو سکتے جو چند دنوں عرب کے چند علاقوں پر یا کچھ زائد زمین پر حاکم ہو گئے۔ اگر اسی تعریف میں غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ غلط ہے کیونکہ ریاست عامہ اس کو حاصل ہو سکتی ہے جو تمام ماموین سے پہلے موجود ہو اور تقدم فی الوجود رکھتا ہو۔ اور سب ماموین پر احاطہ علمی رکھتا ہو اور سب سے عالم تر ہو اور سب پر قادر اور سب پر حاکم و متصرف جب ہی رئیس عام کہلا سکتا ہے۔ پس صحیح تعریف امامت وہی ہے جو ہم نے کی ہے اور آیت سے مستنبط ہے "الامامۃ ریاسۃ عامۃ من حیث التقدم والعلم والقدرۃ والحکم" اور یہ بھی ظاہر ہے اور باب نبوت خاتم النبیینؐ میں ذکر کر چکے ہیں کہ آنحضرتؐ تمام ماسوی اللہ جمیع عوالم پر مبعوث ہیں کوئی فرد موجودات میں سے ان کی نبوت و رسالت مطلقہ

سے خارج نہیں ہے اور امامت ابراہیمی کے اول وارث اور امام آنحضرتؐ ہی ہیں اور بعد ازاں آپ کی عترت و ذریت یعنی اہلبیت نبوت و رسالت جیسا کہ ابھی بیان ہوگا۔ لہذا آنحضرتؐ تمام عوالم کے امام ہوئے اور اسی واسطے سب سے مقدم ہیں کہ اول مخلوق ہیں۔ اور سب سے عالم تر کہ مدینہ علوم و مخزن اسرار الٰہی ہیں۔ اور سب پر قادر و متصرف جن و انس و چرند و پرند و شمس و قمر ملائکہ و ارواح تحت تصرف ہیں پس اسی طرح سے آپ کے بعد کے ائمہ بھی تمام ہی عوالم پر امام ہوئے کیونکہ خلیفہ و قائمقام رسول ہیں مطلقاً جمیع مبعوث الیہم رسول تحت امامت ائمہ داخل ہیں۔ لہذا وہ بھی مثل پیغمبر مقدم ہیں وجود میں کہ جزو نور محمدی ہیں۔ اور عالم تر ہیں کہ باب علوم و شریک علم نبی ہیں اور صاحب قدرت ہیں کہ نفس رسول ہیں اور حاکم و متصرف ہیں کہ ولی اللہ ہیں مثل پیغمبرؐ۔

یہیں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حکومت ظاہری کو اصل امامت سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ ایک ادنیٰ جزو ہے جزویات امامت سے کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر حکومت ظاہری مابہ الامامت ہو تو حضرت ابراہیمؑ کیا خود پیغمبر خاتم النبیین بھی امام نہیں ٹھیرتے۔ کیونکہ اس معنی میں ریاست عامہ مطلقہ آنحضرتؐ کو بھی حاصل نہ تھی اور تمام دنیا پر غلبہ نہ تھا۔

پھر ریاست عامہ مطلقہ کہاں ثابت ہوتی ہے۔؟ تحقیق ہے کہ خلق عالم کے تین مرحلے ہیں ایک مرحلۂ تخلیق و تکوین ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں بالذات کوئی شریک نہیں۔ خلاق عالم خدا ہے۔ ھل من خالق غیر اللہ۔ پس یہاں پیغمبر یا امام کے لئے ریاست مطلقہ عامہ حاصل نہیں۔ دوسرا مرحلہ تربیت و تدبیر عالم کا ہے۔ تیسرا مرحلہ تکلیف و تبلیغ احکام ہے اس تیسرے مرحلے میں ریاست عامہ پیغمبرؐ کو یا امام کو حاصل نہیں کیونکہ اس صورت میں اس کا کام صرف حکم پہنچا دینا اور انکو عہد و میثاق کا یاد دلانا ہے وَبَلِّغۡ مَا اُنزِلَ اِلَیۡکَ اور وہ فرماتے ہیں۔ وَمَا عَلَیۡنَا اِلَّا الۡبَلَاغ۔ ذَکِّرۡ اِنَّمَا اَنۡتَ مُذَکِّرٌ لَسۡتَ عَلَیۡہِمۡ بِمُصَیۡطِرٍ یہاں ریاست عامہ حاصل نہیں پیغمبرؐ کا کام صرف حکم پہنچا دینا ہے خواہ لوگ مانیں نہ مانیں۔ پس ریاست عامہ کہاں حاصل ہوئی۔ ریاست عامہ نہیں ہے مگر مقام تربیت و تدبیر میں ظاہر ہے کہ بعد خلقت اشیاء تربیت و تدبیر کی بھی ضرورت ہے اور اول بالذات مربی و مدبر یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الۡاَرۡضِ رب العالمین ہے۔ لیکن اسکے مظاہر اسماء ہیں جن پر عقل تدبیر ظاہر ہوتا ہے اور غیر خدا مدبرات امر مقرر ہیں۔ فالمدبرات امراً۔ اور پھر فرماتا ہے یدبر الامر ما من شفیع الا من بعد اذنہ وہ تدبیر امور کرتا ہے اور نہیں ہے اس تدبیر میں اس کا کوئی شریک مگر بعد اس کی اجازت کے جس سے ثابت ہے کہ کچھ نفوس اور بھی ہیں جو باذن خدا تدبیر عالم کرتے ہیں اور وہ مربی عالم یہی امام مطلق ہے

اور وہ ہی رب الارض ہے۔ وَاشرقت الارض بنور ربہا پس امام مقام تربیت و تدبیر عالم میں رئیس مطلق ہے۔ وہ حیات بخش و صحت بخش ہے۔ ہر فیض اسی کے ذریعہ سے پہنچتا ہے۔ خواہ وجود ہو یا علم ہو یا رزق وغیرہ ملاحظہ ہو قول جناب امیرؑ ابن ملجم مرادی ملعون سے اریدُ حیاتہ ویرید قتلی فالامامۃ ریاسۃ عامۃ من حیث التقدم والعلم والقدرۃ والحکمۃ اس بیان کی لفظ لفظ توثیق و تصدیق بیانات آتیہ و استدلالات عقلیہ و نقلیہ آئندہ سے ہوگی اور آئندہ بیانات اسی تعریف امامت کی توضیح و تشریح ہیں۔

یہ امامت خصوصیت سے نسل اسمٰعیل میں آئی

آیۂ مذکورہ میں لفظ من و نیز نفی ظالمین سے صاف معلوم ہے کہ یہ عہدہ تمام ذریت ابراہیم کیلئے نہیں ہے۔ بلکہ بعض ذریت کیواسطے ہے۔ اور وہ معصومین ہیں اور ذریت حضرت ابراہیم دو سلسلوں میں پھیلی ہے ایک سلسلہ اسحٰق یعنی بنی اسرائیل دوسرا سلسلہ بنی اسمٰعیل امامت ان دونوں سلسلوں میں آئی ہے لیکن ثابت کیا جاچکا ہے کہ انبیائے بنی اسرائیل انبیاء جزئی تھے کل سب پر مبعوث نہ تھے اور اسلئے سب کے پیشوا نہ ہوئے اور اُن کی امامت بھی مثل نبوت جزئیہ ہوئی پس امامت مطلقہ بنی اسحٰق میں نہیں گئی بلکہ بنی اسمٰعیل میں آئی۔ چنانچہ حضرتؑ کی دوسرے مقام پر ایک دعا اس کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔" (سورۃ بقرۃ ع ۱۴)

ترجمہ۔ جبکہ ابراہیم اور اسمٰعیل خانہ کعبہ کے ستون بلند کر رہے اور بنا رہے تھے (تو اس وقت انہوں نے یہ دعا کی) اے ہمارے پروردگار ہماری اس خدمت کو قبول فرما تحقیق کہ تو ہر ایک بات کا سننے والا اور ہر ایک امر کا جاننے والا ہے۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو (مجھے اور اسمٰعیل کو) اپنا خالص مطیع و منقاد بنا اور ہماری ذریت (نسل اسمٰعیل) میں سے بھی ایک گروہ کو ہماری طرح اپنا خالص مطیع و منقاد و مسلم مطلق بنا۔ اور ہمارے مناسک عبادات ہمیں دکھلا اور ہمارے رجوع کو قبول فرما تحقیق کہ تو رجوع خلق کو قبول کرنے والا اور مہربانی فرمانے والا ہے۔ اے ہمارے پروردگار اُس امت پر (جو ہماری طرح تیری مطیع و منقاد اور مسلم باسلام نبوتی ہو) اُسی میں سے ایک شخص کو رسول بنا جو اُس پر تیری آیات کی تلاوت کرے اور اُنکو کتاب و حکمت تعلیم کرے اور اُن کا تزکیہ فرمائے بیشک تو سب پر غالب اور صاحب حکمت ہے۔ (دعائے حضرت ابراہیم و اسمٰعیل ختم ہوئی اب کلام الٰہی شروع ہوتا ہے) اور کون شخص ہے جو اس ملت ابراہیمی (کیش)

سے اعراض کرے اور منہ پھیرے مگر وہ جو سفیہ و احمق ہے البتہ ہم نے اس کو (ابراہیم) دنیا میں مصطفےٰ و برگزیدہ
بنایا ہے اور آخرت میں بھی وہ صالحین میں سے ہے۔ گنہگار نہیں ہے جب اسکے پروردگار نے اسکو کہا (اَسْلِمْ)
مطیع و منقاد بن جا تو اس نے کہا (اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ) میں پروردگار عالمین پر اسلام لایا اور اسی کا
مطیع و منقاد مطلق بن گیا۔ ان آیات مبارکہ سے چند باتیں مستنبط ہوتی ہیں۔ آخر آیت تبلاتی ہے کہ حضرت ابراہیم
مسلم باسلام بلاواسطہ تھے یعنی انکے اور خدا کے درمیان کوئی فرشتہ وغیرہ واسطہ نہیں کہ اسکے ہاتھ پر اسلام لائے
ہوں جس طرح لوگ (ہم) یا امام یا عالم کے ہاتھ پر مسلمان ہوتے ہیں اور اسکے واسطہ سے اسلام لاتے ہیں
پس حضرت ابراہیم کا اسلام اسلام بلاواسطہ ہے۔ اور اس اسلام کی خدا خبر دیتا ہے کہ وہ ایسا اسلام رکھتے تھے
یعنی مطیع و منقاد مطلق تھے! ور ہمارا اسلام بالواسطہ ہے اور اسی طرح تمام انبیاء کا اسلام بلاواسطہ ہے
اور خدا اور اونکے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہوتا پھر حضرت ابراہیم جو یہ دعا کرتے ہیں کہ ہم کو اپنا خالص مسلمان
بنا اس کا کیا مطلب ہے۔ وہ تو اسلام بھی رکھتے تھے۔ نبی بھی تھے پیغمبر بھی تھے اور خلیل بھی تھے بلکہ امام بھی
ہو چکے تھے اس وقت یہ کہنا کہ خدا ہمیں اپنا مسلمان بنا کیا معنی رکھتا ہے۔ سوائے اسکے اور کوئی معنی نہیں
ہو سکتے کہ توفیق عمل اور اپنے اسلام مطلق کو فعلیت میں لانیکی دعا کرتے ہیں اور مطلب دعا کا یہ ہے کہ اے
خدا جس طرح سے ہم اعتقاداً تیرے مطیع و منقاد و مسلم مطلق ہیں اسی طرح سے یہ توفیق بھی تو اپنی ہی طرف
سے عطا فرما کہ اسی طاعت مطلقہ کے موافق عمل ہو اور کوئی خطا و لغزش ہم سے نہ ہو اور کسی طرح کا خلل اطاعت
میں نہ آئے یعنی ہم معصوم مطلق رہیں۔ اور اسی عصمت کی دعا حضرت نے اپنی ذریت کے ایک گروہ خاص
کے واسطے کی ہے کیونکہ جس اسلام کی اپنے لئے خواہش کی ہے اسی کی اپنے ذریت کے لئے کی ہے اسی
واسطے لفظ جعل مکرر نہیں لایا گیا کیونکہ ایک ہی معنے مراد ہیں۔ اور "ک" خطاب دونو جگہ یکساں ہے اور
اسی واسطے "ل" اختصاص بھی۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ۔ دوم یہ کہ
یہ دعا حضرت اسمٰعیل کے نسل کے لئے ہے نہ حضرت اسحٰق کیلئے جیسا کہ ضمیر "رَبَّنَا" سے ظاہر ہے۔ ہماری
ذریت میں سے یعنی نسل اسمٰعیل سے جو میری ذریت پیدا ہو۔ لہذا یہ مخصوص ہے ذریت اسمٰعیل کیلئے۔
سوم یہ کہ اس ہی امت میں سے جو مسلمان باسلام نبوتی و اسلام بلاواسطہ ہوگی ایک فرد ان پر رسول
ہے! ور ظاہر ہے کہ اولاد حضرت اسحٰق میں یعنی بنی اسرائیل میں تا حضرت عیسےٰ بہت سے نبی و رسول گذرے
نہ صرف ایک۔ پس اس سے بھی خصوصیت ذریت اسمٰعیل ہی کی ثابت ہے کہ یہ امت مطلقہ خاص نسل اسمٰعیل
سے ہے کیونکہ نسل اسمٰعیل میں سوائے حضرت خاتم النبیینؐ اور کوئی نبی نہیں ہوا پس یہی وہ نبی ہیں جن کے لئے
دعا کی ہے۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ۔ اے پروردگار اس امت پر اسی میں سے ایک کو مبعوث برسالت کر

چہارم۔ اس آیت سے ثابت ہُوا کہ جس وقت نسل اسمٰعیل کا پیغمبر مبعوث برسالت ہُوا۔ تو وہ امت مسلمہ باسلام
نبوتی موجود تھی اُسی میں سے وہ پیغمبر مبعوث ہُوا۔ اور ظاہر ہے کہ پیغمبر بنی ہاشم سے مبعوث ہُوا پس وہ امت
مسلمہ نسل اسمٰعیل و ذریت ابراہیمی بنی ہاشم سے ہے جو مسلم باسلام نبوتی اور معصوم مطلق ہے پنجم۔ یہ ملت
ابراہیمؑ ہے کہ انہوں نے اس سلسلہ کو اپنی ذریت میں قرار دیا۔ اور جو اس ملت ابراہیمؑ سے اعراض کرے
اور اس سلسلہ کا انکار کرے وہ سفیہ و احمق ہے۔ بہر حال ان آیات سے مستفاد ہوتا ہے کہ منجملہ دیگر امور کے
حضرت ابراہیمؑ نے اپنے لئے اور اپنی ذریت کے ایک گروہ کے لئے عصمت کی دعا کی ہے کہ انکو معصوم مطلق بنا
جائے۔ چنانچہ ایک اور مقام پر اس کی اور تصریح موجود ہے۔ یعنی جہاں حضرت ابراہیم حضرت اسمٰعیل کو مکہ معظمہ میں
سکونت پذیر کرنیکا ذکر کیا اُس سے پہلے فرمایا۔ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَّاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ
اے پروردگار اس شہر کو جائے امن قرار دے اور مجھکو اور میرے بیٹوں کو بتوں کی پرستش سے بچا۔ پس اولاً
و بالذات اولاد حضرت ابراہیمؑ میں سے بتوں کی پرستش سے محفوظ وہی ذریت ہوگی جو نبی ہیں اور وہ جو مسلم
باسلام نبوتی ہیں پس انہی کیواسطے یہ عہد ہے۔ اور یہ معصوم ہیں۔ اور ہم پہلے آیہ عہد امامت میں ثابت کر
آئے ہیں کہ اُس عہد امامت کے مستحق جو بعد رسالت وغیرہ حضرت ابراہیم کو عطا ہُوا۔ ذریت ابراہیم کے
معصومین ہیں۔ پس معلوم ہُوا کہ اس سلسلے میں اوّل وارث عہد امامت ابراہیم یہی امت مسلمہ ہے جو مسلم
باسلام نبوتی اور معصوم ہے اور غیر خدا کی پرستش سے محفوظ۔ اور یہ امت مسلمہ وہ ہے جس کا ایک فرد پیغمبر
خاتم النبیینؐ ہے۔ اور پیغمبر بنی ہاشم سے مبعوث ہُوا ہے۔ لہٰذا وہ ذریت ابراہیم جو اس عہد امامت کی وارث ہے
نسل اسمٰعیل بنی ہاشم میں سے ہے اور جس وقت پیغمبرؐ ظاہر ہُوا وہ مسلمان باسلام نبوتی موجود تھی اور یہ مسلّم ہے
کہ بنی ہاشم میں اُس وقت ایسا شخص جو مسلم باسلام نبوتی ہو اور کوئی نہیں ہو سکتا سوائے علیؑ ابن ابی طالب کے جو سب
سے پہلے لڑکپن ہی میں رسولؐ پر ایمان لائے۔ اگر یہ کہا جائے کہ جس وقت پیغمبر مبعوث ہوئے اس وقت بنی ہاشم
میں کوئی مسلمان موجود نہ تھا تو آیہ مبارکہ کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ آیت سے ثابت [illegible]
[illegible] امت ہمیشہ ذریت ابراہیم و اسمٰعیل میں باقی ہو۔ اور کبھی اس سے خالی نہیں ہو سکتی لہٰذا اُس
[illegible] سے پیغمبرؐ مبعوث ہوئے کم سے کم ایک فرد مسلمان باسلام نبوتی موجود ہو۔ اور ایسا شخص [illegible]
[illegible] علیؑ ابن ابی طالب اور کوئی نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ سلسلہ امامت و نبوت ابراہیمی اسمٰعیل [illegible]
[illegible] میں آیا اور ان میں سے اول امام مطلق خاتم النبیین ہیں نبوت آپ پر ختم ہوگئی امامت باقی رہی [illegible] آپ کے
اس امت مسلمہ کی دوسری فرد علیؑ ابن ابی طالب وارث امامت ہوئے۔

یہ ملت ابراہیم ہے کہ انہوں نے سلسلہ امامت اپنی ذریت میں قائم کیا۔ اور پیغمبرؐ کو بھی حکم ہُوا ہے کہ تم بھی ملت

ابراہیمی کی پیروی کرو۔ "ثُمَّ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا" یعنی آپ کو حکم ہوا ہے کہ وہ ملت حنفیہ ابراہیم کی پیروی کریں یعنی وہ بھی مثل ابراہیم سلسلہ امامت اپنی ذریت میں قائم کریں۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ بعد رسول خدا یہ سلسلہ ذریت نبی میں آیا جو ذریت ابراہیم و اسمٰعیل ہے اور ذریت آنحضرت ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ کی نسل سے ہے۔ کیونکہ اولاد نرینہ سے آپ کا سلسلہ نسل نہیں چلایا گیا اور حضرت علی عترت نبی و ذریت ابراہیم و امت مسلمہ سے ہیں اس لئے یہ سلسلہ امامت تا قیام قیامت ذریت رسولؐ یعنی اولاد علیؑ ابن ابی طالب میں قائم ہے۔ اور ہم کو بھی حکم ہے "وَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا" تم ملت ابراہیم کی پیروی کرو پس چاہیئے کہ ہم بھی سلسلہ امامت کو بعد رسول اس کی اولاد میں قائم رکھیں جو ذریت ابراہیم و اسمعیل ہے۔ اور اس سے اعتراض نہ کریں جو اس سے اعراض کرتا ہے وہ احمق و سفیہ ہے۔ "وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ" ماحصل یہ ہے کہ سلسلہ امامت مطلقہ بعد ابراہیم بنی اسرائیل میں نہیں گیا بلکہ بنی اسمٰعیل میں آیا جیسا کہ ثابت کیا گیا اور وہ حضرت اسمٰعیل کی نسل سے ایک گروہ خاص میں آیا جو معصومینؑ ہیں اور اُن میں سے پہلے فرد جناب رسول خداؐ ہیں اور وہ اس سلسلے کے اول امام مطلق ہیں اس امر سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ یہ سلسلہ بنی اسرائیل میں نہیں گیا کہ یہ امامت مطلقہ ہے۔ اور بنی اسرائیل کے انبیاء کی نبوت محدود تھی جیسا کہ بیان ہوا بعض کل بنی اسرائیل پر مبعوث ہوئے تھے اور بعض صرف ایک لاکھ پر مثلاً اس لئے وہ کل مخلوق اور تمام جنس بشر اور نوع بنی آدم کے پیشوا نہ تھے وہ صرف اپنی امت کے امام و پیشوا تھے اور اس سلسلہ اسمعیل میں سے جو پیغمبر مبعوث ہوا وہ تمام جنس بشر پر مبعوث ہوا جیسا کہ خدا خبر دیتا ہے "وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ" نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو اے پیغمبر مگر تمام جنس بشر اور نوع انسان کے لئے۔ بخلاف دیگر انبیاء کے لہٰذا امامت مطلقہ بنی اسمٰعیل ہی میں آئی اور آنحضرت سب کے پیغمبر اور تمام کے پیشوا اور امام قرار پائے لیکن نبوت و پیغمبری آپ پر ختم ہو گئی۔ سلسلہ امامت آپ کی ذریت میں جاری رہا۔ "وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ" بلکہ خاتم النبیین تمام عالم پر نذیر ہیں اور ماسوی اللہ مبعوث الیہم میں داخل۔ پس آپ کے بعد آپ کے وارث بھی تمام مخلوقات پر حجت و امام ہوں گے نہ صرف بنی نوع انسان پر۔ فتدبر فیہ حق التدبر۔

امامت کے لئے کتاب وجودی کی ضرورت

ہم بیان کر چکے ہیں کہ ہر نبی کو کتاب وجودی دی جاتی ہے یعنی علم اپنے وجود کے ساتھ لیکر آتا ہے اور ماں کے پیٹ سے عالم بلکہ علیم پیدا ہوتا ہے۔ اس سے کوئی نبی مستثنےٰ نہیں چہ جائیکہ صاحب نبوت مطلقہ۔ نبوت و کتاب لازم و ملزوم ہیں کوئی بھی بلا کتاب وجودی نبی نہیں ہو سکتا۔ پس سلسلہ کتاب نبوت حضرت آدم سے یکے بعد دیگرے

حضرت ابراہیمؑ کو پہنچا اور بعد ازاں انکی ذریت میں قرار دیا گیا۔ چنانچہ فرماتا ہے "وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ" یعنی ہم نے ذریت ابراہیم میں نبوت و کتاب قرار دی پس نبوت و کتاب کا ذریت ابراہیمی میں ہونا جعل الٰہی ہے اسکو کوئی بدل نہیں سکتا ہمیشہ ہمیشہ تا قیام قیامت قائم ہے۔ سلسلہ بنی اسرائیل حضرت عیسیٰ پر ختم ہو گیا اور سلسلہ اسمٰعیل میں سے حضرت محمد مصطفےٰ مبعوث نبوت ہوئے اور مالک کتاب لیکن پاک کلام ہی ہمیں بتلاتا ہے کہ نبوت خاتم النبیینؐ پر ختم ہو گئی پس آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا لیکن کتاب اپنی اصل پر باقی ہے یعنی وہ ذریت ابراہیمی سے کبھی جدا نہیں ہو سکتی۔ یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت اسمٰعیل اور حضرت خاتم النبیینؐ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور کتاب وجودی ذریت ابراہیم میں چاہیئے کہ ہمیشہ باقی رہے منقطع نہ ہو کیونکہ جعل الٰہی ہے۔ لہٰذا بعد اسمٰعیل تا حضرت خاتمؐ حامل کتاب وجودی کون تھے؟ کیا حضرت اسمعیل کے اولاد کے مشرکین عرب تھے؟ ہرگز نہیں کوئی مسلمان اس کا اعتقاد نہیں رکھ سکتا کہ حامل کتاب وجودی نبوت مشرکین ہوں پس یقیناً حامل کتاب وجودی وہ ہی امت مسلمہ تھی جو عبادت غیر خدا سے محفوظ تھی اور مسلم باسلام نبوتی اور وہ سلسلہ بنی ہاشم پر منتہی ہوا اور بنی ہاشم میں سے پیغمبر خدا مبعوث ہوئے جو اس امت کی ایک فرد تھے لہٰذا ثابت ہوا کہ صاحب کتاب وجودی نبوتی وہ ہی امت مسلمہ ہے اور وہ ہی معصومینؑ ہیں جو بعد رسول خداؐ وارث امامت مطلقہ ہوئے اور تالی قرآن و ثانی ثقلین قرار پائے اور قرآن کے ساتھ اتحاد وجودی رکھتے ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ امام کے لئے بھی کتاب وجودی ضروری ہے اور جس طرح کتاب و نبوت لازم و ملزوم ہیں اسی طرح کتاب و امامت لازم و ملزوم ہیں امام بھی اپنے وجود کیساتھ علم لیکر آتا ہے اور ماں کے پیٹ سے عالم بلکہ علیم پیدا ہوتا ہے اور یہی اول شناخت امامت ہے امام صاحب عہد الٰہی معصوم اور عالم علیم لدنی موہبتی صاحب کتاب وجودی ہوتا ہے جاہل امام نہیں بنایا جاتا۔

علم امامت کی مزید توضیح

چونکہ اس سلسلہ امامت ابراہیمی کے امام امام مطلق ہوتے ہیں تو ان کا علم بھی علم مطلق ہے بہ نسبت دیگر انبیاء کے ان انبیاء کا علم جزئی ہوتا ہے جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا۔ لہٰذا ان کے لئے جہاں کہیں علم کا ذکر ہے "عَلِيٌّ عِلْمٌ یا عُلِّمَنَا" کہا گیا ہے اور اس علم کا جہاں ذکر ہے اور جس جگہ ان لوگوں کا بیان ہے وہاں "اُوتُوا الْعِلْمَ" یعنی علم کلی ان کو دیا گیا ہے اس اطلاق کے یہ معنی نہیں کہ جو کچھ خدا جانتا ہے سب بتلا دیا ہے اور جو کچھ خدا کا علم ہے وہ ہی ان کا علم ہے بلکہ یہ اطلاق دیگر انبیاء وغیرھم کے مقابلہ میں ہے کہ ان کا علم انکے علم کا جزو ہوتا ہے اور ان کا علم انکے مقابلہ میں کل کا حکم رکھتا ہے۔ یہ لوگ وہ تمام باتیں جانتے ہیں جو پہلے انبیاء وغیرہم جانتے تھے مع شے زائد جس کو اور کوئی نہیں جانتا تھا ناقہم) بہت سی آیات میں اس علم کا ذکر ہے۔ "قُلْ آمِنُوا بِهِ أَوْ لَا تُؤْمِنُوا إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ"

لوازم وجود

فصل

تحقیق متین

یہاںتک جو کچھ لکھا گیا وہ بعض ضروری تحقیقات کے ساتھ زیادہ تر نقض اور الزام پر مبنی تھا۔ مناسب ہے کہ اس امر میں مزید تحقیقات سے کام لیا جائے خصوصاً اس امر میں کہ آیا کمالات بشری میں لکھنا پڑھنا داخل ہے یا نہیں؟ کیونکہ فاضلین اسکے قائل ہیں کہ وہ انبیاء اور اوصیاء کو اُن کمالات کی رو سے جو ان کو حدود بشری میں ممکن ہیں کامل و اکمل جانتے ہیں۔ اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ لکھنا پڑھنا کمالات بشری سے خارج ہے۔

فلسفہ اولی اور علم مافوق الطبیعۃ میں مسلم ہے کہ جو صفات کسی شے کو عارض ہوتی ہے دو قسم پر ہیں ایک وہ صفتیں جو موجود کو بلحاظ تشخصات عارض ہوتی ہیں۔ جیسا کہ لمبائی چوڑائی گہرائی۔ موٹائی کسی خاص جگہ و مکان میں ہونا۔ آب و غذا کی احتیاج پیدا کرنا۔ یہ ایسی صفتیں ہیں کہ جب موجود حالت تشخص میں آجاتا ہے اس وقت عارض ہوتی ہیں۔ دوسری وہ صفتیں جو موجود کو من حیث الوجود عارض ہوتی ہیں اور نفس وجود انکے عروض کے لئے کافی ہے کسی خاص حالت تشخص جسمانی خارجی کے پیدا ہونیکی ضرورت نہیں جیسے علم و قدرت۔ سماعت و بصارت وغیرہ۔ انکے عارض ہونے میں کسی خاص تشخص کی ضرورت نہیں۔ اور مثلاً الانسان من حیث ھو انسان عالم ہے۔ نہ من حیث التشخصات الجسمانیہ الخارجیہ۔ ایسی صفات کو لوازم وجودیہ اور عوارض ذاتیہ کہتے ہیں۔ اور اول کو عوارض شخصیہ وغیرہا لیکن چونکہ درجات موجود باعتبار شدت و تاکد مختلف ہیں۔ مثلاً وجود واجب الوجود میں عین ذات ہے۔ اور وجود حق ممکنات میں خارج از ذات ہے اور محتاج علت اور واجب میں قوی و غنائے محض ہے اور ممکن میں ضعیف و محتاج صرف۔ واجب الوجود میں اصلی ہے اور ممکنات

جن کو علم دیدیا گیا ہے کہتے ہیں کہ پیغمبر نے ابھی کیا فرمایا۔ ہم تو نہیں سمجھے یہاں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صاحبان اوتوا العلم زمانہ پیغمبر میں مشہور و معروف تھے اور جو آیت کسی کی سمجھ میں نہ آتی تھی انہی سے جا کر پوچھتے تھے جن کو علم کتاب پہلے سے حاصل تھا پس کس طرح عام لوگ! اسکے مصداق ہو سکتے ہیں؟ لاشک لاریب یہ وہی نفوس قدسیہ ہیں جن میں کتاب وجودی بحبل الٰہی موجود ہے اور وہ وارث عہد امامت وکتاب نبوت ہیں اسلئے کہ امامت وکتاب وجودی لازم وملزوم ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔ آیات ذیل۔ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (بقرہ ع) جن لوگوں کو ہم نے کتاب دیدی ہے وہ اسکی اس طرح تلاوت کرتے ہیں کہ جو حق تلاوت ہے۔ یہی لوگ ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کا انکار کرتے ہیں وہ ہی زیانکار ہیں۔ اس آیت میں دو باتیں خدا نے ظاہر فرمائی ہیں اول یہ کہ جن کو کتاب دی گئی ہے وہ ہی حق تلاوت کتاب ادا کرتے ہیں۔ دوسری یہ کہ وہ ہی اس پر کامل طور پر ایمان رکھتے ہیں کیا یہ صفات عوام یا علماء یہود ونصاریٰ میں پائی جاتی ہیں؟ کیا وہ ہی حق تلاوت قرآن ادا کرتے ہیں اور وہ ہی پورے طور پر اس پر ایمان رکھتے ہیں؟ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ کون مسلمان متدین ہے جو اسکا یقین کریگا؟ ایضاً۔ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ۔ جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ تیرے پروردگار کی طرف سے کتاب منزل بالحق ہے اور ملاحظہ ہو آیت سوۃقصص وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ۔ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ۔ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ۔ یعنی ہم نے کلام کو متصل بھیجا ہے کہیں سلسلہ ارسال وتبلیغ منقطع نہیں ہوا تاکہ وہ نصیحت وعبرت پکڑیں اور متذکر ہوں اور جن لوگوں کو ہم نے پہلے سے کتاب دیدی ہے وہ سب اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جب ان پر اس کی تلاوت کیجاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ بتحقیق یہ ہمارے پروردگار ہی کی طرف سے کتاب برحق ہے۔ ہم اسکے پہلے ہی سے مسلمان ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو دو مرتبہ اجر دیا جائیگا۔ کہ انہوں نے صبر کیا اور برائیوں کا عوض نیکی اور بھلائی سے دیتے ہیں۔ اور ان کا جو رزق خاص ہم نے دیا ہے اس کو بھی راہ خدا میں خرچ کر دیتے ہیں اور جب وہ لہو ولعب ولغویات کو سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں اور وقت رخصت لوگوں پر سلام بھیجتے ہیں اور فرماتے ہیں ہم جاہلوں کی صحبت نہیں چاہتے۔ (انتہیٰ)

اس آیہ کریمہ میں جو بارہ صفات مذکور ہیں ادنیٰ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ عوام تو کیا خواص میں بھی ہرگز نہیں پائی جاتیں۔ اور کون سے مسلمان ہیں جو قبل نزول قرآن عالم کتاب الٰہی تھے اور اس پر ایمان رکھتے تھے اور پہلے ہی سے مسلمان تھے۔ اور نہ یہود و نصاریٰ اسکے مصداق ہو سکتے ہیں۔ بلکہ یقیناً یہ وہ ہی نفوس قدسیہ ذریت ابراہیم نسل اسمٰعیل ہیں جو بدعائے حضرت ابراہیم مسلمان باسلام نبوتی ہیں اور بجعل الٰہی کتاب انکے وجود مبارک میں موجود ہے "وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب" اس ذریت ابراہیمی و امت مسلمہ کا ایک فرد صاحب کتاب نبی ہوا اور باقی امام اور یہی صاحبان اوتوا العلم ہیں۔ قرآن کا تتبع کرنے سے معلوم ہوگا کہ جہاں کہیں صیغہ ماضی معروف "اٰتی" لفظ علم کے ساتھ استعمال ہوا ہے وہاں علم سے مراد علم جزوئی ہے "آتیناہ من لدنا علماً" اور جہاں کہیں بصیغہ ماضی مجہول "اُوتی" علم کی طرف منسوب ہوا ہے۔ وہاں مطلق علم مراد ہے "اوتوا العلم" اور جہاں "آتی" کتاب کی طرف منسوب ہوا ہے علم کتاب مراد ہے۔ چنانچہ جہاں کہیں انبیاء علیہ السلام کو کتاب دینے کا ذکر ہے وہیں اسی طرح آیا ہے جیسے "آتینا موسی الکتاب تماماً" "فقد آتینا آل ابراہیم الکتاب والحکمۃ" "و آتیناھما الکتاب المبین" اور حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں "آتانی الکتاب" وغیرہا۔ ان تمام آیات میں یقیناً کتاب سے مراد علم کتاب اور کتاب وجودی ہے جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ اور جس جگہ ان لوگوں کا ذکر ہے جن پر کوئی رسول بھیجا گیا ہے اور کتاب اتاری گئی ہے۔ جیسے یہود و نصاریٰ تو وہاں صیغہ ماضی مجہول "اُوتی" کی طرف کتاب منسوب کی گئی ہے۔ جیسے "وما اختلف الذین اوتوا الکتاب الا من بعد ما جاءھم العلم بغیاً بینھم" "وقل للذین اوتوا الکتاب والامیین ءاسلمتم" "ولقد وصینا الذین اوتوا الکتاب من قبلکم وایاکم ان اتقوا اللہ" "یا ایھا الذین اوتوا الکتاب آمنوا بما نزلنا مصدقاً لما معکم" "وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم" "ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب" وغیرہا من الآیات۔ ان تمام آیات میں وہ لوگ مراد ہیں جن پر رسول آئے ہیں اور کوئی کتاب لائے ہیں مثل یہود و نصاریٰ۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ آیات سابقہ مثل "آتیناھم الکتاب" کا مصداق وہ لوگ ہیں جن کو قبل نزول قرآن علم کتاب دیا گیا ہے نہ عوام اور نہ یہود و نصاریٰ جو اوتوا الکتاب کہلاتے ہیں اور اوتوا الکتاب سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ ان کو علم فطرۃً اس کتاب کا دیا گیا ہے بلکہ یہ کہ کوئی نبی ان پر کتاب لیکر آیا ہے۔ لہٰذا "آتیناھم الکتاب" کا مصداق وہ ہی نفوس قدسیہ ہونگے جو "من عندہ علم الکتاب" کا مصداق ہیں نہ غیر۔ اور وہ ہی ذریت ابراہیم و اسمٰعیل ہے جس میں کتاب من جانب اللہ ودیعت کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں کلام حمید مجید سے ثابت ہے کہ آصف برخیا کو کتاب کا کچھ علم حاصل تھا چشم زدن میں تخت بلقیس ایک ماہ کی راہ سے لاکر حضرت سلیمان کے سامنے رکھ دیا۔ "قال الذی عندہ علم من الکتاب انا آتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک فلما الخ" کہا اس نے جس کو کتاب کا کچھ تھوڑا سا علم حاصل تھا کہ میں تمہاری آنکھ جھپکنے سے پہلے

تخت بلقیس لے آؤنگا اور وہ لے آیا۔ یہ تو قصہ حضرت سلیمان و آصف برخیا وزیر آنحضرتؐ لیس جن کے پاس مطلق کتاب کا علم ہو اُن کی قدرت و طاقت کیسی ہونی چاہیئے حضرت آصف برخیا سے ہزار درجے بلکہ لاکھ درجہ زیادہ قوی تر ہونگے کیونکہ الکتاب سے مراد یا جنس کتاب ہے۔ جو شامل ہے جمیع موجودات و معلوم مدرکات دحقائق عالم امکان کو یا قرآن شریف مراد ہے۔ اور اُس کی شان تبیانا لکل شیٔ ہے۔ ہر ایک شے کا بیان بکمال وضاحت اُس میں موجود ہے۔ لہذا جسکے وجود میں جنس کتاب یا اس قرآن کا علم ہو اُس کی طاقت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ وہ چشم زدن میں شرق و مغرب عالم کی سیر کر سکتا ہے۔ اور آن واحد میں مکہ سے عرش معلیٰ تک جا آسکتا ہے کہ ابھی وضو کی تری بھی خشک نہیں ہوئی۔ کیونکہ اس کتاب پاک کی تعریف میں آیا ہے "لو ان قراٰنًا سُیِّرت بِهِ الجِبَالُ اَو قُطِّعَت بِهِ الاَرضُ اَو کُلِّمَ بِهِ المَوتٰی بَل لِلّٰهِ الاَمرُ جَمِیعًا" اگر کوئی قرآن ایسا ہے کہ انسان چاہے تو اسکے ذریعہ سے پہاڑ چل نکلیں۔ اور زمین پارہ پارہ ہو جائے اور مردے باتیں کرنے لگیں اور وہ زندہ ہو جائیں بلکہ جمیع امور الٰہی میں سے جس کو چاہے اس قرآن سے کر سکے اور وجود میں لا سکے تو وہ یہی قرآن ہے۔ پس جن کے سینوں میں اس قرآن کا علم ہے اور یہ اُنکے وجود میں موجود ہے اگر وہ چاہیں شرق عالم کو مغرب کر دیں اور مغرب کو مشرق۔ آفتاب کو حکم دیں تو ڈوبتا ہوا لوٹ آئے چاند کو اشارہ کریں تو ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ درخت کو حکم ہو تو اپنی جگہ سے حرکت کر کے آجائے۔ سنگریزے بولنے لگیں جانوران صحرا باتیں کریں۔ چشم زدن میں آسمان پر آئیں اور جائیں بلکہ گھر بیٹھے بہشت کی سیر کریں اور کرائیں اور ہر ایک سوال کا جواب اس قرآن سے دیں کسی سوال کے جواب میں عاجز نہ ہوں اور یہ نہ کہیں ہم نہیں جانتے "لا الحجة من لا یقول لا ادری" کیا کوئی متدین مسلمان کہہ سکتا ہے کہ یہ کمالات یہود و نصاریٰ میں پائے جاتے ہیں؟ اگر وہ ایسے ہیں تو وہ افضل المرسلین و خاتم النبیین ہونگے۔ معاذ اللہ معاذ اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ کسی طرح یہود و نصاریٰ یا عوام۔ "آتیناھم الکتاب" کا مصداق نہیں ہو سکتے۔ بلا شک و شبہ یہ وہ ہی صاحبان کتاب وجودی و اوتوا العلم ہیں۔ جن کے وجود میں علم کتاب ودیعت کیا گیا ہے۔ اور جن کے سینوں میں قرآن بطور آیات بینہ پہلے سے موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔ آیت ذیل

"وَکَذٰلِکَ اَنزَلنَا اِلَیکَ الکِتَابَ وَالَّذِینَ اٰتَینٰھُمُ الکِتَابَ یُؤمِنُونَ بِهٖ وَمِن هٰؤُلَاءِ مَن یُّؤمِنُ بِهٖ وَمَا یَجحَدُ بِاٰیٰتِنَا اِلَّا الکٰفِرُونَ وَمَا کُنتَ تَتلُوا مِن قَبلِهٖ مِن کِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِیَمِینِکَ اِذًا لَّارتَابَ المُبطِلُونَ بَل هُوَ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ فِی صُدُورِ الَّذِینَ اُوتُوا العِلمَ وَمَا یَجحَدُ بِاٰیٰتِنَا اِلَّا الظّٰلِمُونَ" (عنکبوت ع) ترجمہ۔ اور اسی طرح ہم نے تیری طرف کتاب اتاری ہے۔ اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ سب اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان میں سے بھی بعض ایسے ہیں جو

اس پر ایمان لاتے ہیں اور نہیں انکار کرتے ہماری آیات کا مگر کافر ہیں۔ اور اے پیغمبر تو اس سے پہلے نہ تو کوئی کتاب پڑھتا تھا اور نہ تو اسکو اپنے ہاتھ سے لکھتا ہے یا لکھتا تھا اگر ایسا ہوتا تو ان منکروں اور دشمنان اسلام کو اس میں شک کرنیکا موقع مل جاتا ۔ پس یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ تو نے کسی کتاب سے پڑھکر جمع کیا یا خود اپنے ہاتھ سے لکھ لیا ہو) بلکہ یہ آیات بیّنہ ہیں سینوں میں اُن لوگوں کے جن کو علم عطا کر دیا گیا ہے اور نہیں دیدہ و دانستہ انکار کرتے ہماری آیات کا مگر ظالمین و گنہگار۔ یہ آیت صاف باواز بلند پکار کر کہہ رہی ہے کہ آتیناھُمُ الکِتَاب "کا مصداق ہرگز یہود و نصاریٰ نہیں ہیں۔ کیونکہ منطوق آیت یہ ہے کہ جن کو کتاب دی گئی ہے وہ سب کے سب اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اُن لوگوں میں سے بھی جن پر پیغمبرؐ مبعوث ہوا ہے اور تلاوت کر رہا ہے بعض ایسے ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں اور تمام یہود و نصاریٰ نہ اس وقت ایمان لائے نہ ابتک لائے ہیں پس یہ کبھی آتیناھُمُ الکِتَاب کا مصداق نہیں بلکہ یہ وہ صاحبان اُوتوا العلم ہیں جن کو مطلق علم دیا گیا ہے اور قبل نزول قرآن عالم قرآن ہیں اور اُس پر ایمان رکھتے ہیں اور پہلے ہی مسلمان ہیں اور انہی کے سینوں میں قرآن بطور آیات بیّنہ موجود ہے اور یہی خاصہ امامت ہے کہ کتاب وجودی انکو عطا ہوتی ہے وجود کے ساتھ علم دیا جاتا ہے۔ وہ ماں کے پیٹ سے عالم پیدا ہوتے ہیں۔ غرض مثل نبوت امامت و کتاب لازم و ملزوم ہیں جدا نہیں ہو سکتے اور گویا مدار امامت بھی کتاب وجودی ہے مثل نبوت۔ یہ امامت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریت میں قرار دی اور یہی ملت ابراہیمی ہے اور پیغمبرؐ کو بھی حکم تھا کہ ملت ابراہیمی کی پیروی کریں اور امامت اپنی ذریت میں قرار دیں چنانچہ آنحضرتؐ نے اسکی اس طرح تعمیل کی اِنّی تَارِکٌ فِیکُمُ الثَّقَلَینِ کِتَابَ اللّٰہِ وَعِترَتِی اَھلَبَیتِی مَا اِن تَمَسَّکتُم بِھِمَا لَن تَضِلُّوا بَعدِی وَلَن یَفتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الحَوض "یعنی آخر وقت سرور کائناتؐ روحی لہ الفداء نے فرمایا اے مسلمانو میں تم میں دو عظیم الشان چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب اللہ دوسری اپنی عترت اور اہلبیت نبوت جبتک اُن سے متمسک رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے اور یہ دونو یعنی قرآن اور اہلبیتؑ ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہونگے یہانتک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں۔ قرآن انکے ساتھ ہے اور یہ قرآن کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔ قرآن انکے وجود میں ہے۔ کتاب اللہ کتاب صامت ہے اور یہ کتاب ناطق۔ یہیں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قرآن کا اصلی اور حقیقی علم انہی کو ہے جنکے سینوں میں قرآن بطور آیات بیّنہ موجود ہے۔ اور انکے وجود کے ساتھ ہے اور وہی فرقہ حق پر ہے جو قرآن کو ان صاحبان قرآن سے لے مزید تشریح۔ اگر تشریح کی خواہش ہو تو ملاحظہ کیجئے احادیث معصومین علم و صاحبان کتاب وجودی تاکہ معلوم ہو کہ مصداق۔ آتیناھُمُ الکِتَاب۔ و اوتوا العلم کا کون ہیں۔ ابو بصیرؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ صادق آلِ محمدؐ کو سنا کہ آپ نے اس آیت کی تفسیر بل ھو آیات بینات فی صدور الذین

اوتوا العلم" فرماتے ہوئے۔ اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کیا یعنی یہ کہ قرآن بطور آیات بیّنہ ہمارے سینوں میں موجود ہے۔ قریب قریب یہی مضمون عزیز العبدی ہارون بن حمزہ وغیرہم سے مروی ہے کہ آئمہ علیہم السلام نے فرمایا کہ اس آیت کا مصداق اور اس سے مراد ہم اہلبیت نبوت ہی ہیں اور قرآن قبل نزول ہمارے ہی سینوں میں موجود تھا (کافی) خاتمۂ کتاب میں اور توضیح کی جائیگی۔

• خلاصہ یہ ہے کہ امامت کے لئے کتاب وجودی ضروری ہے یعنی مستحق امامت وہ ہے جو وجود کے ساتھ علم کتاب لیکر آئے اور شکم مادر سے عالم پیدا ہو اور کلام حمید مجید کی بہت سی آیات خبر دیتی ہیں کہ کتاب وجودی بجعل الٰہی ذریت حضرت ابراہیم و اسمٰعیل میں آئی اور یہ کہ کچھ ایسے نفوس ہیں جو قبل نزول قرآن عالم کتاب الٰہی ہیں اور وہ پہلے سے اُس پر ایمان رکھتے ہیں اور پہلے ہی سے مسلمان تھے اور یہ نفوس قدسیہ اہلبیت نبوی ہیں جن کو پیغمبرؐ نے حدیث متفق علیہ میں ثانی قرآن و شریک قرار دیا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ مستحق عہد الٰہی امامت ابراہیمی اہلبیت نبیؐ ہیں جو اُسی کی عترت یعنی اصل (بنی ہاشم) سے ہیں اور ذریت ابراہیم و اسمٰعیل اور انہی کیواسطے حضرت ابراہیمؑ نے ہمراہ حضرت اسمٰعیلؑ دعا کی تھی یہی دنیا میں نماز کو قائم کرنے والے صابرین مطلق اور بامر الٰہی ہدایت کرتے ہیں جو صفات خاصہ امامت ہیں۔ پس یہ ہی پیشوائے مطلق ہیں اور انبیاء اپنی اپنی امتوں کے امام تھے اور یہ تمام خلق کے امام۔

امام مطلق کی ایک صفت

باب نبوت میں ثابت کیا جاچکا ہے کہ نبی کی ایک صفت شہید بھی ہے۔ ہر ایک نبی اپنی قوم پر شہید ہوتا ہے اور ہمارے پیغمبر تمام مخلوقات اور جملہ شہداء پر شہید ہیں۔ آپ نبی مطلق ہیں اور شہید مطلق بھی یہی صفت آپ کے قائمقام امام کے لئے بھی ضروری ہے اور وہ بھی تمام عالم پر شہید ہوتا ہے چنانچہ آیات اس پر دلالت کرتی ہیں۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ط هُوَ اجْتَبٰکُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ط مِلَّةَ اَبِیْکُمْ اِبْرٰهِیْمَ ط هُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ هٰذَا لِیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْکُمْ وَتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰکُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ" اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو رکوع کرو اور سجدہ بجالاؤ اور عبادت کرو اپنے پروردگار کی اور بجالاؤ مطلق خیر کو تاکہ تم فلاح پاؤ اور جہاد کرو راہ خدا میں جو حق جہاد کا ہے۔ اُسی نے تم کو اسکے لئے چنا ہے اور مجتبیٰ بنایا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی یہ تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے (کہ امامت و کتاب تم میں قرار دی) اسی نے تمہیں مسلمان کہا ہے پہلے اور اس کتاب میں بھی تاکہ رسولؐ تم پر شہید ہو اور تم تمام لوگوں پر شہید قرار پاؤ۔ پس نماز کو قائم کرو اور

زکوٰۃ دو اور اللہ کو مستحکم پکڑے رہو اور اسی سے تمسک رکھو وہ ہی تمہارا مولی ہے۔ پس بہت اچھا مولیٰ
اور بہت اچھا مددگار ہے۔ (حج ع) اس آیہ کریمہ میں بارہ دلیلیں امامت ائمہ ذریت ابراہیمؑ پر ہیں جن کو
انشاء اللہ اپنے مقام پر عرض کیا جائیگا۔ اور یہ وہ ہی ذریت ابراہیمؑ ہے جسکے لئے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا تھا۔
وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ جس کا قرآن میں بھی ذکر ہے اور پہلے کتب میں بھی دیکھو توریت اور
امامت مطلقہ ان کو اس لئے ملی ہے کہ تمام مخلوق پر شہید اور ان پر گواہ ہوں اُنکے اعمال و افعال کو دیکھیں
اور خبر رکھیں اور یہی صفت خاص نبوتی ہے۔ اور ان پر سوائے پیغمبر خدا اور کوئی شہید نہیں یہ سب پر شہید و حاضر
ہیں اور بعد پیغمبر مثل پیغمبر سب کے اعمال کو دیکھتے ہیں اور یہی وہ مومنین ہیں جو روایت اعمال میں مذکور
ہیں کہ "عمل کرو دیکھتا ہے تمہارے اعمال کو خدا اور اُس کا پیغمبر اور مومنین"۔ اور یہی امت وسط کا مصداق
ہیں کہ خدا فرماتا ہے۔ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ
عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (بقرہ) یعنی اسی طرح سے ہم نے تم کو امت وسط بنایا ہے باعتبار خلق و خُلق و ذات و صفات
و افعال و اخلاق تم کو عین حد اعتدال پر خلق کیا ہے تاکہ تم تمام لوگوں پر شہید بنو اور رسولؐ تمہارے اوپر
شہید رہے۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اس سے مراد تمام امت محمدی ہے لیکن یہ بدیہی البطلان ہے
تمام امت تو کیا عام امت محمدی میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں جو تمام انسانوں کے اعمال پر حاضر
و ناظر ہو اور اُن کو دیکھتا ہے۔ یہ صفت تو اُس کی ہے جو مثل پیغمبر بقوۃ نورانیہ ربانیہ علم احاطی رکھتا ہو اور
اُسکے سامنے تمام عالم روشن ہو اور ضیاء عالم امکان ہی وہ ہو۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ صفت اس میں پائی
جاسکتی ہے جس کا وجود تمام موجودات سے متقدم ہو اور جس کا نور جزو نور محمدی ہو اور نفس پیغمبر کا خطاب
پائے یہ سوائے علیؑ اور اُن کی اولاد امجاد کے اور کوئی نہیں رسولؐ خدا اول مخلوق ہیں "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ
نوری" اور علی جزو ہے اسی نور کا (انا و علی من نور واحد) میں اور علی ایک ہی نور کے دو ٹکڑے ہیں)
اور اولاد علی جزو علی ہیں پس وہ جزو رسولؐ خدا ہیں لہٰذا کل کے کل وہ ابناء رسول اللہ ہیں پڑھو آیہ مباہلہ
قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ۔ اے پیغمبر ان نصاریٰ سے
کہدو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور ہم ان لوگوں کو بلائیں جو ہمارے نفس اور
جان ہیں اور تم اپنے نفسوں کو بلاؤ اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو۔ تمام اہل اسلام متفق
ہیں اس موقع مباہلہ پر نصاریٰ کے مقابلہ میں پنجتن پاک علیہم السلام ہی گئے تھے اور کوئی نہ یہی بزرگوار آپس
میں ایک دوسرے کی جان اور نفس واحدہ ہیں کیونکہ سب ایک نور ہے۔ علی ہذا القیاس جو انکے جزو نوری
ہیں وہ سب نفس رسولؐ ابن رسولؐ اور نور رسولؐ ہیں پس یہی شہید علی الناس ہو سکتے ہیں کہ جن کا وجود

قبل خلق عالم ہے یہ اُس وقت موجود تھے جبکہ نہ زمین تھی نہ آسمان نہ جن نہ انسان یہی اشل پیغمبر واسطہ فیضان الٰہی ہیں جن کا وجود ہر وقت عالم میں ضروری ہے اور یہی وہ وجہ اللہ ہیں جو بعد فناء باقی اشیاء باقی رہینگے اور انہی کے ذریعے سے حشر ہوگا ولہذا جاء فی الحدیث - الحجۃ قبل الخلق ومع الخلق وبعد الخلق یعنی حجۃ اللہ دراصل وہ ہے جو قبل خلق مخلوقات موجود ہوا اور مخلوق کے ساتھ بھی ہمیشہ موجود رہے اور بعد مخلوقات بھی رہے تاکہ اُس سے حشر ہو - ویوم ندعوا کل اناس بامامہم۔ (ملاحظہ ہو کمال الدین اتمام النعمہ و اصول کافی) پہلے اشارہ کیا گیا ہے حضرت ابراہیم جب امام ہوئے تھے انکو حقایق ابواطن عالم پر اطلاع حاصل ہوگئی تھی - اور خدا نے انکو ملکوت سموات و زمین دکھلا دیئے تھے - پس اس عہد امامت کے وارث بھی وہ ہی ہونگے جو حقائق عالم پر احاطہ و اطلاع رکھتے ہوں مقدم بھی ہوں - صاحب علم بھی ہوں صاحب قدرت بھی ہوں اور صاحب حکم و تصرف بھی - فان الامامۃ ریاسۃ عامۃ من حیث التقدم والعلم والقدرۃ والحکم اور یہ بات سوائے جز و نور محمدی اور کسی کو ممکن نہیں - پس علی و اولاد علی ہی عالم حقایق و شہید علی الناس ہیں سب کے اعمال کو دیکھتے ہیں - عوام کالانعام میں یہ بات کہاں پائی جا سکتی ہے یہ کسبی مراتب نہیں - موہبتی ہیں جس کو خدا دے اور انکیلئے اشخاص مذکورہ ذریت ابراہیم و اسمٰعیل و عترت اہلبیت نبوت و رسالت ازل سے معین و معہود ہیں - این سعادت بزور بازو نیست - تا نہ بخشد خدائے بخشندہ - ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم - افسوس ہے کہ حسد نے انکے مراتب کو پوشیدہ رکھا اور اُن کی قدر و منزلت لوگوں پر واضح نہ ہونے دی تعجب ہے کہ اب بھی اس کی کوشش کیجاتی ہے -

ام یحسدون الناس علی ما آتاھم اللہ من فضلہ - کسی کے مراتب عالیہ پر حسد کرنا قضاء الٰہی پر نارضامندی کا اظہار ہے۔

ولایت مطلقہ

ختم نبوت کے بیان میں ہم لکھ چکے ہیں کہ ولایت مطلقہ بھی خاتم النبیین ہی کیواسطے ہے اور ولی مطلق اولاً و بالذات خداوند عالم ہے اور ثانیاً و بالعرض اس کا رسولؐ اسی طرح بعد رسولؐ ولی مطلق وہ مومنین ہیں جو نماز کو قائم کرتے ہیں اور بحالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں اور یہ وہ ہی وارث امامت مطلقہ ابراہیمی ہیں پس ولی تین ہوئے - خدا - اُس کا رسولؐ اور ائمہ اہلبیتؑ نبی اسم خاص ہے ایک شخص خاص کے لئے اور یہ ایسا اسم ہے کہ خدا پر اس کا ہرگز اطلاق نہیں ہو سکتا - اُس کو نبی نہیں کہہ سکتے - لیکن ولی عام ہے خدا و غیر خدا سب پر اطلاق ہوتا ہے - چنانچہ اول و بالذات ولی برحق و متصرف مطلق اس عالم کا خدا ہی ہے بعد ازاں اُسکے انبیاء اور خاتم النبیین مظہر ولایت مطلقہ الٰہیہ ہیں - اور بعد خدا ثانیاً و بالعرض آپ ہی ولی مطلق ہیں لیکن نہ صرف آپ ہی بلکہ مومنین بھی ہیں جنکی

صفات نماز کا دنیا میں قائم کرنا اور بحالتِ رکوع میں زکوٰۃ دینا ہے اور وہ نور محمدی ہی کے جزو ہیں پس یہ سب کے سب مظاہر ولایت مطلقہ الہیہ ہیں اور مثل پیغمبر واسطہ فیضان مطلق الٰہی جو کچھ مخلوق کو پہنچتا ہے یا پہنچیگا انہی کے واسطے اور وسیلے سے پہنچتا اور پہنچیگا خواہ علم ہو یا غیر علم۔ اور ظاہر ہے کہ جب یہ خداوند عالم واجب الوجود کی صفت ہے اور یہ بزرگوار اس ولایت مطلقہ کے مظاہر ہیں تو جب سے تعلق ولایت ہے اسی وقت سے یہ وجود بھی موجود ہیں اور جبتک یہ سلسلہ ہے موجود رہینگے۔ اس لئے ان کا وجود مخلوقات سے پہلے بھی ضروری ہے اور خلق کے ساتھ بھی اور بعد میں بھی۔ کیونکہ نبوت ختم ہوسکتی ہے اور سلسلہ ارسال و تبلیغ خاص محدود ہوسکتا ہے لیکن سلسلہ ولایت ہمیشہ جاری ہے۔ لہٰذا حدیث صحیح ہے۔ الحجۃ قبل الخلق ومع الخلق وبعد الخلق۔ کیونکہ یہی حجج مظاہر ولایت مطلقہ الہیہ ہیں۔ پس بعد رسول خدا کہ وہ اصل ہیں باقی تمام اولیاء اللہ و انبیاء وغیرھم سے افضل اور ایسے ولی کا وجود ہر زمانے میں ضروری ہے اور ولی زمانؑ کے وجود سے انکار کرنا خدا کا معطل جاننا اور "اللہ ھو الولی" کی تکذیب ہے۔

معنی مصطفیٰ ، مجتبیٰ ، مرتضیٰ

آخر سورہ حج کی آیات جو ہم نے نقل کی ہیں اور جن میں بارہ دلیلیں اس ذریت ابراہیم و اسمٰعیل کی امامت پر موجود ہیں۔ اگر اسکے صرف ایک کلمے میں غور کیا جائے تو کافی ہے انکی فضیلت کے لئے اور وہ کلمہ "ھُوَ اجْتَبٰکُمْ" ہے۔ لفظ اجتباء مقام غور و تامل ہے۔ تین لفظ مختلف قرآن میں استعمال ہوئے ہیں اور تینوں علیحدہ معنی رکھتے ہیں۔ "مصطفےٰ مجتبےٰ اور مرتضےٰ۔ مگر مفسرین بلکہ لغویین نے بھی سب کا ترجمہ ایک یعنی برگزیدہ" کر دیا ہے۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ تینوں لفظوں کا مادہ جدا ہے۔ مصطفےٰ "صفا" سے ہے۔ مجتبےٰ "جبا" سے اور مرتضیٰ رضا سے مشتق ہے اور معانی۔ صفا و جبا و رضا۔ یقیناً جدا جدا ہیں۔ صفا۔ صفائی و پاکیزگی ہے۔ جبا کے معنی بہت سی چیزوں میں سے کسی چیز کو چن لینا ہے اور رضا بمعنی خوشنودی و پسندیدگی اور زبان عرب کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی لفظ ثلاثی مجرد سے مزید فیہ میں منتقل ہو تو اصل معنی مصدری ثلاثی اس میں بحال خود باقی اور ملحوظ رہیں۔ لہٰذا چاہیئے۔ کہ اصطفا۔ اجتبا اور ارتضاء میں۔ معانی۔ صفا۔ و جبا و رضا ضرور ملحوظ ہوں۔ لیکن افسوس ہے کہ لغویین مفسرین نے سب کو ایک کر کے اس باب علم کو مسدود کر دیا جس سے سخت غلط فہمیاں پیدا ہوئیں اور بے انتہا فضائل صاحبان فضائل پوشیدہ رہ گئے۔ کلام حمید مجید میں ان الفاظ کے معانی کا فرق ظاہر ہے اور ہر ایک اپنے مقام پر استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ اصطفاء کو لیجئے "اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ" اللہ ملائکہ اور انسانوں میں سے کچھ رسول مصطفےٰ بناتا ہے۔ (سورہ حج) یہاں ملائکہ اور انبیاء مرسلینؑ دونو پر

لفظ مصطفےٰ بولا گیا ہے۔ ایضاً۔ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔ (آل عمران) اللہ نے آدم ونوح وآل ابراہیم وآل عمران کو سب پر مصطفےٰ بنایا ہے۔ یہاں بھی انبیاء کے لئے استعمال ہُوا ہے۔ "وَاِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ" (اللہ نے تم پر اس کو مصطفےٰ بنایا ہے۔ (بقرہ) یہاں حضرت طالوت کیواسطے مصطفےٰ لکھا گیا ہے جو نہ رسول ہیں نہ نبی نہ فرشتہ بلکہ خدا کے ایک نیک بندے اور بادشاہ لیکن "اجتبیٰ" کا لفظ دیگر انسان اور ملائکہ تو درکنار تمام رسولوں پر بھی نہیں بولا گیا بلکہ خاص خاص رسولوں کے واسطے استعمال ہُوا ہے۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔ وَمَا كَانَ اللّٰہُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰہَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (آل عمران ع) اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ تم کو غیب پر مطلع کردے اور علم غیب دیدے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے کسی کو اس کام کیلئے چن لیتا ہے اور انتخاب کر لیتا ہے لہذا معلوم ہُوا کہ اس کام کیلئے سب رسول موزوں نہیں بلکہ رسولوں میں سے کسی خاص کو یہ درجہ نصیب ہے وہ بلاشک ولاریب جناب محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو افضل المرسلین و خاتم النبیین ہیں۔ لہٰذا یہی لفظ مجتبیٰ خاتم النبیین کے قائم مقام اماموں کے واسطے استعمال ہُوا ہے جو آل نبی و ذریت ابراہیم واسمٰعیل ہیں پس وہ افضل ہیں تمام انبیاء مرسلین وغیر مرسلین سے چہ جائیکہ۔ ملائکہ سے تو حضرت آدم ہی افضل ہیں۔ لہٰذا یہ اولیاء اللہ وحجج اللہ تو ملائکہ سے کہیں افضل ہوئے وہ ان کے خادم ہیں اور تحت ولایت مطلقہ داخل۔ اُن کو بھی جو کچھ پہنچتا ہے انہی کے وسیلے سے پہنچتا ہے اور۔ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔ (وہ تمام عالم غیب وعالم شہادت کا جاننے والا ہے۔ اپنے غیب خاص پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر اپنے رسول مرتضیٰ کو) اور یہ رسول مرتضےٰ غیر از محمد مصطفےٰ اور کوئی نہیں ہو سکتا اور یہ مقام خاص آپ ہی کے واسطے ہے۔ مگر یہ اس صورت میں ہے جبکہ "من رسول" میں "من" بیانیہ لیا جائے۔ ورنہ اگر من بیانیہ نہ لیا جائے۔ تو معنی "من ارتضیٰ من رسول" یہ ہونگے کہ وہ شخص جو از جانب رسول مرتضیٰ ہو اور مرتضیٰ از جانب رسول نہیں مگر مرتضیٰ (علی) نفس رسول ہیں اس سے زیادہ توضیح کا یہاں موقع نہیں۔ درجہ مرتضیٰ معلوم کرنیکے لئے یہی اشارہ کافی ہے۔

اطاعت مطلقہ

چونکہ ولایت مطلقہ مثل پیغمبر خدا انہی کے واسطے ہے اسی واسطے مثل پیغمبر مطاع مطلق بھی یہی ہیں جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔ اطیعوا اللّٰہَ وَاطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو اُسکے رسول کی اور اُنکی جو تم میں سے اولیاء امور الٰہی ولی برحق و متصرف مطلق ہیں آیہ مبارکہ میں لفظ اطاعت چونکہ مکرر استعمال ہُوا ہے اسلئے اطاعت خدا اور ہے اور اطاعت رسول اور کیونکہ وہ خالق وصانع ورازق مالک رق ومعبود برحق ہے۔ لیکن رسول اور اولیاء

الامور کی اطاعت ایک جیسی ہے کیونکہ یہاں لفظ "اطیعوا" مکرر نہیں آیا اور اطاعت رسول قرآن سے ظاہر ہے کہ کیسی ہے؟ اگر پیغمبر نماز کے توڑ دینے کا بھی حکم دے جو کہ رکن دین ہے تو فوراً توڑ دو اور رسول کی بات سنو۔ چنانچہ مروی ہے (بخاری) ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا پیغمبر خدا نے اس کو آواز دی نہ بولا بعد ختم نماز آیا تو حضرت نے اس سے فرمایا کہ میں نے تجھ کو پکارا تھا کیوں نہیں بولا۔ عرض کیا نماز پڑھ رہا تھا۔ فرمایا کیا تو نے نہیں سنا ہے کہ خدا فرماتا ہے۔ "اِسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ اِذَا دَعَاكُمْ" (انفال) جواب دو خدا اور اسکے رسول کو جب وہ پکاریں۔ خواہ کسی حال میں ہو۔ وہ شرمندہ ہوا اور توبہ کی دوسری آیت میں فرماتا ہے اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (احزاب) نبی مومنین پر خود ان سے زیادہ تصرف اور ان کا مالک ہے اور یہی معنی ولی اور ولی الامر و ذوالامر و صاحب الامر کے ہیں۔ یہی اطاعت بعینہٖ اولی الامر و صاحب الامر علیہ السلام کی ہوتی ہے کچھ فرق نہیں بعد وہ مالک متصرف مطلق و اولی بالتصرف ہیں۔ وہ نفس رسول و قائم مقام خاتم النبیین ہیں۔ یہاں سے مقابلہ کرنا چاہیئے نبوت انبیاء سابقین اور امامت ائمہ مطلق اوصیاء خاتم النبیین علیہم السلام کا۔ افضل ہے نبوت سے امامت کس کی ہے اسکے سمجھنے کو بصیرت اور اسکے متحمل ہونیکے لئے قلب مومن ممتحن کی ضرورت ہے شپرہ چشم کب آفتاب امامت مطلقہ کی شعاعوں کا تحمل کر سکتا ہے افسوس ہے کہ اس مختصر میں گنجائش نہیں ورنہ ہم کم سے کم چالیس دلیلیں افضلیت امامت ائمہ اہلبیت پر نصوص قرآن سے درج کرتے۔ مگر صاحب عقل کے لئے یہی کافی ہے جو لکھا گیا بلکہ صرف ایک آیہ ولایت اگر غور کرے۔

نورّیت اجسام ائمہ علیہم السلام اور انکی ارواح کا بیان

معیار نبوت میں ثابت کیا گیا ہے کہ جس طرح نبی کی روح خاص روح ہوتی ہے نہ مثل عوام الناس۔ اسی طرح اس کی طینت نورانیہ اور مادہ نورانی بھی خاص ہوتا ہے مادۂ ظلمانیہ ارضیہ نہیں ہوتا کیونکہ محل مناسب حال چاہیئے۔ اسی طرح ائمہ علیہ السلام کی روح غیر روح عوام الناس ہے اور ان کا مادہ بھی غیر مادہ عوام الناس ہوتا ہے۔ بلکہ عین مادہ نورانیہ محمدیہ جو مشتق ہے نور خدا سے چنانچہ احادیث روح قدس انبیاء علیہم سلام کے متعلق لکھی گئی ہیں وہ روح قدس آئمہ پر مشتمل و دال ہیں رجوع کیجئے مزید افادہ و اطمینان کے لئے چند احادیث یہاں درج ہونگی۔ اول پڑھئے آیہ مبارکہ نور اور اس کی تفسیر و تشریح خزان علوم الٰہی کی زبانی۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ

لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (دسویں دونوں) حدیث مشہور انا و علی بن نور واحد" لکھ چکے ہیں! درملا خطہ ہو
صفوان نے صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب خداوند عالم نے زمین و
آسمان پیدا کر دیا اور اپنے عرش تقدیری پر غالب آیا۔ تو حکم دیا اپنے نور کے دو ٹکڑوں کو پس انہوں نے
ستر مرتبہ عرش اعظم الٰہی کا طواف کیا پس فرمایا کہ یہ میرے دو نور ہیں جو مطیع مطلق ہیں پس اس نور سے
محمد مصطفےٰ اور علی مرتضےٰ اور اُن کے اولاد کے اوصیاء علیہم السلام کو خلق فرمایا پس اُنکے پرتو انوار سے
اُنکے شیعوں کو خلق کیا اور اُن کے نور سے آنکھوں کی روشنی کو۔ جابر ابن عبداللہ سے مروی ہے
کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ اِبْتَدَعَهُ مِنْ نُوْرِهٖ وَاشْتَقَّهُ مِنْ جَلَالِ عَظْمَتِهٖ فَاَقْبَلَ
يَطُوْفُ بِالْقُدْرَةِ حَتّٰى وَصَلَ اِلٰى جَلَالِ الْعَظَمَةِ فِيْ ثَمَانِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ثُمَّ سَجَدَ لِلّٰهِ تَعْظِيْمًا فَفَتَقَ مِنْهُ
نُوْرَ عَلِيٍّ فَكَانَ نُوْرِيْ مُحِيْطًا بِالْعَظَمَةِ وَنُوْرُ عَلِيٍّ مُحِيْطًا بِالْقُدْرَةِ ثُمَّ خَلَقَ الْعَرْشَ وَاللَّوْحَ وَالشَّمْسَ وَضَوْءَ النَّهَارِ
وَنُوْرَ الْاَبْصَارِ وَالْعَقْلَ وَالْمَعْرِفَةَ وَاَبْصَارَ الْعِبَادِ وَاَسْمَاعَهُمْ وَقُلُوْبَهُمْ مِنْ نُوْرِيْ وَنُوْرِيْ مُشْتَقٌّ مِنْ نُوْرِهٖ
فَنَحْنُ الْاَوَّلُوْنَ وَنَحْنُ الْآخِرُوْنَ وَنَحْنُ السَّابِقُوْنَ وَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ وَنَحْنُ الشَّافِعُوْنَ وَنَحْنُ كَلِمَةُ اللّٰهِ وَنَحْنُ
خَاصَّةُ اللّٰهِ وَنَحْنُ اَحِبَّاءُ اللّٰهِ وَنَحْنُ وَجْهُ اللّٰهِ وَنَحْنُ جَنْبُ اللّٰهِ وَنَحْنُ يَمِيْنُ اللّٰهِ وَنَحْنُ اُمَنَاءُ اللّٰهِ وَنَحْنُ خَزَنَةُ
وَحْيِ اللّٰهِ وَسَدَنَةُ غَيْبِ اللّٰهِ وَنَحْنُ مَعْدِنُ التَّنْزِيْلِ وَمَعْنَى التَّاْوِيْلِ وَفِيْ اَبْيَاتِنَا هَبَطَ جِبْرَئِيْلُ وَنَحْنُ مَحَالُّ
قُدْسِ اللّٰهِ وَنَحْنُ مَصَابِيْحُ الْحِكْمَةِ وَنَحْنُ مَفَاتِيْحُ الرَّحْمَةِ وَنَحْنُ يَنَابِيْعُ النِّعْمَةِ وَنَحْنُ شَرَفُ الْاُمَّةِ وَنَحْنُ سَادَةُ
الْاَئِمَّةِ وَنَحْنُ نَوَامِيْسُ الْعَصْرِ وَاَحْبَارُ الدَّهْرِ وَنَحْنُ سَادَةُ الْعِبَادِ وَنَحْنُ سَاسَةُ الْبِلَادِ وَنَحْنُ الْكُفَاةُ وَالْوُلَاةُ
وَالْحُمَاةُ وَالسُّقَاةُ وَالرُّعَاةُ وَطَرِيْقُ النَّجَاةِ وَنَحْنُ السَّبِيْلُ وَالسَّلْسَبِيْلُ وَنَحْنُ النَّهْجُ الْقَوِيْمُ وَالطَّرِيْقُ
الْمُسْتَقِيْمُ مَنْ آمَنَ بِنَا آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَنْ رَدَّ عَلَيْنَا رَدَّ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ شَكَّ فِيْنَا شَكَّ فِي اللّٰهِ وَمَنْ عَرَفَنَا
عَرَفَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى عَنَّا تَوَلّٰى عَنِ اللّٰهِ وَمَنْ اَطَاعَنَا اَطَاعَ اللّٰهَ وَنَحْنُ الْوَسِيْلَةُ اِلَى اللّٰهِ وَالْوُصْلَةُ اِلٰى رِضْوَانِ اللّٰهِ
وَلَنَا الْعِصْمَةُ وَالْخِلَافَةُ وَالْهِدَايَةُ وَفِيْنَا النُّبُوَّةُ وَالْوِلَايَةُ وَالْاِمَامَةُ وَمَعْدِنُ الْحِكْمَةِ وَبَابُ الرَّحْمَةِ۔
وَشَجَرَةُ الْعِصْمَةِ وَنَحْنُ كَلِمَةُ التَّقْوٰى وَالْمَثَلُ الْاَعْلٰى وَالْحُجَّةُ الْعُظْمٰى وَالْعُرْوَةُ الْوُثْقَى الَّتِيْ مَنْ تَمَسَّكَ بِهَا نَجَا"
ترجمہ: جناب رسول خدا نے فرمایا اول جو چیز خدا نے پیدا کی وہ میرا نور ہے جس کو اپنے نور سے خلق کیا
اور اپنے جلال عظمت سے مشتق فرمایا پس وہ نور گرد حظیرۂ قدس قدرت خالق طواف کرنے لگا یہاں تک
کہ اسی ہزار سال میں جلال عظمت تک پہنچ گیا پھر خدا کا سجدہ تعظیمی ادا کیا پس خدا نے اُس سے نور علیؑ کو جدا
کیا پس میرا نور تو عظمت کو محیط ہو گیا اور نور علی قدرت کو پھر خدا نے عرش و لوح شمس و ضوء و نور ابصار و
عقل و معرفت و ابصار عباد و قلوب کو میرے نور سے خلق فرمایا اور میرا نور مشتق ہے نور خدا سے

پس ہم ہی اولین ہیں اور ہم ہی آخرین اور ہم ہی سابقین اور ہم ہی تسبیح گذار ہیں اور ہم ہی شفیع یوم الدین اور ہم کلمۃ اللہ۔ خاصۃ اللہ احباء اللہ وجہ اللہ۔ جنب اللہ۔ ید اللہ۔ امناء اللہ خزینہ وحی الہی اور محافظین غیب خداوندی ہم معدن تنزیل ومعنی تاویل ہیں اور ہمارے ہی گھر میں جبرئیل آتے ہیں اور ہم ہی محل قدس وطہارت الہی مقدسین ومطہرین ہیں اور ہم شمع حکمت وکلید رحمت اور چشمہ نعمت الہی ہیں ہر ایک نعمت ہماری ہی طرف سے جاری ہوتی ہے اور ہم ہی شرف امت و بنی آدم ہیں ہم سردار ائمہ ہیں اور ہم زمانے میں ناموس اکبر الہی اور علماء دہر ہیں۔ ہم تمام بندگان خدا کے سردار ہیں اور جملہ ممالک کے حکام ومنتظم۔ اور ہم ہی کفیل ووالی وحامی ومحافظ وساقی بندگان خدا ہیں۔ ہم ہی منہج قویم وصراط مستقیم ہیں۔ جو ہم پر ایمان لایا وہ خدا پر ایمان لایا جس نے ہمارے قول کو رد کیا اُس نے کلام خدا کو رد کیا۔ جس نے ہمارے بارے میں شک کیا اُس نے خدا میں شک کیا۔ جس نے ہم کو پہچانا اُس نے خدا کو پہچانا۔ جو ہم سے پھرا وہ خدا سے پھرا۔ جس نے ہماری اطاعت کی اُس نے خدا کی اطاعت کی من اطاع الرسول فقد اطاع اللہ۔ ہم ہی وسیلہ ہیں خدا تک پہنچنے کا اور ذریعہ ہیں خدا کی خوشنودی حاصل کرنیکا (وابتغوا الیہ الوسیلۃ) اور ہمارے ہی لئے عصمت وطہارت وخلافت وہدایت ہے اور ہم میں ہی نبوت وولایت وامامت ومعدن حکمت وباب رحمت وشجرہ عصمت ہے ہم ہی کلمہ تقوی مثل اعلی (وللہ المثل الاعلی) حجت عظمی اور وہ عروۃ الوثقی ہیں کہ جس نے اُس سے تمسک کیا نجات پا گیا۔ "ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لہا واللہ سمیع علیم" کتاب الاختصاص میں ہے کہ ائمہ علیہم السلام نے فرمایا کہ پیدا کیا ہم کو خلق مخلوقات سے ہزار سال پہلے پس ہم نے خدا کی تسبیح ادا کی اور ہماری تسبیح سنکر ملائکہ نے خدا کی تسبیح کی۔ اور فضائل الشیعہ میں شیخ صدوق علیہ الرحمہ ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں ہم ایک مرتبہ رسول اللہ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگہاں ایک شخص آیا اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ مجھکو اس آیت کے معنی بتلا دیجئے "استکبرت ام کنت من العالین" (خدا نے ابلیس سے کہا کہ تو نے جو آدم کو سجدہ نہیں کیا تو کیا تو نے تکبر کیا ہے یا تو ان عالین میں سے ہے جو مامور بہ سجدہ نہیں تھا) یا رسول اللہ وہ کون بزرگوار ہیں جو ملائکہ سے اعلیٰ ہیں۔ فرمایا رسول اللہ نے میں۔ علی۔ فاطمہ اور حسنین۔ ہم سرادقات عرش میں خدا کی تسبیح کرتے تھے اور ملائکہ نے ہماری تسبیح سنکر خدا کی تسبیح کی حضرت آدم کی خلقت سے ہزار سال پہلے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آدم کو خلق کیا تو ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں اور ہم کو سجدے کا حکم نہیں دیا۔ پس سب ملائکہ نے سوائے ابلیس کے سجدہ کیا اور اس نے سجدے سے

انکار کیا ابلیس۔ خدا نے کہا کہ تو متکبر ہو گیا ہے یا تو ان نفوس عالیہ میں سے ہے جنکے اسماء مبارک زینت
عرش پر لکھے ہوئے ہیں۔ پس ہم ہی باب اللہ ہیں جس کے ذریعہ سے خدا تک پہنچا جاتا ہے اور ہمارے
ہی ذریعہ سے ہدایت پانے والے ہدایت پاتے ہیں پس جو ہمیں دوست رکھیگا اُس کو خدا دوست
رکھیگا اور جو ہم کو دشمن رکھے گا اُس کو خدا دشمن رکھیگا اور آتش جہنم میں جگہ دیگا۔ اور نہیں محبت
کرتا ہم سے مگر وہ جس کی ولادت پاک ہے (دشمن اہلبیت حرام زادہ ہوتا ہے)
بصائر الدرجات میں محمد بن مروان سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت صادق آل محمد فرماتے
تھے کہ اللہ نے ہم کو اپنے نور عظمت سے خلق فرمایا پھر ہماری صورتوں کو عرش کے نیچے کی طینت
مخزونہ مکنونہ سے بنایا پس ہم اُس کی مخلوق بشر نورانیین ہیں۔ اس میں کسی اور مخلوق کو حصہ نہیں
دیا گیا اور ہمارے شیعوں کی روح کو ہمارے بدنوں کی طینت سے خلق کیا ہے اور اونکے بدنوں
کو اُس سے ادنیٰ درجہ کی طینت سے اور اس طینت میں سوائے انبیاءؑ کے اور کسی کا حصہ نہیں
قرار دیا گیا۔ ایک اور حدیث کو جابر بن یزید جعفی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ عالم
انوار میں جب کہ کوئی مخلوق موجود نہ تھی اللہ تعالیٰ نے ہمارے انوار کو حکم دیا کہ اُس کی تسبیح کریں پس اُنہوں
نے تسبیح شروع کی پس ہماری تسبیح سے ملائکہ نے تسبیح کی اور اگر ہم اول تسبیح خدا نہ کرتے تو وہ (ملائکہ) نہ
جانتے کہ کس طرح خدا کی تسبیح کریں۔ یعنی ملائکہ نے تسبیح ہم ہی سے سیکھی ہے۔ پھر خدا نے اپنے حبیب کو
خطاب کر کے فرمایا اے محمد مجھکو اپنے عزت و جلال و علو شان کی قسم ہے اگر تو اور علیؑ اور عترت و ذریت
هادیین مہدیین پیدا کرنے نہ ہوتے تو میں نہ زمین کو پیدا کرتا اور نہ آسمان کو اور نہ دوزخ کو نہ جنت کو اور نہ
ملائکہ نہ اور مخلوق کو۔ اے محمد تو ہی میرا خلیل و حبیب و صفی اور بہترین مخلوق اور سب سے محبوب ہے
اور تو ہی وہ ہے جس کو میں نے پہلے پہلے خلق کیا اور پھر تیرے بعد صدیق اکبر امیر المومنین علیؑ ہے
اُس سے میں نے تائید کی اور نصرت کی اور تیرا وصی بنایا اور اُس کو عروۃ وثقیٰ۔ نور اولیاء و
منارہ ہدیٰ قرار دیا۔ پھر یہ ہادیان برحق ہیں (اے میرے محبوبو) تمہارے ہی لئے میں نے خلق
کو مخلوق کیا ہے اور تم ہی بہترین مخلوق ہو میرے اور میری مخلوق کے درمیان میں نے تم کو
اپنے نور عظمت سے پیدا کیا ہے پس ہر ایک چیز ہالک ہے مگر میری وجہ اور تم ہی میری وجہ ہو
(جسکے ذریعہ سے مجھکو پہچانا جاتا ہے اور مجھ تک پہنچا جاتا ہے) پس تم نہ ہلاک ہو گے اور نہ فنا
(کل شیءٍ ھالک الا وجھہ و کل من علیھا فان و یبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام) حدیث بہت
طولانی ہے تبرکاً تھوڑا سا حصہ نقل کیا گیا۔

ابن عباسؓ سے منقول ہے فرماتے ہیں ایک مرتبہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ علیؑ باہر سے تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا اے وہ شخص جو اپنے باپ سے چالیس ہزار سال پہلے خلق ہوا ہے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا بیٹا بھی باپ سے پہلے پیدا ہو سکتا ہے فرمایا ہاں۔ خدا نے پیدا کیا مجھکو اور علی کو ایک نور سے آدم سے چالیس ہزار سال پہلے۔ پھر اُس نور کو دو ٹکڑے کیا اور پھر تمام اشیاء کو میرے اور علیؑ کے نور سے خلق کیا۔ پھر ہم کو اپنے عرش تقدیری پر قرار دیا پس ہم نے خدا کی تسبیح کی پس ملائکہ نے بھی تسبیح کی پھر ہم نے تہلیل و تکبیر کی پس ملائکہ نے بھی تہلیل و تکبیر ادا کی پس جو کوئی بھی خدا کی تسبیح و تقدیس تہلیل و تکبیر کرتا ہے وہ علیؑ کی تعلیم سے ہے اور سب علی کے شاگرد ہیں "انا مدینۃ العلم و علی بابھا" لاریب یہ تعلیم باب علم ہی سے ہوگی (ما فہم ولا تعقل ولا تکن من الجاھلین) الجاھلین)

قال علیہ السلام انی و ان کنت ابن آدم صورۃ فلی فیہ معنا شاھد بابوتی یعنی اگرچہ بظاہر میں آدم کا بیٹا ہوں لیکن اُن میں دلیل و شاہد موجود ہے کہ میں اُن کا باپ ہوں۔ احادیث و روایات متعلقہ انوار ائمہ علیہم السلام بیشمار ہیں۔ دکتب مفصلات ملاحظہ ہوں) اور آیات قرآن اس پر دال یعنی تمام احادیث آیات ہی سے مستنبط ہیں کیونکہ اگر حدیث کا مدرک قرآن نہ ہو تو وہ صحیح نہیں مانی جا سکتی۔ آیہ نور ظاہر ہے ازمنجملہ اُن آیہ کریمہ۔ "واتبعوا النور الذی انزل معہ" (اور پیروی کرو رسولؐ کی اور اس نور کی جو ساتھ اُتارا گیا ہے۔) پس یہ نور جس کو رسولؐ سے معیت تامہ مطلقہ ہر زمان اور ہر مکان میں حاصل ہے سوا اُسکے کون ہو سکتا ہے جو جزو نور محمدی ہے۔ تفاسیر مؤید ہیں کہ نور سے مراد علی ابن ابیطالب ہی ہیں۔ اور باقی ائمہ علیہ السلام اسی نور کے جزو ہیں ان احادیث کا مفاد یہی ہے کہ مادہ نورانیہ امام مثل پیغمبرؐ فوق جمیع مواد ہے اور مرکز اس کا عرش الٰہی ہے "ماده نورانیہ کثیفہ"۔ اگر عرش سے نہ ہوتا تو عرش تک نہ پہنچ سکتا۔ "کل شیء یرجع الی اصلہ" اس کو اپنے مادہ ارضیہ پر قیاس نادانی ہے۔ ہماری ارواح سے بھی وہ کہیں لطیف تر ہے۔

خاص روح مسدد ائمہ علیہ السلام

پہلے ذکر آ چکا ہے اور احادیث لکھی جا چکی ہیں کہ انبیاء و ائمہ میں ایک روح قدس ہوتی ہے جو دوسروں میں نہیں ہوتی چنانچہ کتاب بصائر الدرجات وغیرہ میں متعدد طرق مختلفہ سے مروی ہے منجملہ اُنکے حدیث جابر ہے کہ اللہ تعالے نے انسانوں کو تین طبقوں میں پیدا کیا ہے۔ ایک طبقہ سابقین اولین کا ہے اور وہ انبیاء اور خاصان خدا و ائمہ ہدیٰ ہیں اُن میں پانچ روحیں قرار دی ہیں ایک روح القدس ہے اور یہ عام انسانوں میں نہیں ہوتی۔ وغیرھا۔ لیکن آنحضرتؐ و ائمہ ہدیٰ کیلئے ایک اور روح خاص خدا نے عطا کی ہے اور انبیاء

کو نہیں دی گئی چنانچہ ملاحظہ ہوں تفسیر آیہ شریف "وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ" صادق علیہ السلام فرماتے ہیں وہ ایک مخلوق ہے جو اعظم ہے جبرئیل و میکائیل سے وہ پیغمبر کی گئی ہے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُن کو خبر دیتی ہے اور اُن کی تسدید و تائید کرتی ہے اور وہ ہی ائمہ کے ساتھ ہوتی اور اُن کی تائید و تسدید کرتی ہے۔

ایضاً بصائر الدرجات میں محمد ابن مسلم سے روایت ہے کہ جناب باقر العلوم علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ روح ایک مخلوق اعظم ہے ملائکہ و جبرئیل و میکائیل سے یہ رسول اللہ کیساتھ تھی اور یہی ائمہ کے ساتھ ہے۔

ایضاً منتخب البصائر میں ہشام بن سالم سے مروی ہے کہتا ہے کہ میں نے صادق آل محمد سے سُنا کہ فرماتے تھے "يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ" میں روح ایک مخلوق عظیم الٰہی ہے جو ملائکہ و جبرئیل و میکائیل سے افضل و اعظم ہے اور وہ سوائے محمد مصطفےٰ اور کسی نبی کے ساتھ نہ تھی اور وہ ہی ائمہ کے ساتھ ہے اور اُن کی تائید و تسدید کرتی ہے "وَلَيْسَ كُلَّمَا طُلِبَ وُجِدَ"

ایضاً سعد اسکاف سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک شخص جناب امیر المومنین علیہم السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے روح کی بابت سوال کیا اور کہا کہ کیا یہ جبرئیل نہیں ہے؟ فرمایا جبرئیل ملائکہ میں سے ہیں اور روح غیر ملائکہ ہے اور مکرر یہی فرمایا سائل نے کہا آپ نے تو بہت بڑی بات کہی اور کوئی شخص یہ گمان نہیں کرتا کہ روح غیر جبرئیل ہے آپ نے فرمایا تو گمراہ اور گمراہوں کی باتیں روایت کرتا ہے خدا اپنے پیغمبر سے فرماتا ہے "اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ" پس معلوم ہے کہ روح غیر ملائکہ ہے کہ اس کو علیحدہ ذکر کیا ہے۔ (انتہی) توضیح خاتمہ میں آئے گی۔ غرض یہ روح ملائکہ سے کہیں افضل و اعظم ہے۔

ولادت ائمہ علی ابن ابراہیم القمی اپنی تفسیر میں حسن بن راشد سے روایت کرتے ہیں کہ صادق آل محمد نے فرمایا کہ جب اللہ چاہتا ہے کہ امام کو خلق فرمائے تو تحت عرش سے ایک گھونٹ پانی لیتا ہے اور ایک فرشتے کو دیتا ہے کہ امام کے باپ کو پلا دے پس اس پانی سے خدا اس امام کو خلق فرماتا ہے اور جب اُس کی ولادت کا وقت قریب آتا ہے تو خدا اُسی فرشتے کو بھیجتا ہے وہ اُس کی پیشانی پر لکھ دیتا ہے "وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ" **ایضاً** سلیمان سے منقول ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ امام کا نطفہ جنت سے ہے (یعنی ارضی نہیں ہے) جب وہ شکم مادر سے زمین پر آتا ہے تو ہاتھ زمین پر ٹیکتا ہے اور سر آسمان کی طرف اُٹھائے ہوئے ہوتا ہے۔ سائل نے دریافت کیا ایسا

کیوں کرتا ہے فرمایا ایک منادی درمیان عرش سے از جانب خدا ندا دیتا ہے :- ثابت وقائم ہو کیونکہ تو میری برگزیدہ مخلوق ہے اور میرے علم کا صندوق اور میں نے تیرے اور تیرے دوستوں کیلئے اپنی رحمت واجب کردی ہے اور جنت بخش دی ہے اور اپنی ہمسائگی حلال کردی ہے مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم ہے کہ تیرے دشمنوں کو سخت عذاب سے معذب کرونگا اگرچہ دنیا میں اُن کو وسعت رزق دوں پس جب منادی کی ندا ختم ہوتی ہے تو امام اسی حالت میں اس طرح جواب دیتا ہے شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ :- جب یہ کہتا ہے تو خدا اُس کو علم اولین و آخرین عطا کر دیتا ہے اور شب قدر میں زیارت روح کا مستحق ہو جاتا ہے اور اُسکے لئے ایک عمود نور بلند کیا جاتا ہے جس سے تمام لوگوں کے اعمال دیکھتا ہے۔ اور اُن پر حجت لاتا ہے۔

ایضاً۔ ابو بصیر سے روایت ہے فرماتے ہیں جس سال جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں میں جناب جعفر صادق علیہ السلام کے ہمراہ حج کو چلا۔ جب منزل ابواء پر پہنچے تو وہاں قیام کیا۔ ہمارے لئے غذا تیار کی گئی۔ ناگاہ حمیدہ خاتون والدۂ جناب موسیٰ کاظم کا قاصد پہنچا آپ اندر تشریف لے گئے اور خوشی خوشی باہر تشریف لائے دریافت کیا تو ولادت باسعادت موسیٰ کاظم کی بشارت دی اور فرمایا کہ حمیدہ نے مجھکو ایک بات سنائی جس کو میں پہلے سے جانتا ہوں اور اس سے بہتر۔ میں نے عرض کیا حضرتؑ وہ کیا بات تھی۔ فرمایا جس وقت بچہ پیدا ہوا۔ ہاتھ زمین پر ٹیک دیئے اور سر آسمان کی طرف بلند کیا۔ میں نے اُس سے کہا۔ یہ نشانی ہے رسول اللہ کی اُن کی ولادت بھی ایسی ہی ہوئی تھی اور یہی امام کی نشانی ہے۔ میں نے عرض کیا یہ کیا نشانی ہے۔ فرمایا کہ جب میرے دادا کا نطفہ منعقد ہونیکو ہوا تو ایک آنے والا خداوند عالم کی طرف سے اُن کے والد کے پاس آیا اور ایک پیالہ لایا جس میں شربت تھا جو پانی سے رقیق۔ دودھ سے سفید۔ مسکہ سے نرم شہد سے شیریں اور برف سے سرد تر تھا وہ اُن کو پلا دیا اور ہم بستری کو کہا پس اُس سے میرے دادا کا نطفہ منعقد ہوا۔ اور جس شب کو والد کا نطفہ قائم ہونا تھا تو میرے دادا کے پاس وہ قاصد الٰہی آیا اور وہ ہی شربت اُن کو پلایا اور انہوں نے اپنی زوجہ سے ہم بستری کی اور میرے والد ماجد کا نطفہ منعقد ہوا اور جب میرا نطفہ قائم ہونے والا تھا تو بھی وہ آنے والا میرے والد کے پاس آیا۔ اور وہ ہی شربت پلایا اور اسی طرح میرا نطفہ منعقد ہوا پس اسی طرح جس شب کو میرے اس بیٹے کا نطفہ ٹھیرنا تھا میرے پاس وہ ہی قاصد وہ ہی شربت لایا اور مجھے پلا کر صحبت کو کہا میں نے جب حمیدہ سے ہم بستری کی تو وہ نطفہ منعقد ہوا پس یہ نطفہ امام ہوتا ہے جس کی میں نے تم کو خبر دی پس اس طرح نطفہ قائم ہو کر جب اسکو رحم میں چالیس دن گذر جاتے ہیں تو شکم مادر ہی میں اُسکے لئے ایک عمود نور بلند

کیا جاتا ہے پس اُس سے جہاں تک اُس کی نظر جاتی ہے دیکھتا ہے اور جب چار ماہ کا ہو جاتا ہے تو ایک فرشتہ آتا ہے اور وہ اُسکے کندھوں پر لکھتا ہے وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ اور جب وہ شکم مادر سے باہر آتا ہے تو ہاتھ زمین پر ٹیک دیتا ہے اور سر آسمان کی طرف اُٹھائے ہوئے ہوتا ہے پس ہاتھ زمین پر رکھنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ وہ اُن تمام علم پر قبضہ کرتا ہے جو آسمان سے زمین کی طرف اُتارے جا چکے ہیں اور آسمان کی طرف سر کو اس لئے بلند کرتا ہے کہ آواز منادی کو سنتا ہے جو وسط عرش سے از جانب خدا اُس کا اور اُس کے باپ کا نام لیکر ندا دیتا ہے اور ثابت ہو خدا تجھے ثابت و قائم رکھے میں نے تجھکو ایک امر عظیم کیواسطے خلق کیا ہے۔ تو ہی مخلوق برگزیدہ ہے اور علم کا صندوق اور میرے اسرار کا خزانہ میں نے تیرے اور تیرے دوستوں کیلئے رحمت واجب کر دی ہے اور جنت بخش دی ہے اور اپنا قرب و جوار حلال کر دیا ہے اور مجھکو اپنے عزت و جلال کی قسم تیرے دشمنوں کو سخت خدا ب کرونگا اگرچہ دنیا میں اُن کو وسعت رزق دوں جب منادی کی ندا ختم ہوتی ہے تو امام جواب دیتا ہے شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۞ جب اُس نے یہ کہدیا تو خدا نے اُس کو علم اولین و آخرین عطا کر دیا اور شب قدر میں زیارت روح کا مستحق و مستوجب ہو گیا میں نے عرض کیا میں آپ پر فدا ہوں کیا روح سے مراد جبرئیل نہیں ہے۔ فرمایا جبرئیل ملائکہ سے ہے اور وہ ایک مخلوق ہے جو اعظم ہے ملائکہ سے کیا خدا نے نہیں فرمایا تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ (اُس شب میں ملائکہ اور روح باذن پروردگار نازل ہوتے ہیں) پس روح اور چیز ہے ملائکہ اور شے۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ۔ علم اولین و آخرین کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اولین سے مراد علم انبیاء سابقین و ملائکہ مقربین ہے اور آخرین سے مراد علم خاتم النبیین۔ فافہم۔ اُن احادیث سے بکمال وضاحت ثابت ہے کہ مثل انبیاء علیہم السلام ائمہ علیہم السلام کی ارواح غیر ارواح عوام الناس ہیں بلکہ اُن کی روح تمام انبیاء کی ارواح سے بھی افضل ہے اور انکو ایک ایسی روح دی گئی ہے جو سوائے پیغمبر خدا اور کسی پیغمبر کو نہیں دی گئی اور اُنکے اجسام اجسام نورانیہ اور وہ بشر نورانیین ہیں اور اُنکی طینت کو اس عالم کے مادہ کثیفہ ظلمانیہ سے کوئی تعلق ہی نہیں اور اُن کی ولادت مثل انبیاء عالم امری سے ہے نہ عالم خلق مادی سے اُنکا مادہ فوق سدرۃ المنتہیٰ مقام عرش پروردگار عالم سے ہے یہی وجہ ہے کہ تمام دیگر ممکنات کی ترقی کا منتہا عملاً و علماً سدرۃ المنتہیٰ ہے اور اُن کا مقام عرش اعظم الٰہی۔ نہیں نہیں ہیں نے غلطی کی عرش اعظم کی اصل یہ ہیں اور وہ انہی کے پرتو نور سے ہے لہٰذا جو شخص یہ کہتا ہے جناب امیر المومنینؑ مادہ ظلمانیہ سے ترقی کر کے عالم انوار میں پہنچے وہ قطعاً معرفتِ امامت سے جاہل اور اُسکے مراتب سے ناواقف ہے

وہ امام کو اپنا جیسا انسان قیاس کرتا ہے۔ (الّا یہ کہ اُن کو کچھ زیادہ پڑھا لکھا اور ترقی یافتہ جانتا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اسی طرح اور مادہ ظلمانیہ کو مقتضیات طبیعت حیوانیہ سے تعبیر اور عموم طبائع حیوانیہ میں امام کو شمار کرے۔ ہم کہہ چکے ہیں کہ صورت بشری میں مماثلت تماثل و تشابہ حقیقی باطنی کو مقتضی نہیں ان میں قوائے حیوانیہ ہیں لیکن تحت حکم روح نبوتی وہ بشر ہیں مگر بشر روحانی وہ روح مجسد و جسد مروّح ہیں خلا تقسھم بغیرھم فان دین اللہ لا یصاب بالقیاس۔

بعض علامات امامؑ

یہاں مناسب ہے چند علائم خاصۂ امام علیہ السلام اور بیان کر دیں تاکہ مومنین کے قلوب نور ایمان و ایقان سے اور روشن ہو جائیں اور وہ امام کو پہچان سکیں اور سچے اور جھوٹے امام میں تمیز کر لیں اور نوزائیدہ مدعیان امامت و مہدویت سے پرہیز کریں:-

جناب امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ امام کی چند علامتیں ہیں امامؑ سب سے زیادہ عالم، سب سے زیادہ دانا، سب سے زیادہ متقی، سب سے بردبار، سب سے زیادہ شجاع اور سب سے زیادہ سخی اور عبادت گذار ہوتا ہے ماں کے پیٹ سے پاک و پاکیزہ اور ختنہ شدہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتا ہے جس طرح آگے سے اُس کے سایہ نہیں ہوتا۔ جب وہ ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے تو ہتھیلیوں کے بل زمین پر آتا ہے اور شہادتین پڑھتا ہے۔ اُس کو احتلام نہیں ہوتا اُس کی آنکھ سوتی ہے مگر دل نہیں سوتا (کیونکہ شہید علی الناس ہے) اور وہ محدث ہوتا ہے (یعنی خدا اُس سے باتیں کرتا ہے خواہ بلا واسطہ یا بواسطہ ملائکہ) رسول اللہ کی زرہ اُس کے درست آتی ہے اور کسی کے نہیں آتی۔ اُس کا پیشاب و پاخانہ دکھلائی نہیں دیتا۔ زمین من جانب اللہ موکل ہے کہ فوراً جذب کر لے۔ وہ لوگوں کی جانوں پر خود اُن سے زیادہ متصرف اور ان کا مالک ہوتا ہے۔ (النبی اولی بالمومنین من انفسھم) اور اُن پر اُن کے ماں باپ سے زیادہ مہربان۔ اور اللہ جل شانہ کے لئے سب سے زیادہ متواضع ہوتا ہے۔ جس چیز کا لوگوں کو حکم دیتا ہے اُس کی سب سے زیادہ پابندی کرتا ہے اور جس چیز سے منع کرتا ہے خود باز رہتا ہے اُس کی دعا مستجاب ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر وہ پتھر پر دعا کرے تو وہ دو ٹکڑے ہو جائے اُس کے پاس رسولؐ کا اسلحہ ہوتا ہے اور آنحضرتؐ کی تلوار۔ اُس کے پاس ایک صحیفہ ہوتا ہے جس میں اُس کے تمام دوستوں اور تمام دشمنوں کے نام درج ہیں۔ اُس کے پاس صحیفہ جامعہ ہے جس میں تمام ضروریات بنی آدم تا روز قیامت مندرج ہیں۔ اُس کے پاس جفر اکبر و جفر اصغر ہے جن میں جمیع علوم مندرج ہیں یہانتک کہ اگر کسی کے ایک ذرا سی خراش آ جائے اُس کا بھی حکم و حد اُس میں موجود ہے اور ایک کوڑے اور آدھ کوڑے تک

کی حد کے احکام لکھے ہوتے ہیں۔ نیز اُنکے پاس صحیفہ فاطمہ صلوات اللہ علیہا ہے۔ (معانی الاخبار عیون) نیز احتجاج طبرسی میں بھی یہ مضمون ہے۔ صفات کاملہ مناقب فاضلہ جو اُن احادیث میں مذکور ہیں جملہ اوصاف نبوی ہیں جن میں امام شریک ہے۔

امام کی حقیقت امامؑ کی زبانی کوئی شے اپنے مافوق کا ادراک و احاطہ نہیں کر سکتی لہٰذا امام کی حقیقت فوق حقایق جمع ناس بلکہ جمیع ممکنات ہے اسلئے کسی ممکن کیلئے اس کا احاطہ ممکن نہیں۔ وہ ہی جانتے ہیں جو اس درجہ عظمیٰ و مرتبہ عالیہ پر فائز ہیں اسواسطے اس باب میں جو کچھ خود فرمائیں وہ ہی حق و صدق ہے۔ لہٰذا ایک حدیث جامع یہاں نقل کرتے ہیں جس سے اکثر مطالب امامت پر روشنی پڑیگی اور میں دعویٰ کرتا ہوں کہ اگر انسان نور ایمان رکھتا ہوگا تو کچھ نہ کچھ ضرور عظمت امامت اُسکے دل میں قائم و ثابت ہوجائیگی وھو ہذا:۔

عبدالعزیز ابن مسلم کہتے ہیں کہ جناب امام رضا علیہ السلام کے زمانے میں۔ ایک مرتبہ ہم رو میں تھے پس اُس کی جامع مسجد میں روز جمعہ جمع ہوئے۔ اور امامت کا مسئلہ چھڑ گیا اور اس باب میں لوگوں کے کثرت اختلاف کا ذکر ہونے لگا پس میں جناب امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسئلہ امامت کے متعلق لوگوں کی گفتگو کا ذکر کیا آپؑ مسکرائے اور فرمایا اے عبدالعزیز لوگ جاہل ہیں اور اُنہوں نے اپنی آراء سے دھوکا کھایا ہے بتحقیق کہ اللہ تعالےٰ نے نہیں اُٹھایا اپنے پیغمبر کو جب تک کہ اپنے دین کو کامل نہ کر دیا اور نازل کیا اُس پر قرآن کو جس میں ہر ایک چیز کا بیان موجود ہے اس میں حلال و حرام و حدود و احکام اور تمام ضروریات انسان کاملاً موجود ہیں۔ جیسا کہ فرماتا ہے "ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی ہے" اور حجۃ الوداع میں جو حضرتؐ کا آخری زمانہ ہے یہ آیت نازل فرمائی کہ "آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت کو تمام کر دیا اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا" اور مسئلہ امامت اتمام دین سے ہے اور نہیں گئے پیغمبر خدا اس دنیا سے مگر بعد اسکے کہ انہوں نے بیان کر دیا امت سے معالم دین کو اور واضح کر دیا انکے لئے اُسکے راستے کو اور قائم کر دیا اُن کو راہ حق میں اور علیؑ کو اُن کے لئے امام نصب کیا اور شان دین اور امت کی کسی ضرورت کو بلا بیان کئے نہیں چھوڑا پس جو یہ کہے کہ خدا نے اپنے دین کو کامل نہیں کیا وہ کتاب اللہ کو رد کرتا ہے پس وہ کافر ہے۔ کیا یہ لوگ امامت کی قدر و منزلت اور اُس کا محل و مرتبہ پہچانتے ہیں؟ تاکہ اُن کو اس میں اختیار اور دست اندازی جائز ہو بتحقیق کہ امامت کی قدر و منزلت و شان و عظمت اس سے کہیں اجل و اعظم و ارفع و اعلیٰ ہے کہ لوگوں کی عقلیں اُس کو پہنچ سکیں اور اپنی رایوں سے اُسکو پالیں یا اپنے

اختیار سے امام بنالیں۔ یہ امامت وہ چیز ہے جس سے اللہ جل شانہٗ نے اپنے خلیل ابراہیمؑ کو بعد نبوت و خلعت رسالت مختص و مخصوص فرمایا اور یہ ایک ایسی فضیلت ہے کہ جس سے انہی کو اول مشرف کیا اور اس کا ذکر اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے فقال انی جاعلک للناس اماما۔ (اے ابراہیمؑ میں تم کو تمام انسانوں کا امام بنانیوالا ہوں) پس خلیل نے مسرور ہو کر فرمایا "ومن ذریتی" یعنی اے پروردگار کیا یہ مرتبہ میری ذریت میں سے بھی کسی کو نصیب ہوگا فرمایا "لا ینال عھدی الظالمین" یعنی یہ میرا عہد امامت ظالمین کو نہیں پہنچ سکتا۔ پس اس آیت نے روز قیامت تک ہر ایک ظالم و گنہگار فاسق و فاجر کی امامت کو باطل کر دیا اور یہ مخصوص ہو گئی برگزیدگان و خاصان خدا معصومین کیواسطے پھر اللہ تعالٰے نے حضرت ابراہیم کو یہ کرامت عطا کی کہ ان کی ذریت میں صاحبان صفوۃ و طہارت معصومین خلق کئے اور فرمایا ہم نے اسکو اسحٰق و یعقوب عطا کئے اور ہر ایک کو صالح بنایا اور ان کو ہم نے امام بنایا کہ وہ ہدایت کرتے ہیں ہمارے امر سے اور ہم نے ان کو تمام افعال خیر کے بجالانے اور نماز کے قائم کرنے اور زکوٰۃ کے ادا کرنے کی وحی کی اور وہ ہمارے ہی عبادت گذار تھے پس یہ امامت انکے ذریت میں نسلاً بعد نسلٍ و ابن جد بطور وراثت چلی آئی یہانتک کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب کو اس کا وارث کیا اور فرمایا "ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھذا النبی والذین امنوا واللہ ولی المؤمنین" یعنی اس مرتبہ ابراہیم کے مستحق اور اسکے لئے اولی و انسب وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس کا اتباع کیا اور یہ نبی اور اہل ایمان اور اللہ ولی ہے تمام مومنین کا۔ پس مخصوص یہ امامت آنحضرتؐ کو ہوئی۔ پھر حضرتؐ نے بحکم خدا اسی طریق سے جو اللہ نے فرض کیا تھا اس کو حضرت علیؑ کے سپرد کیا۔ پس پھر وہ اس کی ذریت برگزیدہ و طیبہ و طاہرہ میں ہو گئی جن کو خدا نے علم و ایمان عطا کیا ہے۔ "وقال عزوجل۔ وقال الذین اوتوا العلم والایمان لقد لبثتم فی کتاب اللہ الی یوم البعث" پس یہ امامت اولاد علی ابن ابی طالب ہی میں روز قیامت تک رہیگی کیونکہ بعد محمد مصطفٰےؐ کوئی نبی تو آئیگا ہی نہیں (اگر نبی ہوتا تو یہ سارے کے سارے نبی بھی ہوتے) پس جہال کو امامت کا کیا اختیار ہے۔ کہ اپنی طرف سے کسی کو امام بنادیں۔ یہ مرتبہ انبیاء وارث اوصیاء ہے اور امامت خلافت اللہ و خلافت رسول و مقام امیر المومنین علی ابن ابیطالب و میراث حسنین علیہم السلام ہے۔ امامت زمام اسلام۔ نظام مسلمین صلاح دین اور عزت مومنین ہے۔ امامت اسلام کی اصل نامی اور فرع سامی ہے۔ امام ہی سے صوم و صلوٰۃ و زکوٰۃ و حج و جہاد۔ و غنائم و صدقات۔ و اجراء حدود و احکام کی تکمیل و حفاظت حدود و اطراف اسلام وابستہ ہے امام حلال خدا کو حلال کرتا ہے اور حرام خدا کو حرام۔ حدود الٰہی کو قائم کرتا ہے اور دین خدا کی حفاظت اور لوگوں کو واحد خدا کی طرف حکمت۔ نصیحت اور حجت بالغہ سے بلاتا اور دعوت دیتا ہے امام ایک آفتاب درخشاں

جو اپنے نور سے عالم کو روشن کرتا ہے وہ اپنی ایسی افق میں ہے کہ نہ لوگوں کے ہاتھ اُس کو مس کر سکتے ہیں
اور نہ آنکھیں اس کا احساس۔ امام بدر منیر و شمع روشن و نور ساطع اور ایک ستارہ درخشاں ہے جو شب جہالت کی
تاریکیوں صحرائے ضلالت و شہر غوایت کی راہوں اور دریائے بغاوت کے گہرائیوں میں لوگوں کو ہدایت
کرتا ہے۔ امام تشنگان وادی ہدایت کے لئے آب شیریں بھٹکے ہوؤں کو راہ بتانیوالا اور ہلاکت سے
نجات دینے والا ہے۔ امام سحاب رحمت اور برابر برسنے والا ابر نعمت ہے وہ عالم کو روشن کردینے والا آفتاب
اور سب کو اپنے سایہ رحمت و شفقت میں لے لینے والا آسمان اور سب کو اپنی پناہ میں رکھنے والی وسیع زمین
وہ چشمہ کثیر الماء و تالاب پُر آب اور باغ سرسبز و شاداب ہے۔ امام دوست غمخوار۔ پدر مہربان اور برادر حقیقی
ہوتا ہے۔ امام امین خدا ہے اُس کی زمین میں اور حجت اُسکے بندوں پر اور خلیفہ اُسکے ملکوں میں۔ خدا
کی طرف بلانے والا ہے اور حرمات الٰہیہ کی حفاظت کرنے والا۔ امام گناہوں سے طاہر و مطہر اور عیوب
سے مبرا و منزہ ہوتا ہے اور مخصوص بالعلم و موسوم بالحلم اور وہ ہی نظام دین۔ عزت مسلمین غیظ
منافقین و ہلاکت کافرین ہے۔ امام یکتائے روزگار ہوتا ہے کوئی اسکے رتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔
کوئی عالم اس کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا اور اس کا بدل و عوض نہیں مل سکتا نہ اس کا کوئی مثل ہوتا ہے اور
نہ نظیر۔ وہ تمام فضل خداوندی سے مخصوص ہوتا ہے۔ بلا اسکے کہ اسکو کسی سے کسب و تحصیل یا کسی
سے طلب کرے۔ بلکہ یہ صرف خداوند متفضل وہاب کا ایک اختصاص خاص ہے۔ (ذٰلِکَ
فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ) کون ہے جو معرفت امام کو پہنچ سکے۔ یا اسکو
امام کا اختیار و نصب کرنا ممکن ہو۔ بہت بعید ہے بہت بعید ہے۔ عقلیں یہاں گمراہ حیران و سرگرداں بھٹکتی ہیں
اور دل کی آنکھیں اسکے ادراک سے درماندہ۔ بڑے بڑے فضلاء خطباء و عقلاء اس مسئلہ کے حل
کرنے سے عاجز۔ حکماء حیران ہیں اور دانایان روزگار جاہل اور شعراء ادباء و فصحاء و بلغاء
کی زبانیں اُس کی ایک شان کے بیان اور اوسکے فضائل میں ایک فضیلت کی توصیف سے عاجز
و کند ہو گئی ہیں۔ پس اُنہوں نے اپنے عجز و تقصیر کا اقرار کیا اور کیونکر اُس کی تعریف کی جا سکتی ہے
یا اُس کی کُنہ بیان ہو سکتی ہے۔ یا اُس کی بابت کچھ سمجھ میں آسکتا ہے یا اُس کی قائم مقامی کے لئے
کوئی پایا جا سکتا ہے جو اُسکے وجود سے مستغنی و بے پروا کر دے ہرگز نہیں اور کسی طرح ممکن نہیں اس کا
مقام اُسکے حاصل کرنے والوں کے ہاتھ اور توصیف کرنے والوں کی زبان سے ثریا پر ہے اُن کو
وہاں تک رسائی ممکن ہی نہیں۔ پس کہاں ممکن ہے کہ ایسے امام کو انسان خود انتخاب کریں اور کس طرح عقول
اسکے درجے کو پہنچ سکتی ہیں۔ اور کیونکر اُس کا کوئی قائم مقام ہو سکتا ہے کیا یہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں

کہ یہ امامت سوائے آل رسولؐ و اولاد بتولؑ کہیں اور بھی پائی جا سکتی ہے۔ واللہ انکے نفوس نے اُن کو جھٹلایا ہے اور باطیل دنیا نے انکو اس کا آرزومند بنا یا ہے اور انہیں نے ایسے دشوار گذار زینے پر قدم رکھا ہے کہ جہاں سے اسفل السافلین میں گر جائینگے۔ انہوں نے بہت دشوار امر کا قصد کیا۔ اور جھوٹ بولا اور راہ حق سے بہت ہی دور نکل گئے جبکہ انہوں نے امام حق کو دیدہ و دانستہ ترک کیا۔ اور شیطان نے اُنکے اعمال کو مزین کر کے دکھایا اور اُنہیں راہ راست سے پھیر دیا۔ حالانکہ وہ سب کچھ سمجھتے تھے۔ وہ انتخاب و اختیار خدا اور رسولؐ کو چھوڑ کر اپنے انتخاب کی طرف مائل ہوئے حالانکہ قرآن باواز بلند پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۔ (تیرا پروردگار جو کچھ چاہتا ہے خلق کرتا ہے اور جس کو جس کام کے لئے چاہتا ہے پسند و انتخاب کرتا ہے۔ لوگوں کو ہرگز اختیار نہیں۔ پاک و بزرگ ہے خدائے تعالیٰ اُس چیز سے جس کو یہ لوگ اُسکے ساتھ شریک کرتے ہیں) ۔ وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ۔ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ (قصص) (جب خدا اور اُس کا رسول کسی امر کا فیصلہ کر دیں تو کسی مومن یا مومنہ کو اُنکے کسی معاملے میں اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی رائے پر عمل کریں) نیز خداوند عالم فرماتا ہے تمہیں کیا ہو گیا ہے تم یہ کیسے حکم کرتے ہو۔ یا تمہارے لئے کوئی کتاب اتری ہے جس میں پڑھتے ہو کہ اس میں تمہارے لئے وہ چیز ہے جس کو تم پسند کرتے اور خواہش رکھتے ہو۔ یا تمہارے ہم پر عہد و پیمان ہیں تا روز قیامت ہم نے قسم کھائی ہے کہ تمہارے ہی لئے ہے جو کچھ کہ تم حکم کرتے ہو۔ پوچھو ان سے کون ان میں سے اس بات کا مدعی ہے۔ یا اونکے شریک ہیں جو اُن کو مدد دیتے ہیں پس وہ لائیں اپنے شریکوں کو اگر وہ سچے ہیں۔ کیا قرآن میں تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں کہ ان میں حق داخل ہی نہیں ہوتا۔ یا اللہ نے انکے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور وہ ادراک نہیں کر سکتے یا انہوں نے کہا کہ انہوں نے سن لیا حالانکہ وہ سنتے نہیں بتحقیق خدا کے نزدیک سب سے بُرے جانور وہ ہی ہیں جو بہرے گونگے ہیں اور ادراک نہیں رکھتے اگر ان لوگوں میں خیر دیکھتا تو حق کو سنا دیتا۔ اور اگر اب اُن کو سناتا تو پھر اُس سے پھر جاتے اور اعراض کر لیتے اور وہ کہتے کہ انہوں نے سُنا اور اُس سے نافرمانی کی۔ یہ امامت ایسی چیز نہیں ہے کہ کسی کو اپنے اختیار سے حاصل ہو جائے یا لوگ اوسکو انتخاب کر لیں۔ یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور وہ ہی بڑا صاحب فضل ہے۔ پس کیونکر اُنکے لئے ممکن ہے کہ وہ امام کو انتخاب

یا اختیار کریں حالانکہ امام ایسا عالم ہوتا ہے جس پر کبھی جہالت طاری نہیں ہوتی۔ اور وہ ایسا ہادی صراط الٰہی ہے کہ کبھی اس میں کوتاہی نہیں کرتا۔ وہ معدن تقدس و طہارت و نسک و زہادت و علم و عبادت ہے وہی مخصوص ہے بعوث رسول کیلئے یعنی بعد رسول ؐ اللہ داعی الی الحق وہی ہے۔ وہ فاطمہ زہرا و بتول عذرا کی نسل ہے۔ نہ اس کے نسب میں کوئی کھوٹ نکال سکتا ہے اور نہ اُسکے حسب کا کوئی مقابلہ کر سکتا ہے۔ وہ قبیلۂ قریش۔ خاندان بنی ہاشم اور اہل و عترت رسول ؐ اور پسندیدہ و برگزیدہ خدا اشرف اشراف و فرع عبد مناف ہے۔ امام علم میں ہر روز ترقی کرنے والا۔ کامل بردبار۔ بار امامت کا متحمل۔ سیاست عالم امکان کا عالم واجب الاطاعة امر الٰہی پر قائم۔ بندگان خدا کا خیر خواہ اور حافظ دین خداوند تبارک و تعالیٰ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انبیاء اور ائمہ کو توفیق خیر مرحمت فرماتا ہے۔ اور اُن کو اپنے خاص خزانہ علم و حکمت سے اس قدر عطا کرتا ہے کہ اتنا کسی اور مخلوق کو نہیں دیتا۔ پس ان میں سے ہر ایک کا علم اپنے تمام اہل زمانہ کے علم سے زیادہ ہوتا ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔ افمن یهدی الی الحق احق ان یتبع ام من لا یهدی الا ان یهدی فما لکم کیف تحکمون ؕ وہ شخص اقتدا اور پیروی کا مستحق ہے؟ جو راہ حق کی طرف ہدایت کرتا ہے یا وہ شخص کہ ہدایت نہیں پا سکتا جب تک کہ اُس کو ہدایت نہ کی جاوے یعنی خود ہدایت یافتہ نہیں ہے؟ پس تم کیا حکم کرتے ہو؟ اور خدا فرماتا ہے۔ من اوتی الحکمة فقد اوتی خیراً کثیراً جس کو حکمت عطا کر دی گئی اس کو خیر کثیر دیدی گئی پس صاحب علم حکمت مستحق خلافت الٰہیہ ہے نہ کہ جاہل۔ اور طالوت کی بابت کہا گیا ہے۔ ان اللہ اصطفٰه علیکم وزاده بسطة فی العلم والجسم واللہ یوتی ملکه من یشاء ؕ واللہ واسع علیم ؕ یعنی اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تم پر برگزیدہ بنایا ہے اور اُس کو وسعت علم و شجاعت عطا کی ہے اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنا ملک عطا کرتا ہے۔ پس عالم و شجاع مستحق خلافت الٰہیہ ہے۔ نہ جاہل و نامرد۔ اور خدا نے اپنے حبیب ؐ کے باب میں فرمایا ہے کان فضل اللہ علیک عظیماً ؕ تجھ پر خدا کا بہت بڑا فضل ہے۔ نبی و خلیفہ خدا خاص تفضل الٰہی سے مخصوص ہوتا ہے جو دوسروں کو نصیب نہیں اور اس فضل خدا کا حاصل کرنا کسی کے اختیار میں نہیں اور نہ اجماعی انتخاب سے یہ فضیلت میسر آ سکتی ہے۔ نیز خدا ائمہ عترت رسول ؐ کے باب میں فرماتا ہے ام یحسدون الناس علی ما اتاهم اللہ من فضله فقد اتینا آل ابراهیم الکتاب والحکمة و اتیناهم ملکا عظیماً فمنهم من آمن به ومنهم من صد عنه وکفی بجهنم سعیراً ؕ کیا لوگ

ان سے اس بات پر حسد کرتے ہیں کہ خدا نے اپنے فضل و کرم سے ان کو یہ مرتبہ عالیہ عطا کیا ہے تحقیق
ہم نے ذریت ابراہیم کو کتاب و حکمت عطا کی ہے (جو معیار نبوت و خلافت ہے) اور ہم نے اُن کو
سلطنت عظیم مرحمت فرمائی ہے پس بعض لوگ تو اس بات پر ایمان لے آئے ہیں اور بعضوں
نے اس سے اعراض کیا اور اُنکے لئے آتش جہنم کافی ہے) اور بتحقیق جب خدا اپنے کسی بندے
کو تدبیر امور عباد کے لئے اختیار و پسند فرماتا ہے۔ تو اس کے لئے اُس کا سینہ کھول دیتا ہے
اور اُسکے قلب میں چشمہائے حکمت ودیعت کر دیتا ہے اور اسکو اس طرح علم الہام کرتا ہے
کہ اسکے بعد وہ کسی سوال کے جواب میں عاجز نہیں رہتا اور اس میں راہ راست سے کجی نہیں
کرتا ہر ایک سوال کا جواب باصواب دیتا ہے۔ اور معصوم مؤید موفق و مسدد۔ اور خطا
و لغزش و تعثیرات سے مامون و محفوظ ہوتا ہے ان صفات سے خدا اسی کو مخصوص فرماتا
ہے کہ جو لوگوں پر حجت خدا ہو۔ اُن کے اعمال پر حاضر و ناظر۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ
من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم (اور یہ خدا کا خاص فضل ہے جس کو خدا چاہتا ہے عطا کرتا
ہے اور وہ بڑا صاحب فضل ہے۔ پس کیا لوگ ایسے امام پر قدرت رکھتے ہیں کہ اُس کو اختیار
و انتخاب کر لیں اور کیا لوگوں کا بنایا ہوا امام ان صفات سے متصف ہو سکتا ہے کہ وہ اسکو
اپنا پیشوا و مقتدا بنا لیں قسم ہے خانۂ محترم خداوند عالم کی کہ یہ لوگ راہ حق سے بہت دور ہوگئے
ہیں اور انہوں نے کتاب خدا کو پس پشت پھینک دیا ہے گویا وہ کچھ جانتے ہی نہیں۔ حالانکہ
کتاب اللہ میں ہدایت اور اُن کی شفاء کے نسخے موجود ہیں مگر انہوں نے اُن کو دور ڈال دیا
اور اپنی خواہشات کی پیروی کی۔ خدا ان کی مذمت کرتا ہے ان سے ناراض اور ان پر غضبناک ہے
اور اُن کو لعنت کرتا ہے اور فرماتا ہے اُن سے زیادہ کون گمراہ ہیں جنہوں نے اپنی خواہشات
پر عمل کیا اور ہدایت خدا کو نہ اپنا۔ تحقیق کہ خدا گنہگاروں کو راہ حق پر نہیں پہنچاتا۔ اور فرمایا کہ خدا
اُن پر لعنت بھیجتا ہے اور اُنکے اعمال کو خدا نے ضائع کر دیا ہے۔ قال عز وجل کبر
مقتا عند اللہ وعند الذین امنوا کذالک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار کما المدین
معانی الاخبار احتجاج طبرسی عیون اخبار الرضاء کافی۔ والالفاظ للکافی :۔

اس کلام بلاغت و معرفت التیام امام علیہ السلام میں اُس کی پوری پوری تفصیل مع دلیل موجود ہے
جو ہم نے مختصراً تعریف و توصیف امام میں لکھا ہے۔ فتدبر فیہ

انبیاء و ائمہ کی بابت علامہ مجلسی رحمہ کا اعتقاد	علامہ مجلسی علیہ الرحمہ اپنے رسالہ اعتقادیہ

میں فرماتے ہیں اے برادران ایمان تم کو جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ اور اُس کی آل کو خلعت کرامت و شرافت سے مزین فرمایا ہے اور اُن کو اپنی تمام مخلوقات پر فضیلت دی ہے اور انہی کو معادنِ علم و حکمت و رحمت قرار دیا ہے پس وہ ہی مقصود عالم ایجاد ہیں اور وہ ہی مخصوص و مختص ہیں شفاعت کبریٰ اور مقام محمود سے اور وہ ہی دنیا و آخرت میں واسطہ فیوض الٰہی ہیں کیونکہ وہ ہی تمام فیوضات الٰہیہ اور رحمات قدسیہ کی قابلیت و استعداد رکھتے ہیں انہی کے واسطے سے تمام موجودات پر ہر ایک رحمت کا فیضان ہوتا ہے۔ اور یہی حکمت ہے اُن پر درود بھیجنے اور ہر ایک حاجت میں اُن سے توسل کرنے میں کیونکہ جب اُن پر صلوات بھیجی جاتی ہے تو رد نہیں ہوتی اسلئے کہ دینے والا فیاض مطلق و غنی محض ہے اور محل رحمت الٰہیہ قابل و مستعد۔ اور اُن کی برکت کا فیض درود بھیجنے والے بلکہ تمام مخلوقات کو پہنچتا ہے یعنی رحمت الٰہیہ کے لئے محل قابل کی ضرورت ہے اور وہ محل قابل یہی وجود ہیں۔ بمثال اسکی یہ ہے کہ مثلاً ایک جاہل جنگلی کسی بادشاہ کے پاس آئے اور بادشاہ اُسکے لئے دسترخوان لگوائے اور انواع و اقسام کے کھانے چنوائے۔ شہر کو چراغاں کرے اور جملہ امراء و دولت کو دعوت میں اُس کی تعظیم کیلئے شریک کرے۔ تو لوگ بادشاہ کو احمق و بیوقوف کہینگے کیونکہ جو اکرام اس جاہل جنگلی کا بادشاہ نے کیا ہے وہ اس کا مستحق نہیں اور اس میں اس اکرام و انعام کی قابلیت نہیں بخلاف اسکے اگر بادشاہ اپنے کسی مقرب بارگاہ عالم کامل و دانائے روزگار وزیر و امیر کی اس طرح تعظیم و تکریم کرے اور اسکے واسطے یہ سامان مہیا کرے اور اُسکے طفیل اور جہال عبید اُس دسترخوان پر شریک ہو جائیں تو سب لوگ بادشاہ کی تعریف کرینگے اور کوئی عقلمند اس پر اعتراض نہ کریگا اور ان بدؤں کا اس دسترخوان پر شریک ہونا مستحسن سمجھا جائیگا بلکہ اُن کو منع کرنا قبیح مقصود ہوگا۔ پس اسی طرح اولاً و بالذات فیوضات الٰہیہ و رحمات قدسیہ و انعام و اکرام و احسان کے مستحق و مستوجب وہ ہی سابقین مقربین بارگاہ الٰہی ہیں نہ کہ عام انسان جو حشرات الارض و سیئات میں شمار ہوتے ہیں اُن کو رحمت خدا انہی نفوس قدسیہ کے طفیل سے پہنچتی ہے۔ نیز یہ کہ ہم ممکن و حادث و ناقص و جاہل ہیں اور خداوند عالم واجب الوجود بالذات۔ قدیم بالذات علیم بالذات حکیم بالذات و قدیر بالذات ہے اسلئے ہم کو اُسکے بارگاہ قدس و حریم ملکوت اور اُس کی ساحت عز و جبروت سے کوئی ارتباط نہیں کہ ہم اُس تک خود پہنچ سکیں اسلئے ضروری و لازمی ہے کہ ہمارے اور ہمارے پروردگار کے مابین کچھ ایسے وجود ہوں جو دو جنبے رکھتے ہیں۔ کہ خدا سے بھی مرتبط ہوں اور ہم سے متصل و متعلق۔ جنبۂ روحانی سے خدا سے لیں اور جنبۂ جسمانی کے ذریعہ سے ہم تک پہنچائیں یعنی خدا اور اُس کی مخلوقات کے درمیان واسطۂ فیض الٰہی و رحمت الٰہیہ نامتناہی ہوں۔ پس اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے

اپنے رسول اور پیغمبروں کو صورت ظاہری میں تو جنس بشر بنایا ہے اور باطناً اپنے اطوار، اخلاق
نفوس اور قابلیات میں عام جنس بشر سے بالکل جدا و مبائن پس وہ مقدسین و روحانیین میں۔ اور زبان
سے یہ کہنے والے ہیں کہ "ہم تم ہی جیسے بشر ہیں"، تاکہ بنی نوع انسان اُن سے متنفر نہ ہوں اور اُن کی
بات سنیں۔ اور قبول کریں اور ان سے اس لئے مانوس و مالوف ہوں کہ وہ بظاہر اُن کی جنس سے
ہیں اور انہی کی شکل و صورت میں۔ اور اس کی طرف خدا نے اشارہ کیا ہے کہ اگر فرشتے کو بھی ہم
انسان پر رسول بنا کر بھیجتے تو اُس کو بھی صورت بشری میں بھیجتے اور پھر اُن کو یہی اشتباہ رہ
جاتا جواب ہے اور یہی تفسیر ہے اُس حدیث کی جس میں مرقوم ہے کہ خدا نے عقل کو حکم دیا اقبال و ادبار کا
کہ عقل سے مراد نفس نبی ہو اور اقبال سے مراد مراتب فضل و کمال و قرب و وصال کا طلب کرنا اور ادبار
سے مراد اُس مقام اعلیٰ و مراتب قصویٰ سے عالم امکان اور تکمیل خلق کی طرف متوجہ ہونا۔ اور ممکن ہے کہ خدا کے
قول۔ قد انزل اللہ الیکم ذکراً رسولاً (کہ اللہ نے تمہاری طرف ذکر بھیجا ہے جو کہ رسول ہے)
سے بھی یہی مراد ہو کہ اللہ نے اپنے رسول کو اُس مقام سے جو نہ کسی ملک مقرب کو حاصل ہے اور نہ
نبی مرسل کو اس عالم کثیف ظلمانی میں بھیجا تاکہ نوع بشر سے معاشرت و مجالست کرے اور اُن کی تعلیم
و تربیت و ہدایت کرے۔ صرف علم و حکمت ہی نہیں بلکہ اسی طرح وہ تمام فیوضات الٰہیہ وجود وغیرہ میں یہی
نفوس قدسیہ خدا اور مخلوقات کے درمیان واسطہ و وسیلہ فیضان ہیں۔ پس ہر ایک فیض وجود اول ان
سے شروع ہوتا ہے بعد ازاں انکے ذریعہ سے تمام مخلوقات و موجودات پر منقسم ہوتا ہے۔ پس ہمارے
درود بھیجنے اور یہ دعا کرنے میں کہ خدا ان پر اپنی رحمت خاصہ نازل فرما۔ رحمت کو معادن رحمت
اور فیوضات الٰہیہ کو مقسمین فیض کی طرف بھیجتا ہے۔ تاکہ وہاں سے تمام مخلوقات و موجودات پر تقسیم ہو
انتھیٰ موضع الحاجۃ۔ والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ حبیبہ محمد وآلہ الطیبین الطاہرین۔

نتیجہ بیانات سابقہ

ان بیانات سے مثل آفتاب نصف النہار روشن و آشکار ہو گیا ہے
کہ انبیاء اور ائمہ اور ہم میں مشابہت صرف صورت ظاہری بشری ہی
میں ہے کہ ہم جنس و ہم شکل دیکھ کر نوع بشر ان سے مانوس و مالوف ہو۔ اور باطناً یہ ہم سے بالکل
جدا و مبائن ہیں۔ انبیاء کا مادہ اور ہے ہمارا مادہ اور۔ اُن کی طینت نورانی ہماری کثیف ظلمانی۔
اُن کی ولادت طریق خاص سے ہوئی ہے نہ مثل عوام الناس اُن کی خلقت عالم امری سے ہے نہ
عالم خلقی سے۔ وہ ماں کے پیٹ سے عالم پیدا ہوتے ہیں اور ہم جاہل۔ اخرجکم من بطون
امھاتکم لا تعلمون شیئاً وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ (خدا نے تم کو تمہاری ماؤں

کے پیٹوں سے نکالا درانحالیکہ تم کچھ نہ جانتے تھے اور تمہارے لئے کان آنکھ اور دل دیئے تاکہ علم سیکھو) پس ہم علوم کو ان آلات و اسباب ظاہریہ سے حاصل کرتے ہیں اور اُن کو اُس روح قدس سے علم حاصل ہوتا ہے جو روح علمی نورانی ہے جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے اور اس آیت میں اس کی تصریح موجود ہے۔ ذَالِكَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ الَّذِي احسن كل شئ خلقه وبدأ خلق الانسان من طين ثم جعل نسله من سلالة من ماء مهين ثم سوّاه ونفخ فيه من روحه وجعل لكم السمع والابصار والافئدة قليلاً ما تشكرون (سجدہ ع)

ترجمہ۔ یہی وہ خدا ہے جو عالم غیب و شہود صاحب عزت و رحمت ہے کہ جس نے جو چیز پیدا کی ہے بہت ہی عمدہ پیدا کی اور خلق انسان کی ابتداء طین سے کی۔ پس اُس کی نسل ایک ذلیل قطرہ آب سے قرار دی۔ پھر اُس انسان اول و اول بشر کو درست و معتدل بنایا اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے کان آنکھ دل دیئے۔ تم بہت ہی کم اُس کی نعمتوں کا شکریہ بجالاتے ہو۔ صاف ظاہر ہے کہ انسان اول حضرت ابوالبشر کی تعلیم کا ذریعہ روح قرار دی کہ روح پھونکتے ہی عالم ہو گئے اور ہمارے لئے ذرائع علوم کان آنکھ دل دیئے کان سے سنتے اور آنکھ سے دیکھتے ہیں اور ان محسوسات کو حس مشترک خیال کو۔ خیال واہمہ کو۔ واہمہ حافظہ کو دیتی ہے اور حافظہ سے قوۃ عاقلہ لیتی ہے اور اس میں تصرف کرتی ہے۔ بخلاف اسکے انبیاء و ائمہ کو اول علم قلب پر اترتا ہے اور ان کی روح عالم ہوتی ہے بعد ازاں اس علم کا خروج ہوتا ہے پھر وہ زبان سے بیان فرماتے ہیں لہذا اُن کے اور ہمارے علم کا معاملہ بالکل معکوس ہے اور چونکہ انکے معلومات و ادراکات و معلومات کو ان حواس حس مشترک و خیال و وہمہ و حافظہ کو طے کر کے جانا نہیں ہوتا بلکہ اولاً ہی وہ قلب میں نازل ہوتے ہیں لہذا اونکے علوم سہو و نسیان سے محفوظ ہیں کیونکہ محل سہو و نسیان قوۃ حافظہ ہے۔ کہ بعض اوقات بعض چیزوں کی نسبت اس سے غفلت و ذھول واقع ہو جاتا ہے اور قلب جب وہ چیز طلب کرتا ہے فوراً نہیں دے سکتی یا قطعاً نہیں لا سکتی۔ چنانچہ روح قدس کی صفت میں بھی یہ آچکا ہے کہ وہ سہو و نسیان سے بری ہے اسی وجہ سے حکیم فاضل و عارف کامل میر باقر داماد نے یہ فرمایا ہے کہ نبی یا امام کے لئے سہو و نسیان کا قائل ہونا اول انکار نبوت ہے۔ غرض انبیاء کی روح تمام موجودات ملائکہ وغیرہم سے افضل و اکمل ہوتی ہے اور یہ بشر مقدسین روحانین ہیں۔ اکثر احادیث میں آچکا ہے اور آیات میں بھی اشارہ موجود ہے خصوصاً ہمارے حضرتؐ کی نسبت اور نیز اُنکے

اوصیاو کی بابت کہ جس طرح ان کی روح خاص عالم امر سے ہے مادہ بھی عرش اعظم سے ہے اور احادیث
کثیرہ دال ہیں محققین کے نزدیک مُسلّم و محقق ہے کہ عرش سے مراد علم خدا ہے پس نطفہ امام کا بطنان
عرش سے آنا دلالت کرتا ہے کہ انکی اصل خلقت علم پر ہے اور علم انکے نطفے اور سرشت میں داخل ہے
نہ صرف روح بلکہ ان کا مادہ بھی نفس علم ہے پس ان کو کسی حال میں جہالت سے نسبت ہو بنیا انکار امامت ہے
اور تمام انبیاء اللہ خلیفہ اللہ۔ ولی اللہ۔ کلمہ اللہ۔ امثال الہیہ یعنی مظاہر صفات کمالیہ الہیہ ہیں۔ اور
اکثر مرسلین ائمہ خلق و پیشوائے بندگان خدا لیکن انبیاء سابقین کی نبوت جزئی و محدود ہے
اور ہمارے نبی نبی مطلق۔ خلیفہ مطلق۔ امام مطلق۔ ولی مطلق۔ کلمہ علیا مثل اعلےٰ۔ وجہ اللہ
ید اللہ۔ نور خدا اور اول مخلوق الٰہی جمیع مخلوقات و موجودات سے افضل و اکمل ہیں کوئی مخلوق
ان سے افضل و اکمل اشرف و اعلےٰ نہیں۔ اور انکے بعد ان کی عترت اہلبیتؑ نبوتؐ رسالت
اس امامت مطلقہ وارث خلیل اللہ کے جو بعد نبوت و خلافت و رسالت ان کو عطا ہوئی ہے۔
وارث ہیں اور یہ ایک مرتبہ ثانی مرتبہ ختم نبوت ہے جو انہی بزرگواروں کو عطا ہوا ہے۔ اور یہ
خاص فضل الٰہی انہی کیواسطے ہے۔ اور یہ وہ مرتبہ ہے جسکے ادراک سے تمام عقلاء کے عقول قاصر و عاجز
ہیں اور اس کو سوائے خدا اور رسول خدا اور اسکے وارثوں کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ امام ان
صفات خاصہ مخصوصہ سے مخصوص و مختص ہوتا کہ جو کسی اور کو نہیں دی گئی ہیں جیسا کہ بیان ہوا
یہ جزو نور محمدی اول مخلوق الٰہی ہیں۔ ان کی روح مثل روح نبی تمام انبیاء سے افضل ہے اور ان
کی طینت نورانیہ سب سے اشرف و اعلیٰ۔ یہ مثل انبیاء شکم مادر سے عالم پیدا ہوتے ہیں۔ یہ
کسی سے کچھ تحصیل و کسب نہیں کرتے سب کچھ من جانب اللہ جانتے ہیں۔ یہ ہی اولین و آخرین
سابقین و مسبحین و شافعین کلمات اللہ۔ اسماء حسنیٰ۔ امثال علیاء خاصتہ اللہ۔ احباء اللہ
وجہ اللہ۔ ید اللہ۔ جنب اللہ۔ یمین اللہ۔ امناء اللہ۔ خزان وحی۔ عیبۂ اسرار الٰہی۔ منبع تنزیل
و تاویل و تعبیر و تفسیر۔ مہبط جبرئیل۔ محال قدس۔ ینابیع حکمت۔ مفاتیح رحمت۔ مصابیح حکمت
شرف امت۔ نوامیس عصر۔ اخیار دہر۔ حامی و کفیل و حافظ و ولی امور بندگان خدا۔ طریق نجات
و سبیل سلسبیل منہج قویم صراط مستقیم۔ معدن قدس و طہارت و نسک و عبادت و علم و زہادت
صاحبان عصمت و نبوت و خلافت و ولایت و امامت و باب رحمت و کلمۃ التقویٰ۔
حجۃ العظمیٰ اور عروۃ الوثقیٰ ہیں۔ بلکہ آنحضرتؐ اور انکے اہلبیتؑ ہی واسطہ جمیع فیوضات
الٰہی اور وسیلہ رحمات قدسی ہیں۔ ہر ایک موجود کو ہر ایک فیض انہی کے واسطے وسیلے اور ذریعے سے

پہنچا ہے۔ یہ ولی مطلق ہیں اور جمیع اولیاء اللہ ومدبرات امر الہٰی انکے تحت ولایت ہیں خزادہ رحمت الہٰی ہیں کہ ہر ایک رحمت وفیض اول ان پر نازل ہوتا ہے بعد ازاں ان سے دیگر موجودات ومخلوقات پر تقسیم ہوتا ہے (جیساکہ علامہ نے تصریح کی ہے) یہ شریک ہیں علم نبوت ختم المرسلین میں لیکن وہ مرتبے میں اول ہیں یہ آخر وہ مقدم یہ مؤخر وہ اصل یہ فرع۔ جیساکہ جناب امیر المومنین نے فرمایا کہ میرے وہ تمام فضائل ہیں جو آنحضرتؐ کیلئے ہیں الا اسمہ مگر وہ نبیؐ ہیں اور میرے لئے نبوت نہیں (دیکھئے نہج البلاغت وکافی) چنانچہ ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی نے ایک باب ہی اس میں لکھا ہے کہ جناب امیر اور رسول خدا علم میں شریک ہیں نہ صرف امیر المومنین بلکہ تمام ائمہ صفات امامت میں مساوی ہیں اور علم نبی میں شریک۔ حذیفہ یمانی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب امام حسینؑ زمانہ رسول خدا میں بچوں کو گرد جمع کئے ہوئے فرمارہے تھے اور آپ بچہ ہی تھے۔ کہ میں تم کو دیکھتا ہوں کہ ایک میدان میں تم میرے اعضاء کو پارہ پارہ کرتے ہو اور میرے خون سے ہاتھ رنگتے ہو اور میرے عزیز واقربا کو قتل کرتے ہو۔ میں یہ سن کر حیران ہوا اور عرض کیا صاحبزادے کیا آپ کے نانا نے آپ کو یہ خبر دی ہے فرمایا نہیں میں خود جانتا ہوں۔ میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور قصہ عرض کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: "ان علمہ علمی وعلمی علمہ نحن نعلم الکائن قبل الکینونۃ" اس کو کچھ نہ کہو اس کا علم میرا علم ہے اور میرا علم اس کا علم اور ہم ہونے والی بات کو ہونے سے پہلے ہی جانتے ہیں۔ محمد حنفیہ نے وقت خلافت جناب امام حسینؑ یہ کلمات فرماتے تھے جو قابل غور ہیں۔ "الحسین اعلمنا علماً واثقلنا حلماً واقربنا من رسول اللہ رحماً کان فقیہاً قبل ان یخلق وقرء الوحی قبل ان ینطق" یعنی حسین ہم سب سے زیادہ عالم اور ہم سب سے زیادہ حلیم ہیں اور رشتے میں رسول خدا سے سب سے زیادہ قریب۔ وہ اس وقت سے فقیہ ہیں جبکہ پیدا بھی نہ ہوئے تھے اور اس وقت وحی کو پڑھتے تھے جبکہ بظاہر بولنے بھی نہ لگے تھے۔ غرض یہ تمام نفوس قدسیہ معصومین علیہم السلام نفس واحد ہیں۔ اور ولایت مطلقہ خلافت مطلقہ اور امامت مطلقہ میں شریک لیکن لفظ خاتم النبیین نے نبوت کو ان سے مستثنیٰ کر دیا۔ اگر آنحضرتؐ کے بعد نبوت ہوتی تو یہ بھی نبی ہوتے۔ بہت اچھا کہا ہے شاعر نے خدا رحمت کرے۔

اگر جہان میں نبی بعد مصطفےٰؐ ہوتے۔
امام بارہ کے بارہ سب انبیاء ہوتے۔

لہذا یہ بھی مثل رسول تمام مخلوقات سے افضل ہیں کوئی نبی مرسل یا ملک مقرب انکے مرتبہ

کو نہیں پہنچا۔ یہ مرتبہ امامت مطلقہ ثانی مرتبہ ختم نبوت ہے یہ وہ نفوس پاک ہیں کہ علم لوح و قلم انکے ادنیٰ علوم سے ہے۔ لوح محفوظ انکے قلب ہیں۔ کُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنَاہُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ "ہر ایک شے ہم نے وجود امام مبین میں ودیعت کر دی ہے" یہ عالم میں روح عالم و نفس عالم و قلب عالم ہیں ان کو عالم سے وہ تعلق ہے جو قلب کو تمام جسم سے ہوتا ہے یہ حقایق و بواطن پر احاطہ و اطلاع رکھتے ہیں اور یہی معیار امامت ہے یہ صغر سنی میں لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے ہیں جیسا کہ ابن حجر مکی نے شرح بخاری میں صدقہ کے چھواروں والی حدیث کی شرح میں تسلیم کیا ہے۔

حدیث مشہور ہے۔ کہ ایک مرتبہ جناب رسول صلعم خدا کے پاس صدقہ کے چھوارے آئے حضرت امام حسن علیہ السلام پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے ایک چھوارا اٹھا کر منہ کی طرف لیجانا چاہا آنحضرتؐ نے فرمایا "کخ کخ الم تعلم ان الصدقۃ علینا محرمۃ" (کیا تو نہیں جانتا کہ صدقہ ہم پر حرام ہے) یہاں آنحضرتؐ نے ضمیر جمع متکلم (علینا۔ ہم پر) سے ظاہر فرما دیا ہے کہ امام حسنؑ اور آنحضرتؐ ایک سلسلے میں منسلک ہیں جو چیز آنحضرتؐ پر حرام ہے وہ ہی ان پر حرام ہے اور جو چیز آنحضرتؐ کیلئے جائز ہے انکے لئے بھی جائز ہے اور تمام معصومین علیہم السلام نفس واحدہ کا حکم رکھتے ہیں علامہ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ کوئی شخص آنحضرتؐ پر یہ اعتراض نہ کرے کہ حضرت نے ایسے کم سن بچے سے اس قسم کا استفہام تقریری کیوں کیا یعنی بطور استفہام تقریری فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ صدقہ ہم اہلبیت عصمت و طہارت پر حرام ہے "فان الحسن لیس حالہ کحال غیرہ من الناس فانہ یطالع اللوح المحفوظ فی ذالک الوقت" (یعنی) کیونکہ حسن کا حال اور لوگوں کا سا نہیں ہے اسلئے کہ حسن اُس صغر سنی میں لوح محفوظ الٰہی کا مطالعہ کرتے تھے۔ محی الدین عربی۔ جناب امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باب میں لکھتے ہیں "مادۃ العلوم الغیر المتناہیہ۔ حقیقۃ نقطۃ البائیۃ" یعنی آنحضرتؐ علوم غیر متناہیہ کا مادہ اور نقطہ تحت الباء کی حقیقت اصلیہ ہیں غرض جب معدن علوم و باب علوم یہی بزرگوار ہیں اور ہر ایک موجود کو علم وغیرہ انکے ذریعہ سے پہنچا ہے۔ تو پھر ان کی نسبت کیا رائے زنی کی جا سکتی ہے اور کیونکر اس مقام امامت کو جو تالیِ ختم نبوت ہے اپنے اپنے اوہام سے احاطہ کیا جا سکتا ہے اور کس طرح خیالات و قیاسات و تصورات سے انکے مراتب کی تحدید کی جا سکتی ہے اور کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ یہ علوم کلیہ و جزئیہ میں سے کسی علم سے جاہل تھے یا کسی ادنیٰ سے علم کو بھی انہوں نے غیر سے کسب کیا ہے اور اُس میں دوسرے کی امداد کے محتاج تھے ایسا کہنے والا قطعاً انکی معرفت سے عاری اور بے بہرہ ہے کیا کوئی

متدین کہ سکتا ہے کہ انہوں نے مادۂ ظلمانیہ سے ترقی کی تھی اور عالم انوار میں داخل ہو گئے تھے جبکہ یہ مشکوٰۃ عالم انوار وکوکب دُرّی عالم موادہیں اور علم انکے نطفے میں داخل نطفہ اصل علم واز مقام علم الٰہی ہے بیشک ایسا کہنے والا مقام عارفین سے کوسوں دور ہے اُس نے اپنے ذہن میں امام کی خیالی تصویر بنائی ہوئی ہے اور اس خیالی پتلے کی اپنے توہمات وتخیلات سے توصیف وتحدید کرتا ہے۔ نہ کہ امام حق وولی مطلق کی جو کہ نہ صرف تمام انسانوں کا امام بلکہ پیشوائے خلق امد افضل مکوّنات ہے اسی واسطے جناب صادق الائمہ علیہ السلام فرماتے ہیں "لَا تَتَكَلَّمُوا فِي الْإِمَامِ فَإِنَّ الْإِمَامَ يَسْمَعُ الْكَلَامَ وَهُوَ جَنِينٌ فِي بَطْنِ أُمِّهِ فَإِذَا وَضَعَتْهُ كَتَبَ الْمَلَكُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ فَإِذَا قَامَ بِالْأَمْرِ رَفَعَ اللَّهُ لَهُ فِي كُلِّ بَلَدٍ مَنَارًا مِنْ نُورٍ يَنْظُرُ بِهِ إِلَى أَعْمَالِ الْخَلَائِقِ" یعنی امام کے باب میں کلام نہ کرو اسلئے کہ امام شکم مادر میں کلام سنتا ہے اور شکم مادر سے باہر آتا ہے تو فرشتہ اُس کی پیشانی پر لکھتا ہے۔ تیرے پروردگار کا حکم از روئے صدق وعدل کامل وتام ہو گیا اور اُسکے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے اور وہ سب باتوں کو سننے والا اور جملہ امور کا جاننے والا ہے ایضاً جناب صادق علیہ السلام اس کلمہ مذکورہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ کلمہ (تمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا) خاص ائمہ ہی کیواسطے آئے یونس (نام راوی) امام کو اللہ خاص اپنے ہی دست قدرت سے بناتا ہے کسی اور کا وہاں واسطہ وتعلق نہیں اور علامت اس کی یہ ہے کہ خدا اُس کو شکم مادر میں دیکھنے اور سننے کی قوت دیدیتا ہے پس وہ شکم مادر میں دیکھتا اور سنتا ہے اور پیدا ہوتا ہے تو اس پر تمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا لکھا جاتا ہے (بصائر الدرجات) علامہ مجلسی اس حدیث کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ امام کے نصب کرنے اور اُس کی تعیین وتوصیف میں اپنی آراء ناقصہ سے کام نہ لو کیونکہ یہ معاملہ عجیب وغریب ہے تمہاری عقلیں اُس تک نہیں پہنچ سکتیں۔ کون شخص اپنی رائے ناقص سے امام کی تعریف وتوصیف کر سکتا ہے جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے اس سے تجاوز نہ کرنا چاہیئے اور جہاں اُن کی بابت کوئی امر سمجھ میں نہ آئے سکوت لازم وواجب ہے اور یہی علامت ایمان ہے۔

معنی غلو

امام علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "لا تتجاوزوا بنا العبودیۃ ثم قولوا ما شئتم ولن تبلغوا وایاکم والغلو کغلو النصاریٰ فانی بریٔ من الغالین (احتجاج)

یعنی جناب امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ہم کو عبودیت سے نہ بڑھاؤ پھر تمہارا

جو دل چاہے کہو۔ اور باوجود اسکے تم ہرگز ہماری واقعی معرفت و توصیف کو نہیں پہنچ سکتے۔ یعنی مطلب حضرتؑ کا یہ ہے ہم خدا نہیں معبود نہیں۔ ہم خدا کے بندے ہیں ہم کو معبود نہ جانو خدا نہ کہو۔ پھر بندۂ خدا کے لیئے جو کچھ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہو تم ہمارے مقام کو نہ پہنچ سکو گے (کون ادراک کر سکتا ہے کہ خلاق عالم و فیاض مطلق نے اپنے ان بندگان خاص کو کیا مراتب عالیہ عطا کیئے ہیں) اور تم نصاریٰ کی طرح ہمارے باب میں غلو کرنے سے بچو کیونکہ میں غالیوں سے بری ہوں۔ یعنی نصاریٰ کی طرح ہم کو خدا یا خدا کا بیٹا یا خدا کا اوتار نہ کہو جیسا کہ خداوند عالم اہل کتاب سے فرماتا ہے: "یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم غیر الحق الخ" اے اہل کتاب تم اپنے دین میں غیر حق غلو نہ کرو حق بات کہو اور غیر خدا کو خدا نہ بناؤ۔ علامہ مجلسی رح اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: "ولن تبلغوا" سے یہ مطلب ہے کہ جب تم ہماری عبودیت ثابت کرو اور ہماری عبودیت کے قائل رہو کہ ہم بندۂ خدا ہیں پھر ہماری توصیف میں جو کچھ بھی کہو گے ہمارے حق توصیف سے قاصر ہی رہو گے اور اس توصیف تک نہ پہنچ سکو گے جسکے ہم مستحق ہیں: یعنی خالق سے نیچے اور مخلوق سے اوپر ہیں اور اُسی کے جزو میں جس کی شان ہے "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" ہے۔ اس مضمون کی اور بھی حدیث ہے جسکا مضمون قریب قریب یہی ہے۔ یعنی نزلونا عن الربوبیہ وقولوا فینا ما شئتم: ہم کو صفات ربوبیت اور خدائی کے مرتبے سے تو نیچے رکھو خدا اور پروردگار عالمین نہ کہو۔ پھر ہماری توصیف جو تمہارا دل چاہے کہو پس معلوم ہوا کہ ہم خواہ کیسی ہی تعریف و توصیف کریں مگر خدائی کے مرتبے سے ان کو نیچے رکھیں۔ اُن کی واقعی توصیف کو نہیں پہنچ سکتے۔ اور اس صورت میں ہرگز غلو نہیں ہو سکتا۔

ناظرین اس مقام کو خوب سمجھ لیں اور یاد رکھیں اور مقصرین کے فریب میں نہ آئیں اور ہر امام کی معمولی سی تعریف کو بھی غلو کہہ کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور اس طرح سے [illegible] کے اصول کے موافق مقابل پر غلبہ حاصل کرتے ہیں۔ امام کو اپنے نفوس میں [illegible] نا چاہیئے "ایں زمین را آسمان دیگر است" حضرت امیرؑ فرماتے ہیں: میری وجہ سے دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے اور میرا کوئی قصور نہیں محب مفرط و مبغض مفرط دوست حد سے بڑھانے والا اور دشمن حد سے گھٹانے والا اور ہم اُن سے بیزار و بری ہیں جو ہمارے باب میں غلو کرتے ہیں اور ہم کو ہماری حد سے بڑھاتے ہیں جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نصاریٰ سے بیزار تھے [illegible] من ادعی للانبیاء ربوبیۃ وادعی للائمۃ [illegible] ربوبیۃ او نبوۃ او لغیر الائمۃ امامۃ فنحن براء منہ فی الدنیا والآخرۃ: یعنی جو انبیاء کے لئے ربوبیت یا ائمہ کے لئے ربوبیت یا نبوت یا غیر ائمہ مثلاً علماء کیلئے امامت کا دعوےٰ کرے اور اُن کو اس سے متصف قرار دے وہ غالی ہے۔

ہم اس سے بیزار ہیں۔ یہی غلو کی حد ہے۔ اور ایسا شخص غالی۔ خارج از دین ہے۔ نہ کہ صحیح وحقیقی فضائل کا انہی کی زبان سے بیان کرنے والا۔

تقریر مدعا

پس بعد ان تقاریر کے ہمارا دعویٰ جس پر آئندہ ہماری بحث مبنی ہوگی یہ ہوگا۔ ہر ایک نبی اُن تمام علوم ضروریہ کو جانتا ہے جو اُس کی امت کو من حیث الانفراد والاجتماع ضروری ہوں اور جن کے ذریعہ سے وہ ان کی تعلیم وتربیت وہدایت کر سکے جو بمصلحت وقت و زمان و مکان کے لحاظ سے خدا ضروری سمجھے۔ اور ہر نبی اپنی تمام امت سے جملہ علوم وفنون میں افضل ہوتا ہے۔ ہر نبی ماں کے پیٹ سے نبی اور عالم پیدا ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ تمام مخلوقات پر مبعوث ہیں اور نبی مطلق ہیں اسلئے ان کے علوم تمام مخلوقات سے زیادہ ہیں۔ جو کچھ ان کو دیا گیا ہے وہ کسی کو نہیں دیا گیا۔ بلکہ معدن فیض وہ ہی ہیں انہی کے ذریعے سے ہر ایک کو ملا ہے جو کچھ کہ ملا ہے۔ اور جبکہ ان کا مطلق عالم ہونا شکم مادر سے ثابت ہے تو ہم کو یہ ضرورت نہیں کہ کسی خاص علم کی بابت ثبوت دیں بلکہ مقابل کا یہ فرض ہے کہ وہ اگر کسی خاص علم کی نفی کرتا ہے اُس کا ثبوت دے اور نص لائے یا مطلق جہالت ثابت کرے اور بعد ازاں بعض علوم کا وجود آنحضرتؐ کے بعد اُنکے جزو نور ائمہ معصومینؑ ہیں اور بعد آنحضرتؐ وہ بھی جملہ مخلوقات سے افضل واشرف اور اُنکے علوم بھی سب سے زیادہ ہیں وہ ولی مطلق وامام مطلق ہیں۔ رسول خدا اصل ہیں اور یہ فرع اول آنحضرتؐ پر فیضان ہوتا ہے اور آنحضرت سے ان پر اور ان سے مخلوقات پر۔ یہ کسی چیز میں اپنے ماتحت مخلوقات سے کم نہیں ہوتے۔ اور سوائے خدا کسی سے کچھ تحصیل یا اکتساب نہیں کرتے۔ چہ جائیکہ معمولی علوم مثل علم قرات وکتابت جو کہ نظریات وضروریات اولیہ سے ہیں۔ لیکن ہم یہ تحدید نہیں کر سکتے کہ خدا نے اُن کو کیا کیا دیا ہے کتنے علوم دیئے ہیں اور کس طرح دیئے ہیں اس کا حال خدا اور اُسکے رسول اور اُسکے ان اوصیائی کو معلوم ہے۔ ہم اجمالاً یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ تمام علوم وفنون۔ فضائل ومناقب میں سب سے افضل واکمل ہیں۔ اور ماں کے پیٹ سے عالم بلکہ علیم پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ شمس الفضلاء ونجم العلماء مولانا سید نجم الحسن صاحب دام ظلہ العالی نے بھی اپنے ایک صحیفہ میں یہی تحریر فرمایا ہے کہ خدا نے اپنے پیغمبر کو اس قدر علوم دیئے ہیں جس کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ علم قرات وکتابت تو معمولی علوم ہیں اور جناب امیر علیہ السلام کی نسبت کون کہہ سکتا ہے کہ انہوں نے کسی سے کچھ تعلیم پائی تھی (اصل عبارت صحیفہ مولانا آگے کسی مقام پر درج ہے)

اب جو صاحب نبی یا امام سے کسی خاص علم کی نفی فرمائیں یا جہالت وقتی یا غیر وقتی ثابت کرنا چاہیں انکو چاہیئے ثبوت میں نص صریح آیت یا حدیث نبوی پیش کریں۔ قیاسات وتخیلات سے دلائل وبراہین

عقلیہ نقلیہ نصوص صریحہ رد نہیں ہوسکتیں اور دین کی بنا قیاسات پر نہیں ہے۔ اگر مگر۔ اگرچہ چنانچہ۔ مگرچہ۔ سے کام نہیں چلے گا۔ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں ان اصحاب القیاس طلبوا العلم بالقیاس۔ فلم یزدھم من الحق الا بعداً ان دین اللہ لا یصاب بالقیاس۔ یعنی اصحاب قیاس نے علم کو قیاس سے طلب کیا پس اُن کو حق سے دوری ہی ہوتی گئی اور دین خدا قیاس سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ ان دلائل بینہ کے مقابلے میں جو قرآن و حدیث سے لکھی جاچکی ہیں اور آئندہ لکھی جائینگی جو کچھ لکھا جائے مبرہن و مستدل ہو۔ جو کچھ لکھا جائے اسلئے لکھا جائے کہ اس کا لکھنا عین دین ہے نہ کہ صرف اپنی کہے کی لاج رکھنے کے لیئے دفع الوقتی کیجائے۔ لکھتے وقت ضرور اس کا خیال رکھا جائے۔ کہ ہر ایک لفظ و حرف پر خدا باز پرس کریگا: الم یوخذ علیھم میثاق الکتاب ان لا یقولوا علی اللہ الا الحق " جو بات کہی جائے حق ہو " لا تقف ما لیس لک بہ علم۔ جبکی بابت علم الیقین نہ ہو اُس کی ہرگز پیروی نہ کیجائے۔ دل میں اور اعتقاد رکھنا اور زبان سے کچھ اور ظاہر کرنا منافقیت ہے اور ایسے شخص کا مقام اسفل السافلین ہے! اور ایسا کرنا یقیناً لوگوں کو گمراہ کرنا ہے اور اضلال میں داخل۔ اگر ایک شخص کوئی غلط یا مشتبہ عقیدہ رکھتا ہو تو اس کا مظلمہ صرف اُسی کی گردن پر ہے ممکن ہے کہ خدا بخش دے لیکن ایک غلط عقیدہ لوگوں میں شائع کرنا اور اُنکے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنا اور خلاف حق اُن کو تعلیم دینا گناہ عظیم ہے جس کی توبہ بھی مشکل ہی سے قبول ہوگی بلکہ یقیناً نہیں ہوسکتی اسواسطے کہ جو عقیدے اس نے خراب کئے ہیں اُن کا کیا علاج ہوسکتا ہے (اللھم احفظنا من شرور انفسنا) مثلاً جبکہ علوم اولین و آخرین جناب امیر کو من جانب اللہ حاصل تھے تو ان کو خاص علم قرأت و کتابت ہی کیوں نہیں دیا گیا تھا جس کی تحصیل و اکتساب کی دوسرے سے ضرورت پڑی اور کونسی اصل دین ہم کو اس عقیدے پر مجبور کرتی ہے کہ سب کچھ تو جناب امیر کو من جانب اللہ حاصل ہوا لیکن علم قرأت و کتابت بنا بر قول ظہور دوسرے سے حاصل کیا۔ اس کا ثبوت ہونا چاہیئے! اور نص صریح کی ضرورت ہے دقس علی ذالک۔

دفع شبہات

بیان علوم آئمہ کے مقام پر ایک شبہ ہوسکتا ہے وہ یہ کہ جب اکثر احادیث و روایات و آیات سے ثابت ہے کہ ماں کے پیٹ سے عالم پیدا ہوتے ہیں اور علم اولین و آخرین اونکو حاصل ہوتے ہیں: ماکان و مایکون کے عالم ہیں۔ قبل نزول قرآن عالم کتاب الٰہی جو تبیاناً لکل شیٔ ہے۔ تو بعض احادیث میں جو یہ آیا ہے کہ ان کا علم روز بروز بڑھتا ہے ہر شب جمعہ میں زیادہ ہوتا ہے۔ شب قدر میں زیادہ ہوتا ہے اور پھر جب جب چاہتے ہیں انکو

تعلیم دیجاتی ہے۔ (اذا شاؤوا اعلموا علموا) (جب وہ چاہتے ہیں کہ وہ جانیں اور علم حاصل ہو تو ان کو علم دے دیا جاتا ہے) اس کا یہ مطلب ہے بظاہر ان احادیث میں تناقض معلوم ہوتا ہے۔
علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بھی اپنی بعض تصانیف میں اس مقام پر اشکال کیا ہے اور جواب دیئے ہیں۔ اشکال کی تقریر یہ ہے۔ کہ جب کہ اخبار کثیرہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت رسول خدا تمام گزشتہ و آئندہ کا علم رکھتے تھے اور جمیع شرایع انبیاء کے عالم تھے اور سب کچھ حضرت نے جناب امیر علیہ السلام کو دیدیا تھا اور انہوں نے امام حسن علیہ السلام کو اور اسی طرح سے یکے بعد دیگرے پس کونسی چیز باقی رہگئی جو شب و روز پیدا ہوتی ہے اور اُن کو سکھائی جاتی ہے۔ اسکے چند جواب لکھے ہیں :-
اوّل یہ کہ ان کے پاس اولاً جو علوم ہیں مجمل ہیں اُن کی تفصیلات وقتاً فوقتاً من جانب اللہ آتی ہیں اگرچہ خود بھی وہ بذریعہ اصول علمیہ اونکی تفاصیل نکال سکتے ہیں لیکن بلا حکم خدا کچھ نہیں کرتے اور ہر ایک امر میں خاص حکم خدا کے منتظر رہتے ہیں اور اُس وقت تک صبر کرتے ہیں۔ (دیکھو بامرہنا لما صبروا) دوم یہ کہ یہ باب بداء سے متعلق ہیں یعنی بعض امور میں بداء واقع ہوجاتا ہے — (یمحوا اللہ مایشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب) جو کچھ چاہتا ہے اللہ محو کردیتا ہے اور جو کچھ چاہتا ہے ثابت کردیتا ہے اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے اور نہیں ثابت کرتا مگر محو کو اور نہیں مٹاتا مگر ثابت شدہ کو پس جس چیز میں جس وقت میں بداء واقع ہوتا ہے اور تغیر پیدا ہوتا ہے اولیاء امور علیہم السلام کو اُس کی خبر دیدی جاتی ہے اور تغیرات بداء یوماً فیوماً ساعۃً وفساعۃً پیدا ہوتے رہتے ہیں اور اس واسطے شب و روز ان کا علم بڑھتا ہے :-
سوم۔ یہ وجہ ہوسکتی ہے اور یہ میرے نزدیک قوی تر ہے۔ کہ یہ معصومین علیہم السلام نشاء اولی اور نشاء ثانیہ میں معارف ربانیہ غیر متناہیہ میں مدارج کمال پر ترقی کرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ عرفان الٰہی اور تقرب حضرت احدیت کی کوئی حد و انتہا نہیں خواہ انسان کتنا ہی ترقی کرجائے اور کیسا ہی مراتب علمیہ پر فائز ہوجائے پھر بھی تمام مراتب معرفت کو طے نہیں کرسکتا اور غیب الغیوب الٰہی کے انتہا کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور یہ بات بہت سی احادیث سے ثابت ہوتی ہے اور بظاہر یہ ہے کہ بزرگوار ابتداء میں جو علوم پاتے ہیں انہی پر نہیں ٹھیرے رہتے اور اسی مرتبہ پر باقی نہیں رہتے بلکہ بسبب مزید تقرب و طاعات معارف الٰہیہ میں مزید علم و حکمت و ترقیات حاصل ہوتی

رہتی ہیں اور کیونکر ان کو یہ بات حاصل نہ ہو جبکہ جمیع مخلوقات کو ترقی ممکن ہے اور اُنکے درجات معرفت حسب استعداد ترقی کرتے رہتے ہیں اور شاید منجملہ وجوہات دیگر ایک یہ بھی وجہ اُنکے استغفار کی ہے یعنی باوجود معصومین ہونیکے وہ استغفار کیوں کرتے ہیں جیسا کہ کتب ادعیہ مثل صحیفہ سجادیہ وغیرھا سے ظاہر ہے یعنی جس وقت کہ اُن کو اور مرتبہ علم و معرفت حاصل ہوتا ہے تو اپنے نیچے کے مقام کو دیکھتے ہیں کہ وہ بہ نسبت اسکے کم درجے کا تھا اور اسلئے استغفار کرتے ہیں کہ خدا ان کمیوں کو پورا کر دے۔

احقر کی رائے ناقص میں ان وجوہات میں سے کوئی ایک وجہ اختیار کرنا مناسب نہیں۔ بلکہ اگر احادیث معدن علوم میں تدبّر کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وجوہ مذکورہ بالا سب صحیح ہیں بایں معنی کہ بعض اوقات تو بعض احتمالات کی تفاصیل ان کو تعلیم ہوتی ہیں ملاحظہ ہو اصول کافی و بصائر۔ بیان شب قدر و نزول ملائکہ۔ استفسار سائل و جواب امامؑ۔ چنانچہ اس فقرے سے ظاہر ہے اِنّہٗ ینزل فی لیلۃ القدر الی ولی الامر تفسیر الامور سنۃ سنۃ یومر فیھا فی امر نفسہٖ بکذا و کذا وفی امر الناس الخ یعنی شب قدر میں ولی زمانؑ کے پاس تمام امور کی تفاصیل و تفاسیر سال بسال نازل ہوتی ہیں جن میں سے بعض نفس امام کی تکالیف سے متعلق ہوتی ہیں کہ اس کو فی نفسہ کیا کیا کرنا ہے اور بعض امور ناس سے متعلق ہوتی ہیں۔ اور بعض اوقات تغیرات بداء تعلیم ہوتے ہیں جیسا کہ بصائر الدرجات میں صادق آل محمد علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا کے دو علم ہیں ایک تو وہ علم ہے جس پر اس نے اپنے ملائکہ و انبیاء و مرسلین کو مطلع کیا ہے اور جو کچھ ان سب کو دیا گیا ہم اس کو جانتے ہیں (یہ سب شکم مادری میں جانتے ہیں) اور ایک وہ علم ہے جو اس کی ذات سے مخصوص ہے اور وہ اس نے اپنے ہی لئے رکھا ہے۔ پس جب کسی شے میں بداء واقع ہوتا ہے تو خدا ہم کو بتلا دیتا ہے اور یہ اول ہم سے پہلے ائمہ پر پیش کیا جاتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جب کوئی بداء واقع ہوتا ہے تو اول آنحضرت کو مطلع کیا جاتا ہے اور پھر درجہ بدرجہ صاحب زمانؑ تک پہنچتا ہے اور اسی طرح سے معارف خاصہ ربانیہ و اسرار رحمانیہ متعلق بغیب ہُوِیّت وقتاً فوقتاً یوماً فیوماً بڑھتے رہتے ہیں (کل یوم ھو فی شان ہے) جیسا کہ اس حدیث آخر الذکر سے بھی ظاہر ہوتا ہے جس میں علم خاص کے خروج کا ذکر ہے اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مطلق غیب کے دو درجے ہیں ایک وہ جو غیر ذات واجب الوجود سے متعلق ہے۔ دوسرا غیب مطلق یا غیب ہویت جس کا تعلق خاص ذات خداوند عالم سے ہے اور وہ مقام ہُو ہے۔ درجہ اول جس کو عالم دہر بھی کہا جاتا ہے اُسکے تین درجے ہیں ایک عالم ارواح دوسرا

عالم النفوس۔ تیسرا عالم سوا اس عالم غیب پر بعض انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین کو اطلاع ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ خدا کسی کو غیب پر مطلع نہیں کرتا لیکن اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں میں سے بعض کو اسکے لئے چن لیتا ہے اور اُن کو مطلع کرتا ہے اس عالم کے متعلق علم ائمہ علیہم السلام کو ابتداءً عطا ہوتا ہے جیسا کہ علامہ نے تقریب الاشکال میں ذکر کیا ہے کہ وہ علم مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ رکھتے ہیں لیکن غیب ہوتی وا سرار خاصہ الہیہ پس اس پر بہت ہی خاص الخاص رسولوں کو بعض اوقات مطلع کرتا ہے اور نہ تمام و کمال پر بلکہ بعض مقامات پر چنانچہ فرماتا ہے۔ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ لَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ (یعنی خداوند عالم تمام عالم غیب و عالم شہود کا جاننے والا ہے کوئی شئے اس سے پوشیدہ نہیں اور اپنے غیب خاص و غیب ہوتی پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر اپنے رسول مرتضیٰ کو (غیبہ) سے صاف ظاہر ہے کہ اس غیب سے مراد غیب ہوتی ہے جو مقام ھو ہے وَلَا يَعْلَمُهُ إِلَّا هُوَ ۔ البتہ کبھی کبھی اپنے رسولؐ کو کچھ تبلا دیتا ہے اسی غیب کا علم ائمہ علیہم السلام کو وقتاً فوقتاً پہنچتا ہے اور ہر ایک علم جو امام وقت کو پہنچتا ہے وہ آنحضرتؐ پر پیش ہوتا ہے کہ وہ ہی اصل ہیں بعد ازاں یکے بعد دیگرے ہر ایک امام پر پیش ہو کر امام وقت تک جیسا کہ بعض احادیث صاف تصریح کرتی ہیں ملاحظہ اصول کافی و کتاب الاختصاص اور اسی علم غیب کے ہی متعلق یہ مسئلہ ہے کہ جب امام چاہتا ہے کہ وہ جانے تو اسکو تعلیم دیدی جاتی ہے (اِذَا شَاءُوا عَلِمُوا اُعْلِمُوا) اگر احادیث کا تتبع کیا جائے تو ہمارے بیان کی پوری پوری تصدیق ہوگی اس مضمون کو بعض احادیث میں اسطرح بیان کیا گیا ہے۔ سدیر جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضرتؑ نے فرمایا کہ اللہ کے دو علم ہیں ایک علم عام اور ایک علم خاص پس علم خاص وہ ہے جس پر کسی نبی مرسل یا ملک مقرب کو مطلع نہیں کیا۔ اور علم عام وہ ہے جس پر انبیاء و ملائکہ کو مطلع کیا ہے۔ اور ان کو دیدیا گیا ہے اور وہ کل کا کل ہم کو پہنچ جاتا ہے۔ اور ہم تک منتہی ہوتا ہے (بصائر الدرجات) پس علم خاص میں سے وقت ضرورت مطالب خدا اُن کو مطلع کرتا رہتا ہے اور یہی وہ علم ہے جو شب بشب روز بروز و ساعت بساعت بڑھتا ہے۔

ایضاً (بصائر الدرجات) حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ خدا کے دو علم ہیں ایک وہ علم ہے جس کو اُس نے انبیاء و ملائکہ کو تعلیم دیدیا ہے اور ایک وہ علم جس کو کسی کو عطا نہیں کیا ہے۔ وہ خزانہ الہٰی سے نکلا ہی نہیں ہے۔ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُومٍ پس جو کچھ ملائکہ و انبیاء کو تعلیم دیدیا گیا ہے اُس کو تمام ہم جانتے ہیں اور اُس علم خاص میں سے

جو کسی کو نہیں دیا گیا ہے جب کچھ نکلتا ہے تو ہماری ہی طرف نکلتا ہے اس قسم کی احادیث بہت ہیں چند کو صاحب کافی نے بھی نقل کیا ہے۔ اور اس حدیث میں جو ہم نے شب قدر کے متعلق نقل کی ہے بعد بیان سابق یہ ہے۔ وانہ لیحدث لولی الامر سوی ذالک کل یوم علم اللہ عز ذکرہ الخاص والمکنون العجیب المخزون مثل ما ینزل فی تلک اللیلۃ یعنی اور شان یہ ہے کہ سوائے علم مذکور ولی امر کیلئے ہر روز خدا کا علم خاص مکنون وعجیب مخزون حادث ہوتا ہے جیسا کہ اس رات میں نزول امر ہوتا ہے ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعد سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ ان اللہ عزیز حکیم۔ علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ ائمہ علیہ السلام کی نسبت جو یہ کہا جاتا ہے کہ وہ عالم الغیب نہیں ہیں اسکے یہ معنی ہیں کہ وہ خود بخود بلا الہام و وحی نہیں جانتے ورنہ من جانب اللہ تو ان کو علم غیب دیا جاتا ہے اور علم غیب انبیاء و ائمہ علیہم السلام کے معجزات خاصہ میں سے ہے (سابع بحار) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک شخص نے عرض کیا۔ کیا آپ علم غیب جانتے ہوتے فرمایا جو ہم کو بتا یا جاتا ہے ہم جان لیتے ہیں جو ہم کو نہیں بتلایا جاتا نہیں جانتے یہیں سے یہ اشکال بھی رفع ہوگیا۔ جب ہر شب قدر میں ولی زمان پر علم زیادہ ہوتا رہتا ہے بلکہ ہر ساعت تو علم ولی زمان رسول خدا سے زیادہ ہوگیا اور یہ خلاف ہے کیونکہ فرع زائد بر اصل نہیں ہوسکتی کیونکہ جو کچھ علم شب ہائے قدر و روز بروز و ساعت بساعت زیادہ ہوتا ہے وہ اول رسول خدا پر نازل ہوتا ہے اور بعد ازاں جناب امیر پر اور پھر اسی طرح یکے بعد دیگرے نازل ہو کر ولی زمان تک پہنچتا ہے پس کوئی اشکال نہیں ہے۔

حدیث ذیل اُن اُمور کی مزید تائید کرتی ہے۔ **ثمالی** نے حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے تین امور کی نسبت آپ سے دریافت کیا کہ بلا تقیہ جواب دیں۔ فرمایا دریافت کر میں نے عرض کیا۔ فلاں اور فلاں کی نسبت کیا فرماتے ہیں فرمایا "فعلیھما لعنۃ اللہ بلعناتہ کلھا" واللہ وہ کافر و مشرک مرے۔ پھر میں نے عرض کیا کیا ائمہ مردوں کو زندہ کرنے اور اندھوں و مبروصوں کو اچھا کرتے اور پانی پر چلتے ہیں فرمایا کوئی شے خدا نے کسی پیغمبر کو نہیں دی مگر یہ کہ وہ محمد مصطفے کو عنایت فرمائی ہے اور انکے جو اور کسی پیغمبر کو نہیں دیا۔ میں نے کہا۔ کیا آنحضرت نے سب امیرالمومنین کو دیدیا۔ فرمایا ہاں پھر حسن اور حسین کو اور ہر ایک امام کو روز قیامت تک مع اس زیادتی کے جو ہر سال اور ہر مہینے میں پیدا ہوتی ہے بلکہ خدا کی قسم ہر ساعت۔ ایضاً حضرت باقر العلوم نے سائل کے اس سوال کے جواب میں

کہ آیا رسول خدا کے پاس شب قدر میں وہ چیز نازل ہوتی تھی جس کو وہ پہلے سے نہیں جانتے تھے فرمایا یہ سوال تیرے لئے جائز نہیں ہے (یعنی یہ اسرار الٰہی ہیں جس پر ہر شخص مطلع نہیں ہو سکتا) لیکن علم ماکان وما یکون۔ پس کوئی نبی نہیں مرتا مگر یہ کہ یہ علم اپنے وصی کو پہنچا دیتا ہے۔ اور وہ وصی اسکو جانتا ہے لیکن وہ علم خاص جس کی بابت تو دریافت کرتا ہے۔ سو خداوند عالم تعالیٰ اس سے انکار کرتا ہے کہ سوائے اپنے اصفیاء کے اور کسی کو اس پر مطلع کرے۔

غرض وقتاً فوقتاً جو زیادہ ہوتا رہتا ہے وہی علم خاص دغیب ہوتی ہے۔ جو انہی کو دیا جاتا ہے اور کسی کو نہیں دیا گیا۔ کما قال الصادقؑ۔ ان اللہ اصطفانا وآتانا ما لم یوت احداً من العالمین۔ یعنی اللہ نے ہم کو برگزیدہ بنایا ہے اور ہم کو اتنا دیا ہے کہ اور کسی مخلوق کو عالمین میں سے نہیں دیا۔ ورنہ علوم انبیاء و ملائکہ جو خزانہ علم الٰہی سے نکل چکے ہیں وہ تو یہ پہلے ہی سے جانتے ہیں بلکہ ملائکہ کو بھی انہی سے پہنچے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ شکم مادر سے باہر آتے ہیں تو تمام صحف وکتب انبیاء سنا دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو حالات ولادت ائمہ علیہم السلام خصوصاً امیر المومنینؑ و افضل الوصیین چنانچہ ابو سعید خدری کی روایت میں ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ جس وقت علیؑ پیدا ہوئے تو دایاں ہاتھ دائیں کان میں اور بایاں بائیں میں رکھکر اذان و اقامت کہی اور شہادتین کی اُس کی جو آدم پر نازل ہوا تھا پس اس سے خدا کی وحدانیت اور میری رسالت کی خبر دی پھر میری طرف مڑے اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ پھر کہا یا رسول اللہ کیا میں پڑھوں؟ میں نے کہا پڑھو۔ پس ان صحف سے ابتداء کی جو آدم پر نازل ہوئے اور شیثؑ کے پاس تھے اُن کو اسی طرح پڑھا کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو اقرار کرتے کہ علی کو ان سے بہتر یاد ہیں اور ان کو اول سے آخر تک حرف بحرف پڑھا۔ پھر صحف نوحؑ و صحف ابراہیمؑ توریت و زبور و انجیل کو اس طرح پڑھا کہ اگر یہ زندہ ہوتے تو اقرار کرتے کہ علیؑ ان سے حافظ تر ہیں۔ پھر وہ قرآن جو مجھ پر نازل ہوا ہے اول سے آخر تک پڑھا جیسا کہ مجھے اب یاد ہے اور مجھ میں اور ان میں وہ گفتگو ہوئی جو انبیاء اپنے اوصیاء سے کرتے ہیں الخ (نجم بحار)

اور موافق روایت حکیمہ حالات ولادت باسعادت ولی الزمانؑ عجل اللہ فرجہ مروی ہے جب آپ پیدا ہوئے تو امامؑ نے فرمایا اے فرزند بولو۔ کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ الخ کہ تمام ائمہ کے نام لئے اور اپنے اسم مبارک تک پہنچے پھر فرمایا۔ ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین۔ الخ

پھر امامؑ نے فرمایا صحف انبیاء پڑھو پس صحف آدم سے ابتدا کی اور اسکو سریانی میں پڑھا بعد ازاں صحف نوحؑ۔ ہود، صالح۔ و ابراہیم و توریت و زبور و انجیل اور قرآن حمید کی تلاوت فرمائی بعد ازاں قصص انبیاءؑ تا زمانِ خود بیان فرمائے اور وحی الٰہ لقد یا ینجم الثاقب غیرہ) ۔ تامل حد بر واتکن من الغافلین وقل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا۔

باب اوّل

فصل

(ابتدائی مباحث)

ان مقدمات کے بعد اب ہم مانحن فیہ کو بعد نقل اصل سوال و جواب شروع کرتے ہیں و نستعین۔ رسالہ شیعہ ماہ اکتوبر ۱۹۰۸ء میں منجملہ دیگر سوالات و جوابات حسب ذیل سوال و جواب جناب مولانا مولوی سید ناصر حسین صاحب دام ظلہ العالی کے نام سے شائع ہوا تھا۔

اصل عبارت سوال یہ ہے۔ یہ امر ہر ملت و مذہب میں پایہ تحقیق کو پہنچا ہوا ہے کہ جناب رسول خداؐ کے بعد کوئی دوسرا شخص مثل جناب امیرؑ عالم و فاضل نہ تھا اور یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ جناب امیرؑ مثل جناب رسول خداؐ امی نہ تھے اور جب آپ کا امی نہ ہونا ثابت ہے تو ضرور آپ نے کسی دوسرے سے کسب علم کیا ہو گا پس نزدیک حضرات علماء شیعہ مدظلہم کے کون شخص آپ کا استاد ہے وہ اُس کا کیا نام ہے اور اُس کا علم بھی مثل آپ کے تھا یا معمولی کہ جس سے آپ نے تھوڑا سا علم حاصل کیا ہو پھر تائید ربانی سے علم کے اُس اعلےٰ درجہ پر پہنچ گئے ہوں جو قوت انسانی سے باہر ہے مفصل ارشاد ہو۔ بینوا و توجروا۔

سوال مذکور سے چند باتیں روز روشن کی طرح آشکارا و نمایاں ہیں۔

اوّل۔ سائل جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت کچھ دریافت نہیں کرتا

دوم۔ سائل کے نزدیک امی کے معنی یہ ہیں کہ بطریق مروج و مرسوم کسی سے تعلیم نہ پائی ہو اور عالم ہو چنانچہ سائل کا فقرہ "اور جب آپ کا اُمّی نہ ہونا ثابت ہے تو ضرور آپ نے کسی دوسرے سے کسب علم کیا ہوگا" بصراحت و کمال وضاحت اس پر دال ہے۔ ہاں جو معمولی اردو بھی نہیں سمجھ سکتا یا دیدہ و دانستہ کسی بیہودہ بیہلی و نہری غرض سے لوگوں کی آنکھوں میں دن دہاڑے خاک ڈالنا چاہتا ہے اُس کا علاج نہیں وہ جو چاہے معنی گھڑلے۔

سوم۔ سائل کے نزدیک مسلّم ہے کہ جناب امیرؑ اُمی نہ تھے اور ضرور انہوں نے کسی سے تعلیم مروجہ پائی تھی۔

چہارم۔ سائل صراحتہً یا کنایتہً علم قرات و کتابت حضرت رسالت مآبؐ و جناب ولایت مآبؑ کی بابت خصوصیت کیساتھ کچھ دریافت نہیں کرتا۔ مطلقاً علوم جنابؑ کی بابت سوال کرتا ہے:۔

پنجم۔ سائل دریافت کرتا ہے کہ جناب امیرؑ کا اُستاد کون تھا اور اس کا کیا نام ؟

ششم۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام کے اُستاد کا علم کس درجہ کا تھا معمولی یا مثل جنابؑ

ہفتم۔ سائل کے نزدیک اُمّی کے ایسے معنی ہرگز نہیں ہیں جن کے ثابت ہونے کی وجہ سے جناب رسول خدا حضرت امیرؑ کے استاد قرار پاسکیں اور سوال سائل میں اس کی کوئی تصریح نہیں ہے۔

ہشتم۔ یہ بالکل غلط اور سائل پر افترا اور بہتان صریح ہے کہ اُسکے نزدیک اُمّی کے معنی یہ ہیں کہ جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو۔

نہم۔ سائل کے سوال میں ہرگز اس امر کی طرف اشارہ نہیں ہے کہ جناب رسول خدا لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔ (ان ھذا الا اختلاق)

دہم:۔ جناب امیرؑ علوم میں سب سے افضل تھے اور اس درجے پر پہنچے ہوئے تھے جو قوت انسانی سے باہر ہے۔

یازدہم۔ سوال کے تمام اجزاء پر غور کرنے سے صاف معلوم ہے کہ سائل صرف جناب امیرؑ کے اُستاد کا نام اور اُس کے علم کی بابت سوال کرتا ہے اور بس۔

جواب جناب مفتی مدظلہ العالی:۔ عقیدۂ اہل حق یہ ہے کہ جناب رسالت مآبؐ کو تمام علوم من اللہ حاصل ہوئے اور جناب امیر علیہ السلام کو تمام علوم من اللہ و من الرسول صلوات اللہ

علیہ وآلہ حاصل ہوئے۔ اور ملکۂ قرات وکتابت جناب رسالت مآبؐ کو بعد بعثت من اللہ عطا ہوا اور جناب امیرؑ کو یہ ملکہ ممکن ہے کہ اکتساباً حاصل ہوا ہو اور ممکن ہے کہ من اللہ عطا ہوا ہو۔ اور اگرچہ اوّل اظہر ہے۔ لیکن تصریح اس امر کی کہ یہ ملکہ ان جناب نے کس سے تحصیل فرمایا کتب تواریخ واحادیث میں نظر قاصر سے نہیں گذری۔ واللہ اعلم۔

ناصر حسین عفی عنہ بقلمہ۔

(منقول از شیعہ)

جواب مذکور سے حسب ذیل امور مستنبط ہوتے ہیں۔

اوّل۔ جواب میں معنی اُمّی کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتی دام ظلہ کے نزدیک بھی بظاہر امی کے وہ ہی معنے ہیں جو سائل نے لئے ہیں۔ اور جناب امیرؑ بایں معنی اُمّی نہ تھے۔

دوم۔ جناب مفتی دام ظلہ کے نزدیک اظہر یہی ہے کہ جناب امیرؑ نے لکھنا پڑھنا کسی دوسرے سے ہی حاصل کیا۔

سوم۔ علم قرآت وکتابت (پڑھنے لکھنے) میں جناب امیرؑ کے اوستاد حضرت رسول خدا نہیں ہیں اگر جناب مفتی دام ظلہ علم قرآت وکتابت میں بھی جناب امیرؑ کا اُدستاد رسول خدا ہی کو جانتے تو صرف یہ فرماتے کہ جناب امیرؑ کو تمام علوم من اللہ ومن الرسول حاصل ہوئے علم قرآت وکتابت کو علیحدہ ذکر کرنے اور اُسکے اکتسابی ہونے کی شق کو اختیار کرنے سے صاف ثابت ہے کہ اُن کے نزدیک یہ علم اُن علوم میں داخل نہیں ہے جو من اللہ ومن الرسول حاصل ہوئے تھے

چہارم۔ جناب مفتی مدظلہ العالی کا یہ فرمانا کہ "جناب امیرؑ کو تمام علوم من اللہ ومن الرسول حاصل ہوئے۔ اور جناب امیرؑ کو یہ ملکہ (قرأت وکتابت) ممکن ہے کہ اکتساباً حاصل ہوا ہو اور ممکن ہے کہ من اللہ عطا ہوا ہو" صاف دلالت کرتا ہے کہ اُنکے نزدیک علوم کا من اللہ ومن الرسول حاصل ہونا اکتساب نہیں کہلاتا۔ اور تعلیم الٰہی وتعلیم نبوی ایک سلسلے میں داخل ہیں اور دونو اکتساب سے خارج ہیں اور اکتساب کے یہی معنی ہیں جو عام طور پر مروج ہیں یعنی یہی طریقہ معمولی جس سے ہم علوم تحصیل کرتے ہیں۔

پنجم۔ جناب مفتی مدظلہ کا یہ فرمانا کہ "اور ملکۂ قرأت وکتابت جناب رسالت مآبؐ کو بعد بعثت من اللہ عطا ہوا" صاف دلالت کرتا ہے کہ قبل بعثت جناب رسالتمآبؐ ملکۂ قرات وکتابت نہ رکھتے تھے اگر یہ کہا جائے کہ قبل بعثت کی اس میں نفی نہیں ہے یا قبل بعثت کا حال مسکوت عنہ ہے تو پھر "بعد بعثت من اللہ عطا ہوا" کے کوئی معنی نہیں ہو سکتے۔ عطا وہی چیز

ہوگی جو موجود نہ ہو اور عطا ہونا اُس وقت بولا جائیگا جبکہ اُسکے پہلے نہ ہونے کا علم حاصل ہو۔ پس جناب مفتی صاحب مدظلہ العالی کو اس کا علم حاصل ہے کہ ملکۂ قرآت وکتابت جناب رسالتمآب میں قبل بعثت نہ تھا۔ اور اسی واسطے جناب نے فرمایا کہ یہ ملکہ بعد بعثت آپ کو عطا ہوا ہے اگر یہ زبان اردو ہے تو اسکے یہی معنی ہیں اور اہل زبان اس کی تصدیق کر سکتے ہیں اور اسکے خلاف معنی لینا گویا جناب مفتی مدظلہ کے کلام کو بے معنی یا کم سے کم غلط محاورہ وغلط استعمال پر مبنی قرار دینا ہے۔

ششم۔ جواب میں سائل کے اصل سوال کا جواب نفی میں ہے کہ اُن کو اُستاد جناب امیرؑ کا نام معلوم نہیں کہ کون تھا۔ وعلیٰ ہذا القیاس اُسکے علم کا حال۔ شیعہ رسالے میں اس سوال وجواب کو دیکھکر بعض مومنین وعلماء کو سخت افسوس وصدمہ وملال ہوا اور جناب مولانا مولوی سید محسن علی شاہ صاحب سبزواری دام مجدہٗ نے ایک مضمون ۲۸ نومبر ۱۹۰۸؁ء کے اخبار ناظم الہند سفیر گورنمنٹ لاہور میں شائع کیا۔ کہ یہ جواب درست نہیں ہے۔ چنانچہ اصل مضمون مع نوٹ اڈیٹر اخبار ناظم الہند حسب ذیل ہے۔

چو کفر از کعبہ برخیزد۔ ذیل میں ہمارے ریلیجس ہمعصر رسالہ شیعہ کی تازہ مذہبی خدمت کو روشنی میں لانے کے لئے پنجاب کے ایک نامور عالم (مگر مجتہد نہیں) کی نہایت ضروری مراسلت درج کی جاتی ہے۔ یہ اُس استفتاء کے متعلق ہے جو علم قرآت وکتابت حضرت ختمی مرتبت اور جناب امیر علیہ السلام کے اکتسابی وغیر اکتسابی ہونیکے متعلق گھڑا جاکر جناب مولوی سید ناصر حسین صاحب کی جانب سے ایک مہمل اور خلاف عقیدۂ مذہب امامیہ جواب پیش کرتا ہے اس جواب کی نسبت ہم کبھی نہیں کہ سکتے کہ مولانائے موصوف نے دیا ہو کیونکہ وہ لکھنؤ کے ایک بلند پایہ مجتہد ہیں۔ لہذا اس امر کا رسالہ شیعہ ہی جوابدہ ٹھہرتا ہے کہ جواب جناب موصوف کا لکھا ہوا ہے۔ جب آپ نے یہ ثابت کر دیا تو ہم مجبور ہونگے کہ اپنی اس دیرینہ عقیدت پر جو مولانائے موصوف سے رکھتے ہیں عنوان کا مصرع پڑھکر ندامت کے آنسوؤں کا پانی پھیر دیں۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم۔
کہ بامن ہر چہ کرد آں آشنا کرد۔

(اڈیٹر)

(اصل مضمون مولوی محسن علی صاحب) پرچہ شیعہ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۰۸؁ء میں چند فتاوی جناب مولوی سید ناصر حسین صاحب کی طرف سے کسی فرضی مستفسر کے جواب میں شائع ہوئے ہیں۔

استفتاء اور جواب کی عبارتوں سے صاف پایا جاتا ہے کہ نہ مستفتی شیعہ ہے اور نہ مجیب
پھر ایسے جواب کو کون خیال کر سکتا ہے کہ کسی شیعہ عالم کی طرف سے تحریر ہوئے ہوں۔ نہایت
افسوس ہے ایڈیٹر شیعہ پر کہ وہ معمولی مناظرہ تو اس زور شور سے لکھتے ہیں اور اعتقادی باتوں
پر ایسی لاپروائی۔ کیا اڈیٹر کا یہی اعتقاد ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملکۂ کتابت و
قرأت بعد بعثت عطا ہوا۔ اور جناب امیر علیہ السلام کو ممکن ہے کہ یہ ملکہ اکتسابًا حاصل ہوا ہو مگر مجیب
بے بصیرت کی نگاہ سے نہیں گذرا کہ حضرت امیر نے یہ ملکہ کس سے حاصل کیا۔ پھر معلوم نہیں مجیب
نے یہ امکان کہاں سے حاصل کیا۔ البتہ لفظ اظہر سے معلوم ہوتا ہے کہ مجیب فقہ پڑھا ہوا ہے مگر اس
کو معلوم نہیں کہ لفظ اظہر فروع میں استعمال ہوتا ہے یا اصول میں۔ غرض اخیر کا جواب اعتقاد حقہ فرقہ
شیعہ کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ فرقہ حقہ کا انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام کی نسبت یہ اعتقاد ہے
کہ وہ قبل از بعثت بلکہ قبل از ولادت ابتداء خلقت سے تمام کمالات ظاہری و باطنی سے مکمل ہوتے
ہیں جس پر قرآن مجید کی کئی سو آیات بعیدہ شاہد ہیں۔ دیکھو سورۂ مبارکہ مریم جناب عیسیٰ علیہ السلام
پیدا ہوتے ہی فرماتے ہیں "انی عبد اللہ آتانی الکتاب وجعلنی نبیا وجعلنی مبارکا این ما کنت
واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیا" یعنی میں بندۂ خدا ہوں مجھکو کتاب دی ہے
اور مجھے نبی گردانا ہے اور مبارک بنایا ہے جہاں کہیں میں ہوں (ابتداء آفرینش سے انتہا تک)
اور مجھے نماز و زکوٰۃ کی وصیت فرمائی ہے مادامیکہ میں زندہ ہوں۔ یہ تمام الفاظ بصیغۂ ماضی استعمال
ہوئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قبل از ولادت یہ تمام مراتب عطا ہو چکے تھے۔ حالانکہ
کتاب آپ پر ۳۰ برس بعد نازل ہوئی جب عیسیٰ کا یہ حال ہے تو خاتم الانبیاء و سید الانبیاء کی
نسبت کون اعتقاد کر سکتا ہے کہ ان کو ملکۂ قرأت و کتابت بعد بعثت حاصل ہوا حالانکہ خود آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کنت نبیا و آدم بین الماءِ والطین) اور نفس رسول علیہ السلام
نے بھی یہ ملکہ کسی سے حاصل کیا ہو۔ افسوس ہے کہ کتب شیعہ کا بہت سا ذخیرہ اردو میں ترجمہ
ہو چکا ہے۔ مگر نظر قاصر اردو ترجمہ بھی نہیں دیکھ سکی۔ حیات القلوب اردو و جلاء العیون اردو میں
حالات ولادت ائمہ علیہم السلام میں صاف اردو لکھا ہے۔ عینک لگا کر دیکھو۔ جلاء العیون اردو
صفحہ ۱۹۰ جلد اول حالات ولادت جناب امیر جب حضرت علی علیہ السلام گھر میں لائے۔ تو حضرت رسول
گھر میں تشریف لائے اور جناب امیر کو دامن مبارک میں لیا۔ جب نظر جناب امیر جمال بمثال حضرت رسول
پر پڑی شاداں و خنداں ہوئے اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پس بقدرت کاملہ

حق تعالےٰ تلاوت سورۂ مومنون شروع فرماکر تا ھُمْ فِیْھَا خَالِدُوْن تلاوت فرمایا اسی طرح ہر ایک امام وقت ولادت آیات قرآنی تلاوت فرماتا رہا بلکہ قبل از ولادت ایام حمل در شکم مادر میں یہ حضرات قرأت و تسبیح فرماتے تھے اور اُنکے کٹے ہوئے سر نوک نیزہ پر قرأتِ قرآن فرماتے تھے فاعتبروا یا اولی الابصار (راقم آقل الطلاب سبزواری)۔

ہم دیباچہ میں عرض کر چکے ہیں کہ ممکن ہے بعض کی نظر میں حضرت ختمی مرتبتؐ کا چالیس سال تا دم بعثت جاہل رہنا یا ملکہ قرأت و کتابت سے عاری ہونا کوئی منقصت نہ ہو۔ اور جناب امیر المومنینؑ کا کسی علم کو دوسرے سے کسب کر لینا ناقص امامت یا معیب شان امامت نہ سمجھا جائے۔ لیکن وہ شخص جو یقین رکھتا ہے کہ حضرت ختمی مرتبتؐ سید المرسلین و افضل النبیین معدن علم و شہر علوم و خزانہ علوم الٰہی ہیں اور اول و افضل و اکمل و اعلے مظہر ذات جامع الکمالات واجب الوجود عز و جل ہیں اور جو کچھ کمالات تمام انبیاء کو دیئے گئے تھے وہ سب مع شئی زائد آپ کی ذات بابرکات میں جمع تھے بلکہ ہر ایک فیض جو کسی نبی یا رسول وغیرہم کو پہنچا ہے وہ انہی کے واسطہ سے پہنچا ہے اصل محل و مورد فیض و رحمت الٰہی یہی ہیں اور کوئی مخلوق ان سے افضل و اشرف و اکمل و اعلیٰ نہیں اور جناب امیرؑ سوائے نبوت باقی تمام کمالات میں شریک نبیؐ ہیں اور نفس رسولؐ۔ باب علوم نبوت و صندوق اسرار الٰہی ہیں اور یہ بھی اعتقاد رکھتا ہے کہ نبی یا امام شکم مادر ہی سے نبی یا امام پیدا ہوتا ہے اور علوم ساتھ لیکر آتا ہے اور عوام اور ان برگزیدگان خدا میں یہی فرق ہے۔ وہ اس سوال و جواب کو دیکھکر کہ سکتا ہے کہ یہ سوال کرنے والا کہ جناب امیرؑ کا اوستاد کون ہے اور وہ کیسا عالم تھا۔ اور یہ جواب دینے والا کہ جناب امیرؑ نے لکھنا پڑھنا کسی سے سیکھا لیکن اُنکے اُستاد کا نام معلوم نہیں شیعہ نہیں ہیں۔ کیونکہ عام طور پر چھوٹے بڑے۔ جاہل و عالم تمام شیعہ اسی بات کے قائل ہیں کہ حضرات معصومینؑ خدا کے ہی پڑھائے ہوئے ہیں کسی دوسرے سے تعلیم نہیں پاتے اور محققین کا قول ہے کہ ائمہ اہلبیت علیہم السلام میں کوئی شخص ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ انہوں نے کسی سے تعلیم پائی ہو۔ یا کسی مسئلہ کے جواب میں یہ کہا ہو کہ ہم نہیں جانتے۔ یا کسی امر میں یہ فرمایا ہو کہ ہماری رائے یہ ہے۔ اور اگرچہ مسئلہ قرأت و کتابت حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں بعض علماء کو شبہ ہوا ہے فی الجملہ اختلاف رکھتے ہیں جیسا کہ آئندہ مفصل لکھا جاتا ہے۔ لیکن جناب امیرؑ کی بابت یقینی طور پر آج تک نہیں سنا گیا تھا کہ انہوں نے کوئی معمولی سا علم بھی کسی سے سیکھا ہے بلکہ مولفین و مخالفین کے نزدیک تمام علوم اسلامیہ کا مرجع اور منتہی جناب امیر ہی ہیں فھو مادۃ العلوم الغیر المتناھیہ

حقیقۃ النقطۃ الباسئیۃ" بنابریں جناب مولوی محسن علی شاہ صاحب کا یہ فرمانا کہ نہ مستفتی شیعہ ہے اور نہ مجیب اسی اعتقاد پر مبنی ہے زیادہ موجب استعجاب نہیں اسی طرح پر ایڈیٹر ناظم الہند اور اُن کا یہ استبعاد کہ یہ مسئلہ مولانا سید ناصر حسین صاحب دام ظلہ کے قلم سے نکلا ہے امامت و نبوت کے متعلق انکا اپنا اعتقاد اور جناب مفتی موصوف مدظلہ العالی کے متعلق اُن کا حسن ظن اس کو مقتضی ہے کہ وہ کہہ سکیں یہ کسی شیعہ عالم کی طرف سے نہیں ہو سکتا اور اسی بنا پر مجیب بے بصیرت وغیرہ لفظ استعمال کریں جیسا کہ اُن کی عبارات سے صاف ظاہر ہے۔ ہم دل کا حال نہیں جانتے اور کسی کے باطن کی نسبت کوئی خاص رائے قائم نہیں کر سکتے۔ لیکن یہ ہم اپنے پورے یقین کے ساتھ کہ سکتے ہیں کہ یہ کہا گیا کہ مولانا ناصر حسین صاحب کا جواب نہیں ہے۔ وہ ہرگز ایسا نہیں فرما سکتے۔ بلکہ ایک صاحب نے بہت دیر تک اس پر خود مجھ سے بحث کی کہ ہرگز مولانا صاحب کا لکھا ہوا نہیں ہے۔ جب اُنکو رسالہ شیعہ دکھلایا گیا تو فرمایا کہ شیعہ نے غلط چھاپ دیا ہے اسی طرح پر اگر اڈیٹر ناظم الہند اور مولوی محسن علی صاحب بھی ایسا گمان کریں تو بعید از عقل نہیں اور غالباً یہی وجہ تحریر کے عنوان کی ہو لیکن ہم یہ کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتے کہ کچھ بھی کیوں نہ ہو اعتراض سخت لہجے میں کیا گیا جس نے طول بحث کیلئے سبب قوی کا کام دیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید بحث کو اتنا طول نہ ہوتا! ور یہ ناگفتہ بہ صورت اختیار نہ کرتی ۔ ولکن قد قضی الامر ۔ اسکے ساتھ ہی ہم یہ بھی ضرور کہینگے کہ بلحاظ علو شان جناب مفتی صاحب دام ظلہ ان کو یہ مناسب نہ تھا کہ اُن کی طرف سے اس کا جواب ترکی بترکی دیا جائے اور تعلیم و تبلیغ کے طریقہ سے قطع نظر کر کے مجادلہ و مکابرہ یا پولیٹکل جنگ پنجاب و یوپی بنا دی جائے۔ اُنکے مکارم اخلاق و علم و فضل کا منشاء یہی تھا کہ وہ اس شبہ کو نہایت نرمی سے رفع کر دیں! ور اگر وہ چاہتے تو ایسا کر سکتے تھے! ور اس بحث و مباحثہ کی ہرگز نوبت نہ آتی۔ کیونکہ دراصل یہ خیال بالکل غلط ہے کہ علماء کثرہم اللہ کی توہین کی غرض سے عمداً یہ مسئلہ اٹھایا گیا تھا۔ (لعنۃ اللہ علی الکاذبین)

غرض اس اعتراض یا شبہ کے جواب یا رد میں خلافِ امید ایک ممتاز الافاضل[1] صاحب زید فضلہ کی طرف سے ایک مضمون بایں عنوان (کلام ما فہمیدن مشکل است نہ کہ بر ما اعتراض کردن) ۲۳ دسمبر ۱۹۰۰ء کے اثنا عشری میں شایع ہوا۔ جو یہ ہے۔ یہ جملہ ایک مشہور عالم کا تکبر سے بہت دور اور بیان واقع سے بہت قریب مدتوں سے مشہور ہے اس میں شک نہیں کہ کلام علماء سمجھنا آسان

[1] ممتاز الافاضل کا نام مضمون میں ظاہر نہیں کیا گیا تھا۔ بنابریں بعض کا خیال ہے کہ وہ جناب سید سبط حسن صاحب ہیں اور اکثر کی تحقیق ہے۔ کہ سید شبیر حسین جونپوری ہیں :-

امر نہیں بلکہ وہ ایک اعلےٰ قابلیت پر موقوف ہے جو بے سوادی سے منزلوں فاصلہ پر ہے اُنکے
کلام کے معانی کا دریافت کر لینا اور اُن کی تہ تک پہنچ جا نامعمولی آدمیوں کیلئے ناممکن ہے
خصوصاً وہ لوگ جو اپنے مذہب کی حدود کی شناخت سے عاجز ہیں اور اُن کو یہ نہیں معلوم کہ ہمارے
مذہب مسلم شدہ کے تسلیمی مسائل کونسے ہیں ان سے ترقی فہم کی کیا اُمید ہو سکتی ہے اور کیونکر جہلاء سے
تو کچھ بعید نہیں کہ وہ چپ ہو جائیں اور اُنکی کم مایگی کا خیال پرواز عالم بالا سے رہ گئے۔ مگر وہ بڑے
نام عالم جو کسی زمین میں پہنچکر اپنے نفس کو تمام علوم کا مرکز سمجھتا ہو اور واقع میں علم سے ربط نہ ہو
اُس کی زبان کا قفل تو جب ہی بند ہو سکتا ہے۔ جب وہ اپنے جہل کی جانب تھوڑی سی نظر بھی
کرے لیکن مجھے ان معتقد نامہ نگاروں سے سخت تعجب ہے جو انکے لئے ایسے کلاموں کو شایع کریں
جن سے مذہبی مسلمات پر نافہمی کے حملے ہوں۔ آج میں نے ناظم الہند مطبوعہ ۲۸ نومبر ۱۹۰۸ء
کا اتفاقاً مطالعہ کیا جس میں چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی کی سرخی میں جہل کا سواد دکھایا
گیا ہے۔ اور دعویٰ یہ کیا گیا ہے کہ رسالہ شیعہ کی تازہ مذہبی خدمت کو روشنی میں لانیکے لئے پنجاب
کے ایک نامور عالم مگر مجتہد نہیں۔ کی نہایت ضروری مراسلت درج کی جاتی ہے یہ اُس استفتاء
کے متعلق ہے جو علم قرأت و کتابت ختمی مرتبتؐ اور جناب امیر علیہ السلام کے اکتسابی یا غیر اکتسابی
ہونیکے متعلق ٹھہرا جا کر جناب مولانا مولوی سید ناصر حسین صاحب کی جانب سے ایک مہمل اور خلاف
عقیدۂ مذہب امامیہ جواب پیش کرتا ہے۔ اس عبارت میں چند افسوسناک باتیں ہیں۔
اولاً۔ یہ سرخی دراصل سرخی معکوس ہے کیونکہ جب کعبۂ کفر کی شناخت اسلامی اور ایمانی بھائیوں
کو نہیں تو کیا کسی برہمن یا کالیستھ کو ہوگی؟ اور پھر جن بزرگ نے اس جواب پر نوٹ فرمائے ہیں۔
ان کو پنجاب کا نامور عالم تسلیم کرنا۔ اگر پنجاب اسی آفت میں مبتلا ہے تو خدا اس پر رحم کرے
نامور عالم کی بے سوادی جب اس حد پر ہے جو ارادے سے معلوم ہوتی ہے۔ تو بیچارے غیر نامور
نہ معلوم کن جہالتوں میں مبتلا ہیں۔ اس نامور عالم کی کوئی عبارت لکھنا میں تضیع وقت سمجھتا ہوں۔
لیکن اُن کا اعتقاد اُنکے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ائمہؑ اور رسول اللہؐ کا علم جمیع اشیاء کے ساتھ
ذاتی تھا اور اس بنا پر انہوں نے کسی ملکہ کا اکتسابی ہونا تسلیم نہیں کیا بلکہ وہ اسکو سطرِ مذہب
امامیہ کے رائے بالکل خلاف سمجھتے ہیں اسی وجہ سے انہوں نے اس جواب کو جو ایک عالم خبیر
کے قلم سے نکلا ہے اور اس میں نفی علم ذاتی متعلق بقرأت و کتابت مرقوم ہے۔ بالکل لغو بلکہ
مضرِ مذہب سمجھکر مجیب کو شیعیت سے خارج فرض کیا ہے انکو شیعہ اور غالی میں فرق معلوم نہیں

اور مسلم و غیر مسلم میں بالکل امتیاز نہیں اگر وہ اپنے وقت عزیز کو ضائع نہ فرض کریں تو وہ علم جو عین ذات مانا گیا ہے اس میں اتنی تحقیق فرمالیں کہ ائمہ اور مرسلین و خدا میں مشترک ہے یا ان میں سے کسی ایک فرد کیساتھ خاص ہے تو غالباً انکو معلوم ہو جائے کہ کتنی گہری غفلت میں وہ غرق ہیں علماء امامیہ میں سے کسی ایک فرد نے بھی اسکو نہیں لکھا ہے کہ علم ائمہ و رسل ذاتی ہے بلکہ اُنکے تمام علوم یا وہبی ہیں جن کے لئے واہب ضروری ہے یا اکتسابی ہیں اپنے ہی سلسلہ سے جنکے لئے ایک سے دوسرے تک پہنچنا لازم ہے ان دونوں صورتوں میں علم ذاتی کہاں اگر یہی ہے تو تعلیم رسالت کا انکار جناب امیر المومنین علیہ السلام کیلئے ایک ضروری امر ہوگا حالانکہ یہ بالکل باطل ہے ادعو ہیں ربّ قل ربّ زدنی علماً۔ کیا محض حکم لفظی ہے جو لغو ہے اور کیا داعی کا اس وقت اضافہ علم مقصود نہ تھا حالانکہ بنا بر اعتقادِ عالم پنجاب ایک عالم ذاتی کو اس قسم کی دعا سے کسی قسم کا فائدہ نہ ہونا چاہیئے۔ یہ سچ ہے کہ انبیاء تمام کمالات ظاہری و باطنی سے مکمل ہوتے ہیں۔ مگر فہم سے اتنا کام لینا چاہیئے کہ ان کمالات سے مراد وہی کمالات ہیں جو اُن کے لئے من حیث النبوۃ لازم ہیں۔ علاوہ بریں ہر شے کا کمال اُسکی ذات کے اعتبار سے دیکھا جاتا ہے بندہ کے کمالات چاہے وہ نبی ہو یا امام تصور کئے جا سکتے ہیں جو کمال عبدیت کے لحاظ سے ان میں ممکن ہیں نہ وہ کمالات جو اُس کی ذات کیلئے ناممکن ہیں مثل اسکے وہ عالم بالذات ہو یا قدیم بالذات ہو یا علۃ العلل ہو اور اسی طرح سے وہ کمالات جو بشر کیلئے ناممکن ہیں ہرگز بشر کی طرف منسوب نہیں کئے جا سکتے۔ ہم انبیاء اور اُنکے اوصیاء کو بشری حدود میں جو کمالات ممکن ہیں انکے اعتبار سے کامل بلکہ اکمل سمجھتے ہیں۔ لیکن کیا اس مقولہ کے یہ معنی ہیں کہ ان میں احتیاج افاضات باری کم ہوگئی یا تعلیم الٰہی سے مستغنی ہو گئے۔ ہرگز نہیں بلکہ بسا اوقات انبیاء اولوالعزم بعض علوم میں محتاج دوسرے انبیاء کی طرف پائے گئے ہیں کیا مولانا یعنی عالم نامور نے سورہ کہف میں حکایت موسیٰ و خضر نہیں پڑھی ان کئی سو آیتوں میں جو انکے مطلب پر انکے نزدیک دال ہیں یہ آیات نہیں پھر کیا وہ حضرت موسیٰ کو نبی تسلیم نہیں کرتے صرف اس جرم پر کہ وہ کیوں محتاج تعلیم خضر ہوئے اور کیوں اُن کو ان باتوں سے لاعلمی رہی جو حضرت خضرؑ کو معلوم تھیں کیا نام اُن کا جریدہ انبیاء سے نکال دینے کے قابل ہے۔ اگر وہ اس کو روا سمجھتے ہیں تو اُن کو بعض ملکات کے اکتساب کا امکان تسلیم کرنا ہوگا خصوصاً قرأت و کتابت میں کہ وہ ایسی چیز نہیں جس پر تبلیغ موقوف ہو اور نہ ایسی شے ہے جس کا ایک زمانہ محدود تک انبیاء و اوصیاء میں نہ پایا جانا سبب نقص ہو۔ بلکہ بعض صورتوں میں یہی سبب ظہور کمال ہے جیسے صورت اظہار معجزہ۔ کیونکہ اگر یہ حضرت خرقِ

عادت کی غرض سے باوصف عدم اکتساب ملکہ قرأت وکتابت خدا سے چاہیں تو خدا ضرور اُن کو
قوت مرحمت فرمائیگا جس سے وہ غیر اکتسابی قرأت وکتابت بخوبی اعجاز کی حیثیت سے دکھائینگے
چنانچہ ایسے واقعات معجزات بعض ائمہ علیہم السلام میں مثل حضرت جواد وحضرت امام زمان علیہما السلام
ثابت ہیں۔ بالجملہ اکتسابی چیزوں کو بدون اکتساب ظاہر کرنا خرق عادت ہے۔ اور استعداد وملکہ
میں فرق بیّن۔ غالباً ہمارے مولانائے نامور ملکہ اور استعداد میں کوئی فرق نہیں سمجھے اور شاید وہ
استعداد ہی کے دعوے پر قائم ہوں۔ لیکن اس صورت میں ہر شخص اس صفت سے متصف ہوسکتا
ہے انبیاء و اوصیاء کی خصوصیت نہیں۔ رہ گیا ان ادلہ کا تعرض جس کا ذکر کئی سو آیتوں سے فرمایا ہے
وہ لفظی ڈینگ ہے سب میں اظہر اونکے نزدیک انی عبد اللّٰہ آتانی الکتاب ہے۔ اور یہی ضرور
تخصیص ذکر کا بھی باعث ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اس آیت سے کیا سمجھے کیا آتانی الکتاب
اس امر پر دال ہے کہ ان کو انجیل مکتوب ان کے وجود سے قبل دیدی گئی تھی جس کو پیدا ہوتے اور
پڑھتے جاتے تھے ہرگز نہیں۔ مدلول اس آیت کا یہ ہے کہ وہ انجیل کا علم رکھتے تھے۔ لیکن اُس کو
ملکہ قرأت وکتابت سے کیا واسطہ ہے علاوہ بریں اگر اس آیت کا مطلب یہی ہے کہ ان کے وجود
کے قبل اُن کو کتاب مکتوب دی گئی اور وہ اسکے نقوش کو پڑھتے تھے پھر یہ فرمانا کیونکر درست ہوگا
حالانکہ کتاب آپ پر ۳۰ سال بعد نازل ہوئی یہ فقرہ تو چاہتا ہے کہ وقت دعوے آتانی الکتاب
زمانہ ماضی میں کیا معنی حال دعوے میں بھی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ پھر قبل وجود کا کیا ذکر۔ اور
استدلال میں صیغہ ماضی سے استمداد یہ بھی مولانا کی زبان دانی عرب اور علم وجود بلاغت پر کافی دلیل
ہے اگر یہی فہم ہے تو اَتٰی امر اللّٰہ کے اعتبار سے مولانا کے نزدیک قیامت مدت ہوئی کہ
آچکی اب انتظار بیکار ہے۔ ثانیاً آیت میں انہی چیزوں کا ذکر ہے جو نبوت سے متعلق ہیں لیکن
یہ فرمائیے کہ وہ چیزیں جو انبیاء کے لئے بحیثیت انبیا ضروری نہیں مثل کتابت وغیرہ اُن کی تکمیل پر یہ
آیت کیونکر دال ہوئی۔ ثالثاً اس اعتقاد سے تو کسی نبی میں فاضل وافضل کا تفرقہ نہ نکل سکیگا۔
کیونکہ تمام کمالات ظاہری وباطنی ان میں موجود ہوتے ہیں تو اگر کسی میں کسی چیز کا اضافہ تسلیم کیا
جائے تو دوسرے میں نقص لازم آئیگا رابعاً۔ اگر یہی دعوے ہے تو آیہ "ما کنت تدری
ما الکتاب ولا الایمان" کے لئے کوئی معنی نہیں ہوسکتے۔ خامساً آیہ مبارکہ۔ "وما کنت
تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون"۔ اس اعتقاد کا
حتماً نافی ہے۔ کیونکہ نفی ریب نفی علم قرأت وکتابت سے ہوتا ہے۔ نہ ترک استعمال قرأت وکتابت

سے خیال مخلوق و حکمت خالق میں بڑا فرق ہے وہاں تو تعلیم قرأت وکتابت منجملہ براہین نبوت اور مؤیدِ اعجاز قرار دیا گیا اور یہاں اس کو منافی نبوت سمجھا جاتا ہے۔ واقعی مقتضائے حکمت نظر عقلی میں یہی ہے جو خالق کی طرف سے ہوا قرآت وکتابت ہوتی تو ضرور قلوب کفار میں یہ خیال قوی ہو کر نمودار ہوتا کہ کتب پیشین سے مضامین پڑھ کر منتخب کر کے جمع کر لئے ہیں اور جب قرآت وکتابت دونوں گم ہیں تو سامان جمع و ترتیب مفقود ہے اس پر بھی جب اخبار سلف بیان کئے جائیں اور کتب منزلہ ظاہر کئے جائیں تو اعجاز کے سوا اور وحی ربانی کے علاوہ کیا احتمال ہو سکتا ہے۔ یہ تعلیم قرأت وکتابت منافی مصلحت جب تھی جب آپ مبعوث نہیں ہوئے تھے اور جب مبعوث ہو چکے اور تبیین احکام و شرائع و قصص فرما چکے اور نبوت ثابت ہو گئی تو پھر منافی مصلحت نہیں اسی وجہ سے قلم مجیب نحریر سے اعتراف تعلیم بعثت ظاہر ہوا۔ اور اسکے بھی پہلے جناب مجلسی رحمہ اللہ نے بحار میں بواسطہ طبرسی رحمہ اللہ جناب سید مرتضیٰ رحمۃ اللہ کا قول نقل فرمایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں

وَقَالَ فی قولِہٖ اذا لارتاب المبطلون ای ولو کنت تقرأ کتاباً او تکتبہ لوجد المبطلون طریقاً الی الشک فی امرک ولقالوا انما یقرء علینا ما جمعہ من کتب الاولین قال السید المرتضیٰ قدس اللہ روحہ ھذہ الآیۃ تدل علی ان النبی ما کان یحسن الکتابۃ قبل النبوۃ فاما بعدھا فالذی نعتقدہ فی ذالک التجویز لکونہ عالماً بالقرأۃ والکتابۃ والتجویز لکونہ غیر عالم بہما من غیر قطع علی احد الامرین وظاہر الآیۃ یقتضی ان النفی قد تعلق بما قبل النبوۃ دون ما بعدھا ولان التعلیل فی الآیۃ یقتضی اختصاص النفی بما قبل النبوۃ لان المبطلین انما یرتابون فی نبوتہ لو کان یحسن الکتابۃ قبل النبوۃ۔ فاما بعد النبوۃ فلا تعلق لہ بالریبۃ والتہمۃ فیجوز قد تعلمہا من جبرئیل بعد النبوۃ انتہیٰ۔

اس کلام میں طبرسی کا اعتراف اور مجلسی کی تقریر اس امر کے ساتھ کہ حضرت خاتم المرسلینؐ کو مصلحت خاصہ کی جہت سے قبل بعثت تعلیم قرآت وکتابت نہیں کی گئی بکمال وضوح روشن و آشکار ہے اور بعد ملاحظہ کلام طبرسی و مجلسی کا اس امر کے ساتھ اعتراف صرف تجویز ہی نہیں بلکہ حتمی ہے کہ اسکے خلاف پر اعتقاد کرنا مخالف مفاد آیہ کریمہ ہے اور جناب طبرسی و مجلسی علیہ الرحمہ ہمارے نزدیک ایسے اجل و اعز پایہ پر ثابت ہیں جس منزلت پر اُن کو ہونا چاہیے لیکن پنجاب کا عالم نامور اپنے فتوے کے موافق طبرسی و مجلسی سے رکن مذہب امامیہ کو شیعیت سے

خارج قرار دیتا ہے طبرسی و مجلسی سے مقدم حضرت علم الہدیٰ ہیں جو اس لقب کیلئے زیبا ہی نہیں بلکہ شاید اس سے بھی بلند ہوں وہ بعد بعثت علم قرآت و کتابت کو جائز قرار دیتے ہیں وہ بھی حتمی اور قطعی نہیں جیسا کہ اُن کی عبارت مقدم الذکر کا مفاد صریح یہی ہے بلکہ اُن کی عبارت اس مطلب پر نص صریح ہے اور کیونکر وہ ایسا نہ فرمائیں۔ حالانکہ قرآت و کتابت کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کا لزوم تبلیغ میں محقق ہو۔ لہٰذا اس کا جواب نہ عقلی ہے نہ سمعی۔ افسوس مولانا نے بے سمجھے بوجھے حضرت سلطان المحققین ناصر الملۃ والدین مولانا سید ناصر حسین صاحب قبلہ مدظلہ کی جانب اپنی ناواقفیت سے ایک عیب عدم تحقیق عائد کرنا چاہا۔ حالانکہ وہ ایک ناممکن خیال ہے جو محض لاعلمی سے پیدا ہوا ہے وہ ہی اردو کی جلاء العیون یا عین الحیوۃ ملاحظہ فرما کر اور اس کی عبارت کے مطلب سے ناآشنا ہو کے محقق بننا چاہا مگر ایسے کوتاہ نظران نظروں کا احاطہ سیر کہاں پا سکتے ہیں جو کم سے کم ایک مرتبہ ہر ایک ورق تحقیق پر پڑھ چکی ہے حضرت ناصر الملۃ والدین مدظلہ سے زیادہ جناب علم الھدیٰ نے بزعم مولانا ئے پنجاب غضب ڈھایا کہ وہ تو علم قرآت و کتابت کو بعد بعثت بھی نہیں فرماتے اور جب قبل انکار علم قرآت و کتابت باعث ترک شیعیت ہے تو بعد بعثت کا انکار شاید اسلام سے خروج کا باعث ہوگا لیکن ایک طرف مولانائے پنجاب ہیں دوسری طرف علم الھدیٰ ہیں ان دونوں کی شیعیت میں اگر کلام ہوگا تو دنیا علم الھدیٰ کو شیعہ کہنے سے باز نہ رہیگی۔ لیکن مولانا کو بڑی زحمت کا سامنا ہوگا افسوس کہ اب بھی کچھ لوگ عوام فریبی کو علم کے فروغ کا باعث سمجھتے ہیں اور لغو یا نہ اقوال سے عام نفوس کو فریب دیتے ہیں اور قول حق کو باطل کی صورت میں لانا چاہتے ہیں حالانکہ یہ ناممکن بات ہے۔ پھر اپنے قول مختار کی منقصت نہیں سمجھتے۔ کہ اس میں کیا کیا خرابیاں متصور ہیں علم قرآت و کتابت عربی کے اختیار کے بعد اُن کو یہ بھی فرض ہوگا کہ رد کتابت کے جمیع اقسام کا وجود بھی حضرت میں ثابت کریں پھر شاعر ہونا بھی ضرور ماننا پڑے گا۔ کیونکہ منجملہ اقسام کمال وہ بھی ہے اب اس میں چاہے آیت کی منافی ہو یا تاریخ کی عقیدہ وہ ہی رہے گا جو اپنی رائے میں طے ہو چکا ہے۔ افسوس ۔۔۔۔ افسوس ۔۔۔۔

راقم ایک شیعہ ممتاز الافاضل۔

اس مضمون کی طرز تحریر اور مضمون نگار صاحب کے جوش خروش کا حال تو ناظرین خود ہی محسوس فرما سکتے ہیں اور اپنے نزدیک فیصلہ کر سکتے ہیں نیز یہ کہ مضمون بحالت موجودہ کہاں تک تطویل بحث کا موجب ہوا ہوگا بمقتضائے محبت جناب مفتی صاحب یہی تھا۔

ہم صرف اس امر کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ سب سے زیادہ خرابی کا باعث منجملہ استدلالات اُن کا وہ استدلال ہے جو انہوں نے آیہ کریمہ وَمَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ (تو نہیں جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے) سے کیا کیونکہ ظاہر ہے کہ جو شخص اپنی تحقیق اور اعتقاد میں رسول مقبولؐ کو قبل بعثت ملکہ قرآت وکتابت سے خالی تسلیم نہیں کرتا اور اس کو خلاف شان نبوتی جانتا ہے وہ یہ سن کر کس قدر متعجب ہوگا کہ نبی قبل بعثت قرآت وکتابت تو کیا مطلق کتاب اور ایمان سے بھی واقف نہ تھا کہ ایمان کیا شے ہے (معاذ اللہ گویا نبی چالیس سال تک بے ایمان تھا) اس مضمون اور استدلال سے ایک مومن معتقد کو جو کچھ بھی صدمہ ہو وہ کم ہے اور اس کو وہی دل محسوس کر سکتا ہے جو نبی کی ویسی ہی عظمت وعزت رکھتا ہو جیسی کہ اس شخص کے دل میں ہے۔ ورنہ وہ شخص جو نبی کو مثل اپنے ایک بشر ہی جانتا ہے اُسکے لئے کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے۔

انہی مضمون کو دیکھکر بغرض اصلاح ذات البین واتمام حجت اکثر علماء لکھنؤ کثرہم اللہ وابقاہم کی خدمت میں عریضے ارسال کئے کہ کیا آپ حضرات جناب ممتاز الافاضل کے مضمون مطبوعہ اثناعشری دہلی سے اتفاق رائے رکھتے ہیں اور کیا میں غلطی پر ہوں۔ اگر ایسا ہے تو مجھے ہدایت کیجائے اور جواب باصواب سے مطلع فرمایا جائے۔ دسمبر سے جون تک ان خطوط کے جواب کا انتظار کیا گیا۔ مگر اوائل جون سنہ ۱۹۰۹ء تک کوئی جواب نہ آیا۔

بلکہ مضمون ممتاز الافاضل اور فتوے جناب مفتی مدظلہ العالی کی تائید میں رسالہ العوارف جلد دوم نمبر ۲ بابت ماہ ذی الحجۃ الحرام سنہ ۱۳۲۶ھ میں جس میں جناب مفتی مدظلہ کے فتاویٰ شائع ہوتے ہیں اور جس سے رسالہ شیعہ نے مسئلہ متنازعہ نقل کیا تھا۔ جناب عمدۃ الافاضل حکیم سید قاسم علی محدث رضوی البحرینی۔ اڈیٹر رسالہ موصوف کی طرف سے ایک مضمون بعنوان دفع المغالطہ۔ شائع ہوکر لاہور پہنچا جس میں قابل مضمون نویس صاحب نے ممتاز الافاضل صاحب سے بھی کہیں زیادہ غضب ڈھایا ہوا ہے۔ ناظرین کی انصاف پسند اور حق جو طبیعتوں کے فیصلے کیلئے ہم اس کو بھی درج کئے دیتے ہیں۔ اگرچہ نفس مضمون وہی ہے

جو ممتاز الافاضل نے تحریر فرمایا ہے لیکن عبارت کچھ مختصر زیادہ اور کچھ مختلف ہے۔ وھو ھذا

دفع المغالطہ۔ رسالہ شیعہ بابت ماہ اکتوبر میں چند مسائل مع تخطی جناب سرکار شریعت مدار حضرت صدر المحققین ادام اللہ ظلہم العالی علی رؤس الموالی جلد ۲ نمبر ۳ و ۴ بابت ماہ شعبان و رمضان المبارک سے نقل کر کے طبع کئے گئے تھے جن میں ایک مسئلہ متعلق ملکۂ قرأت و کتابت جناب رسول خدا و جناب امیر علیہما السلام کے بھی تھا اس مسئلہ میں سائل نے استفسار کیا تھا کہ یہ امر ہر ملت و مذہب میں پایۂ تحقیق کو پہنچا ہوا ہے کہ جناب رسول خداؐ کے بعد کوئی دوسرا شخص مثل جناب امیرؑ عالم و فاضل نہ تھا اور یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ جناب امیرؑ مثل جناب رسول خداؐ کے اُمّی نہ تھے اور جب آپ کا اُمّی ہونا ثابت نہیں ہے تو ضرور آپ نے کسی دوسرے سے کسب علم کیا ہوگا پس نزدیک حضرات علماء شیعہ مدظلہم کے کون شخص آپ کا اُستاد ہے اور اُس کا کیا نام ہے اور اُس کا علم بھی مثل آپ کے علم کے تھا یا معمولی کہ جس سے آپ نے ابتدا میں تھوڑا سا علم حاصل کیا ہو پھر تائید ربانی سے علم کے اُس اعلیٰ درجے پر پہنچ گئے ہوں جو قوت انسانی سے باہر ہے مفصل ارشاد ہو۔ بینوا و توجروا۔ اس سوال کے جواب میں حضرت صدر المحققین ادام اللہ ظلالہ علی رؤس المومنین نے حسب ذیل جواب تحریر فرمایا تھا۔ عقیدۂ اہل حق یہ ہے کہ جناب رسالتمآب کو تمام علوم من اللہ تعالیٰ عطا ہوئے اور جناب امیرؑ کو تمام علوم من اللہ و من الرسول صلوٰۃ اللہ علیہ و آلہ حاصل ہوئے اور ملکۂ قرأت و کتابت جناب رسالتمآبؐ کو بعد بعثت من اللہ عطا ہوا اور جناب امیرؑ کو یہ ملکہ ممکن ہے کہ اکتساباً حاصل ہوا ہو اور ممکن ہے کہ من اللہ عطا ہوا ہو اور اگرچہ اول اظہر ہے لیکن تصریح اس امر کی کہ یہ ملکہ اُن جناب نے کس سے تحصیل فرمایا کتب تواریخ و احادیث میں نظر قاصر سے نہیں گذری واللہ اعلم۔

اس مسئلہ کا جو صاف اور صریح مطلب ہے اسے عوام تک سمجھ سکتے ہیں خواص کا کیا ذکر ہے اور سمجھنے کے بعد کسی شیعہ کو اسکے تسلیم میں جائے کلام نہیں ہو سکتی ہے۔ (شیعۂ جناب مفتی صاحب کو نہ شیعۂ علی کو)

لیکن اس مسئلہ کو دیکھتے ہی پنجاب کے ایک ممبر والی جناب صاحب کو جو بقول اڈیٹر ناظم الہند پنجاب کے نامور علماء سے ہیں لیکن مجتہد نہیں ہیں۔ خدا معلوم کس وجہ سے جوش آگیا اور بے غور و فکر قلم اٹھا کر خوب ہی اپنے علم کی حقیقت کو ظاہر کیا اور ایک عجیب الخلقت مضمون تیار کر کے دفتر ناظم الہند میں بغرض طبع ارسال فرمایا جناب اڈیٹر صاحب موصوف نے اس مضمون غرابت مشحون کو مع اپنے اڈیٹوریل نوٹ کے ۲۸ نومبر کے ناظم الہند میں جگہ دیکر قوم کے سامنے پیش کر دیا۔

وازلسلہ بظاہر جناب اڈیٹر صاحب کا عقیدہ جناب معترض سے بھی زیادہ مستحکم تھا لہذا جناب اڈیٹر صاحب نے ایک ایسی پرتہذیب سرخی سے اس نوٹ کو شروع کیا ہے جس کی بابت وہ خود ہی انصاف سے جواب دے سکتے ہیں کہ باوجود اس دیرینہ عقیدت کے جو اُن کو جناب صدرالمحققین سے ہے یہ سرخی اُن کو کہاں تک مناسب تھی اگرچہ جو سرخی انہوں نے قائم کی ہے درجو کفر از کعبہ برخیزد اسکے جواب میں ہم بھی الشتقاق اشد من الکفر کی لالہ قام سرخی قائم کر سکتے تھے مگر العوارف کا کام انتقام اور جواب ترکی بترکی نہیں ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ اصل اعتراض کو متانت و تہذیب سے دفع کر کے اصل مسئلہ کی حکمت وخوبی آشکار کر دے اور درشت کلامی کا جواب دے

بدم گفتی وخورسندم تعالیٰ اللہ نکو گفتی

جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا

توم خود ہی فیصلے کریگی کہ صدرالمحققین سے محقق کے کلام پر بے سمجھے بوجھے اعتراض کرتے ہوئے ایسے پرتہذیب الفاظ کا استعمال کہاں تک اُن کو زیبا تھا اس پرتہذیب نوٹ میں جناب اڈیٹر صاحب اس پرتہذیب سرخی کے بعد جناب معترض کی عامیانہ پیروی کرتے ہوئے جواب مذکور کو گھڑا ہوا اور مہمل وخلاف عقیدہ مذہب امامیہ تبلاکر جناب سرکار شریعت مدار کا جواب نہیں تسلیم کرتے اور شیعہ کو اسکے اثبات کا ذمہ دار ٹھہرا کر فرماتے ہیں " جب اس نے یہ ثابت کر دیا تو ہم مجبور ہونگے کہ اپنی اس دیرینہ عقیدت پر جو مولانائے موصوف سے رکھتے ہیں عنوان کا مصرعہ پڑھکر ندامت کے آنسوؤں کا پانی پھیر دیں من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم - کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد - مگر ہم افسوس کے ساتھ اڈیٹر صاحب کی اس رائے سے متفق نہیں ہو سکتے اور ایک جاہلانہ - اور معاندانہ اعتراض پر بنا کر کے اس جواب کو خلاف عقیدہ امامیہ تسلیم نہیں کر سکتے - کیونکہ عقاید شیعہ تمام تر حکم قطعی عقل پر مبنی ہیں اور یہ جواب باصول توعلاوہ مبانی عقلیہ قطعیہ کے نقل یقینی کے بھی مطابق ہے جیسا کہ ہم آیندہ چلکر ثابت کرینگے اور اس مقتدائے شیعہ کے قلم فیض رقم سے صادر ہوا ہے کہ جس کو حضرات علماء عراق ادام اللہ ظلالھم مجتہد جامع الشرائط ومحقق مسلم تسلیم کرنے پر مجبور ہیں - اور طریقہ اس امر کے اثبات کا کہ یہ جواب جناب سرکار موصوف ہی کے قلم ہدایت رقم سے صادر ہوا ہے اس سے بہتر

متصور نہیں ہو سکتا کہ یا ہم سرکار موصوف کا دستخطی مسئلہ آپ کی خدمت میں روانہ کر دیں یا آپ خود جناب سرکار موصوف سے تحریر آ دریافت فرمالیں۔ ہر چند کہ دیرینہ عقیدت کا مقتضا تو پہلے بھی یہی تھا کہ جناب موصوف سے استفسار کرنے کے قبل کوئی رائے قایم نہ کی جاتی اور اگر یہ عقیدت کچھ سمجھ بوجھکر قایم کی گئی تھی تو اس قدر جلد بے غور و فکر ایک ایسے اعتراض پر بنا کر کے جس کا منشاء سراسر نافہمی ہے اسکے زایل کرنے پر آمادگی ظاہر نہ کی جاتی۔

بہر حال اعتراض کر دینا تو ایک آسان امر ہے لیکن "فہم و انصاف کارے دارد" مگر خیر اب بھی وقت باقی ہے اور باب توبہ و انابت مفتوح ہے اگر درگاہ خدا میں توبہ کی جائے اور اس عقیدت راسخہ کے خلاف ورزی پر اشک ندامت بہا کر اور نامہ اعمال کی شست و شو کر کے پھر اوس کعبۃ الاسلام کو جسے خداوند عالم نے قبلہ انام قرار دیا ہے معدن ایمان و اسلام سمجھکر اس کی جانب سر نیاز خم کیا جائے تو رحمت خداوندی سے یقین ہے کہ وہ اس توبہ کو ضرور قبول کر لیگا۔

لیکن۔ زمانہ کی معمولی رفتار ہم کو اس خیال کے قریب آنے نہیں دیتی اور وہ حالت جو تیرہ سو برس سے اسلام میں مشاہدہ ہو رہی ہے وہ کبھی اس خیال کو یقین کے درجہ تک نہیں پہنچنے دیتی کیونکہ صدر اسلام سے لیکر اس وقت تک جس قدر نقصانات ظہور پذیر ہوئے ان سب میں سب سے زیادہ حصہ لینے والے دوست نما دشمن ہی تھے جو ہمیشہ تخریب اسلام کے بانی ثابت ہوتے آئے کیا اس تفرقہ پردازی اور فرقہ بندی کے بانی وہ لوگ نہ تھے جو بظاہر اتحاد پر افتخار کیا کرتے تھے لیکن انہوں نے اسلام کو اس حد پر پہنچا دیا جس پر افسوس کرتے ہوئے ہم بھی اس شعر کے پڑھنے پر مجبور ہیں:۔

من از بیگانگان ہرگز نہ نالم
کہ بامن ہر چہ کرد آں آشنا کرد

جناب اڈیٹر صاحب جناب معترض صاحب کو اگرچہ مجتہد تو نہیں لیکن پنجاب کا ایک نامور عالم ضرور تسلیم کرتے ہیں مگر ہم کو سخت افسوس ہے کہ ان نامور عالم نے اس مسئلہ کے مطلب واضح کو نہ سمجھا۔ اور جن امور کو پیش نظر رکھکر جناب سرکار شریعت مدار صدر المحققین ادام اللہ ظلالہ علی رؤس المومنین نے اس جواب کو تحریر فرمایا ہے ان تک پہنچنے کی کوشش نہ کی جو لوگ بسبب اپنے جہل کے حدود مذہب کی شناخت سے عاجز اور مسائل مسلمہ

اور غیر مسلمہ میں تفرقہ نہیں کر سکتے وہ معفو ہیں لیکن ادعائے علم کے بعد ایسی غفلت سخت تعجب خیز ہے۔ جناب معترض صاحب مستفتی ومجیب دونوں کو دائرہ تشیع سے خارج اور اڈیٹر شیعہ پر غفلت کا الزام دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ کیا اڈیٹر کا یہی اعتقاد ہے کہ جناب رسول خداؐ کو ملکہ قرات وکتابت بعد بعثت عطا ہوا اور جناب امیرؑ کو ممکن ہے کہ یہ ملکہ اکتساباً حاصل ہوا ہو مگر مجیب بے بصیرت کی نگاہ سے نہیں گذرا کہ حضرت امیرؑ نے یہ ملکہ کس سے حاصل کیا پھر معلوم نہیں مجیب نے یہ امکان کہاں سے حاصل کیا"

ہم کہتے ہیں بیشک اڈیٹر شیعہ کا یہی اعتقاد ہے بلکہ تمام فرقہ شیعہ اسی اعتقاد کا پابند

ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبل بعثت ملکہ قرات وکتابت حاصل نہ تھا اور بعد بعثت من اللہ عطا ہوا۔ کیونکہ اگر قبل بعثت جناب رسول خداؐ کو یہ ملکہ حاصل ہوتا تو قرآن مجید آپ کا بین اعجاز قرار نہ پا سکتا اور مبطلین کو اس کلام کا موقع مل جاتا کہ وہ اس قرآن کو دوسری کتب سے ماخوذ ومجموع کہہ سکتے جیسا کہ جناب اقدس الٰہی عز اسمہ سورہ عنکبوت کی ۴۸ آیت میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَا كنت تتلوا من قبلہ من كتاب ولا تخطہ بيمينك اذا لارتاب المبطلون "یعنی اے حبیب ہمارے تم نہ تلاوت کرتے تھے قبل نزول قرآن کے کسی کتاب کی اور نہ لکھ سکتے تھے (غلط ترجمہ وافتراء محض) اپنے داہنے ہاتھ سے اسواسطے کہ اگر ایسا ہوتا تو مبطلین کو ارتیاب کا موقع مل جاتا۔ علامہ طبرسی علیہ الرحمۃ مجمع البیان میں اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں والمعنى انك لم تحسن القرأة قبل ان يوحى اليك بالقرآن ولا تخطہ بيمينك معناہ وما كنت انت ايضا تكتبہ بيدك اذا لارتاب المبطلون طريقا الى اكتساب الشك فى امرك والقاء الريبة لضعفة الناس فى نبوتك ولقالوا انما يقرء علينا ما جمعہ من كتب الاولين فلما ساوهم فى المولد والمنشاء ثم اتى بما عجزوا عنہ وجب ان يعلموا انہ من عند اللہ تعالىٰ وليس من عندك اذ لم تجر العادة ان ينشاء الانسان بين قوم يشاهدون احوالہ من صغرہ الى كبرہ ويرونہ فى حضرہ وسفرہ لا يتعلم شيئا من غيرہ ثم ياتى من عندہ بشئ يعجز الكل عنہ وعن بعضہ ويقرء عليهم اقاصيص الاولين۔ یعنی معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ اے حبیب ہمارے تم قرات نہ کر سکتے تھے قبل اسکے کہ تمہاری طرف قرآن وحی کیا جائے اور نہ اپنے داہنے ہاتھ لکھ سکتے تھے معنی اسکے یہ ہیں کہ تم اے حبیب

اپنے داہنے ہاتھ سے لکھتے بھی نہ تھے اسواسطے کہ اگر ایسا ہوتا تو لوگ شک میں پڑ جاتے یعنی اگر تم کسی کتاب کی قرآت کرتے ہوتے یا اس کو لکھ سکتے تو مبطلین ایک راہ شک کرنے کی آپ کے امر نبوت میں اور شک ڈالنے کی ضعیف الاعتقاد لوگوں کے دلوں میں آپ کی نبوت میں پا جاتے اور ضرور کہتے کہ محمدؐ تو ہمارے سامنے انہی چیزوں کو پڑھتے ہیں جو انھوں نے کتب اولین سے جمع کی ہیں مگر جب تم مولد و منشاء میں انکے برابر رہے یعنی جس سرزمین میں وہ پیدا ہوئے تھے وہیں تم بھی پیدا ہوئے اور جہاں اور جس طرح ان کی نشو و نما ہوئی وہیں تمہاری بھی نشو و نما ہوئی اور پھر تم ایسی چیز انکے سامنے لیکر آئے جس سے وہ عاجز ہوگئے تو واجب ہوا کہ وہ لوگ اس امر کو جانیں کہ وہ خدا ہی کی طرف سے ہے اور تمہاری جانب سے نہیں ہے اسواسطے کہ یہ امر خلاف عادت ہے کہ انسان درمیان کسی قوم کے نشو و نما پائے اور وہ لوگ اُسکے احوال کو بچپنے سے اسکے بڑے ہوتے تک مشاہدہ کرتے رہیں اور سفر و حضر میں دیکھتے رہیں کہ وہ کوئی شے کسی غیر سے حاصل نہیں کرتا اور پھر وہ از خود کوئی ایسی شے لیکر آئے کہ تمام لوگ جس کے کل اور بعض سے عاجز آجائیں اور وہ اگلے لوگوں کے قصے ان کے سامنے بیان کردے۔ اور جناب سید مرتضیٰ علم الھدیٰؒ کے نزدیک بھی آیت اسی امر پر دال ہے کہ جناب رسول خدا کو قبل بعثت ملکہ قرأت و کتابت حاصل نہ تھا چنانچہ جناب علامہ طبرسی علیہ الرحمہ عبارت مذکور کے بعد ہی تحریر فرماتے ہیں۔ قال الشریف المرتضیٰ علم الھدیٰ قدس روحہ ھذہ الآیۃ تدل علی ان النبی ما کان یحسن الکتابۃ قبل النبوۃ فاما بعد النبوۃ فالذی نعتقدہ فی ذالک التجویز لکونہ عالماً بالکتابۃ والقراءۃ والتجویز لکونہ غیر عالم من غیر قطع علی احد الامرین وظاھر الآیۃ یقتضی ان النفی قد تعلق بما قبل النبوۃ دون ما بعدھا ولان التعلیل فی الآیۃ یقتضی اختصاص النفی بما قبل النبوۃ لان المبطلین یرتابون فی نبوتہ لو کان یحسن الکتابۃ قبل النبوۃ فاما بعد النبوۃ فلا تعلق لہ بالریبۃ والتھمۃ فیجوز ان یکون تعلمھا من جبرئیل بعد النبوۃ یعنی کہا شریف اجل مرتضیٰ علم الھدیٰ قدس اللہ روحہ نے کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے اس امر پر کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قبل بعثت کے کتابت نہ کر سکتے تھے لیکن بعد نبوت کے ہمارا اعتقاد اس باب میں یہ ہے کہ جائز ہے کہ وہ جناب قرأت و کتابت دونوں کے عالم ہوں اور

جایز ہے کہ دونو کے عالم نہ ہوں اور ان دونو امروں میں سے کسی ایک امر پر ہم کو قطع ویقین نہیں ہے اور ظاہر آیت کا مقتضا یہ ہے کہ نفی ماقبل نبوت سے متعلق ہے نہ بعد نبوت سے اور اسواسطے کہ بیان علت کا آیت مذکورہ میں مقتضی ہے اختصاص نفی کا ماقبل نبوت کے اسواسطے کہ مبطلین اس وقت حضرت کی نبوت میں شک کر سکتے تھے۔ جب وہ جناب قبل نبوت کے قرآت وکتابت کر سکتے لیکن بعد نبوت کے پس کوئی تعلق اسکو شک اور تہمت سے نہیں ہے پس جایز ہے کہ اس کو حضرت نے جبرئیل سے بعد نبوت حاصل کیا ہو۔

اس قول میں جناب سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے بعد بعثت قرأت وکتابت کے جاننے اور نہ جاننے دونو کو مساوی فرمایا ہے نہ یہ بھی جائز ہے جناب رسول قرأت وکتابت دونو کے عالم ہوں اور یہ بھی جایز ہے کہ دونو کے عالم نہ ہوں اور ... در صورت اولیٰ چونکہ بعد بعثت بواسطہ کسی بشر کے تعلیم کتابت انکے نزدیک خلاف شان نبوت تھا لہذا انہوں نے اسی احتمالی عنوان سے فرمایا ہے کہ آنحضرت نے جبرئیل سے اخذ کتابت کیا ہو۔ اور چونکہ جناب سرکار شریعت مدار صدر المحققین ادام اللہ ظلہ العالی علی رؤس المومنین کے نزدیک حتماً ثابت تھا کہ بعد بعثت جناب رسول خدا کو ملکہ قرأت وکتابت ضرور حاصل ہوا اور جبرئیل خود اس خاندان کے متعلم وآخذ تھے۔ لہذا قول مختار سرکار موصوف کا یہ ہوا کہ یہ ملکہ بھی حضرت کو من اللہ عطا ہوا اور جبرئیل سے حضرت نے اخذ نہیں کیا اور اس مختار سرکار موصوف کی اولہ بہت سی احادیث ہیں جو مجموع من حیث المجموع تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں اور جناب سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ کا حتم نہ کرنا شائد اس بنا پر ہو کہ وہ احادیث جن سے جناب صدر المحققین نے تمسک کر کے اس ملکہ کو حتماً حاصل ہونا تسلیم کیا ہے ان کی نظر میں احادیث آحاد ہوں اور یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ جناب علم الہدیٰ احادیث آحاد سے تمسک نہیں فرماتے۔ لیکن چونکہ جناب صدر المحققین کی نظر میں وہ احادیث آحاد نہ تھے لہذا جناب ممدوح نے ان احادیث کی بنا پر اس قول کو حتماً اختیار کیا۔

بہرحال قبل نبوت آنحضرت کا ملکۂ قرأت وکتابت نہ رکھنا مسلم ہے۔ لیکن سخت افسوس کی بات ہے کہ جو امر بنا بر حکمت حکیم علی الاطلاق کے اُسکے کلام پاک میں براہین نبوت اور مؤیدات اعجاز سے قرار دیا گیا ہو۔ وہ پنجابی عالم کے نزدیک منافی نبوت ٹھیرے اور قائل اس کا دائرہ اہل تشیع سے خارج سمجھا جائے۔

ناظرین باانصاف آیت مذکورہ سے قطع نظر کر کے خوب غور سے ملاحظہ فرمائیں کہ اگر

آنحضرتؐ قبل نبوت ملکۂ قرأت وکتابت رکھتے ہوتے تو کتب سابقین سے انتخابُ الملتقط کا احتمال قلوب کفار میں نمودار بلکہ جاگزین ہو سکتا تھا یا نہیں؟

اور بعد نہ ہونے ملکہ قرأت وکتابت دونو کے ایسی کتاب معجز کا لانا اور اخبار سلف کا بیان کرنا تائیدات غیبی اور وحی الٰہی اور نبوت رسالت پناہی پر دال ہے یا نہیں؟ -

پس چونکہ علم قرأت وکتابت جاننے کی حالت میں آنحضرتؐ کا دعوئے نبوت کرنا اور قرآن مجید کو پیش کرنا مبطلین کو شک وریب میں ڈال سکتا تھا اور تبیین احکام وشرائع وقصص سابقین اور ثبوت نبوت کے بعد اس شک وریب کا کوئی موقع نہ تھا اس وجہ سے خداوند عالم نے قبل نبوت حضرتؐ کو تعلیم قرأت وکتابت نہیں فرمائی اور بعد نبوت یہ ملکہ بھی حضرت کو عطا فرمایا کہ مواقع ضرورت پر ہمارا حبیب کسی کا محتاج نہ رہے - لیکن افسوس کہ ہمارے پنجابی عالم نے نہ آیت مذکورہ پر نظر فرمائی اور نہ کلمات علامہ طبرسی وعلم الہدیٰ رحمہما اللہ کو ملاحظہ کیا اور نہ وجہ کمال واعجاز کی طرف توجہ کی اور بے غور وفکر کے ایک ایسا اعتراض کر دیا کہ جو خود ان کی عدم قفہمت کی روشن دلیل ہے اور مزید براں مدعی ہوئے کہ جو ہمارے عقیدے پر نہ ہو وہ خارج از مذہب ہے حالانکہ علماء کاملین اور مقتدایان مقبولین کے کلمات سے جو آیت مذکورہ کی تفسیر میں واقع ہوئے ہیں کالشمس فی رابعۃ النہار ظاہر وآشکار ہے کہ جناب ختم المرسلین کو مصلحت خاصہ مذکورہ کی وجہ سے قبل نبوت تعلیم قرأت وکتابت نہیں کی گئی اور بعد ملاحظہ مضمون آیت موبوہ ومطالعہ کلمات مذکورہ یہ امر حتمی وقطعی ہو جاتا ہے جسکے خلاف پر اعتقاد رکھنا نہ محض مخالفت علماء اعلیٰ شان ہے، بلکہ مخالفت خدائے منان مستلزم وہن قرآن بھی ہے - اعاذنا اللہ من ذالک - حالانکہ اگر صرف مخالفت علماء ہی کو دیکھا چاہیئے تو وہ ہی خطرناک ہے کیونکہ یہ علماء کاملین مذہب امامیہ میں جس وقعت وبزرگی کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں وہ محتاج بیان نہیں ہے خصوصاً جناب علم الہدیٰ جو آفتاب آسمان علوم دینیہ ہیں مگر افسوس کہ پنجاب کے ان نامور عالم کے فتوے کے موافق وہ بزرگ بھی مذہب امامیہ سے خارج ہوئے جاتے ہیں اسواسطے کہ وہ تو بعد بعثت بھی علم قرأت وکتابت کو حتمی قرار نہیں دیتے بلکہ احتمالاً ممکن قرار دیتے ہیں جیسا کہ اُن کی عبارت سے جو ابھی مذکور ہوئی ظاہر وباہر ہے اور سبب اس کا یہی ہے کہ ملکہ قرأت وکتابت کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کا لزوم تبلیغ رسالت میں محقق ہو لہٰذا ثبوت اس کا سمعی ہوگا نہ عقلی مگر افسوس کہ پنجاب کے نامور عالم نے بے غور وفکر حضرت صدر المحققین ناصر الملۃ والدین اوام اللہ

ظلہ علی رؤس المومنین پر باوجود اس امر کے کہ جناب موصوف حصول قرأت وکتابت کو بعد بعثت حتمی قرار دے رہے ہیں ایسا اعتراض کردیا کہ جس کا پیش ہونا ایک معمولی شخص کی طرف سے بھی سخت تعجب خیز ہے۔ پنجاب کے نامور عالم تو جناب صدر المحققین ہی کی تحقیق انیق کو دائرہ تشیع سے معاذ اللہ خارج کردینے پر مستعد ہیں لیکن اُن کو یہ خبر نہیں کہ جناب علم الہدیٰ تو بعد بعثت بھی قرأت وکتابت کو حتمی نہیں جانتے۔ پس پنجاب کے نامور عالم کی نظر میں جب انکار قرأت وکتابت قبل بعثت موجب خروج از تشیع ہے تو بعد بعثت تو یقیناً موجب خروج از اسلام ہوگا۔

اب جناب امیر علیہ السلام کی بہ نسبت جو کچھ جناب سرکار شریعت مدار صدر المحققین دام اللہ ظلہ علی رؤس المومنین نے تحریر فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کو تمام علوم من اللہ و من الرسول حاصل ہوئے اور ملکہ قرأت وکتابت ان جناب کو ممکن ہے کہ اکتساباً حاصل ہوا ہو اور ممکن ہے کہ من اللہ حاصل ہوا ہو اور یہ افادہ سراسر بجا ودرست ہے۔ اس افادے کی شق ثانی یعنی ملکہ قرأت وکتابت کا من اللہ ہوتا یہ تو بالکل ہی جائے کلام نہیں ہوسکتا اسی وجہ سے حضرت معترض نے اس کو ذکر تک نہیں کیا اور دیدہ ودانستہ اس کو مخفی رکھا تاکہ عوام کو وہ اپنے زعم کے موافق حضرت صدر المحققین مدظلہ سے برگشتہ کرسکیں باقی وہی شق اول یعنی ملکہ قرأت وکتابت کا اکتساباً حاصل ہونا پس یہ بھی کسی شخص با فہم وعقل کے نزدیک محل کلام نہیں ہوسکتا کیونکہ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے یہ ملکہ اپنے سلسلے کے علاوہ کسی غیر شخص سے حاصل کیا ہو بلکہ مراد اس اکتساب سے وہ اکتساب ہے جو اپنے ہی سلسلے سے ہوا ہو مثلاً رسالت مآب سے یا جناب ابوطالب سے کہ وہ بھی حضرت ابراہیمؑ کے اوصیاء سے تھے۔ اور چونکہ تصریح اس امر کی کہ یہ ملکہ حضرت نے ان دونوں بزرگواروں میں سے کس بزرگوار سے حاصل کیا کتب احادیث میں موجود نہیں ہے لہٰذا جناب سرکار موصوف نے صاف صاف تحریر فرمایا کہ تصریح اس کی نظر قاصر سے نہیں گذری۔ مگر پنجاب کے عالم نامور و بابصیرت کو یہ امر خدا جانے کیوں عجیب وغریب معلوم ہوا جس کی وجہ سے وہ از راہ جہارت مجیب بے بصیرت کا لفظ استعمال کرکے یوں تحریر فرماتے ہیں کہ "پھر معلوم نہیں مجیب نے یہ امکان کہاں سے حاصل کیا" ہم کہتے ہیں کہ یہ امکان امکان عقلی ہے کیونکہ جب علم ذاتی خداوند عالم سے مخصوص ہے تو ضرور ہے کہ مخلوق کا علم یا من اللہ ہو یا مکتسب کسی مخلوق سے ہو اور

اور چونکہ تصریح اس امر کی کہ یہ ملکہ حضرت نے کس سے حاصل کیا کتب احادیث و تواریخ میں موجود نہیں ہے لہذا ممکن ہے اکتساباً حاصل ہوا ہو اور ممکن ہے کہ جناب رسولِ خدا کی طرح جناب امیر کو بھی یہ ملکہ من اللہ حاصل ہوا ہو ادنی توجہ کر کے فرمایئے عن العقل دونوں امر ممکن ہیں یا ممکن نہیں ہیں اس مقام پر ناظرین سے التماس ہے۔ برائے خدا آپ انصاف سے فرمائیں کہ بے بصیرت کون شخص قرار پاتا ہے محقق کہ جس نے ازراہ تحقیق دونوں شقوں پر غور کر کے ہر ایک کو محتمل اور ممکن قرار دیا یا اور ایک کو راجح قرار دیا وہ یا وہ معترض بے سواد کہ جس کو ہنوز اکتساب کی اعلیٰ صورتیں معلوم نہیں اور جسکے ذہن جامد میں اکتساب کے معنی سوائے اسکے نہیں ہیں کہ آدمی مکتب میں بیٹھ کر کسی ملا سے مکتب کی مار کھا کر لکھنا پڑھنا سیکھے۔ اب رہا لفظ اظہر جس پر معترض بابصیرت کو بہت ہی ظرافت سوجھی ہے اور تحریر فرماتے ہیں کہ "لفظ اظہر سے البتہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجیب فقہ پڑھا ہوا ہے مگر اس کو معلوم نہیں کہ لفظ اظہر فروع میں استعمال ہوتا ہے یا اصول میں" تو یہ امر ظاہر ہے کہ وہ ایک لفظ معروف ہے جو بمقام اظہار رجحان احد الشقین اقلام علماء سے برابر صادر ہوتا ہے لیکن کلام علماء میں کہیں اس کی ممانعت نہیں پائی جاتی کہ سوائے فروعی مسائل کے اصولی مسائل میں اس کا استعمال نہ کیا جائے۔ جب تک حضرت معترض اس کا مسائل اصول میں مستعمل ہونا ممنوع و محظور ثابت نہ فرمائیں اسکے استعمال کی اباحت علیٰ حالہا باقی رہیگی۔

بہرحال اس مقام تک تو جناب معترض صاحب کا کلام مجمل تھا اور صاف انہوں نے اپنے عقیدے کو ظاہر نہ کیا تھا لیکن اب اپنا عقیدہ بھی صاف صاف ظاہر فرمائے دیتے ہیں اور تحریر کرتے ہیں "غرض اخیر کا جواب فرقہ حقہ شیعہ کے بالکل خلاف ہے کیونکہ فرقہ حقہ کا انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ وہ قبل از بعثت بلکہ قبل از ولادت تمام کمالات ظاہری و باطنی سے مکمل ہوتے ہیں جس پر قرآن مجید کی کئی سو آیات بعیدہ شاہد ہیں ہم کہتے ہیں کہ جواب مبحوث عنہ کا بالتمام موافق عقیدۂ فرقہ حقہ امامیہ ہونا تو ہم پہلے ہی ثابت کر چکے ہیں اب رہا یہ اعتقاد جس کو جناب معترض صاحب نے پیش کیا ہے یہ بوجوہ قابل غور ہے۔ اوّل یہ کہ اگر مراد اس قول سے کہ انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام قبل از بعثت بلکہ قبل از ولادت تمام کمالات ظاہری و باطنی سے مکمل ہوتے ہیں یہ ہے بالاصالت ان میں یہ کمالات پائے جاتے ہیں اور یہ کہ وہ دنیا میں آ کر کسی حالت میں کسی شخص سے

کسی قسم کا اخذ و اکتساب نہیں کرتے۔ تو یہ قول ان کے علم کو علم ذاتی کی حد تک پہنچائے دیتا ہے

اور لازم آتا ہے کہ پھر ان کو تعلیمات الہیہ اور افاضات ربانیہ سے بھی استغناء ہو جائے اور بعض انبیاء کا بعض انبیاء سے خصوصاً اور تمامی اوصیاء کا اپنے انبیاء سے عموماً اخذ و تعلیم کرنا جو نصوص متواترہ و آیات قرآنیہ سے بخوبی ظاہر و آشکار ہے باطل ہو جائے رحالانکہ حضرات انبیاء کا زیادت علم و افاضہ معارف کی درگاہ خدا میں دعا کرتے رہنا اور بعض انبیاء کا مثل حضرت عیسیٰ بعض انبیاء سے مثل حضرت خضرؑ کے اخذ و تعلیم کرنا نصوص قرآنیہ سے ثابت و واضح ہے اور اوصیاء انبیاء میں تو یہ امر اس قدر یقینی ہے کہ کسی کو اس سے مجال انکار نہیں ہو سکتی جیسا کہ امیر المومنین کے ان اقوال سے جن میں حضرت نے اپنے تعلم اور رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعلیم کا اعتراف فرمایا ہے اور نیز قصص امم سابقہ کے ملاحظہ سے بخوبی ظاہر و آشکار ہے اور ہم ان کو معترض نابصیر کی بصارت کے بھروسے پر ترک کئے دیتے ہیں:-

دوسرے یہ کہ اگر مراد اس قول سے یہ ہے کہ تمام افراد انبیاء اور اوصیاء ہر طرح کے کمالات ظاہری و باطنی سے مکمل ہوتے ہیں اور ایک میں بہ نسبت دوسرے کے کسی طرح کی کمی نہیں ہوتی تو اس اعتقاد سے کسی میں فاضل و مفضل کا تفرقہ باقی نہ رہیگا اور جب تمام کمالات ظاہری و باطنی سے ان کا یکساں مکمل ہونا لازم سمجھ لینگے تو پھر اگر کسی نبی یا امام میں کسی چیز کا اضافہ تسلیم کیا جائیگا تو دوسرے میں نقص لازم آئیگا۔ حالانکہ ذوات مقدسہ انبیاء و اوصیاء نقائص و معائب سے منزہ و مبرا ہیں۔ تیسرے یہ کہ اگر مراد اس کلام سے یہ ہے کہ وہ خلقۃً تمامی کمالات سے اس طرح مکمل مخلوق ہوتے ہیں کہ بشریت کے آثار ان میں مطلقاً موجود ہی نہیں ہوتے۔ تو ان کی خلقت ہی نوع بشر سے علیحدہ فرض کی جائے گی اور اعجاز کوئی چیز نہ رہیگا اسواسطے کہ اعجاز تو یہی ہے کہ باوجود بشریت ان سے ایسا امر خارق عادت ظہور میں آئے جس سے اور بشر عاجز ہوں اسی وجہ سے ہر عاقل یہ تسلیم کرتا ہے کہ باوصف اعلائے کمال نفس و صفائے طینت و نورانیت باہرہ یہ حضرات بحیثیت بشریت اسی خلقت و فطرت پر مخلوق و مفطور ہوتے ہیں جو عموماً نوع بشر کی ہے اور امور خارق عادت جو ان حضرات سے ظاہر ہوتے ہیں وہ نتیجہ ان فیوض نامتناہیہ الہیہ کا ہے جو ان حضرات کو عالم انوار میں ملے اور اس عالم میں بھی علی الاتصال ملتے رہتے ہیں۔ بالجملہ تحقیق مقام یہ ہے کہ انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام قبل از بعثت بلکہ قبل از ولادت بحیثیت نورانیت خلقت و اضافہ جناب احدیت ان کمالات سے جو باعتبار اپنی نبوت و وصایت خاصہ کے لازمی ہیں مکمل ہوتے ہیں لیکن بشری حیثیت سے بعض ملکات کا ان میں بالفعل

موجود نہ ہونا یا بعض از منہ محدود تک نہ پایا جانا کچھ انکے کمال کا منافی نہیں ہے۔ بلکہ بعض احیان میں بعض ملکات کا موجود نہ ہونا اور وقت ضرورت بطور خارق عادت کے انکا ظاہر ہونا انکی حقیت کا مثبت ہوجاتا ہے جیسا کہ اکثر حضرات ائمہ کے معجزات میں مثل حضرت امام محمد تقی اور حضرت حجۃ اللہ المنتظر کے مذکور و مسطور ہے اور اُنکی تفصیل کا یہ محل نہیں ہے۔ اسی طرح اگر بعض انبیاء میں جو بہ نسبت اور انبیاء کے مفضول ہیں یا بعض اوصیاء میں جو بہ نسبت دوسرے اوصیاء کے مرجوح ہیں بعض کمالات و معجزات جو اصل نبوت یا وصایت کے لئے ضروری نہیں یا بالخصوص انکی نبوت یا وصایت کیلئے ضروری نہیں ہیں نہ پائے جائیں تو کوئی محل تعجب نہیں بلکہ ایسا ہوتا بلحاظ افضلیت انبیاء و اوصیاء اجمعین ضروری ہے۔ کوئی عاقل اس کا منکر نہیں ہو سکتا کہ حضرت انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام کمالات ظاہری و باطنی سے مکمل ہوتے ہیں لیکن نہ علی سبیل الاطلاق و التعمیم بلکہ مراد ان کمالات سے وہ کمالات ہیں جو باعتبار انکی نبوت خاصہ یا وصایت خاصہ کے ان میں لازم اور کمال عبودیت کے لحاظ سے ان میں ضروری ہوں نہ وہ کمالات جو باعتبار انکی ذوات اور اُنکی نبوت خاصہ کے انکے لئے ناممکن یا غیر لازمی ہوں فرقہ حقہ کے علما ذوات مقدسہ انبیاء و اوصیاء کو باعتبار ان کے کمالات کے ضرور کامل بلکہ اکمل اور افضل نوع بشر بلکہ ملائکہ سے بہتر اور معصوم کامل العصمت جانتے ہیں مگر اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ آثار بشری سے بالکل خارج ہو گئے۔ ان میں دونوں جہتیں نورانیت و بشریت کی موجود ہیں۔ نورانی حیثیت سے جیسا کہ مذکور ہوا وہ تمام کمالات جو اُن کی نبوت و امامت سے متعلق ہوں جامع ہیں لیکن بشری حیثیت سے بعض ملکات کا بذریعہ حواس ظاہری کے حاصل کرنا اپنے سلسلے سے کچھ ان کی شان کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ بشری حیثیت سے احتیاج اخذ و تعلم ان سے مفقود نہیں ہوتی۔ حضرت موسیٰ علی نبینا و آلہ و علیہ السلام نبی اولوالعزم تھے اور اپنی نبوت خاصہ کے جملہ کمالات کے جامع تھے لیکن بعض علوم میں وہ تعلیم خضر کے محتاج تھے پھر کیا یہ احتیاج اور یہ تعلیم انکے لئے کسی منقصت کا باعث ہو سکتا ہے یا اُنکی نبوت میں کچھ قدح پیدا کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ امیر المومنین علیہ السلام نے بعد ولادت سارا قرآن پڑھ دیا تھا لیکن بشری حیثیت سے احتیاج اخذ و تعلیم ان سے مفقود نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ وہ جناب ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی آیت صبح و شام نازل نہ ہوتی تھی مگر یہ کہ جناب رسول خدا مجھکو لکھوا دیتے تھے پس معلوم ہوا کہ بواسطہ حواس ظاہری ان حضرات کو ضرورت تعلیم و تعلم کی ہوتی تھی اگرچہ اپنے ہی سلسلے سے کیوں نہ ہو اور نورانی حیثیت سے کامل و مکمل ہونا مستلزم اسکا نہیں ہے کہ ظاہری حواس کے ذریعہ سے انکو کسی شے کی تعلیم

نہ دی جائے ہاں یہ امر البتہ ضروری ہے کہ یہ تعلیم و تعلم اپنے ہی سلسلہ سے ہو شخص غیر کے ذریعہ سے نہ ہوتا کہ نبی یا امام پر حق تعلیم غیر کا ثابت نہ ہو جائے۔ حالانکہ بعض کتب میں مثل مدینۃ المعاجز وغیرہ کے ایسی روایتیں بھی پائی جاتی ہیں کہ جن سے حضرات ائمہ معصومین کا غیروں سے بھی اخذ و تعلم کرنا بشری حیثیت کی راہ سے مستفاد ہو سکتا ہے۔ لیکن ہم ان روایات پر اس دلیل عقلی کے مقابلہ میں مطلقاً اعتناء نہیں کر سکتے۔

بالجملہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قبل بعثت ملکہ قرأت و کتابت کا نہ ہونا بغرض ظہور اعجاز بلحاظ نص قرآنی ضروری ہے۔ اور جناب امیرؑ کو بشری حیثیت سے ملکہ قرأت و کتابت کا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا جناب ابوطالب علیہ السلام سے حاصل کرنا کسی طرح منافی عقیدۂ حقہ نہیں۔ افسوس کہ جناب معترض صاحب بغیر ملاحظہ اطراف و جوانب کئی سو آیات بعیدہ کو اپنے دعوے کا شاہد قرار دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں دیکھو سورہ مبارکہ مریم جناب عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوتے ہی فرماتے ہیں "انی عبد اللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا وجعلنی مبارکا این ما کنت واوصانی بالصلوۃ والزکوٰۃ ما دمت حیا" حالانکہ امر مبحوث عنہ ملکہ قرأت و کتابت ہے اور اس آیہ مبارکہ کو اس سے کوئی ربط نہیں اسواسطے کہ مراد کتاب سے آیات و مضامین انجیل ہیں جو ان کو خدا نے تعلیم دیئے تھے اور جو ان کو محفوظ تھے لیکن ملکہ قرأت حروف و نقوش کتاب سے اس کو کیا واسطہ ہے ایتاء کتاب اور شئے ہے اور تعلیم حروف و نقوش جس سے آدمی لکھی ہوئی کتاب پڑھ سکے اور شئے ہے ہمارے عالم پنجاب کو ذرا سمجھ سے کام لینا چاہیئے تھا اور غور کرنا چاہیئے کہ اگر حضرت عیسیٰؑ لکھی لکھائی ہوئی انجیل بھی لیکر زینت بخش گہوارہ ہوتے اور آتانی الکتاب فرماتے جب بھی محض اس کلام سے یہ پیدا نہ ہوتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملکہ قرأت و کتابت مکتوب اس وقت حاصل تھا بلکہ اگر لکھی ہوئی انجیل ان کے پہلو میں بند رکھی ہوئی ہوتی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آتانی الکتاب کہہ کر تمام انجیل گہوارہ میں زبانی پڑھ جاتے جب بھی یہ امر ثابت نہ ہوتا کہ حضرت عیسیٰ کو ملکہ قرأت انجیل مکتوب حاصل ہے ہاں اگر انجیل مکتوب کو دیکھکر اور اُسکی ورق گردانی کر کے پڑھتے تو ہو سکتا تھا کہ کہیں ان کو ملکہ قرأت کتاب مکتوب حاصل ہے لیکن جب بھی جملہ آتانی الکتاب کسی طرح دلیل اس مطلب کی نہ ہو نا غالباً ہمارے عالم پنجاب ابھی اتنے بھی تمیز نہیں ہیں کہ انکو قرأت کے مدلول دونوں معنی معلوم ہوں۔ اور وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ قرأت جس میں نطق و تکلم اور ہے اور وہ قرأت جو بعد نطق و تکلم صرف

اوراک حروف ونقوش سے ہوتی ہے وہ اور ہے حالانکہ ان دونوں کے فرق کو صبیان تک جانتے ہیں
اور مزید ثبوت ہمارے عالم پنجاب کے اس عدم تفرقہ کا آئندہ کا احتجاج ہے جو وہ عبارت جلاء العیون
سے پیش کرنے والے ہیں آیہ آتانی الکتاب کے متعلق صیغہ ہائے ماضی سے استدلال ہمارے بابصیرت عالم
پنجاب نے فرمایا ہے وہ بھی قابل دید ہے آپ فرماتے ہیں کہ یہ تمام الفاظ بصیغہ ماضی ارشاد ہوئے ہیں جن سے
ثابت ہوتا ہے کہ قبل از ولادت یہ تمام مراتب عطا ہو چکے تھے حالانکہ کتاب آپ پر ۲۱ سال بعد نازل ہوئی
صدر اسلام سے اس وقت تک جتنے مفسرین گذرے ہیں کسی نے یہ بات آپ کے جناب استدلال نہیں فرمایا
اور کسی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ صیغہ ہائے ماضی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قبل از ولادت یہ تمام مراتب عطا ہو چکے
تھے زیادہ سے زیادہ جو مفسرین نے ثابت کیا ہے وہ یہ ہے کہ بعد الولادۃ اور قبل تکلم ان مراتب کا وجود
حضرت عیسیٰؑ میں محقق تھا اور بعض نے تو آتانی کو سیؤتینی کے معنوں میں لیا ہے جیسا کہ مجمع البیان
میں مرقوم ہے وقیل معناہ انی عبد اللہ سیؤتینی الکتاب و سیجعلنی نبیاً ما سوا اسکے اس کلام مختصر عالم پنجاب
میں جو تھافت ہے وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں اور اسکی تاویل مذاق عالم مذکور پر ناممکن ہے اور یہ ارشاد
جناب معترض کا۔ جب عیسیٰؑ کا یہ حال ہے تو خاتم الانبیاء اور سید الانبیاء کی نسبت کون اعتقاد کر سکتا
ہے کہ ان کو ملکہ قرأت وکتابت بعد بعثت حاصل ہوا ہو (حالانکہ خود آنحضرتؐ ارشاد فرماتے ہیں۔
کنت نبیاً و آدم بین الماء والطین ”) اور نفس رسول نے بھی یہ ملکہ کسی سے حاصل کیا ہو۔
سب سے زیادہ تعجب خیز ہے (اسلئے کہ جناب رسالت مآب کی افضلیت اور اس حدیث کی
صحت تو یقیناً امور مسلمہ سے ہے لیکن آپ کو اس سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے جناب رسالت مآبؐ کا
نبی ہونا ایسی حالت میں کہ جب حضرت آدم درمیان آب وگل تھے کیا اس کا مثبت ہو جائیگا کہ
جناب رسالت مآب کو اس عالم میں قبل بعثت ملکہ قرأت وکتابت حاصل تھا زیادہ سے زیادہ
مدلول اس حدیث کا یہ ہے کہ عالم انوار میں جب کہ آدم بین الماء والطین تھے اسوقت بھی آپ
نبی تھے یعنی اس عالم انوار میں نورانی حیثیت سے آپ تمامی کمالات نبوت سے مکمل تھے لیکن
ملکہ قرأت وکتابت کا اس عالم بشری میں قبل بعثت آپ کے لئے موجود ہونا اس سے ثابت
نہیں ہو سکتا۔ اور آپکا بحیثیت نورانیت تمامی کمالات سے مکمل ہونا محل انکار نہیں ہے۔ کلام تو
اس عالم بشریت میں اس ملکہ کے حصول میں ہے قبل بعثت بالفعل نہ بالقوۃ لیکن شاید کہ یہ عالم
نامور عالم نورانیت وعالم بشریت اور حصول بالقوۃ اور بالفعل کا استعداد ملکہ میں کوئی تفرقہ نہیں
فرما سکتے اب جناب امیرؑ کے ملکہ کا اکتسابی ہونا اسکی نسبت ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ مراد اس اکتساب سے

اکتساب عوام سے نہیں ہے کہ جس سے کوئی نقص شان امامت میں لازم آئے بلکہ مراد اس اکتساب سے وہی اکتساب ہے جو اپنے ہی سلسلے سے ہو جناب سالت مآب سے یا جناب ابوطالب سے کیونکہ علوم و معارف انبیاء اور اوصیاء یوں ہی سلسلہ بسلسلہ پہنچتے آئے ہیں۔

اب اسکے بعد جناب معترض صاحب کتب شیعہ کے اردو ترجمہ ہو جانیکے بعد بھی نظر مجیب کے ان مطالب تک نہ پہنچنے پر افسوس کرتے ہوئے ان روایات کی طرف متوجہ فرماتے ہیں کہ جس میں جناب امیرؑ کا بعد ولادت خانہ رسول میں آکر رسول اللہ پر سلام کرنا اور سورۂ مومنون کا تلاوت کرنا اور اسی طرح ہر امام کا وقت ولادت اور حالت حمل میں آیات قرآنی کی تلاوت اور قرأت اور تسبیح کا ادا کرنا اور کٹے ہوئے سروں کا نیزوں کی نوکوں پر تلاوت قرآن کرنا مروی ہے گویا مطلب یہ ہے کہ جب حضرات ائمہ شکم مادر میں بحالت حمل اور فوراً بعد ولادت قرآن کی آیات کی تلاوت کر دیا کرتے تھے تو جناب رسول خدا کو بعد بعثت ملکہ قرأت و کتابت حاصل ہونا اور جناب امیر کا اس ملکہ کو کسی شخص سے ولو وہ اپنے ہی سلسلے سے ہو اکتساب کرنا معترض کے نزدیک خلاف عقیدۂ امامیہ اور بڑے حیف کی بات ہے لیکن معترض بابصیرت نے اس امر کو خیال نہیں فرمایا کہ مراد قرأت و کتابت مبحوث عنہا سے اس عنوان کا پڑھ دینا نہیں ہے کیونکہ قرأت تو اسی نورانی حیثیت سے ہے جس کو خود ہم نے ابھی بیان کیا ہے اور یہ بیان جناب معترض کا مؤید نہیں بلکہ ہمارا مؤید ہے۔ علاوہ بریں مراد ہماری ملکہ قرأت سے وہ قرأت ہے جو کسی لکھی لکھائی کتاب کے نقوش و حروف کو دیکھکر واقع ہو اور اسی کو ہم قبل بعثت بلحاظ نص قرآنی نفی کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یہ ملکہ جناب سالت مآب کو بعد بعثت من اللہ عطا ہوا اور جناب امیر کو یہ ملکہ ممکن ہے کہ اکتساباً حاصل ہوا ہو یعنی یہ ملکہ حضرت نے جناب سالت مآب سے یا حضرت ابوطالب سے حاصل کیا ہو اور ممکن ہے کہ مثل رسول اللہ حضرت کو بھی من اللہ عطا ہوا ہو اور یہ مطلب یعنی کتاب کے نقوش و حروف کو دیکھکر اسکا پڑھ دینا جو ہمارا مقصود و مطلوب اور مبحوث عنہ ہے وہ ان روایات سے پیدا نہیں ہو سکتا لیکن کیا عبرت کا مقام ہے کہ جو شخص اتنی بھی تمیز نہ رکھتا ہو کہ وہ مقتضائے محل و مقام کو دیکھکر مراد متکلم کو سمجھ سکے اور قرأت نقوش و حروف اور قرأت من قبل النفس میں تفرقہ نہ کر سکے وہ اتنے بڑے محقق پر قلم اعتراض کو اٹھائے کہ جسکے بساط علم کے حاشیہ نشینوں کے احاطہ تحقیق تک بھی پہنچنا آسان نہ ہو بلکہ سخت عسیر وہ دشوار ہو۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

خادم الطلبہ اڈیٹر رضوی بحرینی

ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔ ہم نے جناب ممتاز الافاضل عمدۃ الافاضل اور مولوی سید محمد قاسم علی صاحب رضوی البحرینی اڈیٹر رسالہ العوارف کی عبارات بلفظہا تمام وکمال بے کم وکاست نقل کردی ہیں۔ تاکہ اُنکے دلائل وبراہین یا توہمات وقیاسات اور نیز شبہات واعتراضات پورے طور سے قارئین کو معلوم ہوجائیں اور تحریرات طرفین پر محققانہ فیصلہ دے سکیں کیونکہ نہ تو ہمیں جناب سید محسن علی شاہ صاحب دام مجدہ کی تحریر کے لفظ لفظ کی تائید منظور ہے اور نہ مویدین جناب مفتی صاحب مدظلہ کی خواہ مخواہ رد مقصود۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ حق وناحق روشن ہوجائے اور اصل مسئلہ صاف اور اس طرح سے لکھا جائے۔ کہ ناظر کتاب خود اپنی قوت تمیز سے کام لے سکے اسی وجہ سے ہم تمام کتاب میں اصل مقصود کے اثبات کی کوشش کرینگے نہ کہ صرف مخالفین کی عبارات کی رد اور حتی الامکان خلط مبحث نہ ہونے دینگے جیساکہ وہ حضرات کرتے ہیں اور پہلے سے اُن کی یہی کوشش رہی ہے کہ اصل مسئلہ صاف نہ ہو دوسرے مباحث چھڑ جائیں۔

ناظرین کو یہ بھی یاد رہے کہ مویدین جناب مفتی مدظلہ کی تمام وکمال دلائل یہی ہیں جو ان دونو مضمونوں میں مندرج ہیں بعد میں دوسرے حضرات کی طرف سے تائیدی مضامین شائع ہوئے ہیں ان میں کوئی خاص نئی دلیل مذکور نہیں ہے جس کی وجہ سے اُنکے تمام وکمال نقل کرنیکی ضرورت ہو وہاں جواب الجواب میں جو بعض خاص باتیں ہیں اُن کو اُنکے مقام پر نوٹ کیا جائیگا اور ان مضامین میں سے صرف جناب مولانا کنتوری صاحب زید فضلہ کے عبارات خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں جس نے بحث کی اہمیت کو بہت بڑھا دیا ہے۔

قبل اسکے کہ ہم ان مضامین پر کچھ لکھیں ناظرین کو یہ بھی یاد دلانا ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ ان مضامین کی نوعیت اور طرز تحریر پر نظر غائر ڈالیں اور ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت مضمون نگار صاحبان خصوصاً اڈیٹر العوارف نے جناب معترض دام ظلہ کو جاہل محض بے سواد۔ عامی۔ حدود شریعت سے ناواقف وغیرہ وغیرہ الفاظ سے مخاطب اور ان کی حتی الوسع توہین وتذلیل کرتے ہوئے جناب مفتی صاحب صدر المحققین مدظلہ العالی۔ کو کس پایہ ما فوق مطلق بشریت پر پہنچایا ہے اور احاطہ حدود شریعت کا مدعی ہو کر۔ نہ معلوم حدود شریعت غراء محمدیہ سے کس قدر دور نکل گئے ہیں۔ اور غالباً انہیں جناب صدر المحققین مدظلہ العالی کی بارگاہ میں اپنی عقیدتمندی اور اخلاص کا ثبوت دیتے ہوئے یہ بھی خبر نہیں رہی کہ وہ کیا کہ رہے ہیں غالباً بحرینی صاحب کے نزدیک صدر المحققین کے بارگاہ فلک اساس میں سر نیاز خم کردینا ہی حد شرعی

اور اس میں داخل ہو جانا فزع یوم اکبر سے امن وحفاظت کی ضمانت (ومن دخلہ کان آمنا)
اڈیٹر ناظم الہند کو توبہ وانابت بارگاہ ذوالجلال کی ہدایت کرتے ہوئے جناب بحرینی صاحب
اُس کعبۃ الاسلام کی طرف سر نیاز ختم کرنیکی بھی ہدایت فرماتے ہیں جس کو خداوند عالم نے قبلہ انام قرار
دیا ہے۔ جناب صدر المحققین مدظلہ العالی عالم دین ہونیکی حیثیت سے جس تعظیم وتکریم کے مستحق
ہیں اُس سے کوئی انکار کرہی نہیں سکتا۔ لیکن کیا جناب بحرینی صاحب یہ بھی ثابت کر سکتے ہیں کہ
وہ من جانب اللہ قبلہ انام وکعبۃ الاسلام یا دوسرے لفظوں میں منصوص من اللہ امام ہیں بلکہ پیغمبر خیر الانام
ہیں۔ کیا جناب صدر المحققین مدظلہ العالی خود بھی اپنے کو ایسا ہی جانتے ہیں۔ اور نیز یہ کہ ان کی
طرف سر نیاز ختم کرنیکا حکم شریعت غراء محمدیہ سے مستنبط ہے یا اُس شریعت سے جس کی حدود صرف
بارگاہ صدر المحققین میں عقیدت واخلاص ہیں اور بس۔ اگر یہ الفاظ۔ کعبۃ الاسلام ومعدن ایمان
واسلام اور منصوص من اللہ قبلۃ الانام مہمل ومحض بے معنی ہیں اور انکے معانی ومفاہیم مراد نہیں ہیں۔
تو انکے استعمال سے بحرینی صاحب نے حضرت صدر المحققین مدظلہ العالی کی بارگاہ میں سخت بے ادبی
وگستاخی کی ہے جسکے لئے اڈیٹر صاحب ناظم الہند سے پہلے بعد توبہ انابت خود بحرینی صاحب کو
اس کی طرف سر نیاز ختم کرنا واجب وضروری ہے۔ اور اگر یہ الفاظ بامعنی استعمال ہوئے ہیں اور
کوئی مفہوم ومطلب رکھتے ہیں۔ تو ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ انکا مصداق بجز ذات پاک محمدیؐ
جو نذیر للعالمین ورحمۃ للعالمین اور ختم المرسلینؐ اور کوئی نبی مرسل یا ملک مقرب بھی نہیں ہو سکتا۔
یہ ذات پاک تمام مخلوقات الٰہی کیلئے قبلہ وکعبہ اور جہت توجہ ورجوع الی اللہ ہے۔ اور بعد ازاں
اُسکے بعد اُسکے اہلبیتؑ بالواسطہ چنانچہ جناب صادق آل محمدؑ سے مروی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا
"ونحن کعبۃ اللہ ونحن قبلۃ اللہ" ہم ہی قبلہ وکعبہ انام از جانب ملک العلام عزوجل ہیں۔ اور جناب
سید الساجدین زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے خطبہ میں فرماتے ہیں۔ انا ابن المکۃ والمنٰی الخ
یعنی دربار ابن زیاد ملعون اور یزید پلید میں اپنے فضائل ومناقب کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد کرتے
ہیں کہ میں بیٹا ہوں مکۃ اللہ الحرام اور منیٰ کا اور میں ہی فرزند قبلہ وکعبہ ہوں الخ۔ ہم نہیں جانتے کہ سوائے
ان حجج اللہ علیہم السلام کے جو جمیع عوالم یعنی ماسوی اللہ پر مبعوث اور اُنکے قبلہ وکعبہ ایمان و
اسلام ہیں۔ اور بھی کسی کو خدا نے قبلۃ الانام بنایا ہے۔ لہٰذا یہ اسمائے مبارکہ علی الاطلاق اولاً بالذات
صرف ذات پاک محمدیؐ کیلئے مخصوص ہیں۔ اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ جناب مولوی محسن علی شاہ صاحب دام عزہ
حدود شریعت کی شناخت سے عاجز ہیں یا جناب بحرینی صاحب جو یہ بھی تمیز نہیں کر سکتے کہ کونسا لفظ

کہاں استعمال ہونا چاہیئے اور القاب و خطابات خاصہ مخصوصہ نبیؐ و امامؑ کیا ہیں؟ اور یہ کہ انکو ان القاب خاصہ کے غصب کا حق کہاں سے حاصل ہوا؟ اور اس ارتکاب سے وہ کس خطاب خداوندی کے مستحق ٹھیرے اور اس آلودگی سے وہ کس طرح اپنے نامۂ اعمال کی شست و شو کرینگے۔ باقی اُن کی احاطۂ صدور شرعیت کو حال الکفی معلوم ہوتا ہے:۔

یہ تو دراصل جملہ معترضہ تھا کیونکہ ہمارا مقصود اس قسم کے مباحث نہیں ہیں۔ ہمیں صرف یہاں اتنا کہنا تھا کہ مدعیان۔ کلام نافہمیدن مشکل است نہ کہ برما اعتراض کردن کتنے بانی ہیں۔ اب ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور عرض کرتے ہیں کہ ان مضامین کی اشاعت اور خطوط کے جوابات کے طویل سلسلہ کے بعد۔ ان مضامین کے جواب یا رد میں جو مضامین شائع ہوئے انکا خلاصہ یہ ہے:۔

فصل

جواب مضمون جناب ممتاز الافاضل و عمدۃ الافاضل زید فضلہما

ہمارے جوابات اور مؤیدین مفتی صاحب مدظلہ کے مضامین دیکھنے سے پہلے ناظرین کا فرض ہے۔ کہ ہمارے مقدمات نبوت و امامت پر ایک نظر ڈال لیں تاکہ ان کو معلوم ہو کہ ان مقدس ذاتوں سے متعلق بحث ہو رہی ہے جو تحت خالق و فوق جمیع مخلوقات ہیں اور جو تمام عوالم عالم ارواح و عقول تھا و عالم نفوس و عالم مواد و اجسام جن و انس و چرند و پرند غرض جملہ مخلوقات یعنی تمام ما سوی اللہ پر محبت قدیر اور اسکے نعم کی خزانہ اور اسکے اسرار کا صندوق ہیں اور جنہوں نے خود فرمایا ہے۔ کہ ہم کلمۃ اللہ۔ خاصۃ اللہ۔ وجہ اللہ۔ جنب اللہ یمین اللہ۔ امناء اللہ و احباء اللہ۔ خزنہ وحی اللہ۔ ورثہ غیب اللہ۔ معدن تنزیل و تاویل۔ مصابیح حکمت۔ مفاتیح رحمت۔ ینابیع نعمت۔ صاحبان عصمت و عفت و ہدایت و خلافت و ولایت و امامت ہیں یہی منبع فیض ہیں اور انہیں سے ہر ایک شے نے فیض پایا ہے اور انہی نے ہر ایک کو تعلیم دی ہے اور ملائکہ کو پڑھایا ہے غرض ہر ایک فیض انکے ذریعہ سے ہر ایک خلق کو

پہونچتا ہے۔ جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں اسکے بعد ناظرین مضمون نگاران صاحبان کے مضامین کی طرف توجہ فرمائیں۔ سب سے پہلے جناب مولوی محسن علی شاہ صاحب پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ وہ علم انبیاء اور اوصیاء کو ذاتی بلکہ بالذات جانتے ہیں۔ حالانکہ مولوی صاحب کی کسی عبارت سے اشارۃً وکنایۃً وصراحۃً کسی طرح مفہوم نہیں ہوتا۔ وہ صرف اس بات کے مدعی ہیں کہ انبیاء سب خدا ہی کے پڑھائے ہوئے ہوتے ہیں اور غیر دیں سے کسب علم نہیں کرتے ہیں اور نبوت وامامت کسبی واکتسابی شے نہیں ہے کہ انسان رفتہ رفتہ درجہ بدرجہ ترقی کر کے اس درجہ پر فائز ہو جائے بلکہ موہبتی ہے اور خدا نے ان کو نبوت وامامت ہی پر مخلوق ومفطور فرمایا ہے۔ جیسا کہ ان کی عبارت سے صاف ظاہر ہے اور ہم پھر بھی ذکر کرینگے ہم نہیں جانتے کہ جناب مولوی محسن علی صاحب کے کلام سے کیونکر سمجھا گیا کہ وہ انبیاء واوصیاء کے علم کو ذاتی قرار دیتے ہیں۔ کیا یہ کہنا کہ وہ کامل پیدا ہوتے ہیں اور قبل از خلقت ان کو علم عطا ہوتا ہے اور خدا انکو نبوت وامامت ہی پر مخلوق ومفطور فرماتا ہے اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا علم ذاتی ہو گیا؟ کیا جو علم وکمال قبل خلقت جسمانی ظاہری کسی کو من اللہ عطا ہوا ہو۔ یا جس کو خدا پیدا ہوتے ہی علم عطا کر دے۔ یا علم پر مخلوق فرمائے وہ موہبت سے خارج ہے۔ علم ذاتی ہو جاتا ہے؟ کیا ذاتی کے یہ معنی ہیں کہ عالم اجسام ہی میں عطا نہ ہو؟ اگر ایسا ہے تو جناب مفتی مدظلہ اور خود فاضلین بھی اسکے قائل ہیں اور خود چند مقام پر اقرار فرما چکے ہیں۔ کہ انبیاء اور اوصیاء قبل خلقت کامل بلکہ اکمل ہوتے ہیں اور یہی مولوی محسن علی شاہ صاحب دام مجدہٗ فرماتے ہیں۔ صرف فرق اتنا ہے کہ وہ ملکۂ قرأت وکتابت کو بھی آنحضرتؐ کیلئے قبل خلقت موہبتی جانتے ہیں اور جناب امیرؑ کیلئے اسکو دیگر علوم سے مستثنیٰ کر کے اکتسابی نہیں جانتے پس اگر علم ذاتی کے یہی معنی ہیں تو یہ الزام خود فاضلین پر بھی عائد ہوتا ہے۔ بلکہ جمیع علماء پر کیونکہ وہ تسلیم کرتے ہیں۔ علماء مذہب حقہ کے نزدیک انبیاء واوصیاء جملہ کمالات سے مکمل پیدا ہوتے ہیں اور افاضۂ علوم جدیدہ سے جو اعتراض فاضلین معترض صاحب پر عائد کرتے ہیں۔ وہ ہی ان پر عائد ہوتا ہے۔ "وَمَا هُوَ جوابکم فهو جوابنا"

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جناب فاضلین علم ذاتی اور علم بالذات میں کچھ فرق نہیں رکھتے غالباً انکے نزدیک جو علم کسی موجود کے وجود وذات کے ساتھ عطا کر دیا جائے۔ وہ ہی علم ذاتی ہے اور وہ مخصوص ہے خداوند عالم سے خدا کے عطا کردہ علم کو علم بالذات کہنا اور خدا کی ذات سے متحد جاننا فاضلین کی خوش فہمی ہے۔

اگر ایسا ہو تو پھر تمام موجودات خدا ہو جائینگی کیونکہ فی الجملہ علم ہر ایک موجود کو فطرۃً عطا ہوا ہے حیوانات میں جو علم ان کی ضرورت کے موافق مبدء فیاض سے عطا ہوا ہے وہ سب فطری ہے۔ اور

انکے وجود کے ساتھ عطا ہوا ہے۔ تو فاضلین کے نزدیک وہ سب خدا ہو جائینگے کہ علم ذاتی رکھتے ہیں۔ انسان
بھی فی الجملہ علم فطری رکھتا ہے اور اپنی ذات کے ساتھ علم لیکر آتا ہے ورنہ ہرگز مکلف بتکالیف شرعیہ
نہیں ہو سکتا تھا۔ وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً۔ اسی پر دال ہے۔ ملاحظہ ہو احادیث معدن علوم
اور تفصیل در رسالہ البرہان میں) بنابریں سارے انسان خدا ہو گئے۔ کیونکہ فاضلین کے نزدیک اس
قسم کا علم ذاتی کہلاتا ہے اور وہ مخصوص ذات واجب الوجود سے ہے۔ شاید ان کو یہ معلوم نہیں ہے
کہ علم ذاتی بالذات اور علم ذاتی بالغیر دو علم ہیں۔ اول میں ذات نفس علم و عین علم ہے اور کوئی غیر اسکی
علت نہیں ہے۔ اور وہ علم خداوند عالم ہے کہ عین ذات ہے۔ اور دوسرے میں ذات و علم دو چیزیں
ہیں لیکن علم ذات کے ساتھ دیا گیا ہے ورنہ اسکے لئے غیر از ذات واہب و معطی ضروری ہے۔ اور یہ وہ علم
ہے۔ جو موجودات کو خالق عالم کی طرف سے حسب ضرورت و موافق قابلیت و استعداد دیا جاتا ہے
اور اس میں تمام انسان و نوع بشر شریک ہیں لیکن عام جنس بشر کو بہت تھوڑا سا دیا جاتا ہے اور انبیاء کو ان
تمام افراد بشر سے زیادہ جس پر وہ مبعوث ہوئے ہیں اور اسی طرح اس پیغمبر کو ان جملہ مخلوقات سے
زیادہ جو تمام مخلوقات پر مبعوث ہو۔ اور وہ شکم مادر سے عالم بلکہ علیم پیدا ہوتے ہیں۔ ہاں بعض اسرار غیب
غیوب الٰہی و تفاسیر و تفاصیل بعض امور وقتاً فوقتاً ان کو پہنچتی رہی ہیں۔ فافہم و تدبر فانہ یکفیک۔
یہ علم ذاتی نہیں بلکہ موہبتی کہلاتا ہے اس کو فاضلین نادانی یا عوام فریبی کی وجہ سے ذاتی فرما رہے ہیں۔
ہمارے مکرم ممتاز الافاضل فرمائیں کہ۔ کلام ما فہمیدن الخ کا ادعا انکو کہاں تک پہنچا ہے۔ اور
کس پر عاید ہوتا ہے۔ جناب مولوی محسن علی شاہ صاحب پر یا ان پر خصوصاً درصورتیکہ جناب مولوی صاحب
بھی کلام مجیب مدظلہ العالی کا وہی مطلب سمجھے ہیں جو جناب فاضلین سمجھے ہیں اور جسکی تائید میں
خامہ فرسائی فرما رہے ہیں یعنی کہ جناب مجیب کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جناب رسول خدا قبل البعثت
ملکہ قرأت و کتابت نہ رکھتے تھے۔ اور یہ کہ جناب مجیب کے نزدیک اظہر مفہوم روایات یا مدلول دلالات
عقلیہ و نقلیہ یہی ہے کہ ملکہ قرأت و کتابت جناب امیرؑ کو اکتسابا حاصل ہوا۔ انہی دونو باتوں کو تسلیم
کر کے فاضلین ان کی تائید کر رہے ہیں۔ مولوی صاحب بھی مفتی صاحب کے کلام سے یہی سمجھے ہیں اور
اسی پر اعتراض ہے۔ پھر نہ معلوم کہ کلام ما فہمیدن سے کیا مراد ہے۔ کونسا دقیق نکتہ سمجھنے سے رہ
گیا۔ یہاں فاضلین یہ تاویل کرتے ہیں۔ کہ مراد اکتساب سے اکتساب از سلسلہ خود ہے نہ از سلسلہ غیر
ور مولوی صاحب کہتے ہیں کہ جناب مجیب مدظلہ کی عبارت اس پر دلالت نہیں کرتی بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ قرأت

وکتابت جناب امیرؑ کو من اللہ و من الرسول عطا نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ یہ فرماتے ہیں۔ اور جناب امیرؑ کو تمام علوم من اللہ

ومن الرسول حاصل ہوئے اور ملکہ قرأت و کتابت ممکن ہے کہ من اللہ عطا ہوا ہو اور ممکن ہے کہ اکتسابا حاصل ہوا ہو اور اگرچہ

ظاہر یہی ہے کہ اکتسابا حاصل ہوا لیکن یہ تصریح معلوم نہیں کہ وہ ملکہ کس سے جناب امیر نے حاصل کیا تھا۔

اگر جناب مجیب کے نزدیک یہ ملکہ بھی من الرسول ہوتا تو اسکو علیحدہ ذکر نہ فرماتے اور نہ فرماتے کہ جناب امیر کو تمام من اللہ و من الرسول حاصل ہوئے اور یہی جواب حق تھا اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہوسکتا تھا لیکن انکا اکتساب کو اعطاء خدا اور رسول سے علیحدہ اور انکے مقابل قرار فرمانا صاف بتلا رہا ہے کہ یہ من اللہ و من الرسول نہیں ہے اور نیز یہ بھی اس سے ظاہر ہے کہ انکے نزدیک من الرسول اکتساب میں داخل نہیں۔ بلکہ اکتساب علیحدہ چیز ہے۔ غور فرمائیں ناظرین عبارت مجیب مدظلہ العالی علی رؤس الموالی میں زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جواب مجیب اردو زبان میں ہے نہ کسی عبرانی۔ یونانی کلدانی یا لاطینی جسکو ہندستان کے عام لوگ نہ سمجھ سکیں۔ ہاں اگر جناب مفتی صاحب اپنے فاضلین مؤیدین کی اردو بھی خود اصطلاحی ہے تو لا مناقشۃ فی الاصطلاح۔ لیکن معترض پر اس صورت میں کوئی الزام نہیں آ سکتا۔ کیونکہ وہ زبان مشہور و معروف و مستعمل علما پر بحث کریگا۔ خود ساختہ اصطلاحات کی اسکو کیا خبر۔ جناب ممتاز الافاضل صاحب اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ انبیاء و اوصیاء تمام کمالات ظاہری و باطنی سے مکمل ہوتے۔ چنانچہ فرماتے ہیں (یہ سچ ہے کہ انبیاء تمام کمالات ظاہری و باطنی سے مکمل ہوتے ہیں) دوسری جگہ فرماتے ہیں ہم انبیاء اور انکے اوصیاء کو بشری حدود میں جو کمالات ممکن ہیں انکے اعتبار سے کامل بلکہ اکمل سمجھتے ہیں اور جناب بحر سنی تحریر فرماتے ہیں۔ بالجملہ تحقیق مقام یہ ہے کہ انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام قبل از بعثت و وصایت بلکہ قبل از ولادت بحیثیت نورانیت خلقت و افاضہ جناب احدیت ان کمالات سے جو باعتبار اپنی نبوت و وصایت خاصہ کے لازمی ہیں مکمل ہوتے ہیں الخ

ایضاً:۔ کوئی عاقل اس کا منکر نہیں ہوسکتا کہ حضرات انبیاء و اوصیاء کمالات ظاہری و باطنی سے مکمل ہوتے ہیں لیکن نہ علی سبیل الاطلاق والتعمیم بلکہ مراد ان کمالات سے وہی کمالات ہیں۔ جو باعتبار ان کی نبوت خاصہ و وصایت خاصہ کے ان میں لازم ہوں الخ

ایضاً۔ فرقہ حقہ کے علماء ذوات مقدسہ حضرات انبیاء اور انکے اوصیاء کو باعتبار انکے کمالات کے ضرور کامل بلکہ اکمل اور افضل نوع بشر بلکہ ملائکہ سے بہتر و معصوم کامل الصحۃ جانتے ہیں الخ غرض اس امر میں اتفاق ہے کہ انبیاء و اوصیاء تمام کمالات ظاہری و باطنی سے قبل بعثت بلکہ ولادت کامل و اکمل ہوتے ہیں اور فرقہ حقہ کے علماء کا یہی عقیدہ ہے یہی جناب مولوی محسن علی صاحب فرماتے ہیں۔ لہذا اول معنی کمال معلوم ہونے چاہئیں اور یہ کہ کمالات بشری کیا ہیں اور کمالات نبوت و وصایت کیا اور ملکہ قرأت و کتابت کمال نبوت یا کم از کم کمال بشری میں داخل ہے یا نہیں ہو اور جب انبیاء تمام کمالات ظاہری و باطنی سے مکمل ہوتے ہیں۔ تو کمالات خاتم النبیین سے ملکہ قرأت و کتابت ہی کیوں خارج کیا گیا ہے۔ وہ کمالات نبوی یا کمالات بشری میں داخل ہے یا نہیں ؟

تعریف کمال:- قال شارح المقاصد- قد سبق ان لفظ القوة کما یطلق علی مبدء التغییر
والفعل فکذا یطلق علی مبدء التغیر والانفعال فقوة النفس باعتبار تأثرها عما فوقها من
المبادی العالیة للاستکمال بالعلوم والادراکات تسمی عقلاً نظریاً وباعتبار تاثیرها فی البدن
لتکمیل جوهره وان کان ذالک عائداً الی تکمیل النفس من جهة ان البدن آلة لها فی تحصیل العلم
والعمل تسمی عقلاً عملیاً والمشهور ان مراتب النفس اربع لانه اما کمال واما استعداد نحو الکمال
قوی او متوسط او ضعیف- فالضعیف وهو محض قابلیة النفس للادراکات یسمی عقلاً هیولانیاً
تشبیهاً بالهیولی الاولی الخالیة فی نفسها عن جمیع الصور القابلة لها بمنزلة قوة الطفل
للکتابة- والمتوسط وهو استعدادها لتحصیل النظریات بعد حصول الضروریات یسمی
عقلاً بالملکة لما حصل لها من ملکة الانتقال الی النظریات بمنزلة الشخص المستعد
لتعلم الکتابة ویختلف مراتب الناس فی ذالک اختلافاً عظیماً بسبب اختلاف درجات
الاستعدادات- والقوی وهو الاقتدار علی استحضار النظریات متی شاءت عن غیر
افتقار الی کسب جدید لکونها مکتسبة مخزونة تحضر بمجرد الالتفات بمنزلة القادر
علی الکتابة حین لا یکتب وله ان یکتب متی شاء ویسمی عقلاً بالفعل لشدة قربه من الفعل
واما الکمال فهو ان یحصل النظریات مشاهدة بمنزلة الکاتب ویسمی عقلاً مستفاداً
ای من خارج هو العقل الفعال الذی یخرج من نفوسنا من القوة الی الفعل فیما له من الکمالات
ونسبته الینا نسبة الشمس الی ابصارنا- وقال ابن سینا فی الکتاب المبدء والمعاد العقل
بالفعل والعقل بالمستفاد واحد بالذات مختلف بالاعتبار فانه من جهة تحصیله
النظریات عقل بالفعل ومن جهة حصولها فیه بالفعل عقل بالمستفاد وربما قیل هو عقل
بالفعل بالقیاس الی ذاته مستفاد بالقیاس الی فاعله واختلفوا ایضاً فی ان المعتبر فی المستفاد
هو حصول النظریات الممکنة للنفس بحیث لا یغیب اصلاً حتی قالوا انه آخر المراتب
البشریة واول المنازل الملکیة وانه یمتنع او یبعد مادامت النفس متعلقة بالبدن
او مجرد الحضور حتی یکون قبل العقل بالفعل بحسب الوجود علی ما صرح به الامام وان کان
بحسب الشرف هو الغایة والرئیس المطلق الذی یخدمه سائر القوی الانسانیة
والحیوانیة والنباتیة ولا یخفی ان هذا اشبه بما اتفقوا علیه من حصر المراتب
فی اربع ثم حضور الکل بحیث لا یغیب هو کمال مرتبة المستفاد- انتهی-

قوت کا لفظ دو معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک مبدءِ تغیر و تاثر دوسرے مبدءِ تغیر و تاثیر پس قوت نفس علوم و ادراکات سے اپنی تکمیل کیلئے مبادی عالیہ و عقول فعالہ سے متاثر ہونیکے اعتبار سے عقل نظری کہلاتی ہے اسی تاثر نفس کا نام ادراک و تعقل ہے اور اسی مرتبہ کو قوت عاقلہ کہتے ہیں اور جو ہر بدن کی تکمیل کی غرض سے اس میں مؤثر ہونیکے لحاظ سے عقل عملی کہلاتی ہے اور در اصل یہ تکمیل بھی خود نفس ہی کی تکمیل ہے کیونکہ بدن نفس کیلئے آلہ ہے اور نفس من حیث ہی نفس تحصیل علوم اور اپنی تکمیل میں محتاج بدن ہے اگر نفس محتاج بدن نہ ہو تو چاہیئے کہ نفس اپنے مرتبہ ذات میں قبل تعلق بدن عالم جمیع علوم ہوا اور قطعاً یہ باطل بلکہ بدیہی البطلان ہے اور آیہ شریفہ فقط ہذا اخرجکم من بطون امھاتکم لا تعلمون شیئاً " نکالا تم کو بطون امہات سے در انحالیکہ تم کچھ نہ جانتے تھے۔ ہاں روح من حیث ہی ہو۔ چونکہ مجرد ہے وہ تحصیل علوم و تکمیل میں محتاج جسم نہیں ہے اور نفس و روح دو چیزیں ہیں اور نفس برزخ ہے درمیان جسم اور روح کے۔ روح بلا واسطہ نفس جسم سے تعلق نہیں پکڑ سکتی۔ جو لوگ روح و نفس کو ایک شے جانتے ہیں وہ اس مقام پر سخت لغزش کھاتے ہیں و لیس ھذا المقام موضع استیفاء الکلام "۔

پھر نفس کے چار درجے و مرتبے ہیں۔ کمال۔ استعداد کمال اور استعداد کمال کی تین صورتیں ہیں استعداد ضعیف۔ استعداد متوسط استعداد قوی۔ استعداد ضعیف نفس میں معلومات و ادراکات کی قابلیت محض کا نام ہے کہ بالفعل اس میں کوئی بھی معلوم موجود نہیں ہوتا اور اسکی نظیر وہ کم سن طفل ہے جو لکھنا نہیں جانتا اور نہ اسوقت سیکھ سکتا ہے لیکن سیکھنے کی قوت رکھتا ہے اس مرتبہ کو اصطلاح حکماء میں عقل ہیولانی کہتے ہیں اور استعداد متوسط پس وہ نفس کی وہ حالت ہے جس میں کہ وہ ضروری اور بدیہی باتوں کے حصول کے بعد محتاج نظر و فکر باتوں کی تحصیل کے لئے مستعد ہوتا ہے اور اس مرتبہ کو عقل بالملکہ کہتے ہیں اور اس کی نظیر وہ شخص ہے۔ جو سن رشد و تمیز میں لکھنا سیکھنے کیلئے مستعد ہوتا ہے اس درجے میں حسب اختلاف درجات استعداد لوگ بیشمار مختلف حالتیں رکھتے ہیں اور استعداد قوی یہ ہے کہ نفس جس وقت چاہے نظریات کے حاصل کرنے پر قادر ہو اور انکے لئے کسب جدید کا محتاج نہ ہو اور اسکو عقل بالفعل کہا جاتا ہے اسکی نظیر وہ شخص ہے جو بالفعل لکھ نہیں رہا ہے لیکن لکھنے پر قادر ہے اور لکھنا جانتا ہے۔ جب چاہے فوراً لکھ سکتا ہے۔

اور کمال یہ ہے کہ نفس میں نظریات بطور مشاہدہ حاضر ہوں اور اسکو عقل بالمستفاد کہتے ہیں

یہ مرتبہ خاص کاملین انسانوں کو اس دار دنیا میں حاصل ہوتا ہے۔ اکثر حکما اسکے مدعی گذرے ہیں اور بعض اصحاب پیغمبر و ائمہ یقیناً اس مرتبہ پر فائز ہوئے ہیں جیسے کہ سلمان فارسی و جابر ابن یزید جعفی رحمہما اللہ وغیرہما۔ اصحاب امام زمان عجل اللہ فرجہ سب اسی درجے پر فائز ہونگے۔ ملاحظہ ہوں کتب حالات اصحاب ائمہ لہٰذا شیخ الرئیس کا یہ کہنا درست نہیں کہ دار دنیا میں یہ مرتبہ محال ہے یا مستبعد اور یہ مرتبہ نفس کا بمنزلہ کاتب بالفعل کے ہے۔ یہ شیخ الرئیس ابن سینا کے نزدیک عقل بالفعل اور عقل بالمستفاد دونو بالذات ایک ہی ہیں فرق صرف اعتباری ہے اور تحقیق یہ ہے کہ کمال کے دو مرحلے ہیں۔ ایک وہ مرحلہ جس میں نظریات ممکنہ حاصل ہوتی ہیں۔ یہ آخر مرتبہ بشریت و اول مرحلہ ملکیت ہے۔ دوم وہ جس میں تمام نظریات بالفعل حاضر ہوتی ہیں اس طرح پر کہ نفس کا کسی ایک کی طرف متوجہ ہونا دوسری کی طرف توجہ سے مانع نہیں ہوتا۔ اور تعریف کمال یوں کی گئی ہے۔ الکمال ما یکمل بہ النوع فی ذاتہ ویسمی کمالاً اولاً کھیئۃ السیف للحدید اوفی صفاتہ ویسمی کمالاً ثانیاً کالقطع لہ "یعنی کمال وہ ہے جس سے نوع اپنی ذات یا اپنی صفات میں کامل و تمام ہوتی ہے۔ کمال ذاتی کو کمال اول کہتے ہیں جیسے لوہے کا ہیئت سیف میں آجانا اس کا کمال اول ہے اور پھر تلوار کا اثر ظاہر ہونا یعنی اس کا کاٹنا یہ لوہے کا کمال ثانی و کمال صفاتی کہلاتا ہے اور یہ چاروں مرتبے مرتبہ نبوت و ولایت سے کم مطلق انسان و نوع بشر کے ہیں۔ نبوت و ولایت مطلقہ فوق مطلق بشریت ہے۔ نہ محدود در حدود بشری جیسا کہ ہمارے مقابلین کا خیال ہے رجوع ہو مقدمات کتاب کی طرف۔ وفیہا الکفایۃ۔

ولا یخفیٰ علیک ان کل ما ذکرناہ من اقوال الحکماء ونذکرہ لیس من باب الاعتقاد والتصدیق لا قوالھم بل من باب تقریب الاذہان وتفہیمہا نعم ما وافق الکتاب والسنۃ ناخذہ ونقول بہ وما خالفہا فنردہ علی صاحبہ فھو اولیٰ بہ کما ستری ان شاء اللہ تعالیٰ

بہر حال یہ مراتب استعداد و کمال نفس انسانی کے ہیں اور نبوت فوق ان مراتب کے ہے البتہ اختلاف مراتب روح قدس نبوتی میں بھی ثابت ہے۔ چنانچہ مطلق نبوت سے جو لا بشرط شے کا درجہ ہے نبوت مطلقہ تک جو بشرط لا شے کا مرتبہ ہے۔ بہت سے درجات ہیں اور یہی مطلب ہے "تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض الخ" کا جس طرح کہ تمام انسان من حیث النوع مشترک و متحد ہیں لیکن بحیثیت اختلاف استعداد و کمال مختلف۔ انظر کیف فضلنا بعضہم علی بعض (دیکھو ہم نے بعض انسانوں کو بعض پر کس طرح فضیلت دی ہے)"

اور عقل عملی جو مقام تاثیر نفس ہے اسکے وسیلے سے انسان صناعات کے ایجاد کرنے

اور اُنکے موضوعات میں تصرف اور ان مصالح و مقاصد کی تمیز پر جو انکے حصول کیلئے شرائط یا موانع ہیں قادر ہوتا ہے جیساکہ بالفعل بعض اشخاص کفار وغیر کفار میں دیکھا جاتا ہے کہ وہ جدید و نادر ے نادر صنعتوں کے موجد ہوئے ہیں بلا اسکے کہ کسی سے سیکھیں بلکہ محض بوسیلۂ قوت تاثیر نفس مثل ایجاد ہوائی جہاز۔ غبارہ۔ ٹیلیگراف۔ ٹیلیفون۔ فوٹوگراف۔ گراموفون۔ وفوٹوگراف وغیرھا۔ جو کتابت لکھنا سے بدرجہا شکل ہیں کیونکہ لکھنا بھی ایک صنعت ہے اور بہت ہی آسان صنعت کہ معمولی بچے تھوڑی سی مشق سے سیکھ جاتے ہیں اور ہوشیار لوگ طرح طرح کے خطوط ایجاد کرتے ہیں۔ اس تمہید کے بعد ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ جو چند مرتبہ فرمایا گیا ہے۔ کہ ہم انبیاء کو کامل و اکمل سمجھتے ہیں تو ان کمال سے کیا مراد ہے۔ کمال اولی یا کمال ثانوی۔ اگر مراد کمال اولی ہے۔ تو یہ مخصوص انبیاء سے نہیں نوع من حیث ہو نوع یہ کمال اولی ذاتی رکھتی ہے اور اصل یہ مقام استعدادی ہے اور اسلئے اس سے کوئی فضیلت انبیاء کیلئے حاصل نہیں ہوسکتی ہر ایک میں قوت و استعداد کمال موجود ہے اور ہر ایک کاتب بالقوۃ۔ و عالم بالقوۃ ہے اور اگر کمال سے مراد کمال ثانوی ہے اور وہ ہی دراصل کمال اور مقام فضیلت ہے اور مرتبہ ملکہ و فعلیت ہے نہ استعداد۔ تو ہم اسکے مدعی ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ وہ حضرات بہ سبب جنبۂ نبوت و روح قدس نبوتی وہ کمالات انسانی جو اور انسانوں میں بالقوۃ ہوتے ہیں بالفعل رکھتے ہیں مع شئے زائد یعنی کمالات نبوت اور جب چاہیں ظاہر کرسکتے ہیں۔ مگر فاضلین ان کی نفی فرمارہے ہیں اور اسی وجہ سے مولانائے پنجاب پر تشنیع وارد کی ہے اور بشری حیثیت سے اُن کو محتاج تحصیل جدید و اکتساب قرار دیتے ہیں اور یہ انکے کمال کے خلاف ہے اور یہ بھی باعتبار کمالات نوع بشر ہے۔ کیونکہ یہ مراتب کمال نوع بشری ہیں اور ہم ثابت کرچکے ہیں۔ کہ نبوت فوق بشریت ہے۔ لہذا جناب فاضلین کے اس فرمانے پر کہ ان کمالات سے مراد وہ کمالات ہیں جو انکے لئے من حیث النبوۃ لازم ہیں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا قرأت و کتابت جو یقیناً کمالات بشری انسانی میں داخل ہے ان کمالات میں داخل ہیں۔ جو لازم نبوت ہیں (اور نبوت بشریت ہے) یا نہیں؟ ضرور شق ثانی اختیار کی جائیگی کیونکہ فاضلین کا یہی دعوے ہے۔ پس ہم کہینگے کہ جب قرأت خط و کتابت لازمہ نبوت نہیں اور ایسی چیز نہیں جس پر تبلیغ موقوف ہو۔ تو پھر جناب ناصر الملت والدین کس دلیل سے قرأت و کتابت کو بعد بعثت جناب رسالتمآب کے لئے ضروری و یقینی سمجھتے ہیں۔ اگر کہا جائے کہ ثبوت اس کا سمعی ہے نہ عقلی۔ تو عرض کیا جائیگا۔ کہ دلائل نقلیہ سمعیہ شرعیہ مطلق ثبوت قرأت و کتابت پر دال ہیں۔ نہ کہ خصوصیت کے ساتھ ثبوت بعد بعثت پر۔ اور کسی حد یث

میں تصریح اسکی نہیں ہے کہ علم قرأت وکتابت بعد بعثت حضرت کو تعلیم ہوا جبتک کہ عقلی طور پر ثبوت ولزوم کتابت تبلیغ رسالت کیلئے ضروری ثابت نہ ہو یا تسلیم نہ کیا جائے۔ دلائل شرعیہ سمعیہ کبھی ثابت نہیں ہوسکتا کہ ملکۂ قرأت وکتابت بعد بعثت عطا ہوا۔ اور اگر لازم نبوت ہے تو انفکاک لازم از ملزوم محال ہے۔ اور نبوت آنحضرتؐ کی ابتدائے خلقت سے ثابت ہے۔ لہٰذا علم قرأت وکتابت بھی مثل دیگر علوم وفنون وکمالات قبل بعثت ابتدائے خلقت سے ثابت ہوگا مگر یہ کہ قبل بعثت نبوت کا بھی انکار کیا جائے۔

اور یہ فرمانا کہ ہم بشری حدود میں جو کمالات ممکن ہیں انکے اعتبار سے انبیاء و اوصیاء کو کامل بلکہ اکمل سمجھتے ہیں صاف دلالت کرتا ہے کہ آنحضرتؐ ملکۂ قرأت وکتابت رکھتے تھے اور یہ کمال بھی ان میں قبل بعثت ہی موجود تھا۔ کیونکہ اس میں کسی فرد بشر کو کلام نہیں ہوسکتا ہے کہ علم قرأت وکتابت کمالات بشری سے ہے۔ اور حدود بشری میں داخل پس لابد وہ نبی میں موجود ہوگا۔ پس اس میں صاف جناب ناصر الملت والدین کی رد ہے مگر فاضلین نہیں سمجھتے کہ ہم کیا کہتے ہیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ لکھنا پڑھنا۔ کمالات بشری سے نہیں ہے اور حدود کمالات بشری سے خارج ہے۔ اگر نہ کمالات نبوی سے ہے اور نہ کمالات بشری سے تو کیا کمالات ملکی یا حیوانی میں داخل ہوگا۔ حالانکہ کاتب خاص طور سے انسان کی صفت ہے غرض جب کمالات بشری میں لکھنا پڑھنا داخل ہے اور فاضلین کے نزدیک انبیاء و اوصیاء کمالات بشری کے اعتبار سے کامل بلکہ اکمل ہوتے ہیں۔ تو پھر نہ معلوم کمالات خاتم النبیینؐ سے کیوں اور کس دلیل سے اس کمال کی نفی کی جاتی ہے۔ اور جو کسی کمال بشری۔ یا نبوی میں داخل نہیں ہے تو بعد بعثت کیونکر پیغمبری کیلئے ثابت کیا جاتا ہے کس دلیل سے۔ جبکہ صریح طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ایسی چیز نہیں ہے جس پر تبلیغ موقوف ہو۔ اگر داخل کمال سمجھکر حصول کمال کی غرض سے اسکے قائل ہوتے ہیں جیسا کہ ایک مقام پر لکھا ہے کہ بعد بعثت خدا نے یہ بھی حضرتؐ کو عطا فرما دیا کہ اس صفت کمال سے بھی محروم نہ رہیں۔ تو اس میں کیا نقصان ہے کہ قبل بعثت مثل دیگر کمالات اس کمال سے بھی متصفؐ ہوں اور اس جزئی صفت کا ملکہ بھی آنکو پہلے ہی عطا ہوگیا ہو۔

پھر یہی قرأت وکتابت جسکو آپ نہ لازمۂ نبوت سمجھتے ہیں اور نہ انبیاء کی صفت کمال۔ اور جناب امیرؑ کے علوم اکتسابیہ سے شمار کرتے ہیں۔ بعض ائمہؑ کے لئے آپ اسکے موہبتی ہونیکے بھی قائل ہیں جیسا کہ حضرت جواد و حضرت حجۃ علیہما السلام کی بابت تحریر فرمایا ہے۔ پس لازم آیا کہ جناب امیرؑ سے جناب امام جواد و حضرت حجۃ علیہم السلام اس باب میں افضل ہوں کیونکہ یقیناً اکتساب سے موہبت افضل ہے۔ دیکھو تحریر کے

فرمایا ہے کہ بعض انبیاء کا بعض امور سے جاہل رہنا اور دوسرے سے حاصل کرنا ہی فاضل و افضل میں فرق کرنے والا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے "اگر اس اعتقاد سے کہ انبیاء پہلے ہی سے کامل ہوتے ہیں) تو کسی نبی میں فاضل و افضل کا تفرقہ نہ نکل سکیگا" اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ بعض انبیاء مفضولین میں بعض کمالات کا نہ پایا جانا ہی بلحاظ افضلیت انبیاء فاضلین۔ و اوصیاء راجحین ضروری ہے پس فاضلین کے فتوے کے موافق جناب خضرؑ جناب موسیٰؑ سے افضل ٹھیرے۔ کیونکہ وہ بعض علم نہ رکھتے تھے جو حضرت خضرؑ رکھتے تھے اور حضرت موسیٰؑ نے ان سے سیکھا پس حضرت خضرؑ فاضل ہوئے اور حضرت موسیٰؑ مفضول۔ حالانکہ جناب موسیٰؑ انبیاء اولوالعزم سے ہیں۔ اور غیر اولوالعزم کی فضیلت اولوالعزم پر غیر معقول ہے۔ اولوالعزم غیر اولوالعزم سے افضل ہوتا ہے اس اشکال کو فاضلین حل کریں۔ جو الزام ہم پر لگایا جاتا ہے وہ خود ان پر عائد ہوتا ہے۔ کچھ یقینی طور پر فضیلت حضرت ابوطالبؑ کی حضرت امیرؑ پر ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ بقول العوارف حضرتؑ نے ملکہ قرأت و کتابت ان سے سیکھا۔ اور بقول جناب علم الھدیٰ فضیلت حضرت جبرئیل حضرت رسول خداؐ پر کیونکہ انکے نزدیک حضرت نے لکھنا پڑھنا جبرئیل سے سیکھا جس کو اڈیٹر العوارف گوارا نہیں کرتے اور فرماتے ہیں کہ جبرئیل خود اس گھر کے آخذ تھے۔ مگر تعجب ایک اور ہے کہ ادھر تو جناب عمدۃ الافاضل صاحب رسول خداؐ کے لئے جبرئیل کی شاگردی گوارا نہیں کرتے۔ علم الھدیٰ علیہ الرحمہ کے خلاف حکم لگا رہے ہیں۔ جو ایک خطرناک امر ہے۔ ادھر جناب امیرؑ کو جناب ابوطالبؑ کا شاگرد بنا رہے ہیں حالانکہ جبرئیل علیہ السلام حامل وحی و حافظ اسرار الٰہی مظہر اسم الحفیظ خداوندی مقرب ترین ملائک سے ہیں۔ شائد جناب عمدۃ الافاضل کے نزدیک حضرت ابوطالبؑ حضرت جبرئیل اور جناب عمر اللہ فی العالمین امیر الموحدین استاد جبرئیل سے افضل ہیں۔ کچھ پتہ نہیں لگتا کہ اصل اعتقاد فاضلین معارف نبوت میں کیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ دار تحقیقات و تحریرات فاضلین صرف قیاسات پر ہے۔ اور شاید بدہو۔ شائد وہ ہو۔ ممکن ہے ایسا ہو پر مبنی ہے۔ "وان دین اللہ لا یصاب بالقیاس"

عمدۃ الافاضل اڈیٹر العوارف صاحب کی ایک اور عجیب و غریب عبارت وہ فرماتے ہیں "اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ انبیاء و اوصیاء تمام کمالات ظاہری و باطنی سے مکمل ہوتے ہیں تو کسی نبی میں فاضل و افضل کا تفرقہ نہ رہیگا۔ اور ان کا یکساں ہونا لازم آئیگا۔ اور کسی نبی یا امام میں کسی چیز کا اضافہ تسلیم کیا جائے تو دوسرے میں نقص لازم آئیگا۔ حالانکہ ذوات مقدسہ انبیاء و اوصیاء نقائص و معائب سے منزہ و مبرا ہیں"

پھر خود ہی تسلیم کرتے ہیں کہ بعض انبیاء مفضولین میں بعض کمالات نہیں ہوتے اور وہ انبیاء

فاضلین سے اکتساب کرتے ہیں۔ تو بنا بر تحریر عمدۃ الافاضل لازم آیا کہ انبیاء مفضولین نقائص و معائب سے متصف ہوں۔ حالانکہ ذوات مقدسہ انبیاء و اوصیاء نقائص و معائب سے منزہ و مبرا ہیں۔ چند سطروں میں صریح تناقض موجود ہے۔ اور نہ ایک جگہ بلکہ چند مقامات پر۔ اس پر دعوے ہمہ دانی اور کلام ما فہمیدن مشکل است نہ کہ بر ما اعتراض کردن۔ "فاعتبروا یا اولی الالباب"۔ خود فاضلین کی تحریرات اُنکے رد کے لئے کافی ہیں ؎

فاضلین تسلیم کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ بشری حیثیت سے بعض ملکات کا ان میں بالفعل موجود نہ ہونا۔ یا بعض ازمنہ محدود تک نہ پایا جانا کچھ انکے کمال کا منافی نہیں ہے بلکہ بعض احیان میں بعض ملکات کا موجود نہ ہونا اور بوقت ضرورت بطور خارق عادت کے انکا ظاہر ہونا انکی حقیقت کا مثبت ہوجاتا ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ جب اُن کو یہ فضیلت دی ہوئی ہے کہ بطور خرق عادت و اعجاز ان ملکات کا اظہار کر سکتے ہیں اور بعض ائمہ علیہ السلام سے ایسا ہوا بھی ہے۔ تو پھر انکو کسب و اکتساب کی کیا ضرورت ہے۔ اور جناب امیر ہی ایسے قصوروار کیوں ہیں کہ اُن کو اُستاد کی ضرورت پڑی۔ جب ضرورت ہوتی وہ غیر اکتسابی قرأت و کتابت اعجاز کی حیثیت سے ظاہر کر سکتے تھے اگر غور کیا جائے تو یہی اقرار فاضلین انکی تمام تحریرات کی رد کیلئے کافی دلیل ہے اور تمام قیاسات اکتساب کو باطل کرتا ہے۔ جب اُن کو یہ مرتبہ حاصل ہے کہ بلا اکتساب بطور اعجاز وہ چیز ظاہر کر دیں اور عمل میں لے آئیں۔ تو اکتساب کی کیا حاجت رہ گئی۔ اُن کی شان یہ ہے جس کو ایک فاضل بار بار رٹتے ہیں اِذَا شَاؤُا عَلِمُوْا عِلْمًا ؎ جب وہ چاہتے ہیں کہ اُن کو علم حاصل ہو۔ علم دیدیا جاتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو ضرور اکتساب قطعاً باطل ہے۔ کوئی ضرورت اکتساب کی باقی نہیں رہتی۔

ثانیاً جن ائمہ علیہم السلام سے بعض احیان بطور اعجاز ایسے امور بلا اکتساب ظاہر ہوئے ہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ علوم اسی وقت اظہار انکو دیئے گئے پہلے انکے فاقد تھے۔ اور اُن کو نہ جانتے تھے۔ اسواسطے کہ ملکہ کیفیت نفس ایک صفت مغلوبہ غیر محسوسہ ہے۔ ہرگز قابل ادراک و احساس نہیں ہے ہوسکتا ہے کہ ایک شخص بہت سے ملکات رکھتا ہو اور ایک مدت تک ظاہر نہ کرے۔ تو اس صورت میں کسی کو بھی معلوم نہ ہوگا۔ کہ وہ کچھ علوم رکھتا ہے۔ مثلاً ایک شخص ملکہ قرأت و کتابت رکھتا ہے اور اس میں کامل ہے لیکن ایک مدت تک لکھتا پڑھتا نہیں تو جب تک وہ لکھے پڑھیگا نہیں اور لوگ نہ دیکھینگے۔ یہ حکم نہیں لگا سکتے کہ وہ جب تک اُس نے لکھنا پڑھنا ظاہر نہیں کیا ان کا عالم بھی نہ تھا۔ اس واسطے کہ ملکہ کے اثر کا ظاہر ہونا اسکے عدم کی دلیل نہیں ہو سکتا لان عدم الوجدان

دلیل عدم نہیں ہے۔ پس آپ کے پاس اس پر کیا دلیل ہے کہ جن ائمہؑ سے ایک وقت خاص قرأت و کتابت ظاہر ہوئی ہے۔ وہ اسی وقت اُن کو دی گئی تھی پہلے اُسکے عالم نہ تھے۔ ممکن ہے کہ پہلے ہی سے یہ علم بھی رکھتے ہوں لیکن اظہار کی ضرورت نہ پڑی تھی۔ جب ضرورت پڑی ظاہر فرمادیا ہے۔ اور اگر ایسا ہے کہ اثر کا ظاہر نہ ہونا عدم ملکہ پر دلالت کرتا ہے۔ تو قبل بعثت وظہور خارق عادت نبوت خاتم النبیین کا بھی انکار کیجئے۔ کیونکہ چالیس سال تک آنحضرتؐ نے اسکو ظاہر نہیں فرمایا۔ اور جن کمالات کا وجود انبیاء میں ابتدائے خلقت سے آپ تسلیم کررہے ہیں اُنکا بھی انکار کیجئے کیونکہ آپ کے پاس کوئی دلیل اس صورت میں انکے وجود پر نہیں ہے۔ ثالثاً اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ عدم اظہار دلیل عدم ہے تو بیشمار علوم وفنون انبیاء و اوصیاء کا انکار اور نیز اُنکی تکذیب لازم آتی ہے اسلئے کہ بہت سے علوم ایسے تھے جو انہوں نے ظاہر نہیں فرمائے اور وہ اسرار الٰہی انکے سینوں میں مخزون ومکنون رہے۔ جناب امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں: ان ھھنا لعلما جما لو اصبت حملۃ: تحقیق کہ یہاں (یعنی سینے میں) علم تام وکامل ہے۔ کاش کہ میں اُسکے برداشت کرنیوالے اور متحمل ہونے والے پاتا۔ یعنی میں نے ایسے ظرف نہ پائے جو اُسکے متحمل ہوسکیں اسلئے ظاہر نہیں کیا۔ اب یا تو جناب امیرؑ کی تکذیب فرمایئے اور کہیئے کہ نہیں حضرتؑ صرف وہ ہی علوم رکھتے تھے جو ظاہر فرماگئے یا تسلیم کیجئے کہ کسی علم کا ظاہر نہ ہونا یا نہ کرنا اُسکے عدم کی دلیل نہیں ہے۔ یا ایک وقت خاص تک ظاہر نہ کرنا اُسکے فقدان پر دلالت نہیں کرتا۔ اور اسلئے نہیں کہا جاسکتا کہ جو علوم وفنون انبیاءؑ یا اوصیاءؑ نے ظاہر نہیں فرمائے یا ایک وقت خاص تک ظاہر نہیں فرمائے اور بعد میں ظاہر فرمائے وہ ان میں پہلے سے موجود ہی نہ تھے جس وقت اظہار فرمائے اسی وقت دیئے گئے تھے۔ رابعاً یہ کہاں سے اور کس دلیل سے معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ سے جو بعض امور بطور خرق عادت بعض اوقات ظاہر ہوئے وہ آنی الحصول اور آنی الوجود تھے اور اس وقت سے پہلے ولی مطلق ونبی برحق عین حقیقت وحقیقت کمال صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسکے فاقد تھے۔ حالانکہ مقام ختم نبوت وہ مقام عالی وارفع ہے کہ میری اور آپ کی کیا مجال کہ اُس کا احاطہ کرسکیں ملک مقرب بھی اُس کا ادراک نہیں کرسکتا۔ اور خاتم النبیینؐ تمام انواع علوم وطرق تعلیم رکھتے ہیں کہ منجملہ انکے ایک رویائے صادقہ ہے۔ کون اُن کی نسبت حکم لگا سکتا ہے کہ کونسے علوم کس وقت اور کس طریقے سے حاصل ہوئے۔ الا وہ جس کی حضرتؐ نے خود خبر دی ہو اُس سے آگے قدم بڑھانا خلاف تدین ہے۔ پس اگر پیغمبرؐ نے یہ فرمادیا ہے کہ میں قبل بعثت لکھنا پڑھنا نہیں جانتا تھا تو کسی کو اسکے تسلیم کرنے میں عذر نہیں ہوسکتا۔ لیکن قیاسات مخترعہ سے کبھی

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نفی کسی علم خاص کی ثابت نہیں ہوسکتی۔

فاضلین بار بار اس کو کہتے ہیں کہ انبیاء اور انکے اوصیاء کامل بلکہ اکمل ہوتے ہیں چنانچہ جناب عمدۃ الافاضل فرماتے ہیں۔ "بالجملہ تحقیق مقام یہ ہے۔ کہ انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام قبل از بعثت ووصایت بلکہ قبل از ولادت بحیثیت نورانیت خلقت وافاضہ جناب احدیت ان کمالات سے جو باعتبار اپنی نبوت ووصایت خاصہ کے لازمی ہیں مکمل ہوتے ہیں"۔

یہ عبارت بالکل جناب مولانا مولوی سید محسن علی صاحب کے موافق ومؤید بعینہ یہی وہ فرماتے ہیں اور یہی انکا دعوےٰ ہے جس کو نہایت وضاحت کیساتھ جناب عمدۃ الافاضلین تسلیم کر رہے ہیں اور یہی عبارت انکی جسکو وہ اکتساب یا جہالت کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں مگر چونکہ فاضل نے اسکو محسوس کیا ہے اور سمجھ گئے ہیں کہ اس اقرار سے انکے تمام دعاوی بمقابلہ مولوی محسن علی صاحب رود باطل ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا سخن پروری کی غرض اور اپنی ندامت مٹانیکے لئے اس صحیح اور حق عبارت کے بعد ایکدم یہ نکالتے ہیں "لیکن بشری حیثیت سے بعض ملکات کا ان میں بالفعل موجود نہ ہونا یا بعض ازمنۂ محدودہ تک نہ پایا جانا کچھ انکے کمال کا منافی نہیں ہے" ہم نہیں جانتے کہ بشری حیثیت کیا چیز ہے؟ اور کس جانور کا نام؟ اس اقرار کے بعد کہ وہ تمام کمالات سے قبل خلقت اکمل ہوتے ہیں یہ کہنا "لیکن بشری حیثیت سے بعض ملکات ان میں نہیں ہوتے" محض لغو ومہمل وبے معنی ہے جب یہ تسلیم کیا جا رہا ہے کہ ان کمالات سے جو باعتبار اپنی نبوت یا وصایت خاصہ کے لازمی ہیں مکمل ہوتے ہیں۔ تو پھر وہ کونسے کمالات باقی رہ گئے جنکے لئے اکتساب کی ضرورت محسوس آتی اور ان سے بلا اکتساب عن الغیر وہ جاہل قرار پائے کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ قبل از خلقت یہ حضرات جملہ کمالات ضروریہ خاصہ سے مکمل ہوتے ہیں لیکن عالم ظاہری جسمانی اور صورت بشری میں آکر جاہل مطلق بن جاتے ہیں اور محتاج کسب واکتساب ہوتے ہیں اور بشری حیثیت آجاتی ہے اگر ایسا ہے تو خداوند عالم کا انکو قبل از خلقت وہ کمالات عطا کرنا محض لغو وبیفائدہ ٹھہرا۔ کیا فائدہ ہوا ان کمالات کے اولاً عطا کر دینے اور بعد ازاں سلب کر کے محتاج اکتساب قرار دینے سے۔ جب ان میں وہ نورانیت خاصہ اور فیضان خاص الٰہی حصول علوم وکمالات کیلئے موجود ہے جو دوسرے انسانوں میں نہیں ہے۔ تو پھر وہ دوسرے انسانوں کی طرح محتاج اکتساب کیوں ہیں۔ وہی نورانیت وافاضہ جناب احدیت ان ملکات کے حصول میں بھی کیوں کافی نہیں۔؟ کیا یہ صریح تناقض نہیں ہے کہ وہ باعتبار نورانیت تمام علوم کے عالم ہوتے ہیں جو ان کی نبوت وامامت کیلئے ضروری ہیں

اور پھر باعتبار بشریت بعض علوم سے جاہل اور بعض ملکات کے فاقد۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ انسان جاہل بھی ہو اور عالم بھی۔ علاوہ ازیں ہم سب باتوں کو تسلیم کئے لیتے ہیں آپ اس کا مدرک و منشاء بتلایئے کہ کونسی آیت یا حدیث اس پر دال ہے کہ انبیاء و اوصیاء جملہ کمالات ضروریہ سے قبل بعثت بلکہ قبل ولادت مکمل ہوتے ہیں اور بشری حیثیت سے بعض کمالات کے فاقد۔ ورنہ ہم کہینگے "آللّٰہ اذن لکم ام علی اللّٰہ تفترون" سوائے اسکے نہیں ہے کہ یہ قیاسات محضہ ہیں جن کا کوئی مدرک و منشاء نہیں۔ الّا یہ کہ کسی طرح بات رہجائے اور حق و باطل مخلوط:۔

ناظلین اس پر غور فرمائیں اور کتب معارف و آیات بینات فرقان حمید میں نظر کریں تو معلوم ہوگا۔ کہ ہم میں اور ان برگزیدگان خدا میں یہی فرق ہے کہ ہمارے ذرائع تحصیل علوم۔ کان آنکھ اور دل ہیں اور انکے لئے ذریعہ علوم و کمالات روح قدس نورانی پس وہ تمام علوم اسی روحانیت و نورانیت سے حاصل کرتے ہیں نہ کہ انکے علوم اُن اسباب و آلات ظاہریہ پر موقوف۔ چنانچہ ہم مقامات میں ثابت کرچکے ہیں اور آیہ شریفہ مشتمل بر حالات اول خلقت اس پر بالصراحت دال ہے۔ کما قال عزّمن قائلہ الذی احسن کل شیٔ خلقه و بدء خلق الانسان من طین ثم جعل نسله من سلالة من ماء مهین ثم نفخ فیه من روحه وجعل لکم السمع والابصار والافئدة الخ بکمال صراحت اس آیت میں ذریعہ حصول علم حضرت آدم نفخ روح قرار دیا ہے اور ہمارے تحصیل علوم کے اسباب و آلات۔ کان۔ آنکھ۔ دل ہیں:۔

ہاں وہ بشر ضرور ہیں اور بشری حیثیت بھی رکھتے ہیں کھاتے ہیں پیتے ہیں۔ چلتے ہیں۔ پھرتے ہیں۔ سوتے ہیں۔ جاگتے ہیں۔ ہنستے ہیں۔ روتے ہیں۔ خوش ہوتے ہیں۔ غضبناک ہوتے ہیں اور بطریق حلال عورتوں کے پاس جاتے ہیں۔ بول و براز کرتے ہیں۔ یہ لوازمات بشریہ ہیں اور ان میں وہ ہمارے شریک ہیں لیکن حقیقتاً مثل ہمارے نہیں بلکہ ان حیثیات میں بھی ہم میں اور ان میں بہت فرق ہے۔ ملاحظہ ہوں۔ صفات امام و پیغمبر نہ کبھی جنب ہوتے ہیں اور نہ محتلم اور ان کی آنکھیں سوتی اور دل بیدار رہتے ہیں وہ پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتے ہیں جس طرح آگے سے اور زمین انکے بول و براز کے بلع کرنے پر موکل ہے۔ وہ بشر ہیں مگر بشر روحانی و نورانی۔ ہماری بشریت اور انکی بشریت میں بھی ایسا ہی فرق ہے جیسا ہماری حیوانیت اور گھوڑے یا گدھے وغیرھما کی حیوانیت پس ہم حیوان ہیں لیکن نہ مثل گدھے کے ہماری حیوانیت تابع انسانیت و نفس ناطقہ انسانی ہے اور جملہ حرکات حیوانیہ اسکے ماتحت صادر ہوتی ہیں اسی طرح انکی بشریت

تابع روح قدس نبوت و امامت کہ نور محض بلکہ علم محض ہے پس کیا نسبت ہے ہماری بشریت کو اُنکے بشریت سے۔ اور کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ یہ سبب اپنی روحانیت و نورانیت و افاضہ خاصہ الٰہی عالم و کامل ہو کر پھر بشری حیثیت سے جاہل و ناقص بن جائیں" ان ھذا الا اختلاق۔ ملاحظہ ہو مقدمہ اولیہ اور بیان بشریت انبیاء) اور اس نورانیت خاصہ کے تسلیم کر لینے اور معنی جنسیت بشریہ کے سمجھ لینے کے بعد یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ وہ محتاج تحصیل بعض ملکات ہوتے ہیں اگرچہ اپنے ہی سلسلے سے ہو۔ اُن کی روحانیت و نورانیت خاصہ کافی ہے تحصیل علوم و افاضہ فیضان الٰہی کیلئے۔ اور یہ اکتساب ہرگز نہیں کہلاتا کہ پیغمبرؐ نے ایک حرف بولدیا یا اشارہ کر دیا اور ہزارہا ابواب علوم اُسکے وصی کیلئے منکشف ہو گئے جیسا کہ حالات حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام میں اکثر و بیشتر بکہ مرقوم ہے (چنانچہ خاتمہ میں مفصل ذکر کرینگے) کوئی احمق بھی اسکو اکتساب نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ عالم و عارف حالات ائمہ یہ ایک قسم موہبیت ہے علوم اکتسابیہ وہی ہیں جو بدیہیات و اولیات سے بعد نظر و فکر حاصل ہوتے ہیں جن کو بچے بچے جانتے ہیں۔ علاوہ بریں ہم اس کو تسلیم کر لیتے ہیں کہ وصی نبی کو نبی سے کسب و اکتساب مذموم و مقبوح نہیں ہے اور بعض علوم وصی نبی کو بواسطہ نبی پہنچتے ہیں۔ لیکن بحث اکتساب غیر از نبی میں ہے جس کا جناب مفتی صاحب نے دعوے کیا ہے کہ جناب امیرؑ نے ملکہ قرأت و کتابت بنا بر قول اظہر و غیر خدا اور رسول خدا سے اکتساب کیا! و اسی پر اعتراض ہے ورنہ اگر وہ یہ فرماتے کہ جناب امیر کو تمام علوم من اللہ و من الرسول حاصل ہوئے تو کوئی اعتراض ہی نہ تھا۔ ہاں غیر نبی سے نبی یا وصی نبی کا کچھ معلوم کرنا جائے اعتراض و محل ایراد ہے۔

امام میں لوازم بشریہ

جو شخص فرمائشات ائمہ علیہم السلام پر اعتقاد رکھتا ہے وہ غور کرے حضرت امیر المومنینؑ کے اس قول میں جس میں نورانیت و بشریت کا اظہار فرمایا ہے حضرت سلمان فارسی و ابوذر غفاری سے فرما رہے ہیں" اور ہر ایک شے ہماری اطاعت کرتی ہے۔ حتیٰ کہ زمین و آسمان شمس و قمر و سیارے و ستارے۔ جبال و بحار۔ شجر و حجر حیوانات و نباتات۔ جنت و نار" اعطانا اللہ ذالک کلہ بالاسم الاعظم الذی علمنا و خصّنا بہ و مع ھذا کلہ ناکل و نشرب و نمشی فی الاسواق و نعمل ھذہ الاشیاء بامر ربنا و نحن عباد اللہ المکرمون الذین لا یسبقونہ بالقول و ھم بامرہ یعملون۔ و جعلنا معصومین مطہرین و فضلنا علی کثیر من عبادہ المومنین فنحن نقول الحمد للہ الذی ھدانا لھذا و ما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ و حقت کلمۃ العذاب علی الکافرین

اعنی الجاحدین بکل ما اعطانا اللہ من الفضل و الاحسان الخ - یہ کل باتیں اللہ تعالےٰ نے ہمیں اُس اسم اعظم کے ذریعہ سے عطا کی ہیں جو ہمیں سکھایا ہے اور جس کو ہم ہی سے مخصوص کیا ہے اور باوجود ان تمام کمالات و اختصاصات ہم لوازم بشری سے علیحدہ نہیں ہیں ہم کھاتے ہیں پیتے ہیں اور بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں اور امور مذکورہ بالا ہم بامر خدا کرتے ہیں اور ہم ہی خدا کے وہ مکرم و معظم بندے ہیں جو کسی بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ ہم کو اللہ نے معصوم و مطہر بنایا ہے اور اپنے بیشمار مومن بندوں پر فضیلت دی ہے پس ہم کہتے ہیں کہ تمام محامد اسی خدا کیلئے ہیں جس نے ہم کو اسکی ہدایت کی اور اگر وہ ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت پانے والے نہ تھے اور کلمۂ عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ کافرین کے واسطے یعنی اُن لوگوں کے واسطے جو انکار کرتے ہیں ہماری ان تمام فضیلتوں کا جو خدا نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو عطا فرمائی ہیں۔ ان چند ہی فقرات میں حضرتؑ نے شان الوہیت و ربوبیت اور اپنی عبودیت و بشریت سب ہی کو بیان فرمایا ہے۔ سمجھنے کو عقل اور اعتقاد کیلئے ایمان صحیح کی ضرورت ہے یہ روحانیت نورانیت ہے اور یہ بشریت۔ نہ یہ کہ وہ بحیثیت بشریت جاہل و فاقد ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ قول ہر حال میں لغو مہمل اور بے معنی اور متناقض فی نفسہ ہے۔ کہ وہ جملہ کمالات ضروریہ خاصہ سے مکمل ہوتے ہیں باعتبار نورانیت اور جاہل و فاقد بعض کمالات ہوتے ہیں بحیثیت بشری۔ عاقل و عارف و صاحب بصیرت ہرگز یہ فقرہ نہیں کہہ سکتا:-

ہم مقدمات میں تصریح تمام لکھ آئے ہیں اور بشریت کے معنی کی تشریح کردی ہے اور علمائے کاملین و محققین کے اقوال بھی نقل کر دیئے ہیں کہ انہوں نے بشریت سے کیا سمجھا ہے بلاشبہ اُنکی بشریت یہی ہے۔ کہ وہ صورت بشری میں ہوتے ہیں ورنہ فی الحقیقت وہ جملہ اوصاف و قابلیات و استعدادات میں عام انسانوں سے متباین ہوتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ان میں بشریت کے آثار قطعاً مفقود ہوتے ہیں لیکن اسکے یہ معنی نہیں کہ وہ باوجود عالم ہونے کے بشری حیثیت سے جاہل بن جاتے ہیں اور پھر انہیں حواس ظاہریہ سے تحصیل علوم کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کی جسمانیت بھی آپکی روحانیت سے بدرجہا افضل ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے اور اسی وجہ سے یہ تمام خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں کہ آپ ان بزرگواروں کو بشریت عامہ کے فوق کوئی درجہ نہیں دیتے اور بالکل اپنا ہی جیسا انسان سمجھتے ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ ان کو بعض باتیں نورانی طور پر معلوم ہو جاتی ہیں۔ ورنہ وہ ہماری طرح حواس ظاہریہ سے تحصیل کرتے ہیں اور رفتہ رفتہ علم میں ترقی کر جاتے ہیں اور اسی طرح نفوس ناقصہ رکھتے ہیں اور وہ

شدہ شدہ کامل بن جاتے ہیں اگر امام یا نبی کی ادنیٰ معرفت بھی حاصل ہوتی اور اُن کی روحانیتؐ نورانیت سے واقف ہوتے اور تحت خالق وفوق مخلوق کوئی ہستی سمجھتے تو ایسے تخیلات و توہمات سے آج اُنکی نبوتؐ امامت کو اس طرح نشانہ تیر جہالت نہ بناتے اور اس طرح اُن کی شان نہ مٹاتے اور فطری طور پر انہیں کمل تسلیم کرنیکے بعد محض نافہمی کی بنا پر انہیں بشریت کی حیثیت سے جاہل اور محتاج تعلیم بحوالہ ظاہر یہ نہ لکھتے ان قیاسات کو چھوڑ کر خود انہی معاون علوم کی اقوال میں تدبر فرماتے "فان دین اللہ لایصاب بالقیاس"

آیہ ماکنت تتلوا وغیرہ سے استدلال

ناظرین غور فرمائیں کہ فاضلین کے مضامین جن میں شبہات یا اعتراضات کیطرف اشارہ ہے اور جو دلائل انہوں نے اپنے مدعا پر ذکر کی ہیں ان سب کا جواب رد اس میں آچکا ہے صرف اہم استدلالات اُنکے آیہ کریمہ۔ "وما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون" اور آیہ شریفہ "ماکنت تدری ما الکتاب ولا الایمان" ہے۔ لیکن ادنیٰ تامل و تدبر سے ناظر بصیر پر واضح ہو جاتا ہے کہ ان آیات میں سے کوئی بھی در اصل انکے مدعا کی مثبت نہیں۔ آیہ اولیٰ کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ اے پیغمبر اس سے پہلے نہ تو کسی کتاب کو پڑھتا تھا اور نہ تو اس کو اپنے ہاتھ سے لکھتا تھا (یا لکھتا ہے) اگر ایسا ہوتا تو مبطلین اس میں شک کرتے۔" یعنی اگر ایسا ہوتا کہ تو حسب عادت خلق پہلے سے کوئی کتاب پڑھتا یا اس کو خود لکھتا۔ تو ان کو شک کا موقع مل جاتا اور کہہ سکتے کہ پہلی کتب سے لکھ پڑھکر قرآن جمع کر لیا ہے۔ آیت کا مضمون بالکل صاف و صحیح ہے کہ قرآن ایسا نہیں ہے جس کو تو نے دوسری کتب سے پڑھکر جمع کر لیا ہو اور اپنے آپ اپنی طرف سے لکھ لیا اگر ایسا ہوتا تو حجت ان پر تمام نہ ہوتی اور ان کو شک کرنیکا کافی موقع مل جاتا اور وہ کہہ سکتے کہ یہ قرآن منزل من اللہ نہیں ہے۔ خود پیغمبر نے دوسری کتب سے جمع کر لیا ہے اور خود لکھ لیا ہے۔ اس آیت میں اس سے کوئی بحث نہیں ہے کہ اے پیغمبر تو قبل بعثت لکھنا پڑھنا نہیں جانتا تھا اور تو لکھنے پڑھنے پر قادر نہ تھا اور ملکہ قرأت و کتابت نہ رکھتا تھا اور اس پر قادر نہ تھا کہ کوئی تحریر لکھ پڑھ سکے۔ یہاں صرف نفی فعلیت کو دکھلایا گیا ہے کہ پیغمبر نے ایسا نہیں کیا کہ کتب سے پڑھکر مضامین جمع کر لئے ہوں اور خود لکھ لیا ہو۔ اور نفی فعلیت حسب قواعد مسلمہ عقلائی دو طرح پر ہو سکتی ہے۔ ایک اس طرح پر کہ پڑھنا لکھنا ہی نہ جانتا ہو اور اس میں یہ ملکہ ہی نہ ہو کہ کسی تحریر کو پڑھ سکے یا لکھ سکے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ جس میں ملکہ قرأت و کتابت نہ ہو تو بطریق معروف قرأت و کتابت نہیں کر سکتا۔ دوسرے اس طرح پر کہ اس میں ملکہ قرأت و کتابت ہو اور وہ لکھ پڑھ سکتا ہو لیکن کسی مصلحت سے یا کسی حکم سے وہ ایسا نہیں کرتا پس ہو سکتا ہے کہ پیغمبر ملکہ قرأت و کتابت رکھتے ہوں جس طرح

سے اور علوم کے عالم اور صاحب نبوت مطلقہ تھے لیکن من جانب اللہ اس مصلحت کی وجہ سے مامور ہوں کہ قرأت وکتابت ظاہر نہ فرمائیں۔ کہ ایسا کرنیسے مشرکین کو شک کا موقع مل جائیگا جیسا کہ محققین نے اسکی تصریح کی ہے جس کو ہم آیندہ لکھینگے۔ پس جب نفی فعلیت کتابت وقرأت دونو طرح ممکن ہے اس طرح کہ جانتا ہی نہ ہو اور اس طرح بھی کہ جانتا ہو۔ مگر کسی مصلحت سے نہ کرے یا نہ کرنے پر مامور ہو۔ اور شان خاتم النبیین کے یہی مناسب ہے۔ کہ جس طرح اور علوم وفنون وکمالات انکو پہلے سے حاصل تھے اور انکو ظاہر نہیں فرماتے تھے اور کوئی شخص واقف نہ تھا اسی طرح یہ علم بھی رکھتے تھے اور صاحب ملکہ قرأت وکتابت تھے لیکن ظاہر نہ فرماتے تھے اور اس پر مامور تھے۔ من جانب اللہ اور مصلحت ظاہر ہی ہے کہ ظاہر کرنیسے مشرکین ومخالفین کو شک کا موقع ملتا تھا۔

چنانچہ بعض مفسرین نے یہی لکھا ہے۔ اور **ابو السعود** اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔
ما کنت تتلوا الخ اى ما کنت قادرا على ان تخطه بيمينك حيثما هو المعتاد او ما كانت عادتك ان تتلوه ولا ان تخطه ۔ یعنی تو اس پر قادر نہ تھا کہ لکھے جیسا کہ عادت عوام الناس ہے کہ جس نے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا وہ لکھ پڑھ نہیں سکتا۔ یا تیری عادت نہ تھی اور تو پڑھا نہ کرتا تھا اور نہ لکھتا تھا یعنی قادر تھا مگر ایسا کرتا نہ تھا کہ لکھے یا پڑھے۔ لہذا معلوم ہوا کہ اہل سنت کے نزدیک بھی یہ مسلم نہیں ہے کہ یہ آیت نفی علم قرأت وکتابت پر دال ہے بلکہ نفی فعلیت پر دال ہے اور اعم ہے خواہ نفی علم سے ہو یا نفی عادت اور نہ کرنے سے۔ پس یہ بالکل غلط ہے کہ آیت قطعی طور پر نفی ملکہ قرأت وکتابت پر دال ہے بنا بریں فاضلین کی مؤید آیت نہ ہوگی بلکہ قول جناب سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کہ صرف انہوں ہی نے اس آیت سے اس پر استدلال کیا ہے اور انہی کے قول کو علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں نقل کیا ہے اور اپنے عقیدے کو صراحتہ ظاہر نہیں کیا ہے کہ کیا ہے اور اسی کو جناب علامہ مجلسی نے ششم بحار میں اور دیگر مقامات پر نقل کیا ہے لیکن اپنے اعتقاد کی تصریح فرمادی جیسا کہ مذکور ہوگا اور جناب سید مرتضیٰ علم الہدیٰ اعلے اللہ مقامہ کا قول چونکہ مستند ومؤید بقول پیغمبر یا امام نہیں اسلئے ہمارے لئے مقام احتجاج میں ہرگز سند نہیں ہو سکتا۔

اور یہ رائے انکی غالباً اسی بنا پر ہے کہ انکا خیال یہ ہوگیا ہے کہ پیغمبر لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے اور یہ خیال انکا اس بنا پر ہے کہ انکے نزدیک اگر پیغمبر لکھنا پڑھنا جانتے ہوں تو مبطلین کو شک کا موقع مل جاتا ہے۔ لہذا انہوں نے نفی فعلیت کی دو صورتوں میں سے اپنے مقصد ومدعا کے موافق صرف ایک صورت کو اختیار کیا کہ پیغمبر لکھنا پڑھنا جانتے ہی نہ تھے اور اسلئے انہوں نے آیت کا ترجمہ

موافق اعتقاد خود اس طرح کیا۔ کہ اے پیغمبر نہ تو پڑھ سکتا تھا۔ اور نہ لکھ سکتا تھا۔ اور جب یہ کہ انکا ذاتی خیال اور ذاتی اعتقاد ہے۔ تو مقام بحث واحتجاج میں کیونکر دوسرے کیلئے سند ہو سکتا ہے۔ یہ انکا قول ہے ان کی رائے ہے ہوا کرے ہم تسلیم نہیں کرتے اور نہیں مانتے جبکہ ہمارے نزدیک نہیں بلکہ جملہ محققین کے نزدیک آیت کے معنی دوسری صورت سے اس طرح صحیح ہو سکتے ہیں۔ کہ شان پیغمبری پر کوئی دھبہ نہ آئے اور وہ یہ کہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے لیکن ایسا کرتے نہ تھے اور ایسا نہ کرنے پر مصلحۃً من جانب اللہ مامور تھے:۔

اور جناب سید علیہ الرحمہ کا یہ فرمانا کہ اگر پیغمبر میں ملکہ قرأت وکتابت موجود ہوتا مبطلین کو شک کا موقع مل جاتا خواہ پیغمبر اسکو ظاہر فرماتے یا نہ فرماتے کسی طرح صحیح نہیں ہے اس پر چند ایراد وارد ہوتے ہیں :۔ اولاً یہ استدلال جناب سید علیہ الرحمہ کا جس کو جناب عمدۃ الافاضل نے پیش کیا ہے اُس وقت درست ہو سکتا ہے کہ کفار ومشرکین عرب عالم الغیب ہوں کیونکہ حضرت کے ملکہ قرأت وکتابت کا علم جو ایک کیفیت نفسانی اور صفت باطنی ہے دوسروں کو تین ہی طریقے سے ہو سکتا ہے۔ یا تو اس شخص کو کسی سے یہ ملکہ تحصیل کرتے اور سیکھتے ہوئے دیکھا جائے۔ یا خود اس کو لکھتے پڑھتے دیکھا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ فلاں شخص میں یہ ملکہ موجود ہے۔ یا وہ عالم الغیب اور بذریعہ علم غیب اُسکے باطن کا حال معلوم کرلیں کہ فلاں شخص میں فلاں علم موجود ہے۔ پہلی دونوں صورتیں یقیناً یہاں مفقود ہیں کیونکہ نہ تو کفار ومشرکین نے آنحضرتؐ کو کسی کے پاس لکھتے پڑھتے دیکھا تھا اور نہ خود حضرت کو قرأت وکتابت فرماتے دیکھا پھر اُن کو کس طرح علم ہو سکتا ہے کہ حضرتؐ میں فلاں علم وفلاں ملکہ موجود ہے سوائے اسکے کہ وہ عالم الغیب ہوں اور بذریعہ غیب دانی معلوم کرلیں کہ حضرتؐ میں ملکہ قرأت وکتابت موجود ہے۔ اور بنا برین وہ قرآن کے کلام الٰہی ہونے سے اور پیغمبرؐ کی صداقت میں شک کریں اور کہہ سکیں کہ یہ کتاب منزل من اللہ نہیں ہے خود پیغمبر نے لکھ لی ہے۔ اور دوسری کتب سے پڑھ کر جمع کر لی ہے پس اس صورت میں بخیال اڈیٹر صاحب العوارف آیہ کا یہ مطلب ہوگا کہ خدا فرماتا ہے۔ کہ اے محمدؐ اگر تم قبل البعثت ملکہ قرأت وکتابت رکھتے ہوتے تو مبطلین بہ سبب علم غیب تمہارے باطن پر مطلع ہو کر اسکو معلوم کر لیتے۔ اور اب جو تم بعدِ بعثت تلاوتِ قرآن کرتے ہوتے کہتے کہ تم نے دوسری کتب سے جمع کر لیا ہے :۔

تعجب ہے کہ مبطلین اسلام کفار ومشرکین آنحضرتؐ کے مقامات نفسانیہ باطنیہ یعنی ملکہ قرأت وکتابت پر جو ایک غیر محسوس شے ہے واقف ہو جاتے۔ مگر اس جنابؐ کے مرتبہ نبوت پر جو ابتدائے عالم سے انہیں حاصل تھا مطلع نہ ہوتے۔ حالانکہ علم قرأت وکتابت بمقابلہ کمالات نبوت مطلقہ کلیہ کوئی

شے نہیں اور قطرہ و دریا کی بھی نسبت نہیں۔ بلکہ دریائے ناپیدا کنار کمالات نبوت کے مقابلہ میں علم
قرأت و کتابت ایک قطرہ کی مثال ہے کس طرح سے مشرکین و کفار قرأت و کتابت کے ذرہ ناچیز سے
مطلع ہو گئے اور نبوت کے دریائے بے پایاں سے آگاہ نہ ہوئے۔ شاید اسی ایراد کے وارد ہونیکے
خیال سے جناب ممتاز الافاضل صاحب نے فرمایا ہے اور قبل بعثت آنحضرتؐ سے نبوت بلکہ ایمان کی بھی نفی فرما
دی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"رابعاً اگر یہی دعوےٰ ہے (یعنی کہ آنحضرتؐ قبل بعثت لکھنا پڑھنا جانتے تھے یا عالم تھے)
تو آیہ ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان کے کیلئے کوئی معنی نہیں ہو سکتے" کیونکہ انکے نزدیک
اور انکی قرارداد کے موافق آیہ مجیدہ کا ترجمہ یہ ہوا۔ کہ محمدؐ تو قبل بعثت تا عمر چہل سال نہ جانتا تھا کہ کتاب
کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا شے ہے یعنی نہ عالم تھا یا نہ لکھنا پڑھنا جانتا تھا اور نہ مومن تھا بلکہ ایمان
سے واقف بھی نہ تھا کہ ایمان کیا شے ہے۔ جناب ممتاز الافاضل صاحب یہی وہ عجیب و غریب استدلال ہے
جس نے نہ صرف اہل پنجاب بلکہ جملہ اہل ایمان کے دلوں کو خون کر دیا۔ سید المرسلین و خاتم النبیینؐ کو دولت
ایمان سے چالیس سال محض بے بہرہ رکھنا اور انکو بے ایمان کہنا شاید ممتاز الافاضل یا انکے ہم خیالوں کے
نزدیک معمولی بات ہو کیونکہ نبی کو آپ ہی جیسا ایک انسان جانتے ہیں لیکن وہ مومنین و عارفین جو نور ایمان
دلوں میں رکھتے ہیں اور مقامات نبوت مطلقہ و ختم نبوت کو منتہائے ترقی نبوت و اقصائے ترقی ممکنات
جانتے ہیں۔ کہ ذات پاک حبیب خدا اول مخلوق و مصنوع۔ اصل ایمان۔ و عین ایمان و مرکز ایمان و منبع ایمان
ہے ہر ایک مخلوق اسی کے تعلیم سے ایمان لایا ہے اگر یہ وجود پاک نہ ہوتا تو ملائکہ بھی نہ جانتے کہ کس طرح
خدا کی تسبیح و تقدیس و تہلیل و تمجید کیجائے۔ پس وہ مجسمۂ ایمان و ایقان ہے اور وہ ہی وارائے روح اعظم
نبوتی ہے جو نفس حقیقۃ نوریہ علمیہ یقین ایمان و اسلام ہے۔ انکے نزدیک کیونکہ ممکن ہو سکتا ہے کہ ذات
اقدس نبوی چالیس سال ایمان سے بے بہرہ رہے اور مثل دیگر عوام الناس کے گمراہ و کافر (نعوذ باللہ
من ذالک) اس تحریر اور استدلال و اس بیان سے مومنین کو جو کچھ صدمہ و ملال کہ پہنچے وہ کم
ہے اور وہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ حضرات اپنی عزت و وجاہت کے مقابلہ میں نبی و امام کی کچھ وقعت نہیں
رکھتے اور انکی توہین و تذلیل کی کچھ پروا نہیں کرتے اور اسلئے وہ مطعون نہ ہونگے اگر وہ ایسے اشخاص
کو کچھ کہدیں۔ کیونکہ مقابلہ ذات پاک محمدی اور ایک ادنیٰ امتی کا ہے خواہ وہ کیسا ہی عالم کیوں نہ ہو
اسلئے قابل لعن و طعن وہ شخص نہ ہوگا۔ جو ایسے حضرات کو کچھ کہے بلکہ وہ ہوگا جو آنحضرتؐ کی کھلم کھلا
توہین و تذلیل کرتا ہے۔ کیسے افسوس کا مقام ہے کہ آنحضرت صلعم کو چالیس سال تک بے ایمان جاننے والا اور انکو

جاہل کہنے والا مستحق عتاب ہو بلکہ آنحضرتؐ سے اعتراضات کو دفع کرنیوالا اور ان حضرات کے اقوال کو رد کرنیوالا مستوجب لعن وطعن وعقاب وعتاب ٹھیرے اور اُس کو کہا جائے کہ وہ علماء کی توہین کرتا ہے اور علماء کی توہین حضرات معصومینؑ کی توہین ہے اور انکی توہین کرنیوالا کافر لیکن کھلم کھلا حضرت خاتم نبوتؐ کی توہین کرنیوالا اور ائمہؑ کو گنہگار قرار دینے والا۔ عالم فاضل متدین متشرع مستحق ہزار آفرین وتحسین ہے اسلئے یہاں کہا جا سکتا ہے کہ ایسا جاننے والے علماء کو حضرات معصومینؑ سے کہیں افضل جانتے ہیں اور علماء کے مقابلہ میں انکی ذرا بھی پروا نہیں کرتے۔

ممتاز الافاضل صاحب یہ استدلال وہ استدلال ہے جس سے مومن کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دل سینے میں تڑپنے لگتے ہیں اور جگر خون ہو جاتے ہیں اور جب خیال کرتا ہے تو خون کے آنسو روتا ہے۔ صدر اسلام سے آجتک کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں ہوا کہ آنحضرتؐ چالیس سال دولت ایمان سے بے بہرہ تھے۔ سوائے تین شخصوں۔ **سدی وکلبی ومجاہد** کے جنکا ذکر امام رازی نے اپنی تفسیر میں کیا ہے اور کہا ہے۔ فاعلم ان بعض الناس ذھب انہ کان کافراً فی اول الامر ثم ھداہ اللہ وجعلہ نبیاً۔ قال الکلبی وجدک ضالاً یعنی کافراً فی قوم ضال فھداک للتوحید وقال السدی کان علی دین قومہ اربعین سنۃ وقال مجاھد وجدک ضالاً من الھدی فھداک لدینہ احتجوا علی ذالک بآیات اخر منھا قولہ ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان۔ غرض ان تین شخصوں۔ کلبی۔ سدی اور مجاہد کے سوا اور کوئی اس عقیدۂ باطلہ کا قائل نہیں۔ بعد مدت مدید جناب ممتاز الافاضل انکے ہم خیال پیدا ہوئے۔ پھر انکے مؤید جناب علامہ کنتوری جنہوں نے اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ تحریر فرمایا ہے جیسا کہ انکی تحریرات میں ذکر آئیگا اور اس آیت پر بھی پوری بحث دوسرے ہی مقام پر کیجائیگی۔ یہاں صرف اتنا ہی کہنا کافی سمجھتے ہیں کہ یہاں یہ آیت بھی جناب فاضلین کی تائید نہیں کرتی۔ کیونکہ اگر آیہ مجیدہ میں کتاب سے مراد کتابت لی جائے۔ علاوہ اسکے کتابت کا مقابلہ ایمان سے محض بے معنی اور لغو ہے۔ جناب ممتاز الافاضل کا وہ استدلال باطل ٹھیرتا ہے جس میں انہوں نے جناب مولوی محسن علی صاحب پر اعتراض کرتے ہوئے اور ان کے استدلال کو باطل ٹھیراتے ہوئے فرمایا ہے کہ مدلول آیہ مجیدہ آتانی الکتاب کا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اس وقت انجیل کا علم رکھتے تھے اسکو قرأت وکتابت سے کیا تعلق ہے اور اگر کتاب سے مراد جناب معترض کی علم کتاب ہے تو نفی قرأت وکتابت پر اس سے استدلال غیر معقول بلکہ یہ کہ کہا جائے کہ جناب ممتاز الافاضل نے اس آیت سے نفی مطلق علم خاتم النبیین پر استدلال کیا ہے اور مطلب

یہ ہے کہ آنحضرتؐ قبل بعثت جاہل مطلق تھے کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور ایمان سے بھی واقف نہیں تھے۔ اور اس سے ضمناً یہ ثابت ہوا کہ علم قرأت وکتابت بھی نہ رکھتے تھے۔ عام کی نفی میں خاص داخل ہے اور مطلق کے منتفی ہونے سے مقید خود منفی ہو جاتا ہے پس اگر یہی اعتقاد ہے تو پھر قرأت وکتابت کی بحث ہی فضول ہے۔ کیونکہ جب پیغمبرؐ چالیس سال تک جاہل محض اور ایمان سے بے بہرہ ٹھہرے۔ تو انکے لئے اثبات علم قرأت وکتابت کیا معنی اور اس سے کیا فائدہ ایک جاہل مطلق (معاذ اللہ) لکھنا پڑھنا جانتا بھی ہو تو کونسی فضیلت ہے۔ کیوں حضرات یہی مقام ہیں جن کی وجہ سے اہل پنجاب پر اعتراضات ولعن طعن کی بھرمار و بوچھاڑ ہو رہی ہے کہ وہ آنحضرتؐ کو جاہل حبّ ایمان تسلیم نہیں کرتے۔ اور جناب ممتاز الافاضل کے اس استدلال کو نہیں مانتے۔ اگر حمایت اسلام و بانی اسلام ہی موجب توہین وتذلیل و زجر و توبیخ ہے۔ تو یہ توہین ہر ایک مومن کو مبارک ہو۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

بہر حال آیہ مجیدہ کسی طرح اُنکے دعوے کی مؤید نہیں ہے۔ اور آیہ مذکورۃ الصدر ماتتلوا من قبلہ الخ کی بابت عرض کر چکے ہیں کہ وہ قطعی طور پر اس پر دلالت نہیں کرتی کہ حضرتؐ قبل بعثت قرأت وکتابت سے ناواقف تھے۔ اور نفی ریب اظہار قرأت وکتابت پر موقوف ہے نہ ملکہ قرأت وکتابت پر الا اینکہ مبطلین اسلام کے عالم الغیب ہونیکے قائل ہوں ورنہ ملکہ ایک صفت باطنیہ ہے اُسکی مشرکین وکفار کو کیا خبر ہو سکتی ہے۔ اور اس واسطے جناب علم الهدیٰؒ یا علامہ طبرسیؒ کا استدراک صحیح نہیں اور جب اُنکا مدرک درست نہیں ہے اور مؤید و مستند باحادیث نبوی واہلبیت علیہم السلام نہیں تو آپ کا اس سے استدلال لاتا بناءا لفاسد علی الفاسد ہوگا۔ اور اسلئے باطل محض ہوگا۔ نفی فعلیت قرأت وکتابت نفی مطلق ملکہ قرأت وکتابت کو مستلزم نہیں۔ خدا فعلیت کی نفی فرماتا ہے نہ کہ ملکہ یا استعداد کی۔ اگر کسی اور شخص کی بابت بھی یہ کہا جائے کہ ماکنت تقرء من قبل۔ تو پہلے پڑھا نہ کرتا تھا۔ تو اسکے ہرگز یہ معنی نہیں کہ اس شخص میں پڑھنے کی قوت ہی نہ تھی اور وہ اس پر قادر ہی نہ تھا۔ یا اگر یوں کہا جائے۔ ماکنت تزنی۔ ماکنت تشرب الخمر۔ تو پہلے زنا نہ کرتا تھا۔ یا تو پہلے شراب نہ پیتا تھا۔ تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ تو پہلے زنا یا شراب پینے پر قادر ہی نہ تھا اور کر ہی نہ سکتا۔ یا پی ہی نہ سکتا تھا۔ ممکن ہے کہ اس میں اس کی قدرت ہو اور نہ کرتا ہو اور ممکن ہے کہ پیغمبرؐ میں ملکہ قرأت وکتابت ہو اور اسکو ظاہر نہ فرماتے ہوں اور یقیناً ایسا ہی تھا

عالم تھے مگر عدم اظہار پر مامور تھے اور ایک چیز کے اثر کا ظاہر نہ ہونا اسکے عدم کی دلیل نہیں اور اگر ایسا ہے کہ کسی شے کا ظاہر نہ ہونا اُسکے نہ ہونے کی دلیل ہے۔ تو مناسب ہے کہ قبل اظہار نبوت خاتم النبیین کا انکار کر دیا جائے۔ صاف کہ دیجیئے کہ پیغمبرؐ قبل بعثت نبی نہ تھے۔ ثانیاً دوسری آیت اس دعوی کی نفی کرتی ہے۔ چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے۔ قل لو شاء اللہ ما تلوتہ علیکم و ما ادرٰکم بہ فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون "یعنی کہدو اے پیغمبر کہ اگر خدا چاہتا تو میں اس قرآن کو تم پر تلاوت نہ کرتا اور تم کو اس قرآن سے آگاہ نہ کرتا تحقیق کہ اس سے پہلے میں ایک مدت تک تم میں رہا ہوں۔ پس تم کیوں عقل سے کام نہیں لیتے۔ مطلب صاف ہے کہ اب میں خدا ہی کے حکم سے تم کو دعوت دے رہا ہوں اور قرآن تم پر تلاوت کر رہا ہوں اگر خدا نہ چاہتا تو میں اب بھی تلاوت نہ کرتا جس طرح کہ ایک عمر تک تم میں رہا اور کچھ ظاہر نہ کیا اور قرآن کو تلاوت نہ کیا۔ حالانکہ میں عالم قرآن تھا اور تلاوت کر سکتا تھا۔ لیکن خدا کا حکم نہ تھا اسلئے پہلے تلاوت نہ کیا اب حکم خدا ہو گیا اب تلاوت کر رہا ہوں۔ پس جو کچھ کہ میں کر رہا ہوں بحکم خدا ہی ہے:۔

یہاں آنحضرتؐ نے تلاوت خاص یعنی تلاوت علی الناس کو مشیت ایزدی پر معلق فرمایا ہے اور تلاوت خاص ہی کی نفی فرمائی ہے اور مسلم ہے کہ نفی خاص سے عام کی نفی نہیں ہوتی بلکہ بالعکس ہے۔ پس آیہ مجیدہ ما کنت تتلوا الخ میں نفی خاص سے نفی مطلق ملکہ قرأت و کتابت ہرگز لازم نہیں آتی۔ پس جس طرح حضرتؐ قبل بعثت تلاوت فرما سکتے تھے۔ مگر لوگوں پر تلاوت نہ فرماتے تھے اسی طرح حضورؐ ملکہ قرأت خط و کتابت رکھتے تھے مگر ظاہر نہ کرتے تھے اور عدم ظہور اثر نفی ما بہ الاثر کو مستلزم نہیں:۔

ثالثاً۔ اگر مقصود اس استدراک سے کہ قبل نزول قرآن حضرتؐ ملکہ قرأت و کتابت نہ رکھتے تھے۔ نفی مطلق قرأت و کتابت بایں معنی کہ آپ بالکل پڑھنا ہی نہیں جانتے تھے خواہ کتاب دیکھکر یا بلا دیکھے قرأت عنوان۔ تو یہ قول پہلے ہی ہم رد کر چکے ہیں اور اگر مقصود یہ ہے کہ کتاب دیکھکر خطوط و نقوش کو نہ پڑھ سکتے تھے اور بعد نزول [illegible] یہ ملکہ آپ کو حاصل ہو گیا تو یہ استدلال اقتوں میں صحیح و ممکن ہو سکتا ہے۔ جبکہ آپ اس بات کے قائل ہوں کہ قرآن لکھا لکھا نازل ہوا ہے۔ اور حضرت اس لکھے ہوئے کو تلاوت فرماتے تھے۔ یا غیر مکتوب نازل ہوا تھا لیکن حضرت خود اپنے ہاتھ سے لکھتے جاتے تھے اور تلاوت فرماتے تھے۔ ورنہ قرآن کے نازل ہونے ہی

آپ کا قرآت وکتابت خطوط و نقوش کا عالم ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا ہے نفس بعثت اس امر کی دلیل نہیں ہے۔ کہ حضرت مبعوث برسالت ہوتے ہی عالم علم قرآت وکتابت ہو گئے جبکہ آپ کے نزدیک قرآت وکتابت ایسی چیز نہیں ہے جس پر تبلیغ موقوف ہو جبتک کوئی دلیل خارجی اس پر قایم نہ کریں اور دلائل جو پیش کی گئی ہیں وہ قطعاً قابل توجہ نہیں اور دراصل وہ اثبات مدعا کی دلائل ہی نہیں ہیں اور انکو اس دعوے سے کچھ تعلق ہی نہیں۔ کما بیناہ مرارا اگرچہ عقلاء و صاحبان بصیرت اس امکان کو بھی تسلیم نہیں کرتے کیونکہ جب حضرتؐ کو قبل بعثت نبوت مطلقہ و ولایت مطلقہ جو اجل و اشرف مقامات ممکن الوجود سے بلکہ منتہائے کمالات ممکنات ہے حاصل تھی اور کسی صلحت کی وجہ سے آپ نے ایک مدت تک اس کا اظہار نہ فرمایا تو اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ مثل دیگر کمالات یہ کمال بھی حضرت میں پہلے ہی سے موجود ہو اور بوجہ مصلحت ظاہر نہ فرماتے ہوں۔ بلکہ ضرور ایسا ہی تھا اور یہی شان خاتم النبیین کے شایاں ہے۔ رابعاً آپ کا یہ فرمانا کہ نفی ریب۔ نفی ملکہ قرآت وکتابت سے ہوتی ہے مجروح و مقدوح ہے جیسا کہ عرض کیا گیا اور نیز اس لئے کہ مبطلین اسلام مشرکین مکہ خدا اور رسولؐ کے تصدیق کرنے والے نہ تھے۔ جو خدا کے کہنے پر کہ ہمارا رسول قرآت وکتابت نہیں جانتا فوراً تصدیق کر لیتے اور انکا شک رفع ہو جاتا اور قائل ہو جاتے کہ بیشک رسول لکھنا پڑھنا نہیں جانتا اور یہ کتاب دوسری کتب سے ماخوذ نہیں ہے۔ پس محققین کے نزدیک آیہ مجیدہ کسی طرح اس امر پر دلالت نہیں کرتی کہ آنحضرتؐ کو قبل بعثت ملکہ قرآت وکتابت نہ تھا۔ یا مطلقاً ہر زمانے میں اس ملکہ کے فاقد تھے۔ ہاں۔ چند وجہ سے آیہ مذکورہ اس پر دال ہے کہ حضرت نے لکھنا پڑھنا کسی سے سیکھا نہیں۔

اولاً یہ مسلمات عقلاء سے ہے کہ اپنے مقابل و مخاصم کو الزام دینے اور اسکو خاموش و ساکت کرنیکے لئے اسکے مسلمات سے استدلال لاتے ہیں اور انہیں امور سے ساکت کرتے ہیں۔ جن کو وہ تسلیم کرتا ہے اور محسوس و مشاہد شے پیش کرتے ہیں۔ تاکہ اس کو انکار کا موقع نہ ملے اور کوئی حجت باقی نہ رہے اب دیکھنا یہ ہے کہ منکرین و مبطلین کس بات کو حضرتؐ کی نسبت تسلیم کئے ہوئے تھے۔ یہ کہ حضرتؐ نے کسی سے سیکھا نہیں یا یہ کہ حضرتؐ میں ملکہ قرآت وکتابت موجود ہی نہیں اور کونسی شے یقینی و مشاہد ہے۔ یقیناً انکے نزدیک یہ مسلم تھا کہ حضرتؐ نے لکھنا پڑھنا کسی سے سیکھا نہیں۔ کیونکہ ابتدائے عمر سے وہ حضرتؐ کے حالات سے واقف تھے۔ انہی میں نشوونما پائی تھی۔ انہوں نے حضرتؐ کو کسی سے لکھتے پڑھتے نہ دیکھا تھا:۔

پس موافق قواعد و اصول مناظرہ اسی سے استدلال بھی لاتا ہوگا کہ حضرتؐ نے کسی سے سیکھا نہیں اور اس لئے آیت کا مفہوم یہی ہوگا۔ دوم۔ منکرین اسلام کی حجت اور دعوے یہ تھا کہ وہ کہتے تھے کہ (اساطیر الاولین اکتتبھا) وہ ہی پہلوں کے قصے ہیں جن کو اس نے جمع کر لیا ہے لہٰذا اسکی نفی کی ضرورت تھی کہ یہ ظاہر کیا جائے کہ ایسا نہیں ہے اور پیغمبرؐ نے کسی کتاب سے نہیں پڑھا ہے۔ اور نہ خود لکھا ہے اور اس طرح سے انکا شبک دفع ہو جائیگا اور اعتراض کا واقعی موقع نہ رہیگا کیونکہ لکھنا پڑھنا دو ہی طرح سے ہو سکتا ہے یا تو کسی سے سیکھے یا خدا موھبتہ و فطرۃً عطا فرمائے اور یہ انکے نزدیک مسلم ہے کہ کسی سے سیکھا نہیں۔ کیونکہ وہ حضرتؐ کے حالات سے واقف ہیں لہٰذا قہراً و جبراً ماننا پڑیگا۔ کہ ایسے معارف کا بیان کرنا اور ایسے عجیب غریب قصص و آثار کا نقل کرنا جنکے مثل و نظیر کے لانے سے عقول عقلاء قاصر ہیں اور طاقت بشری سے خارج۔ محض موھبت الٰہی ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اس بات کی نفی کی جائے کہ پیغمبرؐ نے نہ ان باتوں کو کسی کتاب سے پڑھا ہے ورنہ خود لکھا ہے۔ یہ جو کچھ بیان کرتا ہے وحی الٰہی ہے اور اسی پر آیت دال ہے اور اس کو نفی ملکہ قرأت و کتابت سے کوئی تعلق نہیں :-

بہر نہج آیت مذکورہ کسی طرح دال نہیں کہ حضرتؐ میں ملکہ قرأت و کتابت نہ تھا اور نہ اس کی نفی کو استدلال سے کچھ غرض ہے۔ اب جنابمن فاضلین کے پاس صرف علامہ طبرسی اور شریف مرتضٰی علیہ الرحمہ کا قول رہگیا جو انہوں نے اس آیت کی تفسیر کے تحت میں فرمایا ہے لیکن تفسیر کے دیکھنے والے سے پوشیدہ نہیں ہے کہ علامہ طبرسی رہ نے اس قول کو اپنے مسلمات میں شمار نہیں کیا اور انہوں نے سید علیہ الرحمہ کا قول نقل کیا ہے اس سے یہ ثابت نہیں کہ علامہ طبرسی کا بھی اعتقاد یہی ہے۔ وعلیٰ ھذا القیاس علامہ مجلسی نے بھی ششم بحار میں نقل اقوال کے موقع پر ذکر کیا ہے یہ نہیں کہ انہوں نے اسکو اپنا اعتقاد بتلایا ہو۔ چنانچہ انکا جو عقیدہ ہے وہ دوسرے مقام پر مرقوم ہے اور خاتمہ میں ہم نقل کرینگے۔ بنا بریں اس قول میں صرف جناب سید مرتضٰی علیہ الرحمہ ہی منفرد ہیں اور اس لئے ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ تمام علماء شیعہ کا یہی عقیدہ ہے اور سب کے نزدیک یہ اعتقاد مسلم ہے۔ یہ محض افترا اور بہتان صریح ہے۔ علماء کرام پر دین کا مدار صرف سید علیہ الرحمہ پر نہیں ہے اور نہ سید موصوف آئمہ معصومینؑ میں شمار ہیں کہ جو کچھ وہ فرمائیں وہ ہی عقیدہ جمیع اہل ایمان قرار پا جائے اور مسلمات دین سے شمار ہو۔ سید علیہ الرحمہ کا یہ اجتہاد ہے اور ذاتی رائے ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہم بھی اسے تسلیم ہی کر لیں۔ خصوصاً جبکہ نفس مفہوم آیہ بلکہ منطوق آیہ سے

خلاف ہو اور کسی حدیث نبوی اور قول امام سے مؤید و مستند نہ ہو اور علامہ طبرسی رہ بھی اونکے ہم خیال ہی کیوں نہ فرض کر لئے جائیں اور بالخصوص ایسی صورت میں جبکہ احادیث و روایات اسکے خلاف پر دال ہوں جیسا کہ مذکور ہو چکی۔ لہذا قول جناب شیخ طبرسی اور سید علم الہدیٰ رہ ہمارے لئے ہرگز حجت و مستند نہیں اور اگر جناب سید علیہ الرحمہ کی جلالت شان پر نظر کر کے یہ کہا جائے کہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے اس پر ضرور اعتقاد رکھنا چاہیئے اور اُنکی مخالفت خواہ کسی قول میں کیوں نہ ہو سخت خطرناک ہے اور انکے قول سے انحراف باعثِ ذم و قدح و طعن و تشنیع و موجب خروج از تشیع بلکہ از اسلام ہے۔ تو اولاً یہ قدح و ذم راجع ہوتی ہے۔ جناب شیخ طبرسی کی طرف اور ثانیاً جناب ناصر الملۃ پر کیونکہ وہ بعد بعثت بھی ملکہ قرأت و کتابت کے قایل نہیں محض محتمل قرار دیتے ہیں اور یہ دونو حضرات یقینی طور پر بعد بعثت آنحضرتؐ کیلئے ملکہ قرأت و کتابت کے قائل ہیں۔ لہذا دونو بزرگوار سید علیہ الرحمہ کے مخالف ٹھیرے اور انکی مخالفت سخت خطرناک ہے اور اسی طرح بالعکس۔ کیونکہ علم الہدیٰ حضرت ناصر الملۃ کے مخالف ہیں اور انکی مخالفت موجب خروج از تشیع ہے:۔

ثانیاً اس میں شک نہیں کہ جناب علامہ طبرسی۔ و سید علم الہدیٰ جس پایہ و جس جلالت شان کے علماء ہیں وہ عام کو نصیب نہیں لیکن علماء ہیں۔ معصوم نہیں ہیں اور اسلئے ان سے غلطی ممکن ہے اور بڑے بڑے علماء سے غلطیاں ہو گئیں۔ عالم سے غلطی ہو جانا اُس کی شان کے خلاف نہیں۔ ہاں خطا پر اصرار گناہ ہے۔ علاوہ ازیں بہت سے مسائل اور بہت سی احادیث ایسی ہیں جو متقدمین کے زمانے میں مقام تحقیق کو نہ پہنچی تھیں کیونکہ زمانہ مخالف تھا اور وسائل علوم کم۔ مگر زمانہ متاخرین میں محقق ہو گئیں اور مسلمات سے شمار ہونے لگیں جیسا کہ یہ امر کہ ائمہ علیہم السلام کسی مسئلہ اور کسی امر میں اجتہاد نہیں کرتے اور اپنی رائے سے فتویٰ نہیں دیتے۔ آجکل مسلمات شیعہ سے ہے اور ایک بھی اسکے خلاف نہیں لیکن جناب سید علیہ الرحمہ کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اسکے قائل تھے کہ امام بھی بعض وقت اجتہاد کرتا ہے اور رائے سے کام لیتا ہے۔ چنانچہ امام حسینؑ کے متعلق کتاب تنزیہ الانبیاء والائمہؑ میں لکھا ہے۔ کہ انہوں نے اپنی رائے و اجتہاد سے کام لیا اور کربلا تشریف لیگئے اور اُن کو گمان غالب تھا کہ وہ فتحیاب ہونگے وغیر ذالک۔ (تفصیل کتاب میں ملاحظہ ہو)

آپ انصاف سے فرمایئے۔ کیا کوئی شیعہ آجکل اس کا قائل ہو سکتا ہے؟

اگر جناب سید علیہ الرحمہ کے اس قول کی تصدیق کیجائے۔ کہ امام حسینؑ اس وجہ سے کربلا گئے تھے کہ انکو گمان غالب تھا کہ وہ فتح پائینگے تو ہم کو سینکڑوں احادیث و روایات کی تکذیب

کرنی پڑتی ہے۔ بلکہ آنحضرتؐ و علی مرتضیٰ و حسن مجتبیٰ علیہم السلام کی تکذیب صریح لازم آتی ہے بلکہ دیگر جملہ انبیاء سابقین کی تکذیب جو سب کے سب خبر دیتے آئے تھے کہ حسینؑ کربلا میں مع اپنے احباب و اصحاب کے شہید و قتل ہو جائینگے۔ علاوہ ازیں خود حضرت امام حسینؑ نے سینکڑوں تب فرمایا اور از روز روانگی تا ورود عراق کتنی ہی دفعہ اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میں شہید ہونیکو جا رہا ہوں پھر ہم کس طرح تصدیق کر سکتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ فتح کی امید پر کربلا گئے تھے اور اس لئے انہوں نے دیدہ و دانستہ اپنے آپ کو خطرے و تھلکے میں نہیں ڈالا۔ اگر یہ کہا جائے کہ سید علیہ الرحمہ نے مخالف کے عقیدے کے موافق جواب دیا ہے تب بھی قول سید قابل اعتراض ضرور ہے کہ انہوں نے ایسا جواب دیا جو خلاف شان امامت اور خلاف اصول مذہب شیعہ ہے۔

نیز جناب سید علم الھدیٰ رہ جانکنی کے وقت جناب رسول خدا اور ائمہ ھدیٰ کے تشریف لانیکا انکار کرتے ہیں اور ایسی احادیث و روایات کی تاویل کرتے ہیں۔ تو کیا ضروری ہے کہ ہم بھی اس کا اعتقاد رکھیں اور ان احادیث کا انکار کر دیں جو بحیثیت مجموعی ضروریات مذہب میں داخل ہیں اگر جناب سید کی مخالفت سخت خطرناک اور موجب خروج از مذہب ہے تو آپ جناب علامہ مجلسی رہ کے نسبت کیا فتویٰ دینگے جو ان تمام عقائد میں جناب سید موصوف کی مخالفت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں " واعلم ان حضور النبی والائمۃ عند الموت مما وردت بہ الاخبار المستفیضۃ وقد اشتہرت بین الشیعۃ غایۃ الاشتہار وانکار مثل ذالک محض استبعاد الاوھام لیس من طریقۃ الاخیار " یعنی حضرت رسول خدا اور ائمہ ھدیٰ کا وقت موت تشریف لانا منجملہ ان چیزوں کے ہے جن کی بابت احادیث مستفیضہ و روایات مفیدہ وارد ہوئی ہیں اور مذہب شیعہ میں نہایت مشہور ہیں اور انکا انکار محض استبعاد وہم ہے اور طریق اخیار سے بعید اور انکی تاویلات کی بابت علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ ایسی تاویلیں کرنا اخبار کو رد کرنا اور احادیث پر طعن کرنا ہے۔ اسی طرح پر سید موصوف بہت سی آیات قرآنی مثل حکایت نملہ و ہدہد وغیرھما کی بھی تاویل کرتے ہیں تو کیا ہم کو بھی ضرور تسلیم کر لینا چاہیے اور آجکل نیچریوں کی تقلید میں ان آیات کی حقیقت و اصلیت واقعیہ سے انکار کر دینا چاہیے علیٰ ھذا القیاس جناب صدوق علیہ الرحمہ سے سہو و نسیان ائمہ علیہم السلام کی بابت تسامح ہوا اور آجکل مسلمات سے ہے کہ نبی و امام سے سہو و نسیان صادر نہیں ہو سکتا ایسی صورت میں ہم کو کیا کرنا چاہیے اور دیانت اسلامیہ کس امر کو مقتضی ہے؟ آیا ہم احادیث و روایات پر عمل کریں یا سید

علیہ الرحمہ کے قول پر اور احادیث کا انکار و تکذیب نہیں نہیں دیانت اسلام ہرگز ایسا حکم نہیں کرتی ہم اپنے اصول مسلمہ کی بنا پر یہی کہینگے۔ کہ ان بزرگواروں کو ان مقامات میں تسامح ہوا۔ کیونکہ وہ معصوم نہ تھے یا انکو ایسی اور اس قدر احادیث اس زمانے میں میسر نہ آئیں جو انکے نزدیک موجب قطع و یقین ہوتیں اور اسلئے وہ معذور رہیں۔ ورنہ چاہیئے کہ ہم فاضلین کی ہدایت کے موافق دین ہی کو ہاتھ سے دے بیٹھیں اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس آیہ مبارکہ (ما کنت تتلوا) میں جناب سید علیہ الرحمہ سے ایسی ہی غلطی یا تسامح ہوا ہو۔ جیسا کہ مسئلہ رائے و اجتہاد ائمہ و انکار حضور ائمہ وقت موت وغیرہ میں اور آیت ہرگز انکے مدعا پر دال نہیں اور بظاہر ان سے تسامح اسی بنا پر ہوا۔ کہ انہوں نے پہلے سے اپنے ذہن میں یہ سمجھ لیا تھا کہ شک و ریب اس صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ آنحضرتؐ میں ملکہ قرأت و کتابت موجود ہو۔ لہذا آیت کو اسی مفہوم پر حمل کیا اور انہوں نے غور نہیں فرمایا۔ کہ شک و ریب کو اس سے کوئی تعلق نہیں اور مشرکین حضرتؐ کے باطن پر کسی طرح مطلع نہیں ہو سکتے تھے کہ وہ عالم الغیب تھے اور نہ انکو الہام ہوتا تھا اور اس تقدیر پر انکا استدلال ہی ویسے ہی قاصر ہے جس طرح دیگر مسائل مذکورہ میں اور ہمارا فرض ہے کہ ایسے مسائل میں کتاب و سنت و براہین عقلیہ و قول مشہور و مجمع علیہ فرقہ امامیہ پر عمل کریں۔ قیاسات وھمیہ اور شاذ و نادر اقوال پر اعتماد کرنا مناسب نہیں اور ایک دو عالم کا قول مسلمہ مذہب شمار نہیں ہو سکتا:-

رہا یہ امر کہ چونکہ جناب علم الہدیٰ احادیث احاد کو حجت نہیں جانتے ہیں اور وہ احادیث جو ثبوت ملکہ قرأت و کتابت بعد بعثت پر حتماً دال ہیں انکے نزدیک آحاد ہوں اور جناب ناصر الملۃ کے نزدیک وہ احادیث درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی تھیں اسلئے انہوں نے حتمی حکم دیدیا کہ بعد بعثت یہ ملکہ بھی آنحضرتؐ کو عطا ہو گیا تھا:-

ففیہ ما فیہ۔ اولاً بہتر ہوتا کہ وہ احادیث نقل کر دی جاتیں جو اس امر پر دال ہیں کہ بعد بعثت حضرتؐ کو یہ ملکہ حاصل ہو گیا تھا اس صورت میں کسی دوسرے کے قول کی ضرورت نہ تھی:-

ثانیاً۔ بنا بر اس قول کے چاہیئے کہ جناب علم الہدیٰ کو کسی مسئلہ دینی میں یقین حاصل نہ ہو کیونکہ باستثنائے بعض کتب اربعہ احادیث میں جملہ احادیث احاد ہی ہیں اور احاد پر وہ عمل کر نہیں سکتے۔ یا وہ سوائے کتب اربعہ احادیث شیعہ کسی اور کتاب پر عمل کرتے ہونگے:-

ثالثاً۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب ناصر الملۃ بھی احادیث احاد کو حجت نہیں جانتے تو اخبار مندرجہ کتب اربعہ کی نسبت انکا کیا خیال ہوگا؟ آیا وہ بھی مثل جناب علم الہدیٰ جملہ مسائل

میں متشکک و مشتبہ ہونگے اور کسی مسئلہ میں یقین نہ رکھتے ہونگے یا کسی اور کتاب پر عمل کرتے ہونگے۔ بہرصورت جناب عمدۃ الا فاضل اڈیٹر العوارف کا یہ فرمانا کہ (بہرحال قبل نبوت آنحضرتؐ کا ملکہ قرأت وکتابت نہ رکھنا مسلم ہے) بالکل غلط اور محض بے مدرک ہے اور اس میں ہرگز کوئی مصلحت نہیں کہ جملہ علوم وکمالات و یکسرصرف ملکہ قرأت وکتابت سے قبل بعثت جاہل رکھا جائے۔ بلکہ مصلحت اسی میں ہے کہ جملہ کمالات دیکر وقت معین تک عدم اظہار پر مامور کیا جائے اور یہی علمائ محققین اور حکمائ عارفین کی تحقیق و اعتقاد ہے اور حتمی و قطعی۔ اور اسکے خلاف پر اعتقاد رکھنا نہ صرف مخالفت علمائ کرام ہے بلکہ مخالفت فرمایش حضرات معادن علوم و معالم التنزیل والتاویل اور خلاف شان پیغمبری ہے اور مخالف کلام خدائے منان و موجب و مستلزم وہن قرآن اعاذنا اللہ من ذالک۔ اگر فاضلین کے اس استدلال کو تسلیم کیا جائے اور محض جناب علم الھدیٰ کی تقلید کی جائے اور اسی کو مسلمہ مذہب حقۂ امامیہ سمجھا جائے تو بہت سے علمائ عالیشان مذہب شیعہ سے خارج ہوئے جاتے ہیں۔ بلکہ خود ناصر الملۃ پر بھی اعتراض مخالفت عائد ہوتا ہے جو ایک نہایت خطرناک امر ہے بلکہ حضرات ائمہ علیہم السلام بھی جنہوں نے فاضلین کے خلاف بیان فرمایا ہے بنا بر فتوائے فاضلین دین سے (معاذ اللہ معاذ اللہ) خارج ہوئے جاتے ہیں جو صاف فرماتے ہیں۔ کہ جو آنحضرتؐ کو جاہل کہے اور ملکہ قرأت وکتابت سے عاری جانے وہ ملعون ہے۔ چنانچہ ہم عنقریب ذکر کرتے ہیں۔ پس مومنین کو اختیار ہے کہ خواہ جملہ علماء کی مخالفت کر کے صرف جناب علم الھدیٰ کی تقلید کریں اور جناب ائمہ کی فرمایش صریح کو چھوڑ کر اور جھٹلا کر فاضلین کے کلام کو مانیں اور جو کچھ وہ فرمائیں اسی کو مسلمۂ مذہب سمجھیں یا اسکے بالعکس عمل کریں۔

اگر کمال اعجاز حضرات فاضلین کے نزدیک یہی ہے کہ حضرت ابتدائے عمر سے چالیس سال تک جاہل رہیں اور پھر بعد جہالت چہل سالہ یکا یک عالم ہو جائیں اور یہ اعجاز نہیں کہ ابتدائے عمر ہی سے سب کچھ جانتے ہوں اور شکم مادر ہی سے لکھے پڑھے عالم کامل بلکہ علیم پیدا ہوں۔ تو پھر یہ بھی ہونا چاہیئے کہ آپ چالیس سال (معاذ اللہ) احمق و سفیہ رہیں۔ بعدازاں فوراً عاقل بن جائیں بلکہ اعلےٰ اعجاز یہ ہونا چاہیئے کہ حضرتؐ (اعاذنا اللہ) چالیس سال تک لنگڑے۔ لولے۔ بہرے اندھے ہوں اور وقت بعثت یکا یک بصورت اعجاز ان تمام عیوب سے پاک ہو جائیں۔ افسوس کہ اس لحاظ سے فاضلین کے نزدیک حضرتؐ بہت سے درجات کمال اور بیشمار اعجازات سے محروم رہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ایسے ہی قیاسات فاسدہ واھمہ نے دین میں

رخنہ ڈالا۔ اور یہی وجہ ہے کہ فاضلین کی بعض عبارات خود بعض دوسری عبارت کی مناقض ہیں اور اسکی مؤکد ہیں۔ کہ محض قیاس پر مبنی ہیں۔ چنانچہ جناب العوارف صاحب نے ایک مقام پر لکھا ہے۔ (عقائد شیعہ تمام تر حکم قطعی عقلی پر مبنی ہیں اور یہ جواب باصواب تو علاوہ مبانی عقلیہ قطعیہ کے نقل یقینی کے بھی مطابق ہے) اور پھر فرماتے ہیں۔ (ملکہ قرأت و کتابت کوئی ایسی چیز نہیں جس کا لزوم تبلیغ رسالت میں محقق ہو۔ لہذا ثبوت اس کا سمعی ہوگا نہ عقلی) پس ایک جگہ جناب ناصر الملۃ کے جواب کو مبانی عقلیہ پر مبنی قرار دیتے ہیں اور دوسری جگہ اسکو صرف سمعی فرماتے ہیں نہ مطابق حکم عقل اور جناب ممتاز الافاضل فرماتے ہیں کہ ثبوت اس کا عقلی ہے نہ سمعی پس ممتاز الافاضل صاحب کے اس استدلال سے جناب العوارف صاحب کے کل دلائل عقلی و نقلی خود ہی باطل ہو گئے۔ اور ان سے کہا جا سکتا ہے کہ جناب ناصر الملۃ والدین نے کن دلائل کی بنا پر فرمایا ہے۔ کہ ملکہ قرات و کتابت بعد بعثت حتمی طور پر حضرت کو حاصل ہوا جبکہ جناب ممتاز الافاضل صاحب کے نزدیک کوئی عقلی یا نقلی ثبوت اس کا نہیں ہے انہی تحقیقات پر دعوے ہمہ دانی اور ادعائے ”کلام ما فہمیدن مشکل است نہ کہ بر ما اعتراض کردن“ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اگر ایسی ہی دلائل پر دین کا مدار ہے تو پھر دین کا خدا حافظ۔ (لیبکِ علی الاسلام من کان باکیاً) اور جناب امیر المومنین ؑ کے علم کی نسبت جناب عمدۃ الافاضل کا یہ فرمانا۔ (جناب امیر علیہ السلام کی نسبت جناب شریعت مدار صدر المحققین دام اللہ ظلالہ علی روس المومنین نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ بالکل بجا و درست ہے۔ یعنی یہ کہ جناب امیر کو ملکہ قرات و کتابت ممکن ہے کہ اکتساباً حاصل ہوا ہو اور ممکن ہے کہ من اللہ عطا ہوا ہو۔ لیکن اظہر یہی ہے کہ اکتساباً حاصل ہوا اور حضرت ؑ نے لکھنا پڑھنا کسی سے سیکھا۔ لیکن استاد کا نام معلوم نہیں کس سے سیکھا۔ سو یہ بھی ایسی ہی دلائل پر مبنی ہے جن کی رکاکت و سخافت ہم سابقاً دکھا چکے ہیں اور اسکے بطلان کی طرف ہم مقدمات ہی میں اشارہ کر چکے ہیں۔ اور آئندہ خاتمہ کتاب میں اسکی پوری تصریح آئیگی)۔ (انشاءاللہ تعالیٰ)۔ ناممکن ہے کہ جناب صدر المحققین و جناب فاضلین حضرت امیر المومنین ؑ کی نسبت یہ ثابت کر سکیں کہ انہوں نے کوئی ادنیٰ سا علم بھی کسی سے سیکھا تھا۔ اور کوئی علم اکتساب کیا تھا۔ جناب رسول خدا کی طرف سے فیضان علوم ہونا اور ایک ایک حرف کی تعلیم سے ہزار ہزار باب علوم کا کھل جانا سو یہ ہرگز اکتساب نہیں ہے۔ اور یہ تعلیم پیغمبری ایسی نہ تھی کہ جناب امیر اول کوئی الف۔ بے۔ تے کی کتاب حضرت ؐ کے سامنے لیکر بیٹھے تھے بعد ازاں سبقاً سبقاً پڑھتے پڑھتے اور مشق کرتے کرتے سواد حاصل کر لیا اور لکھنے پڑھنے لگ گئے۔ یہ تعلیم و تعلم

محض توسطی بطور افاضہ وافادہ ہے۔ کہ جو علوم من جانب اللہ آنحضرتؐ پر فیضان ہوتے تھے وہ ہی جناب کو افاضہ فرما دیتے تھے۔ یہ طریق افاضہ وافادہ من جملہ ان انحاء علوم وطرق تعلیم وتعلم کے ہے جو انہی حضراتؑ سے مخصوص تھا۔ اور عوام اسکی کیفیت سے مطلع نہیں ہو سکتے۔ وہ کیا جان سکتے ہیں کہ ایک کلمہ سے کیونکر ہزار ہا باب علوم جناب امیرؑ پر منکشف ہو جاتے تھے۔ ہاں عاقل بصیر اتنا کہ سکتا ہے کہ یہ وہ کسب و اکتساب و تعلیم و تعلم نہیں ہے جس کے ہم عادی ہیں اور جو ہم میں مروج ہے۔ اور جسکی بابت جناب مفتی مدظلہ کا فتویٰ ہے۔ اور صاف تعلیم پیغمبری سے علیحدہ دکھایا ہے۔ بلکہ یہ بھی ایک قسم موھبت ہے۔ خود جناب مفتی صاحب تعلیم پیغمبری کو اکتساب نہیں فرماتے۔

بہر حال جناب امیرؑ کے کسب اکتساب کی نسبت یہ حکم بھی محض قیاس ہے ہر گز دلائل و براھین سے مؤید و مستند نہیں یہی وجہ ہے کہ اسکے قائلین مؤیدین خود آپس میں اتفاق نہیں رکھتے ہیں ہر ایک نے رجماً بالغیب حکم لگایا ہے۔ جناب صدر المحققین فرماتے ہیں کہ کتب تواریخ وسیر سے حضرتؑ کے استاد کا پتہ نہیں چلتا اور اس کا نام معلوم نہیں ہوتا کہ کس سے حضرتؑ نے لکھنا پڑھنا سیکھا۔ ممتاز الافاضل و دیگر حضرات جناب جبرئیل کو استاد بتلاتے ہیں اور جناب عمدۃ الافاضل حضرت ابوطالب کو استاد تجویز فرما رہے ہیں۔ اب ہم حیران ہیں کہ مومنین کو کیا کرنا چاہیے اور وہ کس کی تقلید کریں۔ اور کس پر اعتقاد رکھیں۔ اصول عقلائی کی رو سے تو کوئی بھی قول قابل قبول نہیں کیونکہ اوّل تو اِذا جَاءَ الاحتمال بَطَلَ الاستدلال کی رو سے یہ استدلال باطل ہے دوسرے تناقض صریح کے لحاظ سے کوئی قول بھی قابل اعتماد نہیں رہتا۔ ساقط ٹھیرتے ہیں، فانہ لا تناقض فی الحق والتعارض دلیل التساقط۔ اختلاف و تناقض دلیل بطلان ہے پس حق یہی شق ہے کہ جناب امیرؑ کو تمام علوم مِنَ اللّٰہ و من الرّسول حاصل ہوئے۔ اور وہ دراصل خدا ہی کے پڑھائے ہوئے ہیں ان کا کوئی استاد نہیں ہوتا۔ اور جبرئیلؑ خود انکے شاگرد ہیں۔ اور حضرت ابوطالب ہرگز فضیلت و کمالات میں جناب ولی اللّٰہ المطلق سید الوصیین امیر المومنین علیہ السلام کو نہیں پہنچ سکتے۔ اور انکے لئے مبدء علوم سوائے خدا و رسول خدا اور کوئی نہیں۔ خواہ کیسے باشد یہی اصل ایمان ہے اور یہی علماء شیعہ کا مسلک و مذہب اگر اسکے خلاف کوئی عقیدہ رکھتا ہے تو وہ جانے۔ لکم دینکم ولِیَ دینِ ؎

شعر محض لغو و مہمل سمجھا جائیگا۔ اگر اس کے یہی معنی ہیں۔ جو آپ لیتے ہیں۔ ورنہ یہ معنی ہیں۔ کہ باوجودیکہ کسی سے لکھنا پڑھنا نہ سیکھا۔ اور درست نہ کیا۔ پھر ایسے عالم تھے۔ کہ جمیع شرائع سابقہ کو منسوخ کیا۔ تو صحیح اور آپ کے معاملے کے مخالف +

امر چہارم تعلیم اوّلی۔ ابتدائے بعثت۔ نزول سورۂ اقرأ۔ ابتدائے بعثت کے حالات سے جناب علامہ کنتوری صاحب نے حضرتؐ کی تعریف ایمان سے ناواقف ہونے اور بعثت و رسالت سے بے خبر ہونے جبرئیلؑ کے حضرتؐ کو کھینچنے اور انکو لا الہ الا اللہ سکھانے اور ورقہ کی نصیحت یا تعلیم دینے پر حضرتؐ کے یہ فرمانے کا ذکر کیا ہے۔ کہ وہ پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ اور تین مرتبہ جبرئیلؑ کے اس کہنے پر کہ پڑھو یہی فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں تیسری مرتبہ جب ورقہ بن نوفل سے یہ ماجرا بیان کیا۔ تو اس نے یہ بتلایا۔ کہ اب کی مرتبہ جو جبرئیلؑ آئیں تو یوں نہ کہنا۔ کہ میں پڑھا ہوا نہیں۔ بلکہ جب وہ پڑھنے کو کہے۔ تو کہنا کیا پڑھوں" اور پھر حضرتؐ نے ایسا ہی کیا۔ تو حضرت جبرئیلؑ نے سورۂ حمد پڑھائی"۔ قبل اس کے کہ ہم اصل روایات ابتدء بعثت کو ذکر کریں۔ چند امور پر غور کرنا ضروری ہے۔ تاکہ معلوم ہو۔ کہ یہ روایت کہاں تک صحیح ہو سکتی ہے۔

اوّل یہ کہ آیا حضرتؐ قبل آنے جبرئیلؑ کے پڑھے ہوئے تھے یا نہیں مسلم عند الخصم شق ثانی ہے۔ کہ پڑھے ہوئے نہ تھے۔ پس جب کہ وہ پڑھے ہوئے نہ تھے۔ تو جبرئیلؑ نے ایسا حکم کیوں دیا۔ کہ جس کو وہ بجا نہ لا سکتے تھے۔ اور پھر جب وہ پڑھنے سے عاجز و معذور تھے۔ اور پڑھے ہوئے نہ تھے۔ تو پھر جبرئیلؑ نے ان کو دبایا اور کھینچا کیوں؟ آخر کس خطا اور کس جرم پر؟ کیا کوئی عقلمند ایسا کر سکتا ہے۔ کہ ایک جاہل کو پڑھنے کو کہے۔ اور جب وہ اپنی معذوری ظاہر کرے۔ اور کہے۔ کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ تو مارے اور سزا دے اور پکڑ کر ایسا کھینچے۔ کہ بخار چڑھ جائے پھر جبرئیلؑ جیسے مقرب بارگاہ الٰہی فرشتے معصوم سے ایسا فعل قبیح کیونکر صادر ہوا۔ قطعاً ناممکن ہے۔ کہ ایک فرشتہ معصوم اور عالم ایک ایسے شخص کو جو پڑھا ہوا نہیں ہے۔ اور وہ اقرار کر رہا ہے پڑھنے کا حکم دے۔ جو تکلیف مالا یطاق اور فعل قبیح ہے۔ اور اس پر سزا بھی ایسی سخت دے۔ کہ بخار چڑھ آئے۔ اور اگر یہ کہئے۔ کہ حضرتؐ پڑھ سکتے تھے۔ اور پڑھنا جانتے تھے۔ اور اس لئے جبرئیلؑ نے ان کو پڑھنے کا حکم دیا۔ تو ہمارا مطلب ثابت اور آپ کا ادعا باطل۔ لیکن یہ صورت بھی درست نہیں۔ کیونکہ اگر پڑھے ہوئے تھے۔ تو حضرتؐ نے یہ کیوں فرمایا۔ کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ یہ کذب صریح ہے۔ اور پیغمبرؐ کی ذات اس سے بری۔ دوسری صورت اس کی یوں ہے۔ کہ آیا جبرئیلؑ نے کسی ایسے

لوازم وجود

فصل

تحقیق متین

یہانتک جو کچھ لکھا گیا وہ بعض ضروری تحقیقات کے ساتھ زیادہ تر نقض اور الزام پر مبنی تھا۔ مناسب ہے کہ اس امر میں مزید تحقیقات سے کام لیا جائے خصوصاً اس امر میں کہ آیا کمالات بشری میں لکھنا پڑھنا داخل ہے یا نہیں ؟ کیونکہ فاضلین اسکے قائل ہیں کہ وہ انبیاء اور اوصیاء کو اُن کمالات کی رو سے جو ان کو حدود بشری میں ممکن ہیں کامل و اکمل جانتے ہیں اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ لکھنا پڑھنا کمالات بشری سے خارج ہے۔

فلسفہ اولی اور علم ما فوق الطبیعۃ میں مسلم ہے کہ جو صفات کسی شے کو عارض ہوتی ہے دو قسم پر ہیں ایک وہ صفتیں جو موجود کو بلحاظ تشخصات عارض ہوتی ہیں جیسا کہ لمبائی چوڑائی گہرائی، موٹائی کسی خاص جگہ و مکان میں ہونا۔ آب و غذا کی احتیاج پیدا کرنا۔ یہ ایسی صفتیں ہیں کہ جب موجود حالت تشخص میں آجاتا ہے اس وقت عارض ہوتی ہیں۔ دوسری وہ صفتیں جو موجود کو من حیث الوجود عارض ہوتی ہیں اور نفس وجود انکے عروض کے لئے کافی ہے کسی خاص حالت تشخص جسمانی خارجی کے پیدا ہونیکی ضرورت نہیں جیسے علم و قدرت۔ سماعت و بصارت وغیرہ۔ انکے عارض ہونے میں کسی خاص تشخص کی ضرورت نہیں اور مثلاً انسان من حیث ھو انسان عالم ہے۔ نہ من حیث التشخصات الجسمانیہ الخارجیہ۔ ایسی صفات کو لوازم وجودیہ اور عوارض ذاتیہ کہتے ہیں اور اول کو عوارض شخصیہ وغیرہا لیکن چونکہ درجات موجود باعتبار شدت و تاکد مختلف ہیں۔ مثلاً وجود جو واجب الوجود میں عین ذات ہے اور وجود حق ممکنات میں خارج از ذات ہے اور محتاج علت اور واجب میں قوی و غنائے محض ہے اور ممکن میں ضعیف و محتاج صرف۔ واجب الوجود میں اصلی ہے اور ممکنات

میں ظلّی۔ واجب الوجود میں کامل اور ممکنات میں ناقص پس اسی اختلاف درجات وجود کے موافق لوازم وجود و عوارض ذات بھی مختلف و متفاوت ہوتے ہیں۔ چنانچہ علم واجب الوجود میں عین ذات ہے اور کامل۔ قوی اصلی اور لامتناہی اور ممکن میں زائد بر ذات نہایت ضعیف ناقص اور ظلی ہوتا ہے۔ اگر واجب الوجود کی طرف سے افادہ نہ ہو تو ذات ممکن خالی از علم ہوگی۔ مگر کہلاتا دونو مقام پر علم ہی ہے۔ خدا کے علم کو بھی علم ہی کہتے ہیں۔ "اَللّٰہُ عَالِمٌ" بھی کہتے ہیں اور "زَیدٌ عَالِمٌ" بھی؛

اور یہ بھی مسلم و محقق ہے کہ کوئی شے لوازم وجود و عوارض ذات سے خالی نہیں ہوتی یعنی جو چیزیں بحیثیت وجود ضروری ہیں وہ بقدر شدت و ضعف وجود اس میں ضرور پائی جائینگی۔ اگر وجود قوی ہے تو لوازم وجود قوی ہونگے۔ اور اگر ضعیف ہے تو لوازم وجود ضعیف۔ اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اپنے وجود کے موافق لوازم وجود سے حصہ نہ لیتی ہو۔ اور پھر تمام چیزیں بعد اشتراک لوازم وجود یہ یا اشتراک عوارض جنسیہ کچھ مخصوص صفات رکھتی ہیں۔ جنکی وجہ سے دوسری جنس سے ممیز و ممتاز ہوتی ہیں۔ اور جن صفات مخصوصہ کی وجہ سے ایک نوع دوسری نوع سے باوجود اشتراک جنسی ممیز و ممتاز ہوتی ہے۔ ان صفات کو اصطلاح میں فصول ممیّزہ کہتے ہیں۔ اور ہر ایک نوع ایک فصل ممیز رکھتی ہے جسکی وجہ سے وہ دوسری نوع سے ممیز و ممتاز ہوتی ہے۔ لیکن فصول ممیّزہ کا ادراک کرنا اور انکو لوازم وجود سے تمیز کرنا اور پہچاننا نہایت ہی دشوار ہے۔ بڑے بڑے عقلاء و حکماء کی عقلیں انکے ادراک و تمیز سے قاصر رہی ہیں۔ اور اسلئے حکماء نے جو فصول انواع معلومہ کے لئے معین و مقرر کی ہیں انکی بابت ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ہی انکی فصول ممیزہ ہیں اور اسی وجہ سے تعیین فصول میں حکماء کو اختلاف ہے؛

تعریف انسان

مثلاً انسان کی تعریف یہ کرتے ہیں "اَلْاِنْسَانُ حَیَوانٌ نَاطِقٌ" (انسان حیوان ناطق ہے) اور اس تعریف میں حیوان جنس مشترک ہے۔ تمام انواع۔ گھوڑا۔ گدھا۔ شیر۔ بھیڑیا۔ وغیرہ اس میں شریک ہیں اور سب حیوان ہیں۔ اور ناطق فصل ممیز انسان کی ہے۔ کہ حیوان ناطق انسان ہی کہلاتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ نطق اسی سے مخصوص ہے لیکن اس میں بھی بہت اختلاف ہے اور محققین کے نزدیک یہ تعریف منقوض ہے۔ کیونکہ لغت و محاورات دونوں میں ناطق کا لفظ دوسرے حیوانات پر بولا جاتا ہے اور برابر مستعمل ہے۔ چنانچہ اہل لغت لکھتے ہیں "مَالَہٗ نَاطِقٌ وَّلَا صَامِتٌ" (اسکے پاس ناطق ہے نہ صامت) ناطق سے مراد حیوان ہے اور صامت سے مال و متاع غیر جاندار۔ یہاں ناطق کا لفظ حیوان ہی کے معنی میں استعمال ہوا ہے تو پھر ناطق کس طرح انسان کی فصل ممیز اور اس سے مخصوص ہوا۔ یہ نقض صریح دیکھکر حکماء نے اسکی تاویل

شروع کی کہ ناطق کے معنی محض بولنے والا نہیں ہیں۔ پس بعض نے کہا کہ ناطق "متکلم بالغلبہ" کو کہتے ہیں۔ چنانچہ قیصری شرح فصوص میں اور ایک اور جماعت اس کی قائل ہے۔ اور حکماء متاخرین نے ناطق کے معنی مُدرِک کلیات لئے ہیں۔ اور انہوں نے لکھا ہے کہ نفس ناطقہ انسانیہ کی بعض قوتیں ایسی ہیں جو دوسرے حیوانات میں بھی مشترک ہیں۔ اور نباتات میں نہیں پائی جاتیں۔ اور یہ وہ قوتیں ہیں جن سے وہ جزویات کا احساس کرتا ہے یعنی حواس ظاہریہ و باطنیہ۔ اور بعض خاص قوتیں ہیں جو انسان ہی سے مختص ہیں یعنی جنکے ذریعہ سے وہ کلیات کا ادراک کرتا ہے۔ اور قوائے حسیہ حیوان و انسان سے مخصوص ہیں نباتات میں نہیں۔ اور قوائے غاذیہ۔ نامیہ۔ مولدہ انسان حیوان اور نبات سب میں مشترک ہیں اور انہی کو قوائے نباتیہ کہتے ہیں:۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اُنکے نزدیک ادراک کلیات انسان سے مخصوص ہے۔ اور نیز یہ کہ قوائے ثلاثہ غاذیہ۔ نامیہ۔ اور مولدہ۔ نبات ہی سے مختص ہیں۔ جمادات میں نہیں پائی جاتیں لیکن کشف طبقات الارض کے علماء کے نزدیک یہ درست نہیں اور مشاہدات جدیدہ اسکے خلاف پر شہادت دیتے ہیں۔ اور ثابت کرتے ہیں کہ پتھر اور معدنیات میں بھی قوۃ نامیہ موجود ہے اور بلا قوت غاذیہ نمو ممکن نہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ جمادات میں بھی قوائے غاذیہ و نامیہ موجود ہیں اور مشاہدات و تجربیات یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ قوائے حسیہ بھی صرف حیوانات سے مختص نہیں بلکہ بعض نباتات میں قوائے حسیہ مشاہدہ ہو چکی ہیں۔ جو اس اختصاص کو باطل کرتی ہیں۔ اور ثابت ہوتا ہے کہ نباتات میں بھی حسّ موجود ہے۔ چنانچہ چھوئی موئی (جس کو حکماء سبط کہتے ہیں) چھوتے ہی اپنے پتوں کو سکیڑ لیتی ہے۔ گویا لمس کا فوراً احساس کرتی ہے۔ اور اسلئے منقبض ہو جاتی ہے۔ اس طرح ایک اور گھاس معلوم ہوتی ہے جس کو منقرس (درندہ) کہتے ہیں جس وقت مکھی اُسکے پتے پر بیٹھتی ہے۔ پتا فوراً لپٹ کر اس پر منطبق ہو جاتا ہے۔ اور مکھی کے تمام بدن کی رطوبت چوس لیتا ہے بعد ازاں کھل جاتا ہے اور اپنی اصلی حالت پر آ جاتا ہے۔ اور مکھی کی کھال کو پھینک دیتا ہے۔ اور دوسری مکھی کے بیٹھنے کا منتظر رہتا ہے۔ پس اگر یہ احساس نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ کدو کی بیل ہی کو دیکھئے کہ اس سے بھی قوت حس کا احساس ہوتا ہے۔ چنانچہ جب اس کی بیل کسی دیوار کے قریب پہنچنے کو ہوتی ہے۔ جو اُسکے سامنے حائل اور اسکی بڑھوتری کو مانع ہونیوالی ہو۔ فوراً مڑ کر دوسری طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ جدھر وہ اچھی طرح نشو و نما پا سکے اور بڑھ سکے۔ نیز بعض درختوں کو دیکھا جاتا ہے۔ کہ ایک چھوٹا درخت کسی بڑے درخت کے نیچے اُگا ہوا ہوتا ہے۔ جب وہ بلند ہو کر درخت

کے قریب پہنچتا ہے اور نزدیک ہوتا ہے۔ کہ اس درخت کی شاخیں اور پتے اسکی بڑھوتری کو مانع ہوں تو وہ درخت اپنی چوٹی کو درخت کے نیچے سے نکال کر خالی جگہ کیطرف مڑ جاتا ہے۔ اور دھوپ میں چلا جاتا ہے کہ خوب نشو و نما پائے۔ اگر اس میں احساس فطری اور شعور نہ ہوتا تو ہرگز اس سے ایسا ظہور میں نہ آتا۔ اسی طرح بعض درختوں اور نباتات کے عجیب و غریب حالات علم کشف طبقات الارض کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور باٹنی کے طلبہ ان سے خوب واقف ہیں۔ اسی طرح انسان کی تعریف میں ناطق کے معنی ادراک کلیات لینا اور اسکو انسان کی فصل ممیز و مقوم قرار دینا یہ بھی مسلم نہیں چنانچہ حکمائے اشراقین بعض حیوانات کے عجیب و غریب افعال دیکھنے سے قائل ہوئے ہیں۔ کہ انسان کے سوا دیگر حیوانات بھی ادراک کلیات رکھتے ہیں۔ مثلاً شہد کی مکھی کی عجیب و غریب تدابیر اس کا عجیب و غریب ہندسی شکلوں کا بنانا اور ان کا منتظم ہونا۔ اور ایسے ہی ابابیل کا گھونسلا بنانا۔ مکڑی کا جالا تننا اور شکار کرنا۔ اور شکار کیلئے طرح طرح کی شکارگاہوں کا درست کرنا اور گھاتیں لگانا۔ بالصراحت انکے ذی حس و ذی شعور و مدرک ہونے پر دال ہے۔ اسی طرح بہت سے اسوسیاسی اور انتظامات چھوٹے چھوٹے جانوروں اور درندوں سے ظاہر ہوتے ہیں۔ جن کو وہ اپنے زبردست اور کثیر التعداد دشمنوں سے بچنے کیلئے عمل میں لاتے ہیں۔ اور وہ سب انکے صاحب شعور و ادراک ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔ بلکہ بعض حکماء قائل ہوئے ہیں۔ کہ نباتات میں بھی قوت شعور و ادراک موجود ہے۔ چنانچہ دیکھا جاتا ہے۔ کہ درخت کی جڑیں اور اسکے ریشے ہمیشہ پانی ہی کیطرف حرکت کرتے ہیں۔ اور شاخیں بھی ہوا میں پانی ہی کی طرف متوجہ ہوتی ہیں۔ اگر درخت میں قوت شعور و ادراک نہ ہوتی تو یہ بات ہرگز نہ پائی جاتی بجناب سلطان الحکماء و المتکلمین خواجہ نصیر الدین طوسی قدس اللہ سرہ القدوس بھی اسی کے قائل ہیں۔ لہذا انسان کی تعریف میں ناطق سے مدرک کلیات مراد لینا اور اسکو انسان سے مخصوص کہنا درست نہیں۔ لغوی اور اصطلاحی دونوں معانی کے لحاظ سے دیگر حیوانات کا ناطق ہونا قطعاً ثابت ہے۔ اور انکے کلام کا نہ سمجھنا اس کی دلیل نہیں کہ وہ ناطق نہیں ہیں۔ اگر ایسا ہو تو لاکھوں اور کروڑوں وہ انسان جن کی زبان ہم نہیں سمجھتے۔ ناطق ہونے سے خارج ہو جائینگے۔ اور اسی طرح ہم انکے نزدیک جو ہماری زبان نہیں سمجھتے غیر ناطق ٹھہرینگے۔ حالانکہ تمام نوع انسان ایک ہے اور سب ناطق کہلاتے ہیں۔ اسکی کیا وجہ ہے کہ یہ تعریفات درست نہیں۔ اور حکماء میں اسقدر اختلاف ہے؟

وہ جوہر حقیقی جو ان صفات و خواص کا منشاء و انتزاع ہے۔ اسکے ادراک سے عقول قاصر ہیں۔ یعنی مدرک کلیات ہونا۔ متکلم بالغلبہ ہونا۔ یا کاتب ہونا جس شے اور جس جوہر حقیقی کی صفات ہیں حکماء اس کی حقیقت کا آج تک ادراک نہیں کر سکتے۔ بعض حکماء نے اپنی تمام عمر نفس ناطقہ انسانیہ کی تحقیق ہی میں بسر

کردی لیکن اُسکی حقیقت تک انکو رسائی ممکن نہ ہوئی اور نہ پہچان سکے کہ یہ نفس کیا شے ہے اور اسکی حقیقت و ماہیت کیا ہے اور آخر کار اپنے عجز و قصور کا اعتراف کیا اور یہی وجہ اختلاف کی ہے کہ جس نے جو وصف اُسکے لئے لازم دیکھا یا سمجھا اسی کا قائل ہوگیا اور یہیں سے غلطی پیدا ہوئی کیونکہ اس جوہر حقیقی کی حقیقت کا وہی شخص ادراک کر سکتا ہے جو اس سے مافوق درجہ رکھتا ہو اور وہ ہی اسکے لوازم وجودیہ کو معلوم کر سکتا ہے اور جبتک اُسکی حقیقت معلوم نہ ہو اُسکے لوازم کسی طرح معلوم نہیں ہو سکتے لیکن ایسا شخص جو اس جوہر سے فوق ہو اور اس پر احاطہ رکھتا ہو سوائے وجود اوّل اور مصنوع اوّل یعنی وارث نبوت و ولایت مطلقہ حضرت خاتم النبیینؐ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ شیخ رئیس نے اس کی تصریح کر دی ہے اور رسالہ حدود میں لکھا ہے۔

(ادراک حدود حقیقت اشیاء بجہت اینکہ موقوف است بر نیل حقایق آنہا از طاقت بشریہ بیرون است و دعائے شریف نبویؐ ہے اَللّٰھُمَّ اَرِنِی حقائق الاشیاء کما ھی۔ (خدا مجھے تمام اشیاء کی حقائق واقعیہ دکھلادے۔ مؤلف) معروف است و ازیں جہت است کہ ہیچ تعریفے در ابواب علوم دیدہ نشدہ است کہ خالی از مناقشہ باشد و درست بے عیب بسر منزل برسد) نیز شیخ رئیس اور صاحب شرح مقاصد نے حکمت کے معنی اور تعریف کمال قوت نظریہ میں جو لکھا ہے اسکا ماحصل یہ ہے۔ کہ حکماء نے کمال کی تعریف یہ کی ہے۔ کہ علماً و عملاً نفس کا قوت سے فعل کی طرف خروج کرنا کمال کہلاتا ہے یعنی نفس کیلئے جو کمال بالقوہ ممکن ہے اس کا علماً و عملاً قوت سے فعلیت میں آجانا کمال کہلاتا ہے۔ لیکن جبکہ کمال کی شان اور اشیاء کی اصل حقیقت اور اصل ماہیت میں اختلاف کثیر ہے اور باطل و گمراہی پھیل گئی ہے تو لازم ہے کہ اس مسئلہ میں ان لوگوں کی اقتدا کی جائے جن کی بابت معجزات باہرات سے ثابت ہو گیا ہے کہ وہ خدا کی جانب سے مؤید و ہدایت یافتہ ہیں۔ انتہیٰ۔

پس بیان سابق اور ان دو جلیل الشان حکیموں کے قول سے محقق ہو گیا کہ حقائق اشیاء کما اور ان کی حدود حقیقیہ کو پالینا اور انکا ادراک کر لینا سوائے نفوس قدسیہ یعنی انبیاء و اوصیاء اور کسی کو ممکن نہیں اور اسلئے کوئی دلیل عقلی اس امر پر قائم نہیں کہ دیگر اشیاء قوت شعور و ادراک نہیں رکھتیں اور سوائے انسان دوسرے حیوانات ادراک کلیات نہیں کر سکتے اور قوت استدلالیہ نہیں رکھتے لہٰذا سوائے اسکے چارہ نہیں کہ دلائل حکماء کو معجزات انبیاء سے مطابق کیا جائے۔ جو مطابق ہو اسکی تصدیق کی جائے اور جو مخالف ہو اس کو رد۔

حقیقتِ ادراک وشعور

بلکہ علاوہ مشاہدات و تجربات حسیہ برہان عقلی اس پر قائم ہے کہ تمام اشیاء قوت شعور و ادراک رکھتی ہیں۔ ہاں حسب استعداد وجود و اختلاف شدت و تاکد

وجودات اس شعور و ادراک کے بھی مختلف و متفاوت درجات ہیں کسی میں قوی ہے اور کسی میں ضعیف اور کسی میں محسوس ہے اور کسی میں غیر محسوس۔ اور یہی اخبار حضرت ختمی مرتبت و آثار ارشادات ولایت وظواہر نصوص فرقان حمید کے مطابق و موافق ہے:۔

جب ہم کائنات الارض کے دوسرے درجے یعنی عالم نبات میں جس کو علم کشف طبقات الارض میں ملکوت نا دور ثانی اور ارضی ثانویہ کہتے ہیں۔ نظر ڈالتے ہیں اور اجزائے ارضیہ مائیہ و ہوائیہ کے انقلاب اور انکے تغیر و تبدل اور اطوار مختلفہ متعددہ میں منقلب ہونیکی کیفیت میں غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہی اجزائے ارضیہ مائیہ و ہوائیہ جن کو ہم بے شعور۔ عدیم النمو۔ فاقد الحیات خیال کرتے ہیں۔ محض روح نباتی کی مجاورت و معیت سے بہت سے درجات شعور و ادراک و احساس پر فائز ہو جاتے ہیں جیسا کہ ابھی نبات مفترس کی مثال سے ظاہر کیا گیا ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ انہی اجزاء مادیہ ارضیہ و مائیہ و ہوائیہ نے اسی روح نباتی کی مجاورت و معیت یعنی درجہ جمادی سے درجہ نباتی پر پہنچ کر ایسی قوت حاصل کر لی ہے۔ اور اس درجہ ادراک و شعور پر پہنچ گئے ہیں کہ اپنی نہایت نازک جڑوں اور ریشوں کو بآسانی زمین کی تہ بلکہ سخت پتھروں کے اندر اپنی غذا کی طلب میں پہنچا دیتے ہیں جہاں حیوان کا پہنچنا ناممکن ہے۔ اور جس کو دیکھ کر قدرت خدا یاد آتی ہے۔ "لاریب۔ وفی الارض آیات للموقنین وفی انفسکم افلا تبصرون" اور بعد اس مرتبہ کے جب ارضی ثالثہ یعنی حیوانات کو دیکھتے ہیں تو معلوم کرتے ہیں کہ انہی اجزاء مادیہ نے درجہ حیوانی پر پہنچ کر روح حیوانی کی مجاورت و معیت سے وہ اور بہت سے مراتب شعور و ادراک و احساس و حرکات پر حاوی اور انکے جامع پائے جاتے ہیں۔ حالانکہ ہم کو یہ اجزاء مائیہ وہالکہ معلوم ہوتے تھے اور عالم رابع یعنی عالم انسانی پر نظر تعمق ڈالتے ہیں۔ تو عجب شان کبریائی نظر آتی ہے اور اسکی عظمت و قدرت و جبروت سامنے پھر جاتی ہے کہ وہ اجزاء مادیہ جو محض بے حس و بے حرکت عدیم الشعور معلوم ہوتے ہیں۔ عالم انسانی میں پہنچکر اور روح انسانی سے مجاور ہو کر کوس لمن الملکی بجا رہے ہیں۔ اور کیسے کیسے مراتب کمال پر فائز ہو گئے ہیں۔ یعنی ہم اپنے آپ کو حی۔ عالم۔ مدرک۔ قادر کہتے ہیں۔ یہ صفات ہمارے اجزائے مادیہ میں کہاں سے آئیں؟

اور یہ جسم خاکی کیونکر ان کمالات پر حاوی ہو گیا؟ صرف نفس ناطقہ انسانیہ کی معیت و مجاورت سے۔ یہ نفس ناطقہ انسانیہ ہے جو ایک جسم خاکی مادی کثیف کو حرکت دے رہا ہے حس و ادراک و شعور علم و قدرت و حیات کا منظر دکھا رہا ہے۔ اور بے انتہا نعمات الہیہ سے متمتع ہو رہا ہے

اور کر رہا ہے وہ ہی ہمارے اس بدن میں معدن حیات اور منبع علم و ادراک ہے ورنہ ابدان من حیث ہی ہی بدن
بمقابلہ انسان حیّ عالم قادر و مدرک کے محض جاہل و بے شعور صرف ہیں۔ نیز بعض حکماء قائل ہیں کہ انواع
طبیعیہ میں سے ہر ایک نوع کیلئے عالم ابداع میں ایک عقل ہے جو اس نوع کی مربی اور اسکے امور کی مدبر کہلاتی ہے
اور یہ عقل اپنی نوع پر خاص توجہ رکھتی ہے۔ جو معیت نفس کو اپنے ابدان سے حاصل ہے اس سے اشد و اقوی
معیت اس عقل کو اپنے صور نوعیہ کیساتھ حاصل ہے اور اس عقل کے معیت سے جس کو اصطلاح میں
رب النوع کہتے ہیں وہ صور نوعیہ صاحب شعور و احساس و ادراک و حرکات ہو جاتی ہیں۔ پس بنا بر بیان
صدر ہمارے ابدان خاکی جو ہمارے خیال میں جاہل مطلق بے شعور غیر ذی حیات ہیں صرف نفس ناطقہ
کی معیت سے (جو خود اپنے وجود کی بقاء و توابع وجود میں فقیر محض و محتاج صرف ہیں) حی۔ عالم
قادر۔ مدرک۔ سمیع و بصیر وغیرہ کہلانے لگتے ہیں تو کس طرح ممکن ہے کہ موجودات معیت
قیومیہ واجب الوجود سے (جو حی بالذات عالم بالذات قادر بالذات حکیم بالذات سمیع بالذات۔
بصیر بالذات ہے) صاحب شعور و احساس و ادراک نہ ہوں اور حی و عالم۔ قادر و مدرک و سمیع و بصیر
کہلائیں۔ بلکہ قطعاً غیر معقول و غیر متصور ہے کہ معیت روح حیوانی یا انسانی اجزاء مادیہ میں منشاء و منبع
حیات و علم و سمع و بصر ہو۔ اور معیت قیومیہ واجب الوجود منشاء و منبع حیات و علم و قدرت و سمع و بصر
نہ ہو۔ حالانکہ موجودات کے ساتھ معیت قیومیہ واجب الوجود حضرت حق صور نوعیہ و ابدان کیساتھ
نفس و روح کی معیت سے کہیں اشد و اقوی و بدرجہا زیادہ ہے اور تمام اشیاء اسی معیت قیومیہ واجب الوجود
سے قائم و باقی متحرک و حساس و مدرک ہیں اگر چشم زدن کیواسطے یہ تعلق و معیت خالق ان ممکنات سے
قطع ہو جائے۔ سب کی سب فناء و معدوم ہو جائیں اور معیت قیومیہ کے یہ معنی ہیں کہ قیوم برحق وجود
اشیاء پر اس طرح محیط ہے کہ کبھی اس سے جدا نہیں اور وہ ہی سب کا قائم رکھنے والا حیّ و قیوم ہے۔
پس نفس وجود جو معیت قیومیہ سے قائم ہے عین علم و شعور اور عین کمالات دیگر ہے۔ لیکن چونکہ درجات
وجود بحیثیت شدت و ضعف و تاکد مختلف ہیں اسی طرح حسب اختلاف وجودات اوصاف کا ظہور
اپنے مظاہر میں مختلف و متفاوت ہوتا ہے۔ پس جس چیز کا وجود اشد و اکد ہے اسکے یہ اوصاف
و کمالات بھی اقوی و اکمل ہیں۔ پس چونکہ وجود روح انسانی دیگر موجودات سے کہیں اشد و اکد و اکمل
ہے۔ لہذا اسکے اوصاف مثل حیات و علم و قدرت و ادراک و احساس بھی اکمل ہیں اور دیگر موجودات یعنی
نباتات و جمادات و حیوانات وغیرہ کے اوصاف یعنی حیات و علم و قدرت و شعور و ادراک ضعیف
و خفی و ناقص اور یہی وجہ ہے کہ ہم بہت سی چیزوں کے شعور و ادراک کو بظاہر محسوس نہیں کرتے

نہ یہ کہ وہ ان صفات سے عاری و خالی ہیں۔ "فعلم کل شئ تیقدر بقدر وجودہ اذ درک الشئ
وجد انہ ونیلہ والوجود لا ینفک عن نفسہ و ای وجدان ونیل اشد من وجدان
نفسہ وما یقوم نفسہ فان ثبوت الشئ لنفسہ ضروری وسلبہ عن نفسہ محال"
معیت قیومیہ ذیل کی آیات سے بالصراحۃ ثابت ہے "الا انہ بکل شئ محیط"
آگاہ ہو کہ وہ ہر شے پر محیط ہے "ھو معکم اینما کنتم" وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو اور
جناب سر اللہ الفائق وکلامہ الناطق ولی مطلق وامام برحق علیہ السلام فرماتے ہیں "مع کل شئ لا
بمقارنۃ وغیر کل شئ لا بمزایلۃ" وہ ہر شے کے ساتھ ہے لیکن نہ بمعنی مقارنت وقرب مکانی
اور ہر شے سے غیر ہے لیکن نہ بمعنی جدائی وبُعد مکانی۔ غرض تمام چیزیں اوصاف مذکورہ حیات۔
علم۔ قدرت۔ ادراک۔ شعور احساس وسمع وبصر وغیرہ میں مشترک ہیں۔ اخبار اہلبیت علیہم السلام ان
مضامین وافادات سے پُر ہیں بشرطیکہ انسان اُنکے کلام سے مانوس اور انکا معتقد ہو۔ ملاحظہ ہو کافی۔
اختصاص۔ بصائر الدرجات۔ بحار الانوار وغیرہ۔ ان اخبار وآثار میں غور وخوض کرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ
مقام عمل میں بنائے دین اسی امر پر ہے۔ کہ تمام چیزیں خواہ کسی عالم اور کسی نشاء اور کسی حالت
میں ہوں۔ ذوی حیات۔ صاحب علم وشعور وادراک واحساس ہیں۔ اور جو احکام ان حضرات سے
صادر ہوئے ہیں۔ بلحاظ حقائق اشیاء صادر ہوئے ہیں ناظرین کے نور ایمان بڑھانے اور منکرین
کی عبرت کیلئے ایک آیہ شریفہ کی تفسیر کے متعلق ایک حدیث ذکر کرتے ہیں اسی سے دوسرے احکام
کی حقیقت معلوم ہو سکتی ہے۔ فی الکافی معنعناً عن سعید بن المسیب قال سئلت علی
ابن الحسینؑ عن رجل ضرب امرءتہ حاملۃ برجلہ فطرحت ما فی بطنھا میتاً فقال ان کان
نطفۃ فان علیہ عشرین دیناراً فقلت فما حد النطفۃ فقال ھی التی اذا وقعت فی الرحم فاستقرت
فیہ اربعین یوماً۔ قال وان طرحت وھو علقۃ فان علیہ اربعین دیناراً فقلت ما حد العلقۃ
فقال ھی التی اذا وقعت فی الرحم فاستقرت فیہ ثمانین یوماً قال وان طرحتہ مضغۃ فان علیہ
ستین دیناراً قلت فما حد المضغۃ فقال ھی التی اذا وقعت فی الرحم فاستقرت فیہ مائۃ وعشرین
یوماً قال وان طرحتہ وھو نسمۃ مخلقۃ لہ عظم ولحم مرتب الجوارح قد نفخ فیہ روح العقل فان
علیہ دیۃ کاملۃ قلت لہ ارأیت تحولہ فی بطنھا الی حال الروح کان ذالک وبغیر روح
قال بروح عدا الحیات القدیم المنقول فی اصلاب الرجال وارحام النساء ولولا انہ کان
فیہ روح عدا الحیات ما تحول عن حال بعد حال فی الرحم وما کان اذا علی من یقتلہ دیۃ

وھو فی تلک الحال تمت) کافی میں بسلسلہ رواۃ سعید ابن مسیّب سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب علی ابن الحسین علیہ السلام سے سوال کیا کہ ایک شخص نے اپنی حاملہ عورت کو لات ماری کہ اس کا حمل ساقط ہو گیا اور مر گیا حضرتؑ نے فرمایا اگر نطفہ کی حالت میں ساقط ہوا ہے تو اس کو بیس دینار دیت میں دینے چاہئیں میں نے عرض کیا نطفہ کی کیا حد ہے؟ فرمایا نطفہ وہ ہے جو رحم میں پڑے اور چالیس دن تک رہے۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا اگر علقہ ساقط ہوا ہے تو اسکو چالیس دینار دیت میں ادا کرنے چاہئیں میں نے دریافت کیا کہ علقہ کی کیا حد ہے۔ فرمایا رحم میں پڑنے سے اسّی دن گذرنے تک علقہ ہے اور اگر مضغہ ساقط ہوا ہے تو ساٹھ دینار دیت ہے میں نے عرض کیا مضغہ کی حد کیا ہے؟ فرمایا رحم میں پڑنے سے ایک سو بیس[120] دن گذر جائیں پھر حضرت نے فرمایا اگر نسمہ مخلقہ ساقط ہوا ہے کہ جس میں گوشت پوست اور ہڈی ہو اور اسکے اعضاء مرتب ہوں اور روح عقلانی اس میں پھونکی جا چکی ہے تو اس پر پوری دیت ہے میں نے عرض کیا کہ حضرتؑ آپ اس امر میں کیا فرماتے ہیں کہ آیا نطفے کا ایک حال سے دوسرے میں منقلب ہونا روح کے ذریعہ سے ہے یا بلا روح حضرتؑ نے فرمایا روح کے ذریعے۔ سوائے اس حیات قدیم کے جو باپوں کی پشتوں اور ماؤں کے رحموں میں منقلب ہوتی رہتی ہے لعد اگر اس میں سوائے حیات قدیم روح نہ ہوتی نطفہ رحم میں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منقلب نہ ہوتا اور اس وقت اس حال (حالت نطفہ) میں اُسکے قاتل پر دیت نہ ہوتی۔ انتہیٰ۔

اس مضمون کی اور بہت سی احادیث ہیں اور یہ حدیث بالصراحتہ ہمارے مقصود پر دال ہے کہ تمام اشیاء ہر حالت اور ہر نشاء میں اور ہر عالم میں ذی روح ذی حیات اور صاحب شعور ہوتی ہیں ابتدائے سوال سائل یہ ہے کہ کسی نے اپنی عورت کے حالتِ حمل میں لات ماری اس کا حمل مردہ ساقط ہوا حضرتؑ نے فرمایا اگر حمل نطفے کی حالت میں ساقط ہوا ہے تو اس کو بیس دینار دیت میں ادا کرنے چاہئیں۔ یہانتک کہ حضرت نے فرمایا اگر اس میں روح عقلی پھونکی جا چکی ہے۔ تو اس کو ساٹھ دینار دیت دینے چاہئیں۔ سائل کو نطفہ۔ علقہ۔ مضغہ کی حیات میں شبہ ہوا کہ اس نے میّت کا لفظ بولا تھا اور حضرتؑ نے بھی جواب میں نطفہ۔ علقہ۔ مضغہ پر بھی میّت کا اطلاق کیا اسلئے سائل نے صراحتہً پوچھا کہ آیا بطنِ مادر میں نطفے کا ایک حال سے دوسرے حال میں متحول و منقلب ہونا روح کے ذریعہ سے ہے یا بغیر روح حضرتؑ نے فرمایا یہ تحول روح ہی کے ذریعہ سے ہے اور یہ روح علاوہ اس حیات قدیم کے ہے جو اصلاب آباء و ارحام امہات میں نقل ہوتی رہتی ہے۔ پھر توضیحاً فرمایا

اگر اس میں روح نہ ہوتی تو نطفہ شکم مادر میں ایک حالت سے دوسری حالت کیطرف متحول و منقلب نہ ہوتا بعد ایک حال سے دوسرا حال پیدا نہ کرتا۔ اور پھر حکم دیت ثابت کرنیکے واسطے فرمایا اگر اس میں روح نہ ہوتی تو اس بے روحی کیحالت میں اسکے قاتل پر دیت بھی نہ ہوتی۔ اور نیز حکم دیت کی علت بیان کرنیکے بعد تاکید اثبات کیلئے لفظ (من قتلہ) فرمایا۔ جو نطفہ کے ذی روح ہونے پر دال ہے کیونکہ قتل کا لفظ ذی روح ہی پر بولا جاتا ہے۔ غیر ذی روح پر نہیں بولا جاتا۔

علاوہ اسکے ملاحظہ فرمائیے۔ کہ روز عاشورہ حضرت امام حسینؑ کی خاک پاک میں خاص اثر محسوس ہوتا ہے اور وہ سرخ ہوجاتی ہے اور وہ شجر حجر کیڑے مکوڑوں۔ درندوں۔ چرندوں اور پرندوں کا تکلم کرنا اور وحدانیت خدا اور رسالت رسولؐ اور امامت ائمہ پر شہادت دینا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ نیز حضرتؐ کا سنگریزوں کی آواز لوگوں کو سنوانا اور اصحاب رسولؐ کا اس چوب خشک کی آواز اور اسکی توجہ و فغاں کو سننا جس پر تکیہ کر کے حضرتؐ موعظہ فرمایا کرتے تھے اور منبر طیار ہونیکے بعد جب حضرتؐ منبر پر وعظ فرمانے لگے تو اس ستون نے فریاد کی۔ جو رکن حنانہ کے نام سے مشہور و معروف ہے اور جنگل میں بھیڑیئے اور سوسمار کا آپکی رسالت پر گواہی دینا۔ کھجور کے درخت کا چلانا اور رسالت و ولایت کی شہادت دینا جو نخلہ صیحانی کے نام سے معروف ہے اُمت محمدیہ میں متواترات سے ہے۔

انجیل اہل البیتؑ یعنی صحیفہ سجادیہ ملاحظہ ہو کہ امام زین العابدینؑ ہلال سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔ ایھا الخلق المطیع الدائب السریع المتردد فی منازل التقدیر المتصرف فی فلک التدبیر الخ" امام علیہ السلام کے ہلال کو مخاطب کرنے اور اس پر لفظ مطیع۔ سریع متصرف متردد استعمال فرمانے سے ہلال کا صاحب شعور و ادراک ذی حیات و متحرک بالارادہ عالم۔ قادر ہونا ظاہر و باہر ہے اور اسی صحیفہ میں ماہ مبارک رمضان پر حضرت کا مکرر سلام بھیجنا مرقوم ہے ملاحظہ ہو دعائے وداع حالانکہ ماہ رمضان المبارک نہ جمادات میں داخل ہے نہ نباتات میں اور نہ اجرام سماوی سے ہے۔ حضرت فرماتے ہیں "السلام علیک یا شھر اللہ الاکبر (الی ان قال) السلام علیک کما وفدت علینا بالبرکات وغسلت عنا دنس الخطیئات السلام علیک غیر مودع برما الخ" یعنی سلام ہو تجھ پر اے خدا کے ماہ بزرگ۔۔۔ سلام ہو تجھ پر جیسا کہ تو ہم پر نعمات و برکات کیساتھ آیا اور ہم سے تو نے آلائش خطیئات کو پاک کیا سلام ہو تجھ پر کہ تو بہ ناراضی وداع نہیں کیا گیا؟۔

ایک صاحب عقل سلیم جانتا ہے کہ اگر ماہ مبارک فی روح و ذی حیات و صاحب علم و شعور و ادراک نہ ہوتا۔ تو حضرتؑ کا اس سے خطاب کرنا اور اس پر سلام بھیجنا محض لغو و فضول ہوگا اور امام کی شان اس سے

کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔ کہ اس سے فضیل امر سرزد ہو۔ علیٰ ہذالقیاس کتاب بحار الانوار میں حضرت امام زین العابدین و امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہ السلام کے حالات میں ہرن۔ بھیڑیئے۔ چیتے اور پرندوں کا ادراک کلیات ملاحظہ کیجئے۔ کہ اپنی تمام ضرورتوں اور حاجتوں میں ان حضرات کی طرف رجوع کرتے تھے اور حاضر خدمت ہوتے تھے اور دادرسی چاہتے تھے اور وہ ائمہ علیہم السلام کی اتنی معرفت رکھتے تھے کہ وہ جانتے تھے کہ یہ حضرات انکی بولی سمجھتے ہیں اور حاجت پوری کر سکتے ہیں اور یہی ہر شے کا ملجا و ماویٰ ہیں۔ اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو ماننا پڑے گا کہ ہمارے فاضلین حضرات معصومینؑ کی معرفت میں ان حیوانات سے بھی بہت گھٹے ہوئے ہیں کہ آنحضرت کیلئے جملہ السنہ کا حاصل ہونا محال جانتے ہیں اور حضرت کے عالم علم قرأت و کتابت ہونے پر تمسخر کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو اثنا عشری ۲۳ دسمبر ۱۹۰۸ء کی عبارت جو ہمیشہ نقل کی جا چکی ہے جہاں فرماتے ہیں یہ علم قرأت و کتابت عربی کے اختیار کرنیکے بعد ان کو یہ بھی فرض ہوگا کہ وہ کتابت کے جمیع اقسام کا وجود بھی حضرتؐ میں ثابت کریں۔ بیشک ایسا ہی ہے اور حضرت ضرور ابتدائے خلقت سے جملہ السنہ اور تمام اقسام خط و کتابت کے عالم تھے بلکہ مسلمات مذہب شیعہ سے ہے۔ کہ امام ہر ایک ذی لسان کی زبان اور بولی کو سنتا اور سمجھتا ہے بلکہ ہر ایک آواز کو ضبط و محفوظ رکھتا ہے دیکھو تفسیر اُذُنٌ واعیۃ۔ اور یہ علائم امامت سے ہے۔ ملاحظہ ہوں حالات ائمہؑ و خصائص امامت۔

بہر صورت ثابت ہے اور یہی اصل دین ہے اور یہی تعلیم معادنِ علوم و مہابط وحی و معالم التنزیل و التاویل اور اسی پر احکام مبنی ہیں کہ ہر ایک شے اپنے وجود کے موافق۔ حیات۔ علم۔ قدرت ادراک شعور و سمع و بصر رکھتی ہے۔ جو شخص حضرات معصومینؑ کو مؤید و ملہم من اللہ جانتا ہے اور انکی ولایت مطلقہ کا قائل ہے وہ ہرگز اس امر کا انکار نہیں کرسکتا اور اُس کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ ایسے آثار و اخبار کی محض اس غرض سے تاویل کرے کہ اسکے سمجھ سے باہر ہیں۔ یا وہ بعض اشیاء میں ان اوصاف (حیات۔ علم۔ قدرت ادراک۔ شعور سمع و بصیر وغیرہ کا) احساس نہیں کرسکتا۔ "لاریب بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ" ہر شخص جس شے کا انکار کرتا ہے اور اسکی تکذیب کرتا ہے جس پر اس کا علم ناقص احاطہ نہیں رکھتا۔ لیکن اہل ایمان کی یہ شان نہیں اور جو لوگ کل ماجاء بہ النبی پر ایمان رکھتے ہیں وہ اسکے منکر نہیں ہو سکتے۔ ماآتکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔ جو کچھ رسول فرمائے اس کا ماننا ضروریات دین سے ہے اور جس سے وہ منع کرے اس سے باز رہنا لازم۔ بلکہ عقلاء کے نزدیک بھی کسی شے کا علم نہ ہونا اور اُسکی ماہیت کا مجہول الکنہ رہنا اُسکے عدم کی دلیل نہیں۔ عدم الوجدان لیس

بدلیلِ العدم "

اب ہم پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اگر کوئی شخص اخبار صحیحہ نبویہ اور اخبار ہدایت آثار ائمہ علیہم السلام و ولایت کا منکر ہو۔ یا انکی محض اپنی نافہمی کی وجہ سے تاویل کرے تو آیات صریحۃ الدلالۃ اس دعوے کے اثبات کیلئے موجود ہیں۔ کہ تمام اشیاء نطق و شعور و ادراک و احساس و علم و قدرت و سماعت و بصارت رکھتی ہیں :۔

آیات مبارکات۔ اول :۔ قَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدْتُمْ عَلَيْنَا قَالُوا أَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ "اور قیامت کے دن گنہگار لوگ اپنی جلدوں سے کہینگے۔ کہ تم نے ہمارے برخلاف شہادت کیوں دی ؟ تو وہ جواب میں گویا ہونگی کہ ہم کو اس ذات پاک اور صانع عالم اللہ جل شانہ نے نطق گویائی عطا کی جس نے ہر شے کو نطق اور گویائی عطا کی ہے۔ اس آیت میں جلود کے کلام کرنے کو نطق اور گویائی سے تعبیر کیا گیا ہے اور لفظ ناطق ان پر بولا گیا ہے۔

دوم :۔ وَعُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ "ہم کو طائروں کی زبان سکھائی گئی ہے"۔ اس میں بھی پرندوں کی بولی کو نطق کہا گیا ہے اور وہ ناطق کہلاتے ہیں۔

سوم :۔ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ "ایک چیونٹی نے چیونٹیوں سے کہا اے چیونٹیو اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ۔"

چہارم فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِنْ قَوْلِهَا "حضرت سلیمان ان کا یہ قول سنکر ہنسے" لیں دونوں آیتوں میں چیونٹی کے کلام کو قول کہا گیا ہے۔ اور قول اور نطق ذی روح کے ہی کلام کو کہتے ہیں اور قال وہیں استعمال ہو سکتے ہیں۔ پس چیونٹیاں بھی نطق و گویائی رکھتی ہیں اور بات کرتی ہیں :۔

پنجم۔ فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ "ہدہد نے کہا میں نے اسی چیز کا احاطہ کیا جسکا احاطہ نہ کیا گیا تھا اور کوئی وہاں تک نہ پہنچا تھا" اس میں ہدہد کے کلام کو بھی قول ہی سے تعبیر کیا گیا۔

ششم :۔ يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرَ "اے پہاڑو اور اے طائرو اسکے ساتھ تسبیح کرو۔"

ہفتم :۔ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ "تسبیح کی اللہ کی ہر اوس چیز نے جو زمین و آسمان میں ہے :۔

ہشتم :۔ قَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ "آسمان اور زمین سے خدا نے کہا آؤ طوعاً یا کرھاً۔ انہوں نے کہا ہم آئے اطاعت کیساتھ"

نہم۔ يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ "جو کچھ زمین و آسمان میں ہے خدا کی تسبیح کرتا ہے"

وہ ہے "وَاِن مِّن شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ وَلٰکِن لَّا تَفۡقَهُوۡنَ تَسۡبِیۡحَهُمۡ" کوئی شے نہیں ہے مگر یہ
کہ وہ خدا کی حمد وثنا کی تسبیح پڑھتی ہے لیکن تم انکی تسبیح کو ادراک نہیں کرتے۔ ان آیات خصوصاً
آیۂ اخیر سے تمام موجودات ارضی وسماوی میں اوصاف مذکورہ۔ حیات۔ علم۔ قدرت اور ادراک احساس۔
شعور۔ اور سماعت وبصارت کا موجود ہونا ثابت ہے۔ اور ظواہر ونصوص آیات کا انکار یقیناً موجب
کفر ہے۔ اور بحکم آیہ شریفہ "لا یعلم تاویلہ الا اللّٰہ والراسخون فی العلم" ہم کو حق تاویل حاصل نہیں
جبتک کہ ان معادن علوم ومہابط وحی سے اس کی تاویل مروی نہ ہو جو راسخون فی العلوم ہیں۔ ایسی
آیت آخرہ سے بنا بر سببیت باء "بحمدہٖ" اور اضافت مصدر (تسبیح) بطرف فاعل یعنی اشیاء
اُن اشیاء کا متعلم بتعلیم الٰہی ہونا ثابت ہوتا ہے یعنی بتعلیم الٰہی وہ عالم ہیں اور اسکی تبلائی ہوئی حمد سے
تسبیح کرتی ہیں پس گویا یوں کہا گیا ہے "یُسَبِّحُ بِتَسۡبِیۡحِہٖ او بحمدہ بحمدہ او یسبح بحولہ وقوتہ"
اور خداوند عالم نے جو حمد کو اپنی طرف مضاف کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علت علم وشعور وادراک
واحساس وغیرہ وہی معیت قیومیہ ہے۔ اور چونکہ جمیع اشیاء صاحب علم وادراک وشعور تھیں اسی وجہ سے
ضمیر جمع عاقل (ھُم) کو اس پر اطلاق کیا جو ذوی العقول کیلئے بولی جاتی ہے۔ ان شواہد ودلائل
وآیات کو ملاحظہ کرنیکے بعد ثابت ہو جاتا ہے کہ مطلق نطق یا ادراک کلیات کو انسان کی فصل ممیز ومقوم
قرار دینا مسلم ومحقق نہیں۔ اور اس اختلاف واشتباہ کا منشاء ومدرک یہی ہے کہ حقایق اشیاء اور انکی
حدود وکمالات کو کما حقہ کسی نے ادراک نہیں کیا اور بڑے بڑے حکماء شل ابو علی وشارح مقاصد
وغیرہما نے بھی اس کا اعتراف واقرار کیا ہے کہ حقایق اشیاء کو سوائے خاصان خدا انبیاء واولیاء اللہ
کے اور کوئی نہیں جانتا اور اسلئے انکے لوازم کو بھی نہیں پہچان سکتا۔ اور یہاں سے یہ بھی واضح ہوا کہ جب
عام اشیاء کی حقیقت سے ہم واقف نہیں ہو سکتے اور اس لئے انکے لوازم وجود اور اوصاف خاصہ
کا احاطہ نہیں کر سکتے اور انکی صحیح تعریف نہیں کر سکتے تو انبیاء اور اولیاء اللہ خصوصاً صاحب نبوت
وولایت مطلقہ کی حقیقت کا کون ادراک کر سکتا ہے اور اسکے لوازم وجود اور اوصاف خاصہ سے واقف
ہو سکتا ہے۔ لہٰذا مقتضائے عقل ودیانت یہی ہے کہ ہم انکی تعریف اور انکے اوصاف بیان کرنے
میں ان سے سبقت نہ کریں جو کچھ وہ خود فرمائیں مان لیں اپنی رائے اور قیاس سے انکے فضائل ومناقب
میں دخل نہ دیں ممکن ہے کہ ہم جس شے کو انکے لئے باعث فضیلت سمجھ رہے ہیں۔ مثلاً یہ کہ جہالت
خاتم النبیینؐ کیلئے فخر وفضیلت ہے در اصل موجب توہین وتذلیل ان بزرگواروں کی ہو۔ ہم جہالت کو فضیلت
وموجب فخر اس وقت کہ سکتے ہیں جبکہ خود انہوں نے ایسا فرمایا ہو کہ جہالت ہی میرے لئے فخر وفضیلت ہے

اور سب کیلئے عیب و نقص " فان دین اللہ لا یصاب بالقیاس " اللّٰھم احفظنا من شرور انفسنا و زلۃ اقدامنا "

صحیح تعریف انسان اور اسکی فصل ممیز

جبکہ انسان کی تعریف حقیقت انسان اور اسکے لوازم وجود کے نہ پانے اور اس پر احاطہ نہ کرنیکی وجہ سے ہمارے لئے ناممکن ہے تو لازم ہے کہ اسکے آثار جاریہ سے تعریف کیجائے اور جب مطلق نطق تمام جنس حیوان میں مشترک ہے اور ادراک کلیات یا مشترک یا لازم خفی ہے۔ تو یہ تعریف ناقص رہی اور ضروری ہوا کہ کلام حمید مجید اور صاحبان معجزات یا ہرات کیطرف رجوع کیا جائے۔ جنکے گھر میں اور جنکی شان میں اور جن کیلئے قرآن نازل ہوا ہے " قال عز من قائلہ " اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ " (رحمٰن نے قرآن پڑھایا انسان کو پیدا کیا اور اسکو بیان سکھایا)

تفسیر الخازن " قیل الانسان اسم جنس اراد بہ جمیع النّاس فعلیٰ ھذا یکون معنی و علمہ البیان " ای النطق الذی یتمیز بہ عن سائر الحیوان وقیل علمہ الکتابۃ والفھم والافھام حتی عرف ما یقول وما یقال لہ (وفی المجلد الرابع عشر من البحار) علمہ البیان قیل ایماء بان خلق البشر وما یتمیز بہ عن سائر الحیوان من البیان وھو التعبیر عما فی الضمیر و افھام الغیر لما ادرکہ لتلقی الوحی وتعرف الحق وتعلم الشرع "

یعنی خازن بغدادی آیہ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بعض کا قول یہ ہے کہ انسان اسم جنس ہے اور علمہ البیان کے یہ معنی ہیں کہ خدا نے انسان کو وہ نطق سکھایا جسکے سبب وہ تمام دوسرے حیوانات سے ممیز و ممتاز ہوتا ہے اور بعض کا خیال ہے کہ معنی آیت کے یہ ہیں کہ خدا نے انسان کو لکھنا سکھایا اور سمجھنا و سمجھانا۔ جہانتک کہ وہ سمجھتا ہے جو کچھ وہ کہتا ہے اور جو اس سے کہا جاتا ہے۔ اور علامہ مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار کی چودھویں جلد میں فرماتے ہیں کہ " علمہ البیان " میں اسکی طرف اشارہ ہے کہ خلق البشر اور وہ شے جس سے انسان دوسرے حیوانات سے ممیز و ممتاز ہوتا ہے۔ بیان ہے یعنی اپنے ما فی الضمیر کو ظاہر کرنا اور اپنے مدرکات و معلومات دوسروں کو سمجھانا (اور یہ) وحی کے لینے اور حق کے پہچاننے اور شریعت کے سیکھنے کیواسطے ہے " انتھی

ماحصل یہ ہوا کہ نطق بمعنی گفتن مطلق (بولنا) تمام موجودات میں مشترک ہے اور کوئی ذرہ عالم اس سے خالی نہیں ہے۔ جیساکہ حضرت سرور کائنات نے بھی تصریح فرمائی ہے۔ " لکل ذرۃ لسان ملکوتی ناطق بالتسبیح " ہر ایک ذرہ ایک لسان ملکوتی رکھتا ہے۔ جو اسکی تسبیح میں گویا ہے۔ اور خدا فرماتا

سبحان الذی بیدہ ملکوت کل شئ"۔ پاک ہے وہ ذات جس کے دست قدرت میں ہر شے کا ملکوت ہے اور فرمایا "انطقنا اللہ الذی انطق کل شئ" اور نطق بمعنی گفتن بزبان۔ بطور اطلاق معروف۔ حیوان و انسان دونوں میں مشترک ہے جس پر "علمنا منطق الطیر" وغیرہ شاہد ہیں اور وہ نطق خاص جو انسان سے مخصوص ہے وہ بیان ہے۔ خازن بغدادی نے اپنے پہلے قول میں بیان کے معنی وہ نطق انسانی لئے ہیں جس سے وہ تمام دوسرے حیوانات سے ممیز ہوتا ہے اور دوسرے قول میں بیان کے معنی۔ کتابت و فہم و افہام لئے ہیں"۔

قول اوّل نہایت خفی ہے اور اس کا انسان کیلئے فصل ممیز قرار پانا بہت مشکل۔ البتہ علامہ مجلسی نے جو فرمایا ہے وہ قول بہت ہی متین ہے اور مطابق لغت و اصطلاح۔ کیونکہ انہوں نے بیان کے معنی "مافی الضمیر کو ادا کرنا اور دوسرے کو اپنے مدرکات و معلومات سمجھانا" کئے ہیں اور پھر فہم و افہام کو تلقی وحی تعرف حق اور تعلم شرع سے مخصوص کیا ہے اور یہی خصائص انسانی ہیں اور لغت و اصطلاح میں بیان کے معنی یہ ہیں "البیان ماتبین بہ الشئ من الدلالۃ وغیرھا" پس حق قول مجلسی و قول ثانی علامہ بغدادی ہوگا:۔

اللہ تعالیٰ نے بیان کو اپنے کلام کی طرف بھی منسوب کیا ہے چنانچہ فرماتا ہے "ھذا بیان للناس" اور معادن حکمت الہیہ ائمہ علیہم السلام کی بہت سی دعاؤں میں "یاذا المن والبیان" وارد ہوا ہے۔ یہاں سے حقیقت و اصلیت بیان بخوبی منکشف ہو جاتی ہے کہ بیان کیا شے ہے اصل معنی بیان "کشف و ظہور" ہیں اور اصطلاح میں اپنے مقصود و مافی الضمیر کو بابلغ وجہ و احسن صورت "ظاہر و آشکار کر" نیکو بیان کہتے ہیں اور بیان دو قسم پر ہے۔ بیان قولی و بیان فعلی اور بیان فعلی اعظم و افضل و اشرف نعمات الہیہ ہے کیونکہ اسی سے ایجاد تمام ہوتی ہے۔ جیسا کہ اول صادر از مصدر۔ کلمہ (کُن) سے موجود ہوا۔ لیکن لفظ کن بلکہ کُن سے مراد نفس ایجاد ہے اور حضرت سر اللہ فی العالمین روحی لہ الفداء نے اپنے ایک خطبے میں تصریح فرما دی ہے "لا بصوت یقرع ولا بنداء یسمع وانما کلامہ سبحانہ ایجادہ او فعلہ" یعنی یہ کوئی آواز نہیں ہے۔ جو ہوا میں کھٹکا پیدا کرتی ہے اور نہ ندا ہے جو کان سے سنائی دیتی ہے بلکہ حق سبحانہ تعالیٰ کا کلام عین ایجاد ہے۔ یا عین فعل ہے اسی واسطے خالق عالم نے بیان کو خلقت انسانی کا ردیف قرار دیا ہے اور خلق کے ساتھ متصلاً بلا واسطہ اس کو ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ "خلق الانسان علمہ البیان" کیونکہ خلقت انسان بعد بیان تمام نہیں ہوتی۔ پس بیان الٰہی

دو قسم کا ہے ایک بیان فعلی یعنی نفس ایجاد پس جملہ موجودات بیانِ فعلی خدا ہیں۔ دوسرا بیان قولی یعنی ایجاد کلام وقت تکلم مثلاً قصہ حضرت موسیٰ۔ و آنحضرتؐ شب معراج وغیرہ اور بیان انسان پس وہ ایک قوت نفسانیہ باطنیہ ہے جو اسکو خدا نے عطا کی ہے۔ جسکے ذریعے سے انسان اپنے مافی الضمیر و مدرکات ومعلومات کے مقابل الفاظ فصیحہ و بلیغہ ایجاد کرنے پر قادر ہو جاتا ہے اور ان الفاظ سے اپنے مدرکات ومعلومات ومافی الضمیر کو دوسروں کو سمجھاتا ہے اور اسی قوت کے ذریعہ سے حروف ونقوش وخطوط واشکال ایجاد کرتا ہے اور ان خطوط ونقوش سے اپنے مدرکات کو ظاہر کرتا سمجھاتا اور باقی رکھتا ہے۔ جس کو قوت تصرف و ایجاد یا قوت تصرف وتاثیر کہتے ہیں اور اول کو بیان لفظی دوسرے کو بیان فعلی سے تعبیر کرتے ہیں:۔

پس لغۃً واصطلاحاً معلوم ہوا کہ بیان اعم ہے قول وفعل (کتابت) سے بیان قولی بھی ہے اور بیان فعلی بھی۔ صرف ایک پر اطلاق کرنا درست نہ ہوگا۔

پس اسی وجہ سے کہ "بیان فعلی واعظم وافضل واشرف واتم وابقیٰ ہے۔ حضرت حق جل وعلا نے اپنی سب سے اعلیٰ واقدم واعظم نعمت یعنی خلقت ذات کے ساتھ اس اشرف واعلےٰ نعمت یعنی تعلیم بالقلم (بیان فعلی) کو اپنے کلام پاک کی پہلی سورۃ میں بیان فرمایا۔ اقرء وربک الاکرم الذی علم بالقلم" (پڑھ اور تیرا پروردگار وہ بزرگ برتر وذات کریم ہے جس نے تعلیم بالقلم دی ہے (لکھنا سکھایا ہے) علی ابن ابراہیم اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔ قال اقرء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الذی خلق خلق الانسان من علق قال قال من دم۔ اقرء وربک الاکرم الذی علم بالقلم یعنی علم الانسان الکتابۃ بہا تیم امور الدنیا فی مشارق الارض ومغاربہا انتہی" خلاصہ ترجمہ۔ پڑھ نام اس اللہ کا جو رحمٰن ورحیم ہے اور اس نے دنیا کو خلق فرمایا ہے اور انسان کو خون منجمد سے پیدا کیا ہے اور لے نام اپنے اُس پروردگار کا جو ایسا اکرم الاکرمین ہے جس نے انسان کو تعلیم بالقلم دی یعنی وہ لکھنا سکھایا جس سے تمام مشرق ومغرب عالم کے امور انجام پاتے ہیں اور جناب شیخ طبرسی "ن والقلم" کی تفسیر میں اختلافات معانی "ن" کو بیان فرمانے کے بعد کہتے ہیں۔ والقلم ھو الذی یکتب بہ اقسم اللہ بہ لمنافع الخلق اذ ھو احد لسانی الانسان یؤدی عنہ مافی جنانہ ویبلغ البعید عنہ ما یبلغ القریب بلسانہ وبہ یحفظ احکام الدین وبہ یستقیم امور العالمین وقد قیل ان البیان بیانان بیان اللسان وبیان البنان۔ بیان اللسان تدرسہ الاعوام وبیان الاقلام باق علی مر الایام انتہیٰ۔ یعنی قلم وہ ہی ہے جس سے لکھا جاتا ہے اور اللہ نے

اسکی اسوجہ سے قسم کھائی ہے کہ اس پر بہت سے منافع خلق موقوف ہیں۔ کیونکہ قلم ہی انسان کی دو زبانوں میں سے ایک ایسی زبان ہے۔ جو اسکے مافی الضمیر کو ادا کرتی ہے اور دوسرے لوگوں کو پہنچاتی ہے۔ جو قریب والوں کو اپنی زبان ناطق سے پہنچاتا ہے۔ اور اسی کے ذریعہ سے احکام دین کی حفاظت ہوتی ہے اور امور عالمین درست منتظم و مستقیم رہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ بیان دو ہیں۔ ایک بیان زبان دوسرا بیان بنان (یعنی پوروں اور انگلیوں کا بیان) زبان کے بیان (الفاظ) کو سال و برس (بلکہ ثانئے ساعات) نیست و نابود و فنا کر دیتے ہیں۔ بیان قلم مرور ایام تک باقی رہتا ہے اور سالہا سال تک نہیں مٹتا:۔

ع یلوح الخط فی القرطاس دھراً

وکاتبہ رمیم فی التراب۔

امام فخر الدین رازی۔ تحریر فرماتے ہیں۔ والقلم فیہ الوجھان احدھما ان المقسم بہ ھو ھذا الجنس وھو واقع علی کل قلم فی السماء والارض کما قال ربک الاکرم الذی علم بالقلم یعنی خدا نے جو قلم کی قسم کھائی ہے اس میں دو وجہیں ہیں:۔ ایک یہ کہ مقسم بہ یہی جنس قلم ہے اور وہ شامل ہے۔ ہر ایک قلم ارضی و سماوی کو جیسا کہ خدا اس آیت "وربک الاکرم الخ" میں فرماتا ہے۔ امین الاسلام شیخ طبرسی رح نے جو کچھ فرمایا ہے۔ وہ اکثر مفسرین علماء کے تحریرات میں بتغییر عبارات موجود ہے اہل بیان کیلئے تو چنداں ان اقوال کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ کلام پاک خود شاہد ہے۔ بشرطیکہ کلام کو حضرات ہمہ شما کے کلام پر ترجیح دیں اور اسکی وقعت سمجھیں والا فلا۔ ظاہر آیہ شریفہ سے چند مطلب صاف و صریح مستنبط ہوتے ہیں:۔

اوّل اس آیۂ مبارکہ میں لفظ اکرم استعمال ہوا ہے۔ اور کسی مقام پر اکرم نہیں آیا۔ مقام عفو و بخشش میں خدا نے ہر جگہ اپنے کو کریم فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔ یا ایھا الانسان ما غرک بربک الکریم الذی خلقک فسواک فعدلک (الفطار) اور کریم بلا عوض عطا کرنے والے کو کہتے ہیں۔ اگر مدح و ثنا کے عوض کوئی کچھ دے تو وہ کریم نہیں کہلائیگا۔ پس عطائے حضرت حق عوض مدح و ثنا بھی نہیں ہے۔ اور نعماء الٰہیہ لاتعد و لاتحصٰی ہیں چنانچہ فرمایا ہے:۔ واٰتکم من کل ما سألتموہ وان تعدوا نعمۃ اللّٰہ لا تحصوھا یعنی خدا نے تجھکو ہر وہ چیز عطا کی جس کو تمہاری زبان حال یا مقال سائل تھی اور اگر خدا کی نعمتوں کو گننے لگو تو انکا احاطہ نہیں کر سکتے۔ اور اعظم ترین نعمات الٰہی عفو و مغفرت ہے اور وہاں لفظ کریم ہی فرمایا ہے۔ لیکن آیہ مبارکہ میں جہاں اپنی عطا و تعلیم بالقلم (کتابت) کا ذکر ہے اپنے کو لفظ اکرم (کریم تر) سے یاد فرمایا ہے جو افضل التفضیل کا صیغہ ہے اور مبالغہ فی الکرم کے موقع پر استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ

لکھنا ہی اعظم و اشرف و افضل و اعلےٰ ترین نعمات الٰہیہ سے ہے۔ اور کیونکر ایسا نہ ہو حالانکہ تمام امور معاد و معاش و نظام عالم و تدابیر منازل و مدن اسی قلم کے ذریعہ سے تمام و منتظم ہوتی ہیں۔ اور تمام صنعتیں و حرفتیں تحریر ہی کے ذریعہ سے درجہ کمال کو پہنچتی ہیں۔ ورنہ کلام انسانی (الفاظ) ہوائی۔ غیر باقی اور آنی الانعدام ہے صرف ایام ہفتہ ہی کے انضباط کو ملاحظہ کیجئے جس سے روزمرہ کے تمام امور مربوط ہیں۔ اگر یہ زیر تحت کتابت نہ ہوتے اور تحریر میں نہ آتے۔ تو کیسے کیسے فسادات پیدا اور کیسے کیسے تنازعات برپا ہوتے بلکہ اگر دنیا میں قلم کا وجود نہ ہوتا معاشرت و معیشت کا دروازہ بند ہو جاتا۔ علیٰ ہذا القیاس امور معاد و آخرت احکام دین بھی اسی قلم سے منتظم و منضبط ہیں اسی قلم کا طفیل ہے کہ آج سات ہزار سال کے بعد گویا حضرت آدمؑ ہم سے باتیں کر رہے ہیں۔ اسی تحریر کی وسیلے سے تمام کتب منزلہ و صحف انبیاء ہمارے پاس موجود ہیں اور اسی کتابت کے سبب سے ابتداء عالم کے حالات ہمارے پیش نظر ہیں اور ہم اپنے آباؤ اجداد و سابقین کو دیکھ رہے ہیں۔ اور انکے حالات کا مطالعہ کرتے ہیں اسی کتابت کی سیاہی ہے جو خون شہداء سے افضل شمار ہوتی ہے۔ "مداد العلماء افضل من دماء الشهداء" اور کتابت کے دینی و دنیوی اتنے منافع ہیں کہ ہمارے عقول یقیناً انکے احاطہ سے قاصر ہیں۔ "وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها" دینے والا جانے کہ اس نے کیا دیا۔ انکے ولیاء جانیں کہ کیا عطا کیا گیا۔ لفظ اکرم ہماری عقلوں کے عجز و قصور پر بالصراحتہ دال ہے اگر سوائے نعمت کتابت اور تعلیم بالقلم کے اور کوئی برہان و دلیل و دقائق حکمت و لطائف تدابیر الٰہیہ پر نہ ہوتی تو صرف یہی ایک دلیل سورہ اسرار حکم و تدابیر الٰہیہ پر کافی تھی دوم۔ آیہ شریفہ میں "علم بالقلم" کے "علم الانسان مالم یعلم" پر مقدم ہونے سے تعلیم بالقلم کا تقدم و شرف مطلق تعلیم پر ثابت ہے اور اس سے کتابت کی افضلیت و اشرفیت مطلق تعلیم علوم سے ظاہر و باہر۔ سوم خداوند عالم نے جو تعلیم بالقلم کو دو مرتبہ لفظ خلق ذکر کرنیکے بعد بیان فرمایا ہے۔ یہ تنبیہ بلکہ اس امر کی تصریح ہے۔ کہ تعلیم بالقلم نسبت بخلق تکوینی و خلق تحویلی انسان کے عرض ذاتی اور طبعی و وضعی ہے۔ اور علقہ وہ ہی خلق تحویلی کا درجہ ہے کہ نطفہ درجہ ثانیہ اور عالم ثانی میں علقہ کی صورت میں منقلب و متحول ہوتا ہے اور اس میں ایک حکمت خاص ہے۔ جو طبیعت تشکیل انسانی کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ کتابت کے لئے (بخلاف مطلق علم) آلات طبیعتہ بدنیہ کا ہونا لازمی و ضروری ہے جو بوضع مخصوص اور بہ حیثیت خاصہ لکھنے کیوقت مہیا ہونے چاہئیں کہ باسانی لکھ سکے۔ وہ آلہ انسان کا ہاتھ ہے۔ جو بطرز خاص اور بہیت خاصہ خلق کیا گیا ہے۔ اور اس ہاتھ کو ایسی حرکات کا آلہ نہیں بنایا ہے جو لکھنے میں مانع و مانع ہوتی ہیں مثلاً پاؤں۔ کیونکہ اگر اسکو دہاتھ) چلنے کا آلہ بنایا جاتا تو علاوہ دیگر مفاسد کے ہمیشہ کثیف رہنا اور تضیع

مکتوب کا باعث ہوتا۔ اور چلتے چلتے لکھنا بھی ناممکن تھا۔ اور علقہ اسی وقت کہلاتا ہے کہ جبکہ نطفہ میں خون حیض سے بذریعہ نقاط دمویہ خطوط پیدا ہوجاتے ہیں اور اسکے بعد وہ متشکل ہونا شروع ہوتا ہے۔ اور سرخی ظاہر ہونے لگتی ہے اور خون منجمد ہونے کی مانند ہوجاتا ہے۔ اور ایک سیح اس وقت اس میں حرکت ہوتی ہے۔ اور پھر وہ مضغہ کہلانے لگتا ہے۔ اور ایک گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے۔ اور تب اس میں اعضاء موافق حکمت الٰہیہ متشکل و مترتب ہونے شروع ہوتے ہیں اور ہر ایک عضو ایک خاص کام کیواسطے مہیا کیا جاتا ہے غرض بعد ذکر خلق مقام تحوّلی میں علقہ کے بعد تعلیم بالقلم کا ذکر کیا ہے جس میں لطیف نکتہ اس امر کی طرف ہے کہ کتابت کیلئے آلات بدنیہ کا وجود ضروری ہے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین ؀

یہاں سے بخوبی ثابت ہے۔ کتابت من حیث الفطرۃ انسان میں موجود ہے اور فطریات اولیہ سے ہے اور اسکے خصائص ذاتیہ میں داخل۔ اور یہی اسکی فصل ممیز ہے۔ جو تمام دیگر حیوانات سے تمیز دیتی ہے۔ وہو المطلوب۔ اور جب کہ کتابت جنس انسان کی فطرت میں داخل اور اسکو اول تعلیم ہوئی ہے۔ تو انسان اول کبھی اس سے جاہل نہیں چہ جائیکہ مضوع و مخلوق اول کہ ام الامکان و ابو الاکوان ہے اور اسی طرح اسکا نفس وجہ و نور۔ سب سے پہلے کتابت اسکو تعلیم ہوگی۔ اسی کی طرف حدیث میں اشارہ ہے علم علیا الکتابۃ لانٹ فافہم۔

حضرات قیشرین یہاں یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ بیان و کتابت عرض ہیں اور فصل ممیز و مقوم ذاتیات سے ہونی چاہیئے۔ اس لئے کتابت فصل ممیز انسان نہیں ہوسکتی۔

جواب اس کا یہ ہے۔ کہ یہ اعتراض عامتہ الورود ہے۔ نطق بمعنی ادراک کلیات پر بھی یہی اعتراض وارد ہوتا ہے۔ کیونکہ بالبداہتہ وہ عرض ہے۔ اور سابقاً اس اعتراض کی طرف اشارہ کر چکے ہیں کہ ادراک حقائق چونکہ ہمارے لئے ممکن نہیں اسلئے لوازم و آثار جلیہ سے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے اور شیخ الرئیس نے بھی اسکی تصریح کر دی ہے۔ اور کلام حمید مجید میں اس قسم کے استعمالات موجود ہیں صرف ایک مقام یہاں ذکر کیا جاتا ہے حضرت موسیٰ سے فرعون ملعون نے کہا۔ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِینَ (اور رب العالمین کیا ہے) آپ نے فرمایا۔ رب السموات والارض وما بینھما ان کنتم موقنین۔ (یعنی آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کا پروردگار اگر تم یقین کرنے والے ہو) یہ جواب سن کر اس ملعون نے جناب موسیٰ کو جنون کی نسبت دی کیونکہ اس نے حقیقت رب العالمین سے سوال کیا تھا اور موسیٰ نے آثار سے جواب دیا۔ اور نطق بمعنی ادراک کلیات پر صریح اعتراض وارد ہیں اول یہ کہ ادراک کلیات کے معنی میں نطق کا استعمال شاید مخالف لغت ہے۔ دوم مطلق حیوانات سے ادراک

کلیات کی نفی درست نہیں خلاف واقع ہے۔

امام بحق ناطق و سر اللہ الفائق جناب جعفر الصادق علیہ السلام نے بھی مفضل رہ سے دلائل و شواہد توحید کو بیان فرماتے ہوئے اسی اعتراض عرضی وذاتی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ تبرکاً مقام ضرورت کو ذکر کیا جاتا ہے "تامل یا مفضل ما انعم اللہ تقدست اسمائہ بہ علی الانسان من ھذا النطق الذی یعبر بہ عما فی ضمیرہ وما یخطر بقلبہ ونتیجۃ فکرہ وبہ یفھم من غیرہ ما فی نفسہ ولولا ذالک کان بمنزلۃ البھائم المھملۃ التی لا تخبر عن نفسھا بشیء ولا عن مخبر شیئا وکذالک الکتابۃ التی تقید اخبار الماضین للباقین واخبار الباقین للآتین وبھا تخلد الکتب فی العلوم والآداب وغیرھا وبھا یحفظ الانسان ذکر ما یجری بینہ وبین غیرہ من المعاملات والحساب ولولاہ لانقطع اخبار بعض الازمنۃ عن بعض واخبار الغائبین عن اوطانھم ودرست العلوم وضاعت الآداب وعظم ما یدخل علی الانسان من الخلل فی امورھم وما روی لھم مما لا یسعھم جھلہ" ترجمہ۔ اے مفضل غور و تامل کر اس چیز میں جس سے اللہ تعالیٰ نے انسان پہ انعام و اکرام کیا ہے یعنی وہ نطق جسکے ذریعہ سے اپنے مافی الضمیر کو ادا کرتا ہے اور اپنے مدرکات و معلومات قلب اور نتائج فکر کو ظاہر کرتا ہے اور اس سے غیر کے خیالات اور اسکے مدرکات کو سمجھتا ہے۔ اگر یہ نطق نہ ہوتا تو انسان بھی مثل ان چوپاؤں کے ہوتا جو نہ اپنے حال دوسروں سے کہ سکتے ہیں اور نہ کسی مخبر کی خبر کو بیان کر سکتے ہیں اور اسی طرح وہ کتابت جسکے ذریعہ سے گذشتہ لوگوں کی خبریں موجودین کیلئے اور موجودین کی آئندہ آنے والی نسلوں کیلئے منضبط رہتی ہیں اور اسی کے سبب سے علوم و فنون۔ آداب و اخلاق کی کتب ہمیشہ قائم و باقی رہتی ہیں اور اسی کے وسیلے سے انسان اپنے آپس کے معاملات و حسابات کو محفوظ رکھتا ہے اگر اس کتابت کا وجود نہ ہوتا تو ایک زمانے کے حالات دوسرے زمانے سے جدا ہو جاتے اور غرباء و پردیسیوں کے حالات انکے وطنوں سے قطع ہو جاتے اور علوم و فنون نیست و نابود اور اخلاق و آداب ضائع ہو جاتے اور لوگوں کے معاملات اور امور دینی و دنیوی اور ان مرویات میں جن کا جاننا ضروری ہے خلل عظیم واقع ہوتا اسکے بعد حضرتؑ اسی اعتراض عرضی وذاتی کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد کرتے ہیں "ولعلک تظن ان ما یخلص الیہ بالحیلۃ والفطنۃ ولیست مما اعطیہ الانسان من خلقہ وطباعہ وکذالک الکلام انما ھو شیء یصطلح علیہ الناس فیجری بینھم ولھذا صار یختلف فی الامم المختلفۃ بالسنۃ مختلفۃ وکذالک الکتابۃ ککتابۃ العربی والسریانی والعبرانی والرومی وغیرھا من سائر الکتابۃ التی ھی متفرقۃ فی الامم انما اصطلحوا علیھا کما اصطلحوا علی الکلام" یعنی شاید اے مفضل تو یہ

گمان کرے کہ یہ کتابت ایسی چیز ہے نہیں کہ انسان حیلے وزیرکی و دانائی سے حاصل کر لیتا ہے اور کوئی ایسی شے نہیں ہے۔ جو اللہ جل شانہ نے من حیث الخلقۃ والطبیعۃ انسان کو عطا کی ہو۔ اور ایسے ہی کلام ایک ایسی شے ہے جس پر لوگوں نے ایک اصطلاح قائم کر لی ہے۔ اور پھر وہ اصطلاح ان میں مروج و جاری ہو گئی ہے اور اسی وجہ سے تمام امم کی زبان و کلام مختلف ہے۔ اور اسی طرح کتابت مثل کتابت عربی۔ سریانی۔ عبرانی اور رومی وغیرہ جو ادوار اور تحریرات و خطوط مختلف امتوں میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً کلام اصطلاحی ہیں۔ اب حضرتؑ اسی شبہ کا جواب فرماتے ہیں۔ فیقال لمن ادعی ذالک ان الانسان وان کان لہ فی الامرین جمیعاً فعل وحیلۃ۔ فان الشئی الذی یبلغ بہ ذالک الفعل والحیلۃ عطیۃ وھبۃ من اللہ عزوجل لہ فی خلقہ فانہ لو لم یکن لہ لسان مھیأ للکلام وذھن یھتدی بہ للامور لم یکن یتکلم ابداً ولو لم یکن لہ کف مھیئۃ للکتابۃ لم یکن یکتب ابداً واعتبر ذالک من البھائم التی لا کلام لھا ولا کتابۃ فاصل ذالک فطرۃ الباری جل وعز وما تفضل بہ علی خلقہ فمن شکر اثیب ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین "یعنی حضرتؑ فرماتے ہیں کہ اس شبہ کے جواب میں کہ کتابت و کلام محض فعل اختیاری انسان ہے۔ کہا جائیگا کہ بیشک اگرچہ ان دونو باتوں میں انسان کے فعل اور تدبیر کو دخل ہے (لیکن) وہ شے جس کے وسیلے سے انسان اس فعل و تدبیر پر پہنچتا ہے۔ عطیہ خداوندی اور موہبت الٰہی ہے جو من حیث الخلقت اسکو عطا کی گئی ہے۔ اگر اسکے لئے زبان مہیا نہ کی جاتی اور وہ ذہن جس سے امورات کو پاتا ہے موجود نہ ہوتا تو ہرگز کلام نہ کر سکتا اور اگر ہاتھ لکھنے کیواسطے تیار نہ کیا جاتا تو کبھی نہ لکھ سکتا۔ اور اس باب میں ان حیوانات سے نصیحت و عبرت حاصل کرو جو نہ کتابت رکھتے ہیں اور نہ کلام پس اصل اسکی فطرت الٰہی اور اپنی مخلوق پر اس کا تفضل ہے۔ پس جس نے اس کا شکریہ کیا وہ مستحق ثواب ہوا۔ اور جس نے انکار کیا پس خدا جمیع عالمین سے بے نیاز ہے۔ کوئی اسکا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

امام علیہ السلام نے اس بیان میں بیان قولی یعنی نطق خاص اور بیان فعلی یعنی کتابت دونو کو ذکر فرمادیا ہے۔ اور حضرتؑ نے کتابت کے ضروری ہونے اور اسکے من حیث الدین والدنیا انسان کے لئے لازمی ہونیکی بابت جو توضیحات و تشریحات فرمائی ہیں اور نطق کی نسبت شرح و بسط نہیں فرمایا اس سے ہر صاحب عقل و ذی شعور سلیم الطبع۔ صحیح الفہم بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ کتابت کا مرتبہ کیا ہے اور اسکے فوائد و عوائد نطق سے کس قدر زیادہ ہیں۔ بعد ازاں حضرتؑ اسکے عرضی ہونیکے شبہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ شاید تو گمان کرے کہ یہ بات ممکن ہے کہ انسان کتابت کے ضروری ہونیکی وجہ سے

بواسطہ اُس زیرکی و دانائی کے جو اسمیں موجود ہے ایک حیلہ و تدبیر کرے اور کچھ علامات اختراع کرے اور ان علامات کے ذریعہ سے مقاصد اخذ کر کے اپنا مافی الضمیر دوسرے کو سمجھائے اور یہ بات ممکن ہے تو کتابت انسان کیلئے ذاتی نہ ہوئی اور اُسکی سرشت میں داخل نہ ٹھیری جیسا کہ لفظ خلق و طباع کے تراوت سے ظاہر ہے اور اسی طرح کلام بھی ایک ایسی چیز ہے جو لوگوں نے اپنے لئے ایجاد کر کے اصطلاح قرار دے لی ہے اور وہ ہی مروج ہوگئی ہے اور اسی وجہ سے حسب اختلاف امم وہ مختلف ہے اور متفاوت زبانیں پائی جاتی ہیں جس قوم نے جو اصطلاح ٹھیرالی وہ ہی اس میں مروج ہوگئی ہے اور اسی طرح کتابت بھی مختلف ہے عربی، سریانی، عبرانی، رومی وغیرہ۔ بعدازاں جواب شبہ میں فرماتے ہیں۔ ہاں یہ بات ممکن اور درست ہے کہ انسان کے فعل و تدبیر کو ان میں دخل ہے اور ہو سکتا ہے کہ انسان اس قسم کا کلام نہ کرے دوسری قسم کا کرے اس قسم کی کتابت نہ رکھتا ہو دوسری قسم کی رکھتا ہو لیکن وہ شے جسکے ذریعہ و وسیلے سے اس تصرف و تدبیر پر قادر ہوتا ہے وہ عطیہ خداوندی اور موھبت الٰہی ہے۔ جو اسکی ذات میں (بمرتبہ خلق ہے) موجود ہے۔ پھر حضرت مقام جمع بین الخلق والطباع میں فرماتے ہیں۔ اگر زبان انسان کے کلام کرنیکے لئے مہیا نہ کی جاتی اور وہ ذہن جسکے ذریعہ سے امورات کا ادراک کرتا ہے۔ موجود نہ ہوتا تو ہرگز کلام نہ کرسکتا اور لکھنے کیلئے ہاتھ دیا نہ ہوتا تو ہرگز نہ لکھتا اور چونکہ کتابت اور تکلم کا منشاء انتزاع ایک ہی ہے اسلئے حضرتؑ نے منشاء کلام کے ذکر فرما کر منشاء انتزاع کتابت کو ذکر نہیں کیا۔ پھر حضرت فرماتے ہیں کہ عبرت پکڑ اُن بہائم سے جو کلام و کتابت نہیں رکھتے اور پھر بطور توضیح و تاکید فرماتے ہیں کہ در اصل یہ کتابت فطری ہے جو خدا نے اپنے فضل و کرم سے انسان کو عطا کی ہے۔

اب ہم پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ناظرین کو عنوان عقل کیطرف متوجہ ہونا چاہیئے جس میں ہم ذکر کر آئے ہیں کہ موجودات کو جو صفات عارض ہوتی ہیں وہ دو قسم پر ہیں ایک وہ صفتیں جو موجود کو من حیث الوجود عارض ہوتی ہیں اور نفس تحقق وجود اُنکے عارض ہونے میں کافی ہے اور یہ صفات لوازم وجود کہلاتی ہیں اور دوسری قسم کی وہ صفات ہیں جو موجود کو اس وقت عارض ہوتی ہیں جبکہ وہ تخصص طبعی پیدا کرلے۔ بعدازاں خلق و طباع کے معانی کا سمجھنا ضروری ہے۔ خلق کی چار قسمیں یا صورتیں ہیں اول **خلق تکوینی** اور یہ ایسی خلق ہے جو محتاج مدت و مادہ نہیں صرف ارادہ تکوینی باری تعالے شے سے متعلق ہوا اور مخلوق موجود ہوگئی۔ اذا اراد اللہ شیئاً فقال کن فیکون۔ جب خدا نے کسی چیز کے پیدا کرنیکا ارادہ کیا پس کہا (کُن) ہوجا پس وہ ہوگئی۔ اولا یذکر الانسان ان خلقناہ من قبل ولم یکن شیئاً۔ ثم انشاناہ خلقاً آخر۔

دوم خلق ابداعی) وہ مادی اشیاء کا بلا تحول زمانی خلق کرنا ہے۔ ولقد خلقنا السموات الارض الخ
سوم خلق تحویلی جس میں مادہ درجہ بدرجہ متحول و متقلب ہو کر صورت خلقی اختیار کرتا ہے جیسا کہ خدا
خلقت حیوانی و انسانی کی بابت فرماتا ہے۔ ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ
نطفۃ فی قرار مکین ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ
عظاما فکسونا العظام لحما۔ اس خلق میں مادہ ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہوتا ہے
اور بعد مراتب تحول و تحویل خلقت تمام ہوتی ہے۔
چہارم خلق تقدیری جیسا قول باریتعالیٰ متعلق حضرت عیسیٰؑ انی اخلق لکم من الطین
کھیئۃ الطیر۔ اور دوسری جگہ فرماتا ہے۔ خلق کل شیئ فقدرہ تقدیرا۔ اور طبائع
شے کی سرشت خلق تحویلی اور خلق تقدیری کی حیثیت مجموعی کو کہتے ہیں پس امام علیہ السلام نے جو
اپنی تقریر میں طبائع کو خلق کے ساتھ ذکر کیا ہے وراس کا ردیف قرار دیا ہے۔ یہ اس امر کی تصریح ہے
کہ اس مقام پر خلق سے خلق تکوینی بلا مادہ و مدت مراد ہے۔ جو مقام خلقت نفسانیہ انسانیہ ہے۔ اور
مدت و مادہ ضروری ہے۔ جس کا تحقق عروض صفات قسم اول یعنی لوازم ذاتیہ وجودیہ کیلئے کافی ہے
اور طبائع سے مراد عالم مادی تحویلی و تقدیری ہے جو مرتبہ عروض صفات قسم دوم ہے۔ اور اسی تخصص پر
ان صفات کا عارض ہوتا موقوف ہے۔ اور ان صفات کو عوارض طبعیہ کہتے ہیں۔ اور یہ مسلم ہے
کہ عوارض ذاتیہ و وجودیہ ممتنع الانفکاک ہیں۔ لوازم وجود ہرگز وجود و ذات شے سے جدا نہیں ہو سکتے
بلکہ ان لوازم کا انفکاک عین ذات کے زوال کا باعث ہوتا ہے۔ جیسے سواد سے سوادیت کا زوال
موجب زوال سواد ہے۔ اور اسی کو کمال اولی کہتے ہیں۔ اور جبتک شے کی ہیئت طبعیہ باقی رہتی ہے عوارض
طبعیہ بھی باقی رہتے ہیں ہرگز اس سے جدا نہیں ہو سکتے۔
اس تمہید کے بعد ہم کہتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے شبہ کا جواب یہی دیا ہے کہ ہاں یہ درست
ہے۔ اے مفضل جو تمہارا خیال ہے۔ لیکن وہ قوت تصرف و ایجاد جسکے ذریعہ سے وہ الفاظ مخصوصہ
اور اشکال مخصوصہ ایجاد کرتا ہے عطیہ خداوندی اور موہبت الٰہی ہے جو اسکی سرشت میں خداوند عالم نے
مرکوز و مخزون فرمائی ہے۔ اور الفاظ مخصوصہ اور خطوط و نقوش و اشکال متنوعہ کا ایجاد کرنا اسی قوت و
قدرت کا اثر ہے اور پھر حضرت نے طبعی ہونے کے جواب میں فرمایا ہے کہ اگر عالم طبعی مادی اور تقدیر
صورت میں زبان با فصیح خاص اور ہاتھ بہیئت مخصوصہ طبعیہ انسان کیلئے مہیا نہ کیا جاتا تو ہرگز ممکن
نہ تھا کہ وہ تکلم کر سکتے یا کچھ لکھ سکتے یعنی بدون اجتماع دست و زبان تکلم و تحریر ممکن نہیں۔ بعلاوہ

حضرتؑ بغرض توضیح بہائم کی مثال دیتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ ان میں کلام وکتابت نہیں ہے یقیناً اس کلام وکتابت سے مراد حضرتؑ کی وہی کلام وکتابت ہے جسکی شرح کردی گئی ہے جو فصل ممیز انسان ہے۔ اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ممکن ہے کہ بعض حیوانات مثل پرندہ وطوطے کے سکھانے سے لکھنا اور کلام کرنا سیکھ جائیں لیکن چونکہ انکی خلقت میں قوت ایجادیہ نہیں ہے اور انکی ہیئت طبعی میں دست وزبان بحیثیت نامہ بوضع مخصوص کلام کرنے اور لکھنے کیلئے مہیا نہیں ہیں۔ اسلئے اگر ان کو کوئی لکھنا سکھا بھی دے تو وہ سوائے اسکے جو انکو سکھایا گیا ہے اور کچھ نہیں لکھ پڑھ سکینگے اور اپنے مافی الضمیر کو بیان اور تحریر نہ کر سکینگے اور انکا یہ لکھنا اور کلام کرنا عرضی وخارجی ہوگا۔ اور اسلئے ان کو ہرگز متکلم وکاتب ان معنی میں نہیں کہہ سکتے۔ یہ کلام وکتابت انسان ہی سے مخصوص ہے پس قطع نظر از جمیع فرمائشات امام علیہ السلام صرف فقرہ اخیر (فاصل ذالک فطرۃ الباری) انسان عاقل متدین کیلئے کافی ہے کہ حضرتؑ بکمال صراحت فرماتے ہیں کہ تکلم وکتابت انسان کیلئے فطری ہے یعنی اس کی صفات ذاتیہ میں سے ہے اور ہیئت طبعیہ انسانیہ میں ان صفات کے اظہار کیواسطے آلات مہیا فرما دیئے ہیں۔ اور یہ امر مسلم ومحقق ہے بلکہ بدیہی وضروری ہے کہ امور فطریہ مستحیل الانفکاک اور فی الجملہ ضروری الظہور ہیں اگر انسان کو اسکی طبیعت پر چھوڑ دیا جائے اور کوئی امر خارجی انکے ظہور و بروز سے مانع نہ ہو۔ اور یہ بھی مسلم ہے کہ جسم پاک نبویؐ روح مجسم ہے اور روح جسم مروح ہے پس اس عالم مادی طبیعی میں کوئی امر فطریات وجود ولوازم وجودیہ وعوارض ذاتیہ کو مانع وعائق نہیں ہو سکتا سوا اس کے کہ حکم امر خالق وصانع خود انکو اظہار سے بالاختیار روک دے بنا بریں آنحضرتؐ سے علم قرآت وکتابت (جو فطریات اولیہ اور لوازم وجودیہ وعوارض ذاتیہ سے ہے) کا ظاہر نہ ہونا محض بحکم الٰہی ہوگا کہ آپ عدم اظہار پر مامور تھے۔ ہرگز قبل بعثت فاقد قرآت وکتابت نہیں ہو سکتے۔ کتب محققین کے حوالہ کی ضرورت نہیں خود حضرت بحر الحقائق جناب امام جعفر الصادقؑ تقریب شبہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ زبانہائے مختلفہ اور خطوط متبائنہ متعددہ کو انسانوں نے ایجاد کیا ہے اور اصطلاح قائم کی ہے یہ ایجادیہ حسی قوت بیانیہ انسانیہ کا اثر ہے جو من حیث الفطرت والخلقت والطبیعت انسان میں موجود ہے اور امور فطریہ میں مومن وکافر سب برابر ہیں۔ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیم۔ نا ممکن ہے کہ ان فطریات سے ذات پاک محمدیؐ جو اول موجودات وافضل واکمل واشرف مکونات ہے عاری ہو یا ذات اقدس صاحب ولایت مطلقہ ان فطریات اولیہ میں ہمہ شما سے کسب اکتساب کی محتاج ہو۔ قطعاً محال ویقیناً مستحیل ہے۔ اور حضرتؐ کیلئے

یہ امکان ہی ممکن ہے کہ یہ ملکہ اکتسابا گا حاصل شدہ ہو۔ قطعاً ناممکن ہے۔ بغیر از عطائے الٰہی دوسری شق ممکن ہی نہیں۔

مزید توضیح۔ ہر وجود جس کو خدا نے ایجاد کیا ہے وہ کاشف مکنون غیب اور مظہر سر مکنون ہے یعنی نفس وجود ہر موجود ظاہر کرتا ہے کوئی چیز پوشیدہ تھی۔ جو اس وجود سے آشکار ہوئی اور اس وجود کو جس نے ایجاد کیا ہے اُس کا کوئی مقصود تھا جس کو اس وجود کے ذریعہ سے ظاہر کیا ہے۔ اسلئے وجود کو کلمہ بھی کہتے ہیں کیونکہ کلمہ وہ چیز ہے جسکے ذریعہ سے مافی الضمیر ظاہر کیا جاتا ہے۔ اور اسلئے تمام عالم خدا کی کتاب وجودی ہے۔ "لقد لبثتم فی کتاب اللّٰہ الی یوم البعث" اور موجودات عالم اس کتاب الٰہی کے حروف وافعال واسماء ہیں۔ جو وجود اشرف وافضل ہیں وہ کلمات تامہ الٰہیہ۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام کو اطلاقاً کلمات اللہ کہا گیا ہے "وکلمتہ القھا الی مریم" وکلمۃ اللّٰہ ھی العلیا وغیر ذالک۔ اس مضمون کو ہم البرہان بعنوان "النبی کلمۃ اللّٰہ" میں مفصل لکھ چکے ہیں۔ وہاں سے ملاحظہ ہو اور وجود کی دو قسمیں ہیں۔ وجود قولی اور وجود فعلی پس ہر موجود موجودات عالم سے خداوند ذوالاکرام والاجلال مبدء ہر جمال وجلال کی کسی خصوصیت اور صفت جلالی یا جمالی پر دلالت کرتا ہے یا یوں کہئے کہ ہر ذرہ ذرات عالم سے خداوند ذوالجلال والاکرام کی کسی صفت جلالی یا جمالی کا مظہر ہے اور یہ دلالت۔ دلالت فطری وبوضع الٰہی ذاتی ہے اور جب یہ دلالت بوضع الٰہی ذاتی ہے تو بالقطع والیقین وبالبداہتہ والضرورۃ دائماً مستحیل الانفکاک ہے۔ ہرگز متبدل نہیں ہو سکتی اور اسلئے وضع عرضی وثانوی اور دلالت ثانویہ اس وضع اولی اور دلالت اولیہ کو تبدیل نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ وضع اولی بالذات ہے اور وضع ثانی بالعرض اور ما بالعرض ما بالذات کو کبھی تبدیل نہیں کر سکتا۔ مثلاً عناصر مفردہ میں پانی بالطبع بارد ورطب ہے پس اگر کوئی شخص اسکو آگ سے جوش دے تو وہ گرم ہو جائیگا۔ لیکن حرارت عرضیہ اسکو بالطبع حار نہیں بنا سکتی اور کوئی طبیب آب گرم کو حار بالطبع نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ یہ حرارت بالعرض وقابل زوال ہے کس طرح ہو سکتا ہے کہ ما بالذات برودت اصلیہ کو بدل دے وہ برودت اصلیہ اس حرارت عرضیہ کے ساتھ مجتمع اور موجود ہے اور پانی باوجود اس حرارت کے بارد بالطبع ہے۔ یہی بات تمام ادویات مرکبہ ومفردہ میں پائی جاتی ہے کہ ایک دوا دوسری دوا سے مل کر اسکی ذاتی اور طبعی تاثیر کو بالکل تبدیل نہیں کر سکتی۔ لیکن جبتک یہ اوضاع ودلالات کسی شخص کے مرئی ومنظر میں نہ ہوں اور اسکے سامنے وضع نہ کی گئی ہوں یا خود صانع وخالق اوضاع ودلالات کو کسی کو نہ دکھلادے۔ کوئی شخص ان اوضاع ودلالات کو نہیں جان سکتا اور آیہ کریمہ۔ ما اشھدتھم

خلق السمٰوات والارض ولاخلق انفسھم" (میں نے شیاطین کو نہیں حاضر کیا وقت پیدا کرنے زمین اور آسمان کے اور نہ خود انکے نفسوں کے پیدا کرنے کے وقت) سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا میں کچھ وجود ایسے بھی ہیں جن کی موجودگی میں تمام اشیاء خلق کی گئی ہیں۔ و آیۂ مبارکہ "وکذالک نُری ابراھیم ملکوت السمٰوات والارض" سے ثابت ہے کہ ایسے اشخاص بھی ہیں جن کو خداوند عالم نے حقائق و بواطن آسمان و زمین دکھلائی ہیں اور آیہ وافی ہدایۃ "الم تر ان اللّٰہ یسجد لہ من فی السمٰوات والارض طوعاً و کرھاً" (کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تمام موجودات ارضی و سماوی طوعاً و کرھاً خدا کیلئے سجدہ کرتی ہیں) سے دلالت اولیہ اصلیہ اور دلالات ثانویہ عرضیہ کے اجتماع کی طرف اشارہ ہے! اور یہ شبہ کہ دلالات وضعیہ الہیہ اکثر مخلوقات میں کیوں ظاہر نہیں ہوتیں۔ خود مثال مذکورہ سے مرتفع ہے اور جواب ظاہر ہے یعنی یہ کہ دلالات عرضیہ ثانویہ انکے ظہور و بروز کو مانع ہیں اور آیہ مجیدہ "لا تبدیل لخلق اللّٰہ" و آیہ کریمہ "فلیغیرن خلق اللّٰہ" معارض نہیں ہیں کیونکہ تبدیل اور چیز ہے اور تغییر اور شے تبدیل ذاتیات سے متعلق ہے اور تغییر عرضیات سے پس تبدیل خلقت اصلیہ اور چیز ہے اور تغییر حالت خلقت اور شے ہے "وبینھما بونٌ بعید" اور حدیث شریف نبوی "کل مولود یولد علی الفطرۃ وابواہ یھودانہ او یمجسانہ او ینصرانہ" بھی اس شبہ کو صاف رفع کرتی ہے اور جواب صاف ہے کہ حالت فطریہ کو عوارض خارجیہ تقلیدیہ نے متغیر کر دیا ہے نہ یہ کہ خلقت کو تبدیل کر دیا ہے۔ عوارض کے زائل ہوتے ہی ہر شے فطرۃ اولیہ کی طرف عود کر آتی ہے جس طرح کہ آب گرم آتش کے برطرف ہونے سے سرد ہو جاتا ہے اور اپنی اصل حالت کی طرف عود کر آتا ہے۔

ناظرین کیا اس تصریح خداوندی اور مخبر صادق عالم و عارف وضاع الہیہ و دلالات فطریہ اشیاء کی اس تنصیص کے بعد بھی کہ تکلم و کتابت انسان کیلئے فطری ہے اور یہی اسکی فصل ممیز ہے کسی عاقل متدین کو شبہ باقی رہ سکتا ہے؟ کہ تکلم و کتابت کمالات ممکنہ بشریہ میں داخل ہیں یا نہیں۔ اور جب نص امام سے یہ ثابت ہو گیا کہ دنیا میں ایسے بھی انسان ہیں جنہوں نے بلا تعلم و اکتساب بانیں اور خطوط ایجاد کئے ہیں۔ تو کون تصدیق کر سکتا ہے کہ پیغمبر خاتم النبیین کی قوت بیانیہ یعنی قوت قدرت و تاثیر نفس دوسری افراد انسانی کی قوت بیانیہ ایجادیہ سے کم تھی اور نفس رسول۔ صاحب ولایت مطلقہ استاد جبرئیل۔ خزانہ علم الٰہی مظہر اول و اکمل ذات جامع الکمالات ان کمالات کے حاصل کرنے میں دوسروں کی تعلیم کا محتاج تھا۔ ان ھذا الا اختلاق:۔۔۔

تنبیہ فیہ تبصیر نفس انسانیہ اشرف و افضل و اکمل موجودات ممکنہ ہے کہ خداوند عالم اسکی خلقت کے بیان میں اپنی ذات کی تمجید میں فرماتا ہے "فتبارک اللہ احسن الخالقین" اور اسکے درجات کمال و حسن خلقت آیہ کریمہ۔ ولقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم" سے ظاہر و آشکارا ہے اور اسکی صورت تمام صورتوں سے بہتر ہے جس پر قول خداوند عالم "صورکم فاحسن صورکم" بالصراحۃ دال ہے اور چونکہ خلقت نفسانیہ انسانیہ بلا مدت و مادہ ہے اسلئے اسکے لئے تعلیم الٰہی بھی بلاواسطہ ہے جس پر آیہ "خلق الانسان علمہ البیان" شاہد ہے اور وہ ہر مرتبہ، ہر نشاء، ہر منزل اور ہر مرحلہ میں صاحب کمال ہے جو آیہ وافی ہدایہ۔ الذی خلقک فسواک فعدلک سے ثابت ہے کہ انسان حد اعتدال میں خلق کیا گیا ہے اور حد اعتدال عین کمال ہے اگر سالک اسی طریق اعتدال فطری ذاتی پر چلتا رہے اور اپنی حالت خلقی و فطری میں تغیر پیدا نہ کرے تو ہمیشہ بتعلیم الٰہی معلَّم رہیگا۔ "واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ" تقوےٰ اختیار کرو خدا تم کو تعلیم دیتا رہیگا" فرمان الٰہی ہے اور حکماء کا مقولہ "کہ نفس انسانیہ خود کمال اولی ہے" خلاف حق و بلا دلیل و بلا مدرک نہیں۔ استعداد ایک امر عدمی ہے اور ملکہ امر وجودی اسلئے کسی شخص میں ایک شئے کی استعداد ہونا قابل مدح و ثناء نہیں۔ چنانچہ خدا ان انسانوں کو جن میں یقیناً حصول کمالات کی استعداد تو ہے۔ مگر انہوں نے ملکات حاصل نہیں کئے ہیں انسانیت سے خارج بیان فرماتا ہے "ان ھم الا کالانعام اولئک کالانعام بل ھم اضل" نہیں ہیں وہ مگر مثل چوپایوں کے بلکہ ان سے بھی بدتر نتیجہ یہ ہے کہ مدح و ثنا کمال ثانوی سے متعلق ہوتی ہے جو مقام ملکہ ہے نہ کمال اولی سے اور یہ مرتبہ بدون اکتساب و تعلم حاصل ہوتا ہے بشرطیکہ انسان کی حالت فطری و خلقی میں تغیر واقع نہ ہو پس کونسی شے ہے جو ان ملکات کو جو بالفطرۃ نفس انسانیہ کو حاصل ہو سکتے ہیں وجود اقدس نبوی و نفس رسول سے خارج کر دے اور وہ ایک زمانہ تک ان ملکات سے عاری و خالی رہے اور وہ محتاج تعلیم غیر رہا۔ کمال الدین و اتمام النعمۃ کے آخری حصص کو ملاحظہ فرمائیے جس میں حضرت حجۃ عجل اللہ فرجہ کے اصحاب اہل ایمان کے حالات درج ہیں کہ بلا تعلیم و اکتساب ہر زبان کے عالم و کاتب ہو جائینگے۔ بلکہ دیگر تمام کتب غیبت اس پر شاہد ہیں۔ ملاحظہ ہوں سوانح آنحضرت عجل اللہ فرجہ۔ پس کون عاقل بصیر سلیم الطبع صحیح الفہم کہہ سکتا ہے۔ کہ حضرات معصومین علیہم السلام میں یہ ملکات اکتسابی ہیں اور حضرت شاہ ولایت انکی تحصیل میں محتاج تعلیم غیر "ان ھم الا یظنون۔ وان الظن لا یغنی من الحق شیئاً۔ وان بعض الظن اثم"
قوا انفسکم واھلیکم نارا"
اب ناظرین خود غور فرمائیں کہ حضرت ختمی مرتبت میں اس کتابت کا کیونکر ملکہ نہ تھا جو تصریح کلام الٰہی

دنبص امام علیہ السلام انسان کیلئے فطری ہے اور اسکی فضل ممیز اور کیونکر حضرت چالیس سال تک اس کے جاہل رہے۔ کیا معاذ اللہ حضرت کے نفس قدسی کی قوت تصرف و تاثیر ان عام لوگوں کی قوت سے بھی کم تھی جنہوں نے اشکال مختلفہ اور صور متعددہ میں کتابت ایجاد کی۔ کیا (العیاذ باللہ) آنحضرت میں چالیس سال تک اتنا بھی تقویٰ نہ تھا جو تعلیم الٰہی کے قابل ہوتے؟ کیا آنحضرت کی حالت خلقی و فطری میں تغیر واقع ہو گیا جو عدم حصول ملکات فطریہ کا باعث ہوا اور کتابت جیسے نقص ایمانی تک سرایت کر گیا۔ بلکہ فقدان ایمان تک جس کو جناب ممتاز الافاضل آیہ ما کنت تدری الخ سے استدلال فرماتے ہوئے ثابت کرتے ہیں۔ کیا کسی شخص کو اب بھی شبہ ہے کہ قراءت و کتابت کمالات بشری میں سے ہے اور حدود بشری میں داخل اور جناب ممتاز الافاضل و عمدۃ الافاضل و فاضلین اسکو تسلیم کرتے ہیں اور فرماتے ہیں "یہ سچ ہے تمام انبیاء کمالات ظاہری و باطنی سے مکمل ہوتے ہیں" "اور ہم انبیاء اور انکے اوصیاء کو بشری حدود میں جو کمالات ممکن ہیں انکے اعتبار سے کامل بلکہ اکمل سمجھتے ہیں" پھر نہ معلوم یہ کمالات کیوں تمام کمالات حدود بشری سے خارج ہو گئے اور باوجود جامع ہونے جمیع کمالات کے حضرت ختمی مرتبت چالیس سال تک ان کمالات انسانی سے محروم اور انکے فاقد رہے۔ حالانکہ اگر ایک جاہل سے بھی دریافت کیا جائے تو لکھنے پڑھنے کو کمال انسانی کہیگا۔ بلکہ یہ مشہور و معروف ہے کہ جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتا۔ اسی کو جاہل بلکہ وحشی کہتے ہیں اور اس کمال کا نہ ہونا موجب ذم و قدح ہے۔ کیا آنحضرت ہی اسی تذلیل و تنقیص اور توہین کیلئے مختص کئے گئے تھے بخلاف جملہ عقلائے روزگار کے خلاف فرمانشاتہ حضرت خاتم النبیینؐ والاطہار انہی کیواسطے جہالت موجب فخر و مباہات تھی۔ ان ھذا الا اختلاق۔ نعوذ باللّٰہ من ذالک ونسئلہ ان یشرح صدورنا ویذھب الشک والزیغ عن قلوبنا۔

باب دوم

فصل

اقوال متفرقہ

ان مباحث علمیہ تحقیقیہ کے ملاحظہ کے بعد کسی صاحب عقل و فہم کو شبہ باقی نہیں رہ سکتا کہ کسب و اکتساب

علوم بطریق مروج و مرسوم جو محل بحث ہے انبیاؑ و اوصیاؑ کی شان کے شایاں نہیں اور علم قرات و کتابت وہ مہتم بالشان علم ہے جو انسان کو بالفطرۃ سب سے پہلے عطا کیا گیا اور کریم مطلق نے اپنی نعمت کاملہ کا اظہار لفظ اکرم استعمال کر کے فرمایا کہ نوع انسان کے ضروریات شخصی و نوعی کے لحاظ سے یہی علم بے انتہا منافع و فوائد کا مبدء ہے اور ضروریات انسانی میں سب سے پہلے اسکی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور قطعاً نا ممکن ہے۔ کہ صاحب تاج ولایت و نبوت مطلقہ و مظہر ثانی ولی برحق جل و علا اس علم کا فاقد ہو اور ملکہ قرات کتابت نہ رکھتا ہو۔ لیکن جن لوگوں کو اظہار حق یا اتباع حق سے کوئی غرض نہیں اور مقصود صرف لیاقت جتانا یا اپنی لاج رکھنا ہے وہ کب اسکو تسلیم کر سکتے ہیں اور زبان پر کلمہ حق لا سکتے ہیں اگرچہ انکے دل اسکے خلاف بہ ہر گونہ شہادت نہ دیتے ہوں لیکن ان کو تو اسکی تائید کرنی ہے جو کہ نوک قلم سے نکل گیا ہے اس میں خواہ شان پاک نبویؐ میں گستاخی کرنی پڑے یا حضرت شاہ ولایتؑ کی توہین و تذلیل ہو۔ (معاذ اللہ) وہ اسکی غلطی کو کب تسلیم کر سکتے ہیں یا بعد تسلیم اظہار کر سکتے ہیں جبکہ وہ من جانب اللہ و منصوص من اللہ قبلہ امام وکعبۃ الاسلام لکھ چکے ہیں اور وہ بفضلہ و زندہ و بقید حیات ہیں اور حضرات ائمہ معصومینؑ بظاہر اموات میں داخل۔ آخر آنکھوں کی بھی تو کچھ لاج ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں ہزاروں تعلقات دنیویہ انہی قبلہ الانام سے وابستہ ہیں نہ کہ ائمہ علیہم السلام سے یہی وجہ اس بحث کے طول کھینچنے کی ہے ورنہ اس میں اس قدر طوالت کی ضرورت نہ تھی چند کلمات میں اس کا فیصلہ ہو سکتا تھا۔

غرض۔ قبلہ و کعبہ کے نوک قلم پر آئے ہوئے کی تائید کے فرض کو آخر درجہ تکمیل تک پہنچانے اور اپنی کئے اور کہے کی لاج رکھنے کی غرض سے ان صحیح و محقق و مبرہن مضامین پر اپنے زعم میں اعتراضات شروع کئے گئے اور ۱۵ رجولائی ۱۹۰۹ء سے جناب ممتاز الافاضل کی طرف سے بعنوان "الفتنۃ نائمۃ لعن اللہ من ایقظھا" سلسلہ مضامین اخبار اثنا عشری میں شروع کیا گیا لیکن نام ظاہر نہیں کیا گیا البتہ جاننے والے جانتے تھے اور محض عبارات بدلکر اور نیز خلط مباحث کر کے انہی باتوں کو مکرر و سہ کرر دہرایا گیا جن کو الزاماً و تحقیقاً متعدد عنادین میں باطل ثابت کیا جا چکا تھا اور تمام اہل انصاف انکی حقیقت کو سمجھ چکے تھے۔ ان مضامین کے سلسلہ میں جناب ممتاز الافاضل موصوف نے اپنی "جرأت" کی دھن میں کچھ ایسی باتیں بھی لکھ ماریں جو انکی ممتاز فضیلت پر نہایت بدنما داغ ہیں اور جن کی بابت یہ کہا سکتا ہے کہ جب ممتاز الافاضل صاحب کا یہ حال ہے تو وہاں فاضلین کس پائے کے ہونگے اور انکی تحقیقات معارف و حقائق اسلامیہ میں کہاں تک پہنچی ہوئی ہونگی۔ اور ان ہی کے اشاعت کے بعد سخت منطاہر کیا گیا اور دریافت کیا گیا کہ ان مضمون نگار کا نام ظاہر کیا جائے "آیا ثالث عشر کون ہیں" تو دوسرے نمبر میں فوراً

مضمون کے نیچے سید صغیر حسن باسٹوی لکھ دیا گیا اور یہ وہ صغیر حسن ہیں جنکے نام سے ایک مہمل رسالہ بنام اظہار حق شائع کیا گیا ہے۔ اگرچہ ان مضامین میں کوئی ایسی نئی دلیل مذکور نہیں ہوئی جس کی رد اور ابطال کیلئے خاص مقدمات یا مزید تحقیقات کی ضرورت ہو اور نہ ایسی کوئی جدید بات ہے جو من حیث البحث، قابل ذکر و نقل ہو لیکن اس ضمن میں کچھ ایسی کمیاں ظاہر ہوئی ہیں جن سے انکی علمی اور اعتقادی قابلیت ولیاقت پر کافی روشنی پڑتی ہے اسلئے ان تمام مباحث کا بلفظہ لکھنا طوالت کتاب اور ملالت ناظرین وقارئین کا موجب ہوگا۔ صرف ان امور کی طرف مختصراً اشارہ ہے۔

اولاً مقدمات عقلیہ پر ایرادات کے ضمن میں تحریر فرمایا ہے "یہ عقل مستفاد کا مرتبہ سوائے نبیؐ اور امامؑ کے کسی کو ممکن نہیں" ہم مقدمات عقلیہ میں ثابت اور ظاہر کر چکے ہیں کہ مرتبۂ عقل مستفاد مراتب نفوس عامۂ ناس سے ہے۔ اور اکثر لوگ غیر امام و نبی اس پر فائز ہوئے ہیں۔ اور مدعی ہیں کہ حکماء میں بعض حکماء مشائین اور اکثر حکماء اشراقین عقل مستفاد کا درجہ رکھتے تھے۔ ہمارے علماء کرام رضوان اللہ علیہم میں بحمد اللہ اکثر اس درجۂ عقل بالمستفاد پر فائز ہوئے۔ کہ انکو یہ مرتبہ حاصل تھا کہ ایک طرف کی توجہ دوسری طرف متوجہ ہونے سے مانع نہ ہوتی تھی۔ اور انکو تمام نظریات و معلومات حاضر تھیں۔ اصحاب آنحضرتؐ و ائمہؑ میں سے بفضلہ تعالیٰ بہت سے بزرگوار یہی درجہ رکھتے تھے۔ ملاحظہ ہوں حالات جناب سلمان فارسیؓ جنکو سلمانؑ منا اہل البیت کا خطاب عطا ہوا ہے۔ اور جابر بن یزید جعفی وغیرہما اور اصحاب حضرت حجۃ عجل اللہ فرجہ اسی مرتبہ پر فائز ہونگے۔ اور بحمد اللہ سب کے سب درجۂ عقل مستفاد رکھتے ہونگے۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ عقل بالمستفاد کے بھی حسب اختلاف نفوس بہت سے درجے ہیں۔ اور اسکے آخری مرتبے میں کوئی فائز نہیں ہو سکتا کہ تمام نظریات ممکنہ حاضر ہو جائیں۔ لیکن یقین ہے کہ بعض اصحاب پیغمبرؐ و امامؑ ضرور اس درجے پر فائز ہوئے اور ہونگے اگرچہ حکماء نہ ہوئے ہوں۔ شاید انکار کی یہ وجہ ہے کہ شیخ الرئیس ابو علی سینا نے یہ لکھ دیا کہ "ممتنع او مستبعد" یعنی یہ درجہ عام انسانوں کیلئے وارد دنیا میں ناممکن ہے یا بعید۔ لیکن اکیلے ابو علی کا قول سند نہیں ہو سکتا جبکہ دوسرے حکماء اسکے خلاف ہیں۔ اور اگر انکار کی یہ وجہ ہے کہ خود مضمون نگار صاحب کو یہ مرتبہ حاصل نہیں۔ یا انہوں نے ایسے شخص کو نہیں دیکھا۔ تو یہ دلیل عدم نہیں "عدم الوجدان لیس بدلیل العدم" مسلمات سے ہے اور ہماری طرف مقابل بھی اسکو بار بار دہرا رہے ہیں۔ بہر حال کتب تواریخ و سیر احادیث ایسے مضامین سے پر ہیں۔ اور ثابت ہے کہ علماء عارفین و مرتاضین صاحبان قوۂ قدسیہ جو فی الحقیقت علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیلؑ کا مصداق تھے یا ہیں سب عقل بالمستفاد کا درجہ رکھتے ہیں۔ (اگرچہ مختلف درجات رکھتے ہوں) علاوہ ازیں حکماء کی تصریح ہے کہ یہ درجات چہارگانہ عقل مراتب نفوس ناطقیہ

انسانیہ ہیں اور ہم ثابت کرچکے ہیں کہ نبوت و امامت فوق درجۂ بشریت ہے۔ اور انکے نفوس نفوس نورانیہ ہوتے ہیں اور ان میں وہ باتیں جو دوسرے نفوس میں بالقوۃ ہوتی ہیں۔ بالفعل موجود ہوتی ہیں۔ اور وہ اپنی استعدادات۔ قابلیات اطوار و اخلاق و آداب میں ان نفوس سے حقیقۃً مبائن ہوتے ہیں۔ اور اسلئے یہ بالکل غلط ہے کہ عقل بالمستفاد کا مرتبہ سوائے نبی اور امام کے کسی کو ممکن نہیں۔ انکی شان اس سے کہیں ارفع و اعلے ہے۔ اور انکے غلام یہ درجہ رکھتے ہیں۔"

دوم۔ پھر آپ فرماتے ہیں۔ "لیکن حکماء میں سے وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اس مرتبہ کا وجود دار دنیا میں ان لوگوں کے واسطے تسلیم کرلیا ہے۔ جبکہ نفس اپنی قوت کی جہت۔ سے مادی تاریکیوں سے نکل کر حال حیات ہی میں عالم نور تک پہنچ جاتا ہے۔ اور جسمانی ہو کر بھی مجردات میں داخل ہوگئے ہیں۔ اور انکو ایک جانب متوجہ ہونا دوسری جانب متوجہ ہونے سے مانع نہیں ہوتا جس طرح حضرت ولایت مآب نے سائل کو انگوٹھی بھی دی اور رجوع قلب بھی اس درجے پر رہا کہ مستحق ثنائے باری ہوئے۔" اہل بصیرت سمجھ گئے ہونگے اس عبارت عجیبہ غریب میں اسی فقرہ کی توضیح و تشریح کی گئی ہے کہ یہ مرتبہ عقل مستفاد سوائے نبی اور امام کے کسی کو دنیا میں ممکن نہیں ہاں بعض حکماء کے نزدیک (نہ جناب ممتاز الافاضل کے نزدیک) بعض لوگوں کو یہ مرتبہ دار دنیا میں بھی حاصل ہوجاتا ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے نفس کی قوت کی جہت سے (نہ فطرۃً و موہبت الہیہ سے) مادی تاریکیوں سے نکل کر عالم نور تک پہنچ گئے ہیں اور جسمانی ہو کر مجردات میں داخل ہوگئے ہیں۔ جیسے جناب ولایت مآب امیر المومنین علیہ السلام۔ "لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" "اعاذنا اللہ" یہ وہ عبارت ہے جس سے ایک مومن متدین کا دل پاش پاش ہوجاتا ہے۔ اور جس نے ہمارے علماء سابقین اور لاحقین کی ان تمام کوششوں کو خاک میں ملا دیا ہے جو انہوں نے مخالفین اہلبیت اور منکرین فضائل خاصہ خاندان نبوت اور شان ولایت و امامت و وصایت کے جواب اور انکے مزعومات کے ابطال کیلئے کی تھیں۔ بلکہ اس عبارت نے بہت سی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ و علویہ وغیرہما کو باطل و رد کردیا ہے جن میں بکمال فصاحت و بکمال تصریح مرقوم ہے کہ ائمہ خاص نورانی بندے ہیں (دیکھو مقدمات کتاب بیان امامت مطلقہ و نورانیت ائمہ علیہم السلام) اور انکے مادے کو اس مادۂ تاریک جسمانی سے کچھ تعلق نہیں۔ انکی طینت نورانیہ اور وہی ہے۔ جو ہماری ارواح سے بھی کہیں لطیف و نورانی ہے۔ مبارک ہو۔ .... کیونکہ خود مدعیان شیعیت و اتباع اہلبیت میں ایسے اصحاب پیدا ہوئے جو اس طرح امامت کو خود باطل کرار ہے ہیں۔ بلاخوف تردید دعوے سے کہہ سکتا ہوں آج تک ہمارے کسی مسلم عالم نے یہ نہیں لکھا کہ (معاذ اللہ معاذ اللہ) جناب امیر علیہ السلام یا دیگر ائمہ

مادۂ کثیف ظلمانی رکھتے تھے اور یہ کہ صرف اپنے نفس کے قوت سے باوجود جسمانی ہونیکے عالم انوار تک پہنچ گئے تھے اور مجردات میں داخل ہوگئے تھے سب اسکے قائل ہیں کہ یہ نورانی بنے ہیں اور مراتب نورانیت انکو ابتدائے موہبتہً عطا ہوئے ہیں نہ یہ کہ ایک مدت وہ جہالت و تاریکی میں تھے اور بعد ازاں ترقی کرتے کرتے عالم انوار تک پہنچ گئے۔ یہ قول دراصل مبطل خلافت و ولایت و امامت الٰہیہ ہے۔ اور اصل انکار امامت و ولایت۔ اور قائل معارف امامت و ولایت سے بمنازل دور۔ اور اسکے مراتب سے قطعاً غافل ہے۔ علاوہ اسکے کہ آیات و احادیث کثیرہ اس قول مہمل کی رد کرتی ہیں۔ اصول مسلمہ حکماء کے بھی قطعاً خلاف ہے۔ حکیم تو کیا میں کہتا ہوں کوئی سفیہ بھی اس کا قائل نہیں ہو۔ ان مسلمات عقلائی بلکہ بدیہیات اولیہ سے ہے۔ کہ مجرد و مادی دو جدا جدا چیزیں۔ اور ضدین ہیں کبھی نہیں ہو سکتا کہ مجرد و مادی جمع ہوجائیں اور انقلاب ماہیت بالبداہتہ باطل و محال ہے۔ اور اسلئے ناممکن ہے۔ کہ کوئی مجرد مادی سے منقلب ہوجائے۔ یا مادی مجرد بن جائے۔ اس سے فاضل موصوف کے کلام کی معلوم ہو سکتی ہے کہ آپ فرماتے ہیں " اور وہ جسمانی ہو کر بھی مجردات میں داخل ہو گئے ہیں " کیونکہ اگر مراد اس سے یہ ہے کہ باوجود جسمانیت باقی رہنے کے مجرد ہو گئے تو اجتماع ضدین لازم آتا ہے۔ بلکہ اجتماع نقیضین کیونکہ تجرد و مادیت یقیناً حتماً نقیضین ہیں۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ وہ جسمانیت سے منقلب ہو کر مجرد بن گئے ہیں تو انقلاب ماہیت لازم آتا ہے اور وہ بھی محال ہے۔ بنابریں یہ قول ہر اعتبار سے لغو و مہمل و باطل محض ہے۔ عاقل تو کیا جاہل بھی اسکو زبان پر نہیں لاسکتا۔ اسی قابلیت علمی اور فلسفہ دانی اور معرفت حقائق اشیا و معرفت امامت و ولایت و نبوت پر یہ دعوے کہ کلام ما فہمیدن مشکل است نہ کہ بما اعتراض کردن۔ ہاں اگر بوجہ لغویت اور اہمال کلام یہ فرمایا ہے تو بجا و درست ہے۔ اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ ایسے مہمل و لغو کلام کو کوئی عقلمند نہیں سمجھ سکتا اور مطلب مفید استفادہ نہیں کر سکتا۔ پس ناظرین کو مقدمات کتاب کی طرف توجہ دلاتے ہوئے پھر عرض کرتے ہیں کہ ائمہ علیہم السلام کی شان اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے کہ وہ ایک مدت تک مادی تاریکیوں میں مبتلا رہیں۔ اُن کی نورانیت ابتدائے ثابت ہے اور ہمیشہ باقی۔ اور اونکی اجسام نورانیہ کا سایہ نہ ہونا اسکی دلیل حسی۔ وہ جسمانی ہو کر اپنے نفس کی قوت سے عالم انوار تک نہیں پہنچے۔ بلکہ عالم انوار انکے نور انور کا پرتو ہے۔ اور ہماری ارواح اونکے بحار انوار سے ایک رشحہ۔ اور ہماری عقل اونکے آفتاب نور کی ایک ادنیٰ شعاع بلکہ اجسام نورانیہ انہی کے قطرات نور سے مخلوق ہیں۔ نور علی نور محمدی ہے۔ اور نور محمدی نور الٰہی۔ اور دیگر انوار ظل نور محمدی۔ ساحت قدس نبوت و امامت مادۂ جسمانیہ کثیفہ کی آلائش سے ہرگز آلودہ نہیں۔ ہاں یہ درجہ کہ باوجود جسمانی ہونیکے عالم انوار تک پہنچ گئے ہیں (نہ کہ جسمانی ہو کر مجرد بن گئے ہیں) اُن اصحاب

ائمہ علیہم السلام کا مرتبہ ہے جو ساحتِ قدس امامت سے ارتباط باطنی رکھتے ہیں اور بحار علوم امامت سے ایک رشحہ پایا ہے اور انوار امامت کے شعاعوں سے نورِ قدس اقتباس کیا ہے اور صاحب قوت قدسیہ ہیں اور انہی کیلئے "العلماء ورثۃ الانبیاء" اور علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا مبارک لقب سزاوار و شایاں ہے۔ وذالک الدین القیم" تاریکی مادہ کو قوائے طبعیہ حیوانیہ مراد لئیا اور انکو اسی تو اسے خالی نہ جاننا عندر لیک ہے۔ کیونکہ لکھ چکے ہیں کہ اُن کی حیوانیت تحت نورانیت ہے اور اُسکے آثار و احکام مستقلاً باطل اور یہ تاریکی ان میں مفقود ہے۔ وہ نور مجسم، روح مجسد اور جسم مروّح ہیں۔

سوم۔ فرماتے ہیں رسالت مآب اور ولایت مآب کو بشریت سے خارج کرنا ناممکن ہے الخ ہم ہرگز حضرت معصومین یا دیگر انبیاء کرام کو بشریت سے خارج نہیں کرتے لیکن ہم بڑے زور کے ساتھ کہتے ہیں۔ کہ فضائل و کمالات حضرت رسالت مآب و ولایت مآب کو حدود بشری میں محدود کرنا ناممکن ہے اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ وہ جامع ہیں جمیع کمالات بشری کو مع شئی زائد اور نبوت و امامت فوق بشریت ہے جو کمالات مطلق نبوت کو بھی حدود بشری میں محدود کرتا ہے وہ انسان و فرس میں تمیز نہیں کرتا اور اُسکے نزدیک انسان اور دیگر حیوانات بالکل مساوی ہیں۔ کمالات نبوت کو حدود بشری میں محدود کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ انسان کو گھوڑا یا گدھا کہہ دینا اور کمالات انسانی کو حدود کمالات فرسیت اور حماریت میں محدود کرنا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ آیات سے ثابت ہے احادیث دال ہیں اور علماء محققین نے اسکی توضیح و تصریح فرما دی ہے۔ کہ یہ حضرات صورت ظاہری بشری میں عام نوع بشر سے مماثلت و مشابہت رکھتے ہیں ورنہ حقیقتہً و باطناً اُنکے بالکل مبائن ہیں اور یہ مماثلت و مشابہتِ صورتِ بشری صرف اسلئے ہے۔ کہ وہ نوع بشر میں مبعوث ہوئے ہیں تاکہ نوع بشر اُن سے مانوس ہو اور غیر جنس اور غیر صورت دیکھکر نفرت نہ کرے۔ ورنہ عامہ نوع بشر کے کمالات سے کمالات نبوتی بدرجہا افضل و اکمل و اعلےٰ ہیں اور ان میں کوئی نسبت ہی نہیں جو شخص کلام خدا اور قول پیغمبر و امام پر اعتقاد رکھتا ہے۔ ہرگز اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ ہاں جو ظاہراً یا باطناً اس اعتقاد کا مخالف ہے اس کا علاج نہیں نہ اُس سے ہمارا خطاب ہے اور ما انتم الا بشر مثلنا وغیرہ منکر نبوت کا قول ہے جو انبیاء کو بالکل آپ ہی جیسا بشر سمجھکر از روئے تمرد و بغاوت اُنکی اطاعت سے انکار کرتے تھے (رجوع ہو حقیقت نبوت و امامت کی طرف)۔

چہارم۔ ۱۵ اگست ۱۹۰۹ء کے اثنا عشری میں جناب ممتاز الافاضل صاحب لکھتے ہیں۔ کہ مراد کمال سے کمال اولی نہیں۔ کیونکہ وہ تو ہر انسان میں ہوتا ہے۔ بلکہ کمال ثانی مراد ہے۔ جس میں تمام صفات حسنہ کا حصول

بالفعل موجود ہوتی ہیں"۔ الحمد للہ۔ اس اقرار سے تمام مباحثہ فیصل ہو جاتا ہے اور جناب ناصر الملۃ والدین کی رد۔ کیونکہ فاضلین لکھ چکے ہیں کہ وہ انبیاء اور انکے اوصیاء کو قبل بعثت بلکہ ابتدائے خلقت سے جملہ کمالات میں کامل و اکمل جانتے ہیں اور کمال سے مراد کمال ثانی ہے جو مرتبہ کمال صفاتی ہے اور جس میں تمام صفات بالفعل موجود ہوتی ہیں جس کا مطلب صاف یہ ہوا کہ تمام صفات کمالیہ ان میں ابتدا ہی سے بالفعل موجود ہوتی ہیں۔ لہٰذا اس سے ثابت ہو گیا کہ انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام کو ہرگز تعلیم و اکتساب عن الغیر کی ضرورت نہیں بلکہ اکتساب تو قطعاً باطل اور تحصیل حاصل ہے۔ جب انکو اگر تمام صفات کمالیہ نبوتیہ نہیں تو تمام صفات ممکنہ انسانیہ تو ضرور ان میں ابتدائے خلقت سے بالفعل موجود ہوتی ہیں۔ پھر انکو اکتساب کی کیا ضرورت ہے اور اکتساب و تعلیم عن الغیر قطعاً باطل ہے اور اسلئے یہ بالکل غلط ٹھیرا کہ حضرت علیؑ نے ملکہ قرأت و کتابت جو بتصریح ائمہ علیہم السلام و بنص الٰہی کمالات انسانیہ میں داخل بلکہ لوازم وجودیہ و عوارض ذاتیہ سے ہے۔ کسی غیر سے اکتساب کیا تھا جس کا نام جناب ناصر الملۃ والدین دام ظلہ کو معلوم نہیں اور یہ کہ جناب ختمی مرتبت و رسالت مآب چالیس سال تک اس ملکہ کے فاقد تھے اور اس علم سے جاہل اور اس کمال سے عاری رہے کیونکہ ان میں تمام کمالات ممکنہ انسانیہ ابتدا ہی سے موجود تھے اور وہ ہرگز اکتساب تعلیم عن الغیر کے محتاج نہ تھے۔ یہی حق و صدق ہے اور یہی اعتقاد صحیح اور اسکے تسلیم کرنیکے بعد تمام مباحث فضول ہیں۔ لیکن چونکہ یہ حق کو حق سمجھ کر نہیں لکھا اور نہ دیدہ و دانستہ ایسا کیا ہے بلکہ بفحوائے "حق بر زبان جاری" اتفاقیہ زبان سے نکل گیا اور نوک قلم پر آگیا اسلئے وہ اس پر کب اکتفا کر سکتے ہیں۔ کاشکے آپ اس نوک قلم پر آئے ہوئے کی بھی ویسی تائید کریں اور لکھے و کہے کی لاج رکھیں جسطرح باوجود اعتقاد نہ رکھنے کے جناب قبلہ و کعبہ کے نوک قلم سے نکلے ہوئے کی تائید میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

پنجم عجیب و غریب استدلال۔ چند استدلال اثنا عشری یکم ستمبر ۱۹۰۹ء "قرأت انکے صفات کمال میں سے کیوں شمار ہوئی اور کیوں انکے لئے لازم قرار دی جائے جبکہ انکے لئے اعلیٰ ذرائع موجود ہیں جنکے آگے قرأت ہیچ ہے۔ یونہی کتابت سے بہتر طریقے حفظ و اعلام کے آپ کے پاس موجود تھے اسلئے اگر کتابت بعد بعثت بھی فرض کی جائے تو نبی کی نبوت میں اس سے خلل نہیں آسکتا۔"

اقول۔ یہ تو ہم ثابت کر چکے ہیں کہ قرأت و کتابت لازم وجود انسانی ہے اور وہ اسکے عوارض ذاتیہ سے اور ایسی ضروری چیز ہے جو سب سے پہلے انسان کو خدا نے تعلیم دی۔ ورنہ کہئے کہ خدا نے غلطی کی اور امام نے معاذ اللہ جھوٹ فرمایا جبکہ کتابت کو ایسا عظیم النافع اور ضروری قرار دیا اور اسکو عظیم موہبت الٰہی فرمایا باقی رہے دوسرے ذرائع حفظ و اعلام کا موجود ہونا اور اسوجہ سے قرأت و کتابت کو غیر ضروری قرار دینا نہیں

ہیں انبیاءؑ اور اوصیاءؑ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ دوسرے ذرائع حفظ و اعلام دوسرے لوگوں میں بھی موجود اور ان کے لئے بھی مہیا ہیں اور شاہد و محسوس ہے کہ جو لوگ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے ہیں۔ ان کے کاروبار خط و کتابت وغیرہ برابر چلتے رہتے ہیں۔ کوئی کام بھی نہیں رکتا۔ بلکہ نابینا لوگ جو نہ کوئی دیکھ کر سواد پڑھ سکتے ہیں اور نہ خود لکھ سکتے ہیں وہ اپنے امور انجام دے رہے ہیں نہیں بلکہ امورات نوع بشر کو بھی انجام دیتے ہیں اور آجکل تو اندھے قرأت و کتابت سے جاہل و عاری وہ کام کر رہے ہیں جو عالم کرتے ہیں امتحانات پاس کرتے ہیں۔ ڈگریاں لیتے ہیں معلم بنتے ہیں۔ وکالت کرتے ہیں۔ پھر اس میں انبیاءؑ کی کیا خصوصیت ہوئی کہ چونکہ ان کے لئے دیگر ذرائع حفظ و اعلام موجود ہیں اسلئے انکو قرأت و کتابت کی ضرورت نہیں اور اس سے انکی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ کیا اس وجہ سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ علم قرأت و کتابت فضول ہے۔ یا باعث فضیلت نہیں ہے کیا ایسے لوگوں کو کوئی فخر ہے جو باوجود لکھنا پڑھنا نہ جاننے کے اپنے کام دوسرے ذرائع سے انجام دیتے ہیں اگر ایسا ہے۔ تو "ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون" کی تکذیب فرمایئے۔

جناب من جو کمال ہے وہ ہمیشہ کمال ہے کبھی نقص نہیں کہلا سکتا اور جو حسن ہے وہ ہمیشہ حسن ہے کبھی قبیح نہیں ہو سکتا اور پھر بفرض محال اور بنا بر مسلمہ جناب ممتاز الافاضل بلکہ قرأت و کتابت صفات لازمہ نبوت سے نہ سہی نہ انسانیت سے اور نہ کمال میں داخل اور نہ تبلیغ اس پر موقوف ورنہ اس کے نہ ہونے سے نبوت میں خلل آتا ہے اور اسلئے اسکے ہونے سے نبی کیلئے کوئی فائدہ نہیں تو جناب ناصر الملۃ والدین دام ظلہ سے دریافت کرنا چاہیئے کہ وہ کن دلائل کی بنا پر بعد بعثت پیغمبرؐ کیلئے قطعی الحصول سمجھتے ہیں خصوصاً جبکہ جناب ممتاز الافاضل صاحب فرماتے ہیں کہ ثبوت اس کا عقلی ہے ورنہ سمعی نہ اور اگر یہ کمال نہیں ہے تو جناب علامہ کنتوری سے پوچھیئے۔ کہ وہ کیوں فرماتے ہیں کہ بعد بعثت اس کمال سے بھی اپنے پیغمبرؐ کو خدا نے محروم نہ رکھا۔ اسی کلام سے درپردہ ہر دو بزرگوں کی تکذیب کی گئی ہے۔

شادم کہ بارقیباں دامن فشاں گذشتی
گو مشت خاک ما ہم بہ باد رفتہ باشد

اور جبکہ یہ ایسی مفید اور ضروری چیز نہیں ہے تو جناب امام محمد باقر علیہ السلام کیوں اس شخص کو ملعون فرماتے ہیں جو یہ کہے کہ حضرتؐ لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔ علاوہ ازیں اگر بنا بر مسلمہ جناب ممتاز حفظ و اعلام کی ضرورت صرف تبلیغ رسالت میں ہے۔ تو چاہیئے تمام وہ انبیاء جو صرف نبی تھے اور رسول نہ تھے بے حافظہ بلکہ بے ملکہ و بے علم ہوں کیونکہ تقسیمات سے صاف ظاہر ہے کہ ضروریات نبوت اور شے ہیں۔ اور ما یتوقف علیہ الرسالۃ اور۔ لیکن فرمائش امام علیہ السلام کی بنا پر بلکہ قرأت و کتابت تبلیغ کیلئے ضروری ہے۔

اور مولف رسالہ اظہار حق نے اسکی تصریح کی ہے اور اقرار کیا ہے اور اسی حدیث امام محمد باقر علیہ السلام کی شرح میں اسکو بڑے شد و مد سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ قبل بعثت ملکہ قرأت و کتابت کی ضرورت نہیں ہاں بعد بعثت تبلیغ کیلئے ضروری ہے اسی لئے کلام امام اور ان کا منکرین پر لعنت کرنا۔ بعد بعثت اور وقت تبلیغ ہی سے متعلق ہوگا۔ دیکھو (اظہار حق) عجیب تناقض ہے ایک صاحب کچھ فرماتے ہیں دوسرے صاحب کچھ۔

نیز اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ ان کا حافظہ نہایت قوی ہوتا ہے اور اسلئے ان کو لکھنے پڑھنے کی ضرورت نہیں وہ صرف حافظہ سے کام لے سکتے ہیں۔ تو جناب صدوق علیہ الرحمۃ کی نسبت کیا فتویٰ ہوگا جو انبیاء کیلئے بھی سہو و نسیان کے قائل ہیں اور انکے مسلمات کی بنا پر کیا جواب دیا جائیگا۔

دوسرا استدلال اثنا عشری یکم ستمبر ۱۹۰۱ء۔ بہ حال اعجاز میں تمام ائمہ قرأت و کتابت کر سکتے ہیں اور حالت معجزہ کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن اس سے نہ ملکہ کا ان میں ضروری مذہب ہونا ثابت ہوتا ہے اور نہ اس سے ثبوت ملکہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اعجاز جب ہی کہلائیگا جب بلا ملکہ وہ فعل صادق ہو۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وقت اظہار قرأت و کتابت اعجازی ان میں محض قوت و استعداد ہوتی ہے یا ملکہ۔ گر قوت و استعداد ہوتی ہے تو وہ مقام فعلیت نہیں ہے استعداد محض سے کوئی فعل صادر نہیں ہو سکتا۔ لابد ماننا پڑیگا کہ وقت اظہار قرأت و کتابت اعجازی انکو اسکا ملکہ عطا کر دیا جاتا ہے لیکن بعد ازاں ان سے سلب کر لیا جاتا ہے اور وہ ہی استعداد باقی رہ جاتی ہے۔ کیونکہ بعد استعداد ملکہ ہی کا درجہ ہے۔ اور محتاج کسب و اکتساب و تعلم عن الغیر ہو جاتے ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ قبل اظہار معجزہ ان میں قوت و استعداد بھی نہیں ہوتی تو یہ ماننا پڑے گا کہ گویا حضرات معصومین از روئے خلقت و فطرت دوسرے انسانوں سے ادنیٰ اور پست تر ہوتے ہیں اور فطریات سے بھی خالی۔ علاوہ بریں جب انکو یہ درجہ حاصل ہے کہ قرأت و کتابت بلا تحصیل و اکتساب و تعلیم و بلا اسباب خارجیہ بطور اعجاز ظاہر فرما سکتے ہیں اور بعض ائمہ علیہم السلام سے ایسا ہوا بھی ہے مثل حضرت جوادؑ و حضرت حجۃؑ۔ تو پھر یہ تبلایا جائے کہ باوجود اس فضیلت کے انکو کسب و اکتساب کی کیا ضرورت ہے جب انکو ضرورت ہوگی اور جب وہ چاہینگے بلا کسب و اکتساب بلا اسباب ظاہریہ اسکو ظاہر فرما دینگے انکو کسی سے سیکھنے کی ہرگز ضرورت نہیں اور جناب مولانا ابو الحسن صاحب کا یہ فرمانا کہ ملکہ قرأت و کتابت جناب امیرؑ نے کسی غیر سے سیکھا بالکل بے مدرک و نادرست ہوگا۔ اور اسکی کیا وجہ ہے کہ تمام علوم تو حضرت امیرؑ کو من اللہ و من الرسول حاصل ہو گئے اور ملکہ قرأت و کتابت میں تعلیم غیر کے محتاج رہے اگر حضرت طالب علم قرأت و کتابت ہوئے اور خدا نے ان کو بطور اعجاز عطا فرما دیا تو پھر اکتساب جدید کی ضرورت نہیں اور اگر باوجود طلب ابتدائی حضرت کو خدا نے نہ دیا تو پھر وہ فضیلت اعجاز باطل اور اگر بلا طلب ہی خدا نے عطا کر دیا۔ تو پھر بھی کسب و اکتساب باطل

اور یہی مطلب ہے۔ اور اگر آپ طالب تھے اور نہ ان کو خدا نے خود عطا فرمایا تو پھر لکھتے کیسے تھے۔ اگر اس پر غور کیا جائے تو مسئلہ اکتساب صاف ہو جاتا ہے اور بحث کی ضرورت ہی نہیں رہتی اسلئے کہ جب ان میں یہ صفت موجود ہے کہ وہ اکتسابی چیزوں کو بلا کسب و اکتساب بلا اسباب ظاہریہ خارجیہ ظاہر فرما سکتے ہیں اور انکی شان یہ ہے اذا شاءوا علموا اعلموا۔ جب وہ کچھ جاننا چاہتے ہیں تو ان کو عطا کر دیا جاتا ہے۔ تو ان کا دوسرے سے کسب و اکتساب کرنا بالکل لغو و فضول و تحصیل حاصل ہے۔ اور لفظ "اذا" سے معلوم ہے کہ یہ صفت ہر وقت اور ہر زمانے میں ان میں موجود ہے۔ قبل بعثت اور بعد بعثت کی قید نہیں۔ اسلئے کسی وقت بھی انکو اکتساب کی ضرورت نہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ ہم پوچھتے ہیں کہ آیا انکو یہ مرتبہ حاصل ہے کہ جس وقت چاہیں اور جس وقت طلب کریں اکتسابی چیزوں کو بلا کسب و اکتساب بطور اعجاز ظاہر کر سکتے ہیں۔ یا نہیں اگر نہیں۔ تو یہ دعوے باطل کہ وہ اعجازی حیثیت سے قرأت و کتابت کر سکتے ہیں اور اگر کر سکتے ہیں تو اکتساب باطل اور وہی مطلب ہے۔ اور ہم تمام باتوں کو چھوڑ کر کہتے ہیں کہ ان میں یہ طاقت و قدرت ہوتی ہے کہ ہر ایک قسم کی کتابت کو جب چاہیں اور جس وقت چاہیں قبل بعثت ضرورتا یا بعد بعثت لکھ پڑھ سکتے ہیں۔ اور محتاج تعلیم و اکتساب نہیں۔ اور یہی صفت جناب رسالت و ولایت مآب میں ابتدائے عمر بلکہ ابتدائے خلقت سے موجود تھی۔ اور یہ حضرات قبل بعثت و وصایت ظاہری ہر ایک قسم کا خط و کتابت لکھ پڑھ سکتے تھے۔ خواہ اسکو اعجاز کہا جائے یا کچھ اور نام رکھا جائے۔ ہمارے نزدیک تو یہی اعجاز بلکہ اکمل اعجاز ہے کہ وہ علوم اور وہ باتیں جو دوسرے کسب و اکتساب تعلیم و تعلم کے بعد ظاہر کر سکتے ہیں وہ بلا کسب و اکتساب کرتے ہیں۔ اور جو باتیں دوسروں کو مدت عمر کے بعد حاصل ہوتی ہیں انکو ابتدائے عمر سے حاصل ہوتی ہیں وہ ابتدائے عمر میں بھی اسی طرح لکھ پڑھ سکتے ہیں جس طرح بعد بعثت۔ اور ہمارے نزدیک اول اعجاز یہ ہے کہ وہ تمام کمالات ابتدائے عمر ہی سے موجود ہوں۔ یہ نہیں کہ اگر چالیس سال کے بعد بلا تعلیم و تعلم وہ قرأت و کتابت ظاہر کریں تو معجزہ ہے اور اگر پیدا ہوتے ہی یہ صفت ان میں پائی جائے تو معجزہ نہیں۔ مدت اور عمر کو اعجاز میں کوئی دخل نہیں کہ چھوٹی عمر میں جو بات ظاہر ہو وہ اعجاز نہیں بڑی عمر میں ہو تو اعجاز ہے۔ بلکہ اگر ہے تو بالعکس ہے کہ ابتدائے عمر میں اس میں کمالات موجود ہوں ورنہ بڑی عمر میں اکثر لوگوں میں وہ کمالات ہو سکتے ہیں۔ اور کمال اعجاز آنحضرتؐ یہی ہے کہ وقت ولادت بلکہ قبل ولادت ان تمام کمالات سے متصف ہوں جو دوسرے لوگ بعد مدت و بعد کسب و اکتساب کے بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ النبی نبیؐ و لو کان صبیاً یہ محض فریب و دھوکہ ہے کہ اگر امام یا نبی وقت ولادت سے لکھنا پڑھنا جانتا ہو تو اعجاز نہیں۔ ہاں اگر ایک مدت مدید جاہل رہے اور پھر اسکو قرأت و کتابت عطا ہو تو وہ اسکا اعجاز ہے یہ کمال نہیں بلکہ عیب و نقص ہے

کہ ایک مدت مدید تک وہ کمالات سے عاری رہے اور خلعت جہالت سے آراستہ۔ کیا جہالت بھی کمال شمار ہو سکتی ہے؟
ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ علاوہ ازیں یہ بات کہ وہ غیر اکتسابی چیزوں کو بلا کسب و اکتساب بطور اعجاز ظاہر کر سکتے
ہیں اس سے قرأت و کتابت ہی مخصوص نہیں تمام کمالات علوم و فنون اس میں مشترک و عام ہیں ہر ایک
علم و فن کو اسی طرح ظاہر کر سکتے ہیں۔ تو اس لحاظ سے کسی علم اور کسی کمال کے پہلے سے موجود ہونے کی
ضرورت نہیں۔ پھر کون دلائل کی بنا پر جناب فاضلین یہ فرماتے ہیں کہ وہ تمام کمالات سے ننگے رہے انبیاء اور اوصیاء
کو قبل بعثت بلکہ وقت ولادت اور قبل ولادت کامل و اکمل سمجھتے ہیں۔ وہ جس علم و جس کمال کو بھی جس وقت
چاہیں گے بطور اعجاز ظاہر فرما دیں گے اور اس لئے کسی وقت میں بھی نہ قبل بعثت و وصایت اور نہ بعد انکے
عالم اور صاحب کمالات ہونے کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا صاف لکھ دیجئے کہ نبی اور امام کیلئے عالم ہونا نہ
قبل بعثت و وصایت ضروری ہے اور نہ بعد۔ مزید برآں اسی دلیل سے تمام علوم میں اکتساب انبیاء و اوصیاء
باطل اسکے بعد کوئی ضرورت کسب و اکتساب و تعلیم کی نہیں رہتی اور یہ بالکل غلط ہے کہ بعض اکتسابات
کا امکان تسلیم کرنا ضروری ہے اور یہ کہ اکتساب مطلق کی نفی انبیاء اور اوصیاء سے موجب تکذیب قرآن
و احادیث ہے۔ بلکہ بالعکس انبیاء اور اوصیاء کے اکتساب کا قائل ہونا باعث تکذیب قرآن و احادیث
ہے اور فاضلین کے مسلمات خود اکتساب کو باطل کرتے ہیں (کما بیناہ آنفاً)
ششم۔ نہایت شد و مد اور سخت ادعا کے بعد لکھتے ہیں جناب علم الہدیٰ کا قول کیا لغو سمجھا گیا
جو زعم کی نسبت ان کی دی گئی اگر یہ لغو ہے تو میں نے بحث تعلیم درمیان سے اٹھا لی آپ دوسری چیز
ثابت کیجئے کہ وہ بلا واسطہ جبرئیل آپ تک پہنچیں گو یا جناب ممتاز الافاضل صاحب کا اس میں یہ دعویٰ ہے
کہ علم قرأت و کتابت تو کیا کوئی شے بھی آنحضرتؐ کو بلا واسطہ جبرئیلؑ نہیں پہنچی جو کچھ ملا ہے جبرئیل ہی
کے واسطہ اور وسیلہ اور طفیل سے ملا ہے۔ یہاں سے ناظرین جناب ممتاز الافاضل اور انکے شاگرد کی
معرفت نبوت اور قرآن دانی کا اندازہ لگا سکتے ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کو نہ
تو تعلیم الٰہی اور انحاء و طرق تعلیم کا پتہ ہے اور نہ وحی کی حقیقت سے واقفیت۔ گویا قرآن کو کبھی اٹھا کر
ہی نہیں دیکھا۔ ورنہ ہرگز ایسا ادعا نہ کرتے جبکہ بکمال صراحت کلام حمید مجید نے کلام الٰہی کی اقسام کو
بتلا دیا گیا ہے اور یہ کہ جبرئیل کا آنا اور پیغام الٰہی پہنچانا منجملہ طرق ثلاثہ تکلم الٰہی ایک اور آخری
طریقہ ہے اور سب سے ادنیٰ درجہ۔ ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب
او یرسل رسولا۔ اول درجہ وحی ہے دوم پس پردہ سے آواز کا پیدا ہونا تیسرا طریقہ
قاصد کا بھیجنا ہے کہ وہ آکر خدا کا پیغام پہنچا دیتا ہے۔ پہلے دونو طریقے بلا واسطہ تعلیم الٰہی اور تکلم خداوندی

میں جبرئیل یا کسی دوسرے فرشتے کو کوئی دخل نہیں۔ خصوصاً طریق اول۔ ہم سابقاً عرض کر چکے ہیں ختم نبوت کے دستیاء علوم نشتر ہیں۔ کہ منجملہ انکے ایک یا ہے عادۃ ہے۔ اور ان ستر طریق ہائے تعلیم میں سے سوائے بعض کے اور کسی میں جبرئیل واسطہ نہیں۔ تمام تعلیمات بلاواسطہ جبرئیل ہوتی ہیں۔ اور جہاں واسطہ ہیں وہ بھی نہ واسطہ فی التعلیم ہیں۔ بلکہ سفیر ہیں۔

یہ امر کچھ حضرتؐ ہی سے مخصوص نہیں بلکہ ہر ایک نبی کو بلاواسطہ جبرئیل بہت کچھ پہنچا ہے اور تعلیم ہوا ہے۔

اول حضرت آدمؑ کو لیجیئے۔ "وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا" یہ تعلیم جناب آدمؑ کو نفخ روحِ نبوتی کے ساتھ یقیناً بلاواسطہ جبرئیل تھی۔ اور جناب جبرئیل خود ان تمام ملائکہ میں داخل ہیں جو اسمائے اشیاء سے جاہل تھے۔ اور حضرت آدمؑ نے انکو تعلیم دی۔

دوم حضرت ابراہیمؑ۔ "وَكَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" اسی طرح ہم نے ابراہیمؑ کو آسمان و زمین کے بواطن دکھلائے۔ اس ارأۃ اور تعلیم باطنی میں ہرگز حضرت جبرئیل واسطہ نہیں۔

سوم حضرت موسیٰؑ۔ خدا کا حضرتؑ سے کلام کرنا۔ "وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِیْمًا" قرآن شریف میں بیس بائیس جگہ مرقوم ہے۔ اور بکمال وضاحت مرقوم ہے کہ اس تعلیم و تکلم میں جبرئیل یا اور کوئی فرشتہ واسطہ نہیں ہے۔

چہارم حضرت عیسیٰؑ کو لیجیئے۔ فرماتے ہیں "اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا" یہ عطائے کتاب جو وجود کے ساتھ ہے۔ ہرگز جبرئیل کے واسطے سے حضرتؑ کو نہیں پہنچی جیسا کہ مقدمات میں تصریح کی گئی۔

پنجم۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو لیجیئے۔ اور آیات معراج تلاوت فرمایئے "دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰى فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى الخ" یہ وحی یقیناً بلاواسطہ جبرئیل تھی اور جبرئیل کو اس کی ہرگز خبر نہیں تھی۔ بلکہ وہ مقام ہی مقام جبرئیل سے کہیں بالاتر ہے۔ نہ جبرئیل میں وہاں تک پہنچنے کی قوت اور نہ اس تعلیم خاص اور اسرار مخصوص کی قابلیت۔ "سِرُّ الْحَبِیْبِ مَعَ الْحَبِیْبِ لَا یَطَّلِعُ عَلَیْهِ الرَّقِیْبُ" "لَوْ دَنَوْتُ اَنْمُلَةً لَاحْتَرَقْتُ"

؎ اگر یک سر موئے برتر پرم + فروغ تجلی بسوزد پرم

سے صاف ظاہر ہے کہ وجود حضرت جبرئیل میں اتنی قوت و استعداد ہی نہیں کہ وہ ان چیزوں کا متحمل ہو سکے جن کا وجود پاک محمدیؐ متحمل ہوا جبرئیل خود ایک ذرہ اثر انوار جلال و جمال محمدی ہے۔ بلکہ یہ امر کچھ انبیاء و اوصیاء علیہم السلام ہی سے مخصوص نہیں۔ دیگر موجودات بھی اس میں شریک ہیں۔ اور انکو بھی بلاواسطہ مبدء فیاض سے فیضان علم و معرفت ہوتا ہے۔ زمین کی بابت فرماتا ہے "یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا"

بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰی لَهَا۔" اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی کہ تیرے پروردگار نے اسکو وحی کی ہے "
آسمانوں کی نسبت فرمایا ہے۔ "وَاَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا۔" ہر ایک آسمان میں اُنکے امر کو وحی کیا جیونٹوں
میں شہد کی مکھی کی بابت فرماتا ہے" اِذْ اَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا الخ۔
جبکہ وحی کی تیرے پروردگار نے شہد کی مکھی کو کہ وہ پہاڑوں میں گھر بنائے الخ۔

پھر نفس انسانی کی نسبت ارشاد ہوا ہے۔ "وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا۔"
قسم ہے نفس کی اور اسکی جس نے اسکو بنایا ہے اور اسکی نیکی و بدی اچھائی و بُرائی کو اسکو الہام کر دیا ہے۔
غرض انسان حیوان سے لیکر جمادات و اجرام سماوی تک اس تعلیم بلاواسطہ اور فیضان الٰہی سے کوئی
محروم نہیں ہے اور یقیناً وہ تعلیم جو من جانب اللہ بلاواسطہ غیر ہو۔ اس تعلیم سے جو بواسطہ ہو افضل و اشرف
ہے پھر کیونکر ممکن ہے کہ افضل المرسلین خاتم النبیین کو اس فیض سے محروم رکھا جائے۔ قطعاً خلاف نصوص
قرآن اور صحاح احادیث و عقل سلیم ہے اور یہ بالکل غلط ہے کہ آنحضرتؐ کو کوئی چیز بلاواسطہ جبرئیلؑ نہیں
پہنچی۔ جناب ممتاز کا یہ فرمانا اور اس پر تحدی کرنا صاف بتلاتا ہے کہ جناب موصوف تعلیم الٰہی سے قطعاً
بے خبر ہیں اور مطالعہ قرآن سے محروم۔ اور آجتک انکو یہ بھی معلوم نہیں کہ آیا بلاواسطہ جبرئیلؑ بھی
آنحضرتؐ کو کچھ پہنچا جبکہ کوئی چیز بھی اسی تعلیم بلاواسطہ سے محروم نہیں تو کیا معاذ اللہ آنحضرتؐ میں قابلیت
نہ تھی کہ بلاواسطہ فیض الٰہی کے متحمل ہو سکیں یا حضرتؐ میں اتنا تقویٰ نہ تھا کہ تعلیم الٰہی کے مستحق ہوں۔
جو ذات اقدس واسطہ فیضانِ جمیع فیوضاتِ الٰہیہ و مظہرِ اوّل و نمونہ بزرگ صفات جلالی و جمالی باریتعالیٰ
ہے اسکو محتاج تعلیم توسطی کہا جاتا ہے اور رکھا جاتا ہے۔ کہ آنحضرتؐ کو کوئی شے بلاواسطہ جبرئیلؑ نہیں
پہنچی۔ حالانکہ جبرئیلؑ تعلیم تو درکنار اپنے وجود میں محتاج توسطِ واسطۂ مطلقہ الٰہی حضرت رسالتؐ پناہی
ہے "

بہ بیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا "

منقتم۔۔ فرماتے ہیں "بعثت و خارق عادت آثار ملکۂ نبوت سے نہ معلوم کیوں تسلیم کئے گئے اور اگر
اسکے آثار میں شمار کئے جائیں تو چونکہ نبوت اختیاری نہیں ہے (کیونکہ وہ ایک قوت خاصہ ہے جو وہبی
ہے) تو اسکے آثار کا نہ ظاہر ہونا ناممکن ہے "

سبحان اللہ کیا کیا عجیب افادات و استدلالات ہیں۔ کیسے کیسے نادر نکات بیان ہوتے ہیں۔ ہماری
سمجھ میں نہیں آتا کہ جب بعثت و معجزات آثار نبوت میں نہیں ہیں۔ تو کیا آثار انسانیت مطلقہ ہیں
یا آثار حیوانیت ہیں اور اگر ایسا ہے تو پھر وہ دلائل نبوت و رسالت کیوں شمار کئے جاتے ہیں اور ان
سے تصدیق نبوت کیونکر ہو سکتی ہے۔ اگر معجزات انبیاء آثار نبوت انبیاء نہیں تو کیا معاذ اللہ آثار جہالت ہیں

یا آثار کا ذہنیت۔ ہم بتلا چکے ہیں اور مقدمۂ نبوت میں تصریح کر چکے ہیں کہ معجزات آثار نبوت ہیں اور اسی روح قدس کا اثر ہیں جو خاص نبی ہی کو عطا ہوتی ہے اگر صرف حالات حضرت آدم ہی پر نظر کیجائے تو مومن کیلئے یقین کامل حاصل ہو جاتا ہے۔ کہ جب حضرت آدمؑ میں روح پھونکی گئی ابھی چشم مبارک ہی تک پہنچی تھی کہ ساق عرش پر لکھا ہوا دیکھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور جب ناک میں پہنچی تو چھینک آئی تمام مسامات بدن کھل گئے۔ الحمد للہ فرمایا۔ پھر خطبہ پڑھا اور حقایق و معارف و اسماء جمیع اشیاء بیان کئے۔ (رجوع کیجئے۔ حالات روح حضرت آدم کی طرف مقدمۂ کتاب میں) امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اسی روح سے تحت الثریٰ سے عرش معلیٰ تک کی باتیں جانتے ہیں اور ہر ایک کام کرتے ہیں جس کا صریح مطلب یہی ہے کہ جس قدر امور کبھی انبیاء علیہم السلام سے بطور خرق عادت وغیر خرق عادت ظاہر ہوتے ہیں سب اسی روح نبوتی کے آثار ہیں ہم ماننے کو تیار ہیں اگر قول امامؑ یا نبیؐ سے ثابت کر دیا کہ معجزات آثار نبوت نہیں ہیں مگر سوائے ناواقفیت از مقامات نبوت اور اسکی دلیل ہی کیا ہے "لَقَدْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ" ماشاء اللہ اسکی جو علت بیان فرمائی ہے وہ بھی مستحق ہزار آفرین ہے اگر ارسطو و افلاطون زندہ ہوتے تو اس استدلال عقلی اور فلسفیت پر قربان ہو جاتے معجزات کے آثار نبوت نہ ہونے کی دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ نبوت امر اختیاری نہیں ہے اور گویا معجزات امور اختیاریہ ہیں اسلئے وہ آثار نبوت نہیں ہو سکتے۔ مگر نہ معلوم کہ معجزات کو کن معنی میں امور اختیاریہ انبیاء کہا جاتا ہے جبکہ تعریف معجزہ میں کہا جاتا ہے کہ "معجزہ فعل خدا ہوتا ہے" اور یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ نبوت کن معنی میں غیر اختیاری ہے اگر یہ مطلب ہے کہ نبوت عطیۂ الٰہیہ ہے کسی کے فعل ذاتی کو اسکے حصول میں دخلیت نہیں تو مسلّم لیکن اس سے یہ کیونکر ثابت ہوا کہ معجزات آثار نبوت نہیں ہو سکتے اور اگر مطلب یہ ہے کہ نبوت فعل اختیاری نہیں اضطراری ہے اور نبی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اگر چاہے تو ضبط کرے اور چاہے ظاہر کرے۔ بلکہ مثل فاعل موجب مجبور و مجبول ہے کہ اوسکے آثار اس سے بلا اختیار صادر ہوں اور اسکے وجود سے تخلف اثر محال ہے جس طرح وجود آفتاب سے ضو کا تخلف محال ہے کہ آفتاب نکلا ہوا ہو اور روشنی نہ ہو اور یہی انکی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر معجزات کو آثار نبوت سے شمار کیا جائے تو چونکہ اختیاری نہیں اسلئے آثار کا نہ ظاہر ہونا ناممکن ہوگا یعنی بے اختیار نبی سے آثار نبوت ظاہر ہو جائینگے۔ نہ وہ اپنے علم کو روک سکے گا نہ کمالات باطنیہ کو ضبط کر سکیگا۔ فوراً سب ظاہر ہو جائینگے بلکہ نکل پڑینگے "لا حول و لا قوۃ الا باللہ" نبی کیا ہوا ایک تماشہ ہوا اور ایک بے شعور نہ بہا اور آگ و بے اختیار وجود۔ پھر نبوت کی جو تعریف فرمائی ہے وہ محض مہمل ہے "نبوت ایک قوت ہے جو دی گئی ہے" نہ معلوم یہ تحریف کس

حدیث اور کس آیت سے مستنبط ہے اور اس سے حقیقت نبوت پر کیا روشنی پڑتی ہے۔ علاوہ ازیں اس میں لزوم کیا ہے۔ کیونکہ ایک قوت ہے جو دی گئی ہے اسلئے معجزات آثار نبوت نہیں ہو سکتے۔ کیا جو قوتیں ہیں وہ سب اضطراری ہوتی ہیں۔ اگر مطلب یہ ہے کہ نبوت عطیہ الٰہی ہے تو اس میں بھی کوئی لزوم نہیں کہ نبوت عطیہ الٰہی ہے تو معجزات آثار نبوت نہیں ہو سکتے۔ نیز اگر یہ صحیح ہے کہ آثار نبوت کا نبوت سے جدا ہونا اور منظاہر ہونا محال ہے تو پھر بیشمار احادیث و روایات کیساتھ ابتدائے عمر سے آنحضرت صلعم کی نبوت کا انکار کیجئے کیونکہ آثار اُسکے ایک مدت مدید تک ظاہر نہیں ہوئے۔ بلکہ بعد بعثت بھی پھر چند سال تک حضرت پوشیدہ رہے اور آثار نبوت ظاہر نہیں فرمائے۔ غالباً یہی اعتقاد ہوگا اور بعض عبارات سے مفہوم بھی ہوتا ہے۔ اور شاید اسی شبہ کی وجہ سے آنحضرت صلعم کو چالیس سال تک جاہل و فاقد الکمالات جناب کنتوری نے لکھا ہے کیونکہ حضرت سے قبل بعثت آثار نبوت ظاہر نہ ہوئے تھے۔ اگرچہ یہ بھی غلط و باطل و عدم واقفیت از حالات طفولیت آنحضرت صلعم پر دال ہے۔ کیونکہ فی الجملہ آثار نبوت برابر آنحضرت سے ظاہر ہوتے تھے بلکہ وقت ولادت ہی سے ایسے آثار ظاہر ہوتے تھے کہ آجتک مشہور و معروف ہیں اور تمام علماء نجوم میں ایک کھلبلی مچ گئی تھی اور اہل بصیرت حضرت کی رفتار و گفتار و طریق معاشرت سے پہچانتے تھے کہ آنحضرت کیا ہیں اور کیا کرنے والے ہیں۔ بلکہ یہود و نصاریٰ تک پہچانتے تھے اور بچپن ہی سے انکی نبوت کی تصدیق کرتے تھے۔

بالائے سرش ز ہوشمندی
می‌تافت ستارۂ بلندی

بلکہ نہ صرف آنحضرت بلکہ سب انبیاء سے بعض آثار نبوت ابتدائے خلقت ہی سے ظاہر ہوئے ہیں۔ جو اُنکے کمال باطن پر دلالت کرتے ہیں اور سب اسی روح قدس کا اثر ہے۔ جو مابہ النبوت ہے اور وہی دلایل وجود ہیں۔ یہ محض بے مدرک باتیں صرف ظن و قیاس سے بیان کی جاتی ہیں نہ از روئے بصیرت۔ لیکن یہ خیال نہیں آتا کہ تخیلات پر دین کی بنا نہیں اور قیاس سے معارف واقعیہ حاصل نہیں ہو سکتے۔ فان الظن لا یغنی الخ۔ معجزات یقیناً آثار نبوت ہیں اور نبی بے اختیار محض نہیں ہوتا اور اُسکے افعال بلا احساس و ادراک و شعور و بے اختیار ظاہر نہیں ہوتے۔ نبوت حجاب الٰہی ہے اور ختم نبوت حجاب اکبر و ناموس اعظم۔ اس کا ظاہر کرنا حکم خدا پر موقوف ہے۔ جبتک حکم خدا نہ ہو یہ پردہ نہیں اُٹھ سکتا اور اتنا ہی اُٹھتا ہے جتنا اُٹھانے کا حکم ہوتا ہے۔ و ما ینطق عن الھویٰ۔ بعض وقت فوراً اظہار کی ضرورت ہوتی ہے اور کبھی چند سال بعد اور کبھی چالیس سال بعد اظہار کلی کا حکم ہوتا ہے اور یہ مصالح الٰہیہ سے

مبنی ہے۔ نہ جناب فاضلین اور کنتوری صاحب کی رائے پر حقیقت نبوت جناب فاضلین اور کنتوری صاحب کے قیاسات و توہمات و تخیلات کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ ایک موہبت عظمیٰ الٰہی ہے اور ایک درجہ رفیعہ خداوندی ہے

ع این سعادت بزور بازو نیست الخ

فلا تقف ما لیس لک بہ علم۔ کما قال الخلیل یا ابت انی قد جاءنی من العلم ما لم یاتک فاتبعنی اھدک صراطاً سویا۔ فوطنہ وتذکرہ لمن شاء ان یتخذ الی ربہ سبیلا۔

ہشتم۔ جناب ممتاز الافاضل صاحب بڑے فخر سے فرماتے ہیں (اثنا عشری ۱۵ جولائی ۹ء ملاحظہ ہو) کہ وہ امت وسط میں داخل ہیں اور وکذلک جعلناکم امۃ وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا الخ کے مصداق تمام لوگوں پر شہید ہیں یہ دعویٰ بھی انکا ناواقفیت اور قرآن سے لاعلمی پر مبنی ہے۔ کیونکہ علاوہ نص آیات کریمہ احادیث کثیرہ شاہد ہیں امت وسط جنکی صفت شہید علی الناس ہے۔ ائمہ ہیں اور انہی کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ برید العجلی کی روایت میں ہے کہ ان نے صادقؑ سے دریافت کیا تو فرمایا نحن الامۃ الوسطیٰ ونحن شھداء اللہ علی خلقہ وحجتہ فی ارضہ۔ یعنی ہم ہی امت وسطیٰ ہیں اور ہم ہی شہداء ہیں اور ہم ہی حجت خدا۔ یہی ابوالبصیر سے مروی ہے اور اسی مضمون کو برید العجلی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کیا ہے اور شواہد التنزیل میں جناب امیرؑ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ایانا عنی بقولہ وکذلک الخ یعنی اس قول خدا سے مراد ہم ہی ہیں اور کوئی نہیں۔ کتب احادیث اسی مضمون سے پُر ہیں اور بعض علماء کرام نے مخصوص باب اسی امر میں لکھا ہے کہ ائمہ شہداء علی الناس ہیں بنابریں امت وسط میں سوائے ائمہ معصومین اور کوئی داخل نہیں پھر نہ معلوم جناب ممتاز الافاضل صاحب کس دلیل سے داخل امت وسط ہوئے۔ مگر یہ کہ مدعی مہدویت ہوں یا تیرھویں امام۔ اسی مضمون کے اشاعت کے موقع پر جب احتجاج کیا گیا اور دریافت کیا کہ اس مضمون کے لکھنے والے کون صاحب ہیں جو امام ثالث عشر بنتے ہیں تو آئندہ اس سلسلہ مضمون کے نیچے سید صغیر حسن باسٹوی کا نام لکھا جانے لگا۔ یہی صغیر حسن صاحب اظہار حق میں اس اعتراض کا یہ جواب دیتے ہیں کہ جناب ممتاز الافاضل شہید نہیں بلکہ مشہود علیہم میں داخل ہیں بہت اچھا ہم جانے دیتے ہیں کہ وہ مشہود علیہم میں داخل ہیں مگر اس سے انکو کیا فخر حاصل ہوا مشہود علیہم میں تو تمام کفار و مشرکین بھی داخل ہیں اور ائمہ شہداء علی الناس ہیں اور سب کے اعمال کو دیکھتے ہیں اس میں جناب ممتاز الافاضل کو کونسی فضیلت خاصہ حاصل ہوئی جس پر وہ فخر کریں۔ سچ ہے۔ عذر گناہ بدتر از گناہ۔

اڈیٹر رسالہ اصلاح اور بحث ملکہ قرات و کتابت

ہم دیباچہ میں عرض کر آئے ہیں کہ اس بحث کے طول کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اسکو دینی لباس پہنا کر پولیٹیکل بحث بنا یا گیا۔ گویا پنجاب کا لکھنو اور حوالی لکھنو پر جارحانہ حملہ تھا جس کی روک تھام اور مدافعت، ہر پہلو اور ہر ایک تدبیر سیاسی و پالٹیکس سے کی گئی۔ اور اسلئے ہر ایک شخص نے جو کچھ ہو سکا اہل لکھنو کی حمایت میں تحریراً تقریراً حصہ لیا۔ ماہ ذالحجۃ الحرام ۱۳۲۷ھ ہجری میں رسالہ اصلاح نے بھی اپنا فرض ادا کیا۔ اور آنحضرتؐ اور حضرات ائمہؑ کی شان میں وہی لکھا جو دوسرے لکھ رہے تھے۔ بلکہ کچھ زیادہ۔ تمام عرب کو اُمی بمعنی جاہل اور ان پڑھ فرمایا اور پھر فرمایا کہ ان تمام اُمیین میں سے پھر اپنے نبی کو جس پر کتاب اتاری تھی اُمی بنایا یعنی جہال میں سے ایک اجہل پیدا کیا کہ اس پر اپنی کتاب اتاری کہ کسی کو شک و شبہ کا موقعہ نہ ملے اور اس آیت کو پیش فرمایا ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین لا اور لفظ "منھم" سے یہ استدلال کیا گیا کہ خدا انہی امیین جاہلین میں سے ایک فرد کو پیغمبر فرماتا ہے۔ لہذا وہ بھی اُمی ہوئے یا جاہل" لیکن یہاں ایک تسامح ہوا وہ یہ کہ اس آیت میں ان اُمیین کو جن میں سے ایک پیغمبر ہے جناب فخر العلماء کی تفسیر کے موافق ضلال کی صفت سے متصف کیا گیا ہے۔ کہ وہ گمراہ تھے تو پھر آنحضرتؐ بھی گمراہ ہوئے یہ بھی لکھ دینا چاہئے تھا تاکہ علامہ کنتوری صاحب کی مزید تائید ہو جاتی۔ نہ معلوم اسکی تصریح کیوں نہیں فرمائی۔ حالانکہ اس خیال کی بنا پر۔ "ووجدک ضالا فھدی" اسکی تائید کیلئے موجود ہے"

بہرحال اس مضمون کے متعلق جناب سید صغیر حسین صاحب قتیل اڈیٹر رسالہ الحق لاہور نے نوٹس لیا۔ اور یہی ایک شخص ہے جس نے تائید حق میں حصہ لیا اور حضرات ائمہ معصومین کی حمایت میں کچھ لکھا۔ اور اچھا لکھا۔ اور اس مضمون کا جواب کافی و شافی دیا۔ (ملاحظہ ہو رسالہ الحق لاہور جنوری و فروری ۱۹۱۰ء) اور جناب اڈیٹر اصلاح نے اسکی بابت پھر کچھ نہیں لکھا۔ البتہ کشف الحجاب کی اشاعت کے بعد اس پر ریویو کرتے ہوئے لکھا کہ اس رسالے (کشف الحجاب) میں اہل پنجاب کے دعوے پر کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی اور نہ کوئی آیت یا حدیث لکھی گئی۔ "کشف الحجاب" مومنین کے پاس اب بھی موجود ہے اور ملاحظہ فرما چکے۔ اور اہل انصاف اُسکے دلائل کو تسلیم کر چکے ہیں۔ اور اسی رسالے سے بہت سے حضرات کے شبہات و شکوک رفع ہوئے آیات و احادیث بھی اس میں درج ہیں اور موجود ہیں۔ نہ معلوم پھر کیوں نفی فرمائی گئی ہے۔ شاید آیت و حدیث سے مراد انکی کسی قبلہ و کعبہ کا قول ہوگی۔ یا کسی اور قرآن یا کتاب کی آیات مراد ہونگی جو اس میں نہیں ہیں ورنہ اس قرآن مجید کی آیات تو اس میں درج ہیں۔ اور ان

لوگ اسکے مطالعہ کی طرف توجہ نہ کریں۔ غیر لین کا فرض تھا جو ادا کیا۔ والانسان علی نفسہ بصیرا"

جناب سید احمد حسین صاحب اور مسئلہ مذکورہ

رسالہ الحق دیکھکر جناب سید احمد حسین صاحب خلف جناب مولانا مولوی سید اعجاز حسین صاحب رئیس امروہہ ضلع مراد آباد زید فضلہ نے ۸ مارچ ۱۹۱۰ء کے اخبار اثنا عشری میں سلسلہ مضامین عجیبہ شروع کیا جو دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ اسکے لفظ لفظ سے آواز آتی ہے "سب جا روش میرے باغ سخن کی ہے" اس عجوبہ زمان عاصوکہ دوران مضمون میں منجملہ دیگر افادات جدیدہ ایک یہ کہ مافہاء اللہ آپنے ملکہ قرآت وکتابت سے ملکہ قرآت وکتابت قرآن مجید و فرقان حمید مراد لی ہے اور فرماتے ہیں ملکہ قرآت و تلاوت کتاب سے کسی وقت متعلق ہوگا جبکہ علم کتاب کا قبل نزول کے ثابت کیا جائے۔ سبحان اللہ کیا عقل و فہم ہے۔ کہاں مطلق قرآت وکتابت کہ حضرت قبل بعثت سواد و خط کتابت (لکھنا پڑھنا) جانتے تھے یا نہیں اور کہاں قرآت وکتابت قرآن مکتوب جس سے معلوم ہوا کہ نہ آپ سوال سائل کو سمجھے اور نہ جواب مجیب منظلہ کو

ع بریں عقل و دانش بباید گریست ؎ ایسے ہی مقام پر موزوں ہوتا ہے۔ پھر اس ملکہ کے نہ ہونے پر دلیل بھی ایسی ہی عجیب بیان فرمائی ہے۔ کہ یہ ملکہ جب ثابت ہو جبکہ کتاب کا علم قبل نزول ثابت ہو۔ یعنی اگر یہ ثابت ہو جائے کہ آنحضرتؐ قبل نزول قرآن عالم قرآن تھے۔ تو پھر یہ ملکہ بھی اس سے متعلق ہو سکتا ہے جس کی رکاکت ہر ذی فہم پہ ثابت ہے۔ کہ علم قرآن سے ملکہ قرآت وکتابت کو کیا تعلق ہے۔ علم قرآن کتاب مکتوب قرآن نہیں ہے۔ کسی کتاب کا عالم ہونا اور شے ہے! ور اسکے سواد اور خط وکتابت کا لکھنا پڑھنا اور چیز۔ دونوں میں کوئی لزوم نہیں۔ پھر یہ کیونکہ ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ اگر قبل نزول قرآن عالم قرآن تھے تو لکھ پڑھ بھی سکتے تھے۔ علاوہ ازیں حضرتؐ کا قبل نزول قرآن عالم کتاب ہونا احادیث کثیرہ سے ثابت ہے بلکہ آیات کثیرہ سے بلکہ ہر ایک نبی قبل نزول ظاہری کتاب بخصوصیت عالم کتاب ہوتا ہے! ور کتاب وجودی اسکے وجود کے ساتھ ہوتی ہے اور عالم بنا کر ہی خطاب نبی دیا جاتا ہے۔ ہاں اظہار نبوت و تبلیغ جسکو بعثت کہا جاتا ہے وہ حکم اجراء پر مبنی ہے اور رسالت و نبوت میں فرق بین ہے۔ طرفہ یہ ہے کہ آپکا یہ عجیب استدلال کہ حضرتؐ میں قرآن کی تلاوت کا ملکہ نہ تھا آیہ مجیدہ "وما کنت تتلو من قبلہ من کتاب" سے مستنبط ہے اور من کتاب میں کتاب سے مراد قرآن لی ہے اور فرمایا کہ جب قرآن نازل ہی نہیں ہوا تھا اور آپ کو اس کا علم ہی نہ تھا تو پھر ملکہ قرآت وکتابت اس سے کیونکر متعلق ہو سکتا ہے۔ اور جس چیز کا وجود ہی نہ ہوا اسکے نہ جاننے والے کو جاہل کب کہ سکتے ہیں۔ اور یہی آخری نقرہ آپ کا بہترین

استدراک استنباط یا استدلال ہے جس پر آپکو بڑا فخر و ناز ہے اور جس پر ایک مدت تک زور دیتے رہے چنانچہ پرائیویٹ خط و کتابت میں بھی یہ مباحثہ شروع ہوا اور کہا کہ بہتر ہے کہ یہ بحث پرائیویٹ خطوط میں طے کر لی جائے اور تصفیہ ہو جائے اور اسکے متعلق پہلا ہی صحیفہ جو ارسال فرمایا اس میں آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ جو کچھ یہ لکھا جاتا ہے کہ جناب مولوی محسن علی شاہ صاحب نے ایک مرتبہ اپنے دلی کے وعظ میں جناب ناصر الملۃ والدین پر سخت لہجے میں اعتراض کئے تھے اسلئے محض علمی مذاکرات کی صورت میں لکھا جا رہا ہے نہ بحیثیت عقیدہ۔ لیکن جب اسکا جواب یہ دیا گیا کہ یہ مانا کہ آپ کا عقیدہ یہ نہیں ہے اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ حضرت معصومین معادن علوم کی نسبت آپ ایسا عقیدہ رکھیں۔ لیکن خلاف عقیدہ لکھکر اور پبلک اخبار میں چھاپ کر جو خلق خدا کو بدعقیدہ کیا جاتا ہے اس کا مظلمہ کس کی گردن پر ہوگا اور گو آپ بدعقیدہ نہ سہی لیکن ان تحریرات کو دیکھکر جن بیچارے عوام کے عقاید خراب یا مشکوک و مشتبہ ہونگے۔ جو عالم کے قول کو وحی منزل مانتے ہیں اور خود مادہ تحقیق نہیں رکھتے۔ روز باز پرس اس کا جوابدہ کون ہوگا۔ عقلا کے نزدیک یہ اس سے بہت بدتر ہے کہ انسان کا خود کا عقیدہ ناقص یا غلط ہو۔ اس پر جناب میر صاحب موصوف سخت ناراض ہو گئے اور دوسرے صحیفے میں بہت کچھ لعن طعن کئے اور سخت نویسی کا الزام لگایا۔ پھر بھی یہ سلسلۂ خط و کتابت کئی مہینے تک جاری رہا۔ سب سے زیادہ زور آپ کا فتوے کی عبارت کی تاویل پر تھا وہ یہ کہ۔ جناب ناصر الملۃ والدین نے یہ فرمایا ہے کہ آنحضرتؐ قبل بعثت لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ نہ یہ کہ جاہل تھے اور لاعلمی اور جہل ایک نہیں ہے۔ اور نہ جاننے کو جہالت لازم نہیں۔ باوجودیکہ آیت سے ثبوت دیا گیا کہ جہل و علم جمع نہیں ہو سکتے "ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون" اور جناب امیرؑ کا قول لکھا گیا کہ فرماتے ہیں۔ "العلم نقیضہ الجھل" پھر عقلی حیثیت سے بھی لکھا گیا کہ جہل اگرچہ نقیض صریح علم کی نہ کہلائے لیکن مساوی نقیض ضرور ہے اور مساوی نقیض نقیض ہی ہے۔ جیسا کہ عدم و لاموجود۔ کیونکہ عدم و لاموجود مساوی ہیں۔ لیکن آپ اسی پر جمع رہے اور ایک خط میں ثبوت بھی دیدیا کہ جناب علامہ حلی شرح تجرید میں جہل کو نقیض علم نہیں فرماتے بلکہ ضدین فرماتے ہیں اور ارتفاع ضدین محال نہیں پس ہو سکتا ہے کہ انسان نہ عالم ہو اور نہ جاہل۔ اس کو بھی دکھلایا گیا کہ یہ علامہ پر افترا ہے وہ ہرگز جہل کو ضد علم نہیں فرماتے بلکہ جہل مرکب کو ضد علم لکھا ہے اور وہ صحیح ہے اور وہ در اصل علم غلط ہے۔ کہ صاحب جہل مرکب اپنے جہل ہی کو علم جانتا ہے اور خلاف واقع کو واقع سمجھتا ہے۔

ہر کس کہ نداند و بداند کہ بداند ۔ در جہل مرکب ابدالدھر بماند۔

اسی کا مفہوم ہے۔ لیکن آپ اپنے کہے پر مصر رہے اور آخر کار محض فضول و غیر نتیجہ سمجھ کر اس سلسلہ خط و کتابت کو بند کیا گیا اور مضامین کا مفصل جواب مارچ ۱۹۱۰ء کے الحق سے شروع کیا گیا اور چند ماہ تک یہ سلسلہ جاری رہا اسکے ضمن میں خوب خوب مباحث حل ہوئے۔ طوالت کے خوف اور نیز سلسلے میں سے بعض خطوط کے محفوظ نہ رہنے کی وجہ سے اس لطیف بحث کے من وعن نقل نہ کرنے پر ہمیں بہت افسوس ہے۔ وما کل ما یتمنی المرء یدرکہ۔

جناب مولوی سید شبیر حسین صاحب ممتاز الافاضل جونپوری۔ ادر نصرۃ الناصر۔

رسالہ العوارف جو خاص جناب ناصر الملۃ والدین مولانا ناصر حسین صاحب مدظلہ کے فتاویٰ شائع کرنے اور آجکل کے مذاق کی موافق دار الاجتہاد کی خدمت کرنے کی غرض سے شائع ہوتا تھا اور اسی میں اول یہ مسئلہ مبحوث عنہا بھی شائع ہوا تھا۔ اُس کا فرض اوّلی ہے کہ اسکی تائید میں مضامین لکھے یا شائع کرے اور تا زیست اپنے لکھے کی لاج رکھے۔ چنانچہ اس نے اس فرض کو باحسن وجہ انجام دیا ان مضامین کے بعد جو باب اول کتاب میں بلفظہ درج کئے جا چکے ہیں ان مضامین کا سلسلہ بھی اسی میں جاری رہا جو دوبارہ جناب ممتاز الافاضل کی طرف سے اور بعد ازاں بنام مولوی سید صغیر حسین صاحب باسٹوی طالب العلم مدرسہ مشارع الشرائع (مدرسہ ناظمیہ) لکھنؤ و شاگرد جناب ممتاز الافاضل صاحب اخبار اثنا عشری میں شائع ہوتے رہے اور العوارف بابت شوال المکرم سنہ ۱۳۲۷ھ جلد ۲ نمبر ۵ میں ایک مضمون بعنوان "نصرۃ الناصر" بڑے شد ومد سے شائع ہوا جناب مولوی شبیر حسین صاحب نے بھی بعنوان

؎ آنچہ استاد ازل گفت ہماں میگویم

وہی لکھا جو دوسرے لکھ رہے تھے اور یہ بھی دعوے علی الاعلان کیا "افسوس ہے جو شخص تمامی ہندوستان میں کوس لمن الملکی بجانے کا متمنی ہو اور کل علماء ہند کو جہلا سے بدتر شمار کرتا ہو وہ ایسے مسئلہ مسلمہ پر اعتراض کرے کہ جس کا مخالف علماء شیعہ میں کوئی بھی نظر نہ آئے کیونکہ جہانتک علماء اعلام و محققین فخام کے کلمات کا تتبع کیا جاتا ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انکے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبل بعثت ملکۂ قرأت و کتابت حاصل نہ تھا اور اس میں بظاہر کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ ہاں بعد بعثت البتہ ملکۂ مذکورہ میں اختلاف ہے" انتہی موضع الحاجۃ (اس مسئلہ کا حال تو ناظرین معلوم کر چکے ہیں۔ کہ ہرگز علماء شیعہ میں مسلم نہیں ہے بلکہ علماء اہل سنت میں بھی بالاتفاق مسلم نہیں اور تفصیل اقوال کی خاتمہ کتاب میں آئیگی (انشاء اللہ تعالےٰ)۔ یہ محض افتراء ہے اور غریب ہی۔ باقی جدید استدلال آپ کا یہ ہے کہ کتاب القاضی سے آپ نے

اس مسئلہ کا فیصلہ کیا ہے کہ بعض فقہاء نے حاکم اور قاضی کیلئے کتابت ضروری نہیں سمجھی۔ کیونکہ پیغمبرؐ کو نہ آتی تھی تو قاضی کیلئے بھی ضروری نہیں اور اسکے تائید میں کلمات فقہاء رضوان اللہ علیہم کتاب مبسوط۔ شیخ ابوجعفر طوسیؒ۔ المتوفی ۴۵۸ھ۔ کتاب شرائع الاسلام محققؒ المتوفی ۶۷۶ھ۔ تحریر الاحکام علامہ المتوفی ۷۲۶ھ۔ سرائر جناب ابن ادریسؒ المتوفی ۵۹۷ھ و مسالک شہید ثانی اعلی اللہ مقامہ المتوفی ۹۶۶ھ وغیرہ سے نقل کئے ہیں۔ ان کلمات یا ان فقہاء کی علو شان میں تو کسی کو شبہ ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن فاضل موصوف سے یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ مقام استدلال و احتجاج میں یہ کلمات ہرگز سند نہیں۔ کیونکہ انھوں نے جو کتابت قاضی کیلئے ضروری نہیں سمجھی سو اس بنا پر کہ انہوں نے آنحضرتؐ کے لئے ضروری نہیں سمجھی۔ اور یہ اول نزاع ہے پس جب تک کہ یہ مسئلہ بدلائل طے نہ ہو جائے کہ کتابت پیغمبرؐ کیلئے ضروری ہے یا نہیں۔ اس سے استدلال کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور یہ استدلال خود اسی استدلال کیلئے کیونکر سند ہو سکتا ہے اس سے تو دور لازم آئیگا۔ انھوں نے اپنے خیال کے موافق ایسا کیا ہے۔ اور مقام استدلال میں وہ ہی شے سند ہو سکتی ہے جو مستند بدلائل ہو۔ ان چند اقوال میں سے کوئی ہمارے لئے سند نہیں۔

ہاں ان سے یہ ضرور معلوم ہوا کہ جناب ممتاز الافاضل سید شبیر حسین صاحب نے یہ کتابیں دیکھیں یا انکے نام جانتے ہیں۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ جناب موصوف نے یہ خیال نہیں فرمایا۔ کہ مسئلہ نبوت اصول دین سے ہے۔ یہ بحث بحث علم کلام۔ اور علم کلام میں مسلّم متکلم و حکیم متشرع کا قول سند ہو سکتا ہے نہ فقیہ کا۔ کیا جناب موصوف بتلا سکتے ہیں کہ کہیں علامہ نے شرح تجرید میں یا دیگر متکلمین نے اپنی کتب کلامیہ میں ان فقہاء عظام کے قول نقل کئے ہیں یا باوجود جناب خواجہ نصیر الدین طوسیؒ کے کامل فلسفی متکلم بلکہ ثانی اور عقل حادی عشر راس المحققین کہلانیکے کسی فقہ کی کتاب میں ان کا قول لایا جاتا ہے۔ ہر یکے را بہر کارے ساختند۔ علم ایک اضافی شے ہے۔ اور عالم علی الاطلاق کوئی نہیں کوئی کسی علم میں کامل ہوتا ہے اور کوئی کسی میں۔ کسی کو ایک علم آتا ہے اور کسی کو دو اور کسی کو دس۔ اور یہ ضروری نہیں جو عالم کامل حکیم و متکلم ہے۔ وہ فقیہ بھی ویسا ہی ہو۔ اور اسی طرح ایک فقیہ کیلئے ضروری نہیں کہ وہ کلام و فلسفہ یا حدیث و تفسیر میں بھی ویسا ہی کامل ہو۔ کوئی مفسر ہوتا ہے۔ اور کوئی محدث۔ تو کوئی فقیہ اور کوئی متکلم پس قول فقیہ فقہ میں سند مانا جا سکتا ہے نہ کلام میں۔ کلام میں متکلم اور حکیم متشرع کا قول چاہیئے۔ اور پھر مقام استدلال و احتجاج و بحث و مباحثہ کی صورت میں محض قول عالم سند نہیں ہو سکتا جبتک مدلل و مبرھن بدلائل و براہین نہ ہو۔

پھر یہ کلمات کیونکہ ہمارے لئے سند ہو سکتے ہیں۔ یہ تو اول نزاع ہے کہ حضرتؐ میں ملکہ تھا یا نہیں۔ یا ضروری ہے یا نہیں! اسلئے جناب موصوف نے ہمارے نزدیک فضول ہی زحمت اٹھائی مگر حق عقیدتمندی ووفاداری ادا ہوگیا کاش کہ آنحضرتؐ اور اُنکے اوصیاءؑ کا بھی کچھ حق سمجھا جاتا اور اُنکی تائید میں کچھ لکھتے لیکن ان سے ایسی اُمید۔ خیال است ومحال است۔ مگر افسوس یہ ہے کہ وہ مقصد بھی حاصل نہ ہوا۔ اور تائید جناب مفتی ناقص رہی۔ کیونکہ جو بزرگوار عدم ضرورت کتابت قاضی پر عدم کتابت پیغمبرؐ سے استدلال لاتے ہیں، انکے کلام کا تتبع کرنے سے معلوم ہوگیا کہ وہ بعد بعثت بھی اس کی نفی کرتے ہیں اور بعد بعثت ضروری نہیں جانتے اور بلا اسکے انکا استدلال قاضی کے متعلق صحیح ہو ہی نہیں سکتا اور جناب مفتی صاحب بعد بعثت ضروری جانتے ہیں پس یہ جناب مولانا کی تائید نہ ہوئی بلکہ تردید ہوئی۔

جناب اڈیٹر رسالہ شیعہ اور نصرۃ الناصر۔ رسالہ شیعہ کے معزز اڈیٹر نے بھی اس فرض سے تغافل نہیں کیا۔ اور تحریر فرمادیا کہ قرأت وکتابت کی بحث جو ایک مدت سے جاری تھی جناب ممتاز العلماء سید شبیر حسین صاحب نے اس کا فیصلہ العوارف میں کردیا۔ جناب فاضل موصوف کے فیصلے کا حال اور انکے استدلال کی اصلیت ناظرین ملاحظہ فرما ہی چکے ہیں اسلئے یہاں زیادہ بحث کی ضرورت نہیں۔ جو کچھ اڈیٹر صاحب نے لکھا حسن اعتقاد کا مقتضا ہے اور بس۔

باب سوم

فصل

اقوال جناب علامہ کنتوری مدظلہ العالی

جناب مولانا غلام حسین صاحب کنتوری مدظلہ اور اس بحث کی اہمیت۔ ہم بعض اسباب طوالت بحث کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔ لیکن بہت بڑا سبب اور سب سے بڑا سبب اور نہایت بدنما سبب طوالت بحث قرأت وکتابت ذاتِ قدس صفات جناب علامہ کنتوری مدظلہ ہے۔ آپنے ایک مدت تک اس بحث میں حصّہ نہ لیا۔ مگر دل مضطرب وبے قرار تھا۔ بار بار ناظم صاحب کو

بحث سے روک دینے کی بابت لکھا جاتا تھا۔ اور پھر ایک خط میں آپ نے ناصر الملۃ والدین مدظلہ کی
قرابت جتائی ہے۔ اس کا پیش خیمہ یا مقدمہ تھا آپ کی اس نیک نیتی اور خود غرضی کا جس کا اظہار
بعد ازاں آپ کی تقریرات و تحریرات مطبوعہ و غیر مطبوعہ سے ہوا۔ چونکہ آپ سب میں قدیمی تجربہ کار
خشک و تر چشیدہ سرد و گرم زمانہ دیدہ اور جدید پالٹیکس کے دلدادہ ہیں۔ اور غالباً اکثر ہم السلام کو آپ
(اگرچہ علماء آپ کو گروہ علماء میں شمار نہ کریں) اپنے مقابلہ میں اونٹ سے یا لڑکے کہا کرتے ہیں۔
اس بحث میں آپ نے اپنی تجربہ کاری۔ سیاست دانی اور چالاکی کا پورا پورا ثبوت دیا ہے۔
جو کسی کو نہ سوجھی تھی۔ وہ آپ کو سوجھی۔ اور جو کوئی نہ کر سکتا۔ وہ آپ نے کر دیا۔ لیکن بہت برے
طریقے اور نہایت قبیح صورت سے۔ جس کو ایک عالم متدین کبھی گوارا نہیں کر سکتا۔ ہاں
دنیادار اہل دول شاید اس کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہوں۔ باوجود اس سن رسیدہ اور تجربہ کار
ہونے کے آپ نے سخت ٹھوکر کھائی۔ اس لئے کہ اگرچہ اس صورت میں فی الجملہ کامیابی
ہوئی۔ لیکن اکثر لوگوں پر آپ کی نیک نیتی کا حال کھل گیا۔ اور معلوم ہو گیا۔ کہ بحث علمی اور دینی
حیثیت میں نہیں کی جا رہی۔ بلکہ دین کی تباہی اور بربادی کے لئے ذاتیات سے کام لیا جا
رہا ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے۔ کہ آپ کی اس روش اور نیت سے بعض دیگر علماء بھی بدنام یا متہم
ہو گئے۔ جن کی ذات ستودہ صفات ایسے امور سے مبرا و منزہ ہے۔ آپ کے خطوط
دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے مسئلہ استفتاء کیسی پختگی سے عمل کیا ہے۔ اولاً ناظم الہند
کو دوستانہ لکھتے رہے۔ کچھ اس کی تعریف کر دی۔ کچھ سرکار علامہ ہروی دام ظلہ العالی کی مدح سرائی
فرما دی۔ کچھ ان سے اخلاص ظاہر کر دیا۔ اور ساتھ ہی اپنی رشتہ داری جناب ناصر الملۃ سے جتا
دی۔ پھر فساد کرانا شروع کیا۔ تو قبل بھی کچھ لکھتا۔ مگر رشتہ کا خیال ہے۔ ہر خط میں کہا
رشتے کا ذکر ہے۔ کیونکہ یہ رشتہ ہی آئندہ فتنہ ثابت ہونے والا تھا۔ بعد ازاں مضامین
ناظم الہند کو جناب سرکار علامہ ہروی کی طرف منسوب کر کے ان کی ذاتی زبان سے تعریف
کی گئی۔ پھر رائے دی گئی۔ کہ مباحثہ پرائیویٹ خطوط میں طے ہو جائے۔ پھر فرمایا۔ علیحدہ
رسالے کی صورت میں چھپے۔ چونکہ ان تدابیر میں سے کوئی بھی کارگر نہ ہوئی تھی۔ کیونکہ سلسلہ اعتراضات
دوسری طرف سے شروع تھا۔ اور ناظم الہند اس صورت میں عجیب تھا۔ اور اس طرف خاک آپ نے
ایسی کوشش نہیں کی۔ کہ اختلافات ختم ہوں۔ کھلے اور چھپے پرائیویٹ خطوط میں کھل کر
لکھنا شروع کیا۔ کہ ناظم الہند میں جو مضامین شائع ہو رہے ہیں۔ غالیوں کے اعتقادات ہیں۔

ہرگز ان کو نہ دیکھنا۔ پھر صحافت میں غلو کا ذکر کیا گیا۔ غالیوں کی مذمت کی گئی۔ اور مشہور رباعی جس کا آخری مصرع یہ ہے۔ "آئی تھی یہ آواز کہ گویا تم تھے" کو غلو اور غالیوں کے اعتقادات میں پیش کیا گیا۔ لیکن چونکہ بخیال آپ کے ہندوستان کے شیعہ شعراء کا کلام مدح و مراثی سید الشہدا سنتے سنتے مائل بہ غلو یا غالی ہوگئے ہیں۔ ان امور کی طرف لوگوں نے چنداں توجہ نہ کی۔ اور یہ چال بھی فی الجملہ کارگر نہ ہوئی۔ اور لوگ مضامین دیکھتے رہے۔ اس کے بعد لوگوں کے اضلال و تفضیل اور فرق ضالہ مضلہ کا ذکر شروع کیا۔ پادری آریہ بابی کا ذکر فرمایا۔ اور فرمایا۔ بابی فرقہ ہندوستان میں آگیا۔ اور وہ ایسا ہوتا ہے۔ اُس کے افراد بڑے عالم ہوتے ہیں بڑے فلسفی ہوتے ہیں۔ بحث میں کسی کو عہدہ برآ نہیں ہونے دیتے۔ بمبئی میں بابی لاج بنا ہے۔ اس کا پریذیڈنٹ علمائے لکھنؤ سے بحث کرنے آیا تھا۔ مگر کامیاب نہ ہوا۔ اور آخر شروع کر دیا۔ کہ مسئلہ قرأت و کتابت بھی اسی اضلال و تفضیل کی وجہ سے چھیڑا گیا ہے۔ اور یہ بابی کی طرف سے ہے۔ اور ان مضامین کو ہرگز نہ دیکھنا۔ یہاں تک کہ اہل لاہور اور ایڈیٹر ناظم الہند کو بھی نصیحتاً لکھا۔ کہ دیکھو۔ دین کا معاملہ ہے۔ سوچ سمجھ کے قدم دھرنا ہمیں معلوم ہوا ہے۔ کہ علامہ سرسوی بابی ہے۔ اور ہم اس کی تحقیق کر رہے ہیں۔ دیکھو۔ تم ان کے دام میں نہ آنا۔ پھر کھلم کھلا لکھنا اور کہنا شروع کر دیا۔ اور اس کا نتیجہ وہی ہوا۔ جو ہونا تھا۔ اور جو لوگ دیکھ رہے ہیں ✤

ہم یہاں صرف بیان صدق کی تصدیق کے واسطے آپ کے چند خطوط سلسلے وار درج کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین بنظر انصاف دیکھیں اور اصل نتیجے تک پہنچنے میں انہیں دقت نہ ہو۔ وہی ہٰذا:۔

پہلا خط مرسولہ یکم مئی ۱۹۰۹ء مورخہ ۶ صفر ۱۳۲۷ھ از لاوڑ ضلع میرٹھ۔ بنام جناب ایڈیٹر ناظم الہند لاہور۔

عزیزی حرسہ اللہ بعد سلام اور دعا کے تمکو معلوم ہے۔ جس قدر محبت مجھے تم سے ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے۔ تو ضرور میری آج کی تحریر سے تم ناراض نہ ہوگے ✤ پہلی شکایت مجھے یہ ہے کہ تم نے جناب رسولِ خدا اور جناب امیر المومنین علیہما السلام کی تعلیم خط اور کتابت کا مسئلہ چھیڑا۔ چونکہ نورچشم مولوی ناصر حسین صاحب سے مجھ سے قرابت ہے میں نے تمکو اس وجہ سے نہ روکا۔ شاید کہ تمکو قرابت کا خیال ہو۔ اور آخر کار

اس مسئلہ میں طول ہوا۔ اور شیعہ گروہ میں آپس میں نزاع اور جھگڑا پیدا ہوا اور شاید کہ یہ جھگڑا بطرف ثم اور محض نزاع لفظی ہے۔ جس کا کوئی نتیجہ نہیں ہے۔ اور ایسے زمانہ میں کہ اسلام پر غیر اقوام کے حملے ہو رہے ہیں۔ اس بحث میں بیجا بحث کا ہرگز موقع نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ دشمنان دین کا استہزا بڑھے۔ اور آپس میں طول کلام سے بدنامی ہو ✤ غلام حسنین۔

اس خط میں صرف بحث پر افسوس اور اپنے رشتے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس خط میں کچھ پرائیویٹ امور بھی تھے۔ جن کو ترک کیا گیا ہے ✤

دوسرا خط موصولہ ۱۶ جولائی ۱۹۰۹ء بنام اڈیٹر صاحب ناظم الہند لاہور۔ د۔

سلمکم اللہ۔ بعد سلام اور دعائے ترقی دارین۔ چونکہ مجھے تم سے دلی محبت ہے۔ اور تم بھی فہمیدہ سنجیدہ سرد و گرم زمانہ چشیدہ ہو۔ آغاز اور انجام کو خوب سمجھتے ہو۔ لہٰذا یہ جھگڑا اد و سرا جو العوارف اور ممتاز الافاضل سے چھیڑا گیا ہے۔ اور ضرور حق بجانب تمہارے ہے۔ کہ سنگ اندازی کو کلوخ اندازی سے جواب تم نے دیا ہے۔ مگر پھر بھی تم کریم ابن کریم کے پوتے پڑپوتے ہو۔ اگر صبر کرتے تو یہ صفت بالعرض جد تمہاری ہے ✤

میں نے ایڈیٹر اثنا عشری سے جنگ و جدل کرنے سے تم کو روکا تھا۔ اور تم نے اس کو مان لیا جس کا احسان مجھ پر نہیں بلکہ مذہب پر ہوا۔ اسی طرح آج میں اس جھگڑے سے پھر روکتا ہوں۔ اور میری غرض مولوی سید ناصر حسین صاحب سلمہ اللہ کی طرفداری کی نہیں ہے۔ اور نہ پاس قرابت۔ بلکہ دین اور مذہب کی حرمت کا بچانا۔ گھوڑے گھوڑے لڑیں اور موچی کا زین ٹوٹے ✤ میں جناب علامہ ہروی بالقابہ کو ضرور لکھتا۔ اور مجھے امید ہے۔ کہ میری گزارش کو وہ ضرور قبول فرماتے۔ مگر چونکہ میری قرابت مولوی ناصر حسین صاحب سے معلوم ہے۔ لکھنا مجھے شرم آتی ہے۔ کہ ایسا نہ ہو۔ میری تحریر محمول خالصاً للہ دین پر نہ ہو ✤

مسئلہ متنازعہ میں نزاع فقط لفظی تھے۔ مگر اب تو حقیقی سے بڑھ گئے۔ اور ابھی کیا ہے۔ بڑھنے کی امید روز افزوں ہے ✤

میرے خیال میں اگر جانبین کو مناظرہ (نہ کہ مجادلہ) منظور ہے۔ تو اخبارات اور رسائل میں اس توہین ہیں کو ترک فرما کر جو طرز قدیم علمائے محصلین کا ہے باہم درشتی کو چھوڑ کر اپنی اپنی دلائل کو لکھیں۔ اور اجتہادی اختلاف (نہ کہ فی اللغت) کو ظاہر فرمائیں۔ یہ احسن ہے ✤

مخالفین کو کس قدر موقع استہزا اور شماتت کا ملتا ہے۔ جب دو عالم شیعہ کسی مسئلہ میں باہم نزاع کرتے ہیں۔ افسوس ہے تو یہی ہے۔ اور کیا لکھوں۔ میں تو اصل مسئلہ کو لکھنے لگا۔ غرض میری تو الحزینہ سے التجا کرنے کی تھی۔

راز مخفی۔ اس کو کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ مولوی شریف حسین صاحب ہمارے تلمیذ جگرانوی ذرا منظفر علی خاں صاحب صدر انجمن جعفریہ سے پوچھو۔ کہ میری نسبت کیسے کیسے سخت الفاظ انہوں نے لکھے۔ کہ آخر کو منظفر علی خاں صاحب کو تاب ضبط نہ رہی۔ اور خط کتابت اُن سے بند کر دی۔ اور میرے نام پر خاص اُنکی تحریرات آچکی ہیں۔ مگر میں نے صبر سے کام لیا۔ اور کچھ بھی جواب نہ دیا۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ناظم البند میں جب فہرست ابواب حسینیہ قرانیہ چھپی۔ پرسوں اُنکا خط آیا۔ کہ بحار جلد پنجم میں آپکی تائید روشناعت خودکشی کی موجود ہے۔ اگر حکم ہو۔ تو میں لکھ کر روانہ کر دوں۔ کیونکہ میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ آپکی تائید میں لکھا کرتا ہوں اور بھیجا کرتا ہوں۔

یہ سپید جھوٹ بھا قابل شنید ہے۔ اور غرض اس سے بجز تصنع اور خودستائی کے اور کیا ہے۔ مجھے یاد نہیں آتا کہ انہوں نے کبھی میری تائید کسی قسم کی فرمائی ہو۔ اور دعوے تائید دوامی کا ہے۔ ہاں یہ تائید ضرور کی ہے۔ کہ مجھے اکذب الکاذبین اور سر دفتر حاسدین ضرور لکھا ہے۔ فصبر جمیل۔ چونکہ میں اسکو اپنا لخت جگر جانتا ہوں۔ آج یہ حرف شکایت زبان سے نکل گیا۔ مگر اس کو افشا نہ کرنا۔ دماغ پھٹ گئے ہیں جل جل کے۔

جناب علامہ ہردی صاحب بالقابہ کی خدمت میں میری طرف سے سلام اور تسلیم کے بعد اگر مناسب ہو۔ تو اس مصالحت آمیز گزارش کو ظاہر کرنا۔ میں نے علماء لکھنؤ کو بھی اس قسم کی تحریر بھیجی ہے۔ واصلحوا ذات بینکم پر لحاظ کر کے یہ میں نہیں چاہتا۔ کہ جناب علامہ ہردی کی محققانہ تحریر مخفی کر دی جائے۔ بلکہ پہلے بطور رسالہ قلمی کے بحرینی صاحب یا ممتاز الافاضل کے پاس روانہ ہو۔ اور اس کے بعد چھپے۔ روش مناسب ہو۔ حسینیہ قرانیہ کا چندہ سادات نے کیا کم افسوس ہے۔ لاہور کے باشندہ ایک سنی تحصیلدار ضلع کا نے للہ ۶۴ روپے دئے۔

میں بغرض علاج رانی صاحبہ آیا تھا۔ میرے آنے سے پہلے اُن کو شفا ہوگئی۔ اب ۷ ربیع ۱ واپسی ہوگی۔ انشاء اللہ۔ ہر چہ اصلاح اہل شیعہ نے کس قدر میرا فائدہ اٹھایا۔ مگر صبر کا نتیجہ یہی ہوا کہ سکوت کر گئے۔ غلام حسنین

اس خط میں تحریر کی گئی ہے۔ کہ ایڈیٹر الحدائق اور ممتاز الافاضل کے مقابل حق بجانب ایڈیٹر

ناظم الہند ہے۔ اور ناظم الہند نے سنگ اندازی کا کلوخ اندازی سے جواب دیا ہے۔ یہ بھی اس خط میں منکشف ہے۔ کہ میں نہیں چاہتا کہ علامہ ہروی کی محققانہ تحریر مخفی کر دی جائے یعنی ضرور شائع ہونی چاہئے جس سے یہ ثابت ہوا کہ وہ تحریر ضرور ایسی ہے۔ جس کا از روئے دیانت پبلک میں شائع ہونا ضروری ہے۔ اور وہ ضرور مطابق عقیدہ حق ہے۔ ورنہ اگر تحریر باطل خلاف حق اور موافق عقائد بابیہ ہوتی۔ تو ہرگز علامہ صاحب جیسا ہمدرد دین سمجھنے والا اس کی اشاعت پر مصر نہ ہوتا۔ اور اگر باوجود باطل سمجھنے کے اس کی اشاعت پر زور دیا ہے۔ تو خود اضلال کے موجب و محرک ہیں۔

تیسرا خط۔ مورخہ ۵ رجب المرجب ۱۳۲۷ھ موصولہ ۲۵ جولائی ۱۹۰۹ء بنام اڈیٹر ناظم الہند:۔

عزیز من سلمہ اللہ بعد سلام کے چونکہ مجھے تم پر دعوے ہے۔ اور تم بھی مجھ سے محبت کرتے ہو۔ اسی نظر سے مجھے امید ہے۔ کہ تم ضرور میری اس نیک صلاح پر کاربند ہو گے۔ دیکھو عزیز من۔ تمہاری نیت یہ ہے۔ کہ شیعہ اور سنی میں اتفاق پیدا ہو جائے۔ پھر شیعہ شیعہ اور خاص علماء شیعہ میں جوتی پیزار۔ کیونکر تمکو پسند ہو گی۔ مجھے امید تھی۔ کہ حضرات لکھنؤ میری تجویز کو پسند کر کے اس جھگڑے کو یا تو بالکل چھوڑ دینگے۔ یا پنج کی تحریر پر اسکو محصور کر دینگے مگر اثنا عشری اخبار۔ اسی ہفتے کا پڑھنے سے یہ امید میری یاس سے بدل گئی۔ افسوس میں جناب علامہ ہروی بالقاب سے بھی تعجب کرتا ہوں۔ کہ ان کو دعوے صلح کل ہونیکا ہے۔ اور پھر آپس میں ایسے جنگ و جدل کیونکر ان کو پسند ہوئے۔ اگر وہی جناب میری التجا کو قبول کریں جب بھی یہ فتنہ فرو ہو جائے۔ دیکھو مجھ سے ایک طالب علم مولوی فاضل مسمی محمد سبطین نے جو تمہارے پاس رہتے ہیں مسئلہ صفات باری میں زور سے بحث کی جب میں نے دیکھا۔ کہ اب مجادلہ کی نوبت آ ئیگی۔ اپنا مجروح اور ملزم ہونا گوارا کیا۔ اور اس عزیز کو ناراض نہ کیا۔ اس لئے کہ مجھے جس قدر دو حرف معلوم ہیں۔ ایک نوخیز طالب علم سے بحث میں مغلوب ہونا کچھ بدنام نہیں کر سکتا ہے۔ میں نے لکھنؤ کا قیام ۵ برس سے ترک کر دیا۔ اس وجہ سے کہ میں ذراسی بات پر لڑنا جھگڑنا پسند نہیں کرتا۔ مجھ پر اخبارات میں کیسے کیسے حملے ہوئے۔ مگر بجز سکوت کے کچھ نہ بولا جس کو تم خوب جانتے ہو۔ خلاصہ میری تحریر کا یہ ہے۔ کہ اگر اس مسئلہ میں دونو فریق کو ضد و لڑنا ہے۔

اور اگرچہ محض بے سود ہے۔ تو خط و کتابت باہمی سے طے کریں۔ مخالفین کو قہقہہ زنی کا موقع نہ دیں۔ میرا سلام بخدمت جملہ مومنین کے پہنچے۔ مکرر یہ ہے۔ کہ اگر نور چشم مولوی ناصر حسین صاحب سے یہ مناظرہ نہ ہوتا۔ تو میں ضرور حکم بنکر اپنی رائے ظاہر کرتا۔ مگر چونکہ قرابت کی وجہ سے لوگ مجھ کو قدیم چشم کا طرفدار کہیں گے۔ لہذا مجھ سے کچھ بن نہیں پڑتا۔ اگر تمہاری اور جناب علامہ ہروی صاحب کی رائے ہو۔ تو اب جلد اس نزاع کو طے کر دو۔ غلام حسنین۔

اس خط میں چند باتیں نوٹ کے قابل ہیں۔ اول تو یہی رشتہ۔ اور یہ کہ اس رشتے کی وجہ سے حکم بننا نہیں چاہتے۔ ورنہ حکم بن کر ضرور فیصلہ دیتے۔ مگر ہمارا خیال ہے۔ کہ فریقین میں سے کسی فریق نے بھی آپ سے حکم بننے کی خواہش نہیں کی۔ پھر نہ معلوم آپ حکم کیونکر بنتے۔ اور کیونکر فریقین آپ کے حکم کو حکم ناطق سمجھتے اور اس پر کاربند ہو جاتے۔ دوم بحث صفات باری میں اپنے مغلوب و مجوج ہو جانے اور مباحثہ کے مجادلہ تک پہنچ جانے کا ذکر۔ یہ تو ہم کہہ ہی نہیں سکتے۔ کہ ایسے دیندار اور عالم دین جھوٹ بول سکتے ہیں۔ البتہ کبر سنی کی وجہ سے سہو و نسیان کا گمان ہو سکتا ہے۔ ورنہ یاد نہیں آتا۔ کہ مباحثہ کب مجادلہ بنا تھا۔ صرف اسی قدر معلوم ہے۔ کہ اسی سال انجمن جعفریہ مظفرنگر کے سالانہ جلسے کے موقع پر جناب مظفرنگر میں میر بشارت حسین صاحب وکیل مرحوم مغفور کی کوٹھی پر فروکش تھے۔ اور صفات باری کی بابت طالبعلمانہ سوال کیا گیا تھا۔ مگر تشفی نہ ہوئی تھی۔ میر بشارت حسین صاحب مرحوم اور مولوی صاحب کے شاگرد یا دوستانہ ظہور حسین اور شاید ایک کوئی اور صاحب بھی تشریف رکھتے تھے۔ غالباً سید محمد حیات سلمہ اسد ثمیں ہیڑہ بھی تھے۔ یہ گفتگو چند منٹ کی تھی۔ شب کا وقت تھا۔ اور طول و مجادلہ کی کوئی وجہ بھی نہ تھی۔ کیونکہ اس وقت تک جناب موصوف بہترین محققین سمجھے جاتے تھے۔ اور کسی قسم کی بدگمانی آپ کی نسبت اس وقت تک پیدا نہ ہوئی تھی۔ وہی پرانی عقیدتمندی قائم تھی۔ لہذا جناب وکیل صاحب مرحوم مع سائل یا معترض باہر آگئے۔ اور شبہ کا جواب پوچھا۔ اور ان کا اطمینان ہو گیا۔ اگر مرحوم زندہ ہوتے۔ تو ضرور شہادت دیتے۔ بہرحال اب معلوم ہوا۔ کہ آپ کا مغلوب و مجوج ہونا محض عزیز معترض کی دلجوئی کی غرض سے تھا۔ سو ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

یہاں پر ایک امر اور بھی قابل ذکر ہے۔ کہ اس وقت بحث قرأت و کتابت شروع ہو چکی تھی۔ جناب ممتاز الافاضل کا استدراک الکلام بالتمہیدات "اثنا عشری" میں چھپ چکا تھا۔ اور جناب مولوی سید

سبط حسن صاحب ممتاز الافاضل وہاں تشریف فرما تھے۔ جناب قدوۃ العلماء مولانا سید آقا حسن صاحب مدظلہ العالی اور جناب عمدۃ الحکماء مولانا سید ظہور حسین صاحب اور جناب سلطان الواعظین مولانا سید محمد حسین صاحب محدث مدظلہ بھی تشریف فرمائے مظفر نگر تھے۔ بنا بریں صفات ائمہ علیہم السلام اور اور اس مسئلہ کا تذکرہ جناب کنتوری مدظلہ سے کیا گیا تھا۔ اور بعد مختصر گفتگو آپ نے فرمایا کہ اہل ایران ہمیشہ اہل ہند کو تفریط کا الزام دیتے رہے ہیں۔ اور اہل ہند اُن کو افراط کا"۔ اور مسئلہ مذکورہ میں بعد مکمل گفت و شنید فرمایا "تو بیچ کہتا ہے۔ اور حق یہی ہے"۔ پھر وہ حدیثیں ائمہ علیہم السلام کی ابتدائے عمر میں عالم علم لدنی ہونیکی بابت ذکر فرمائیں۔ ایک حدیث حدیث ثمرہ متعلق علم جناب امام حسن علیہ السلام جس کا بخاری اور اس کی شرح وغیرہ دیگر کتب اہل سنت میں بھی ذکر ہے۔ دوسری حدیث حذیفہ یمانی متعلق علم جناب امام حسین علیہ السلام۔ لیکن یہاں جناب علامہ نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ آئندہ اس کے برخلاف اور اپنے عقیدہ سابقہ کے برعکس لکھنا تھا چنانچہ تحریرات سے ظاہر ہے۔

اس کے بعد ایک خط اور آیا تھا جس میں آپ نے اس مذکورہ رشتہ داری وغیرہ کے بعد تحریر فرمایا تھا۔ کہ میں ہی جانتا ہوں۔ کہ یہ تحریرات کس پائے کی ہیں۔ اور ان کی داد میں ہی دے سکتا ہوں۔ اور یہ ضرور اسی بزرگوار کی ہیں۔ جن کو میں علامہ ہری کہتا ہوں۔ کیونکہ ہندوستان میں الٰہیات یہاں تک پڑھائے ہی نہیں جاتے۔ وہ خط یہ ہے۔ چوتھا خط ۲۷/۹-۴ صادق المطابع میرٹھ بنام مولوی محسن علیصاحب

مولوی صاحب مکرم برادران زید مجدہ۔ بعد سلام و تحیہ چونکہ میں اڑھائی ماہ سے مریض تھا۔ اسلئے جو مطارحات اور مناجات آپ سے اور علماء لکھنؤ سے ہوتے ہیں۔ اُن کے پڑھنے سے معذور تھا۔ اب مجھے ذرا ہوش آیا۔ اور اس ہفتہ کا پرچہ ناظم الہند پڑھ سکا۔ جس میں آپکے قلم کی جولانی یہاں تک بڑھی ہے۔ کہ کل علماء لکھنؤ کو منکر ایمان جناب رسول اکرم کہتے ہیں۔ یہ فقرہ البتہ عام ناگواری پیدا کرنے والا ہے۔ چونکہ مجھے جناب علامہ ہری سے غائبانہ ربط ہے۔ وہ بقول ایڈیٹر ناظم الشیعہ بھی مجھ سے دلخوش رہتے ہیں۔ اور جو تحریر انکی انجمن جعفریہ کراچی والی میں چھپی تھی اس میں بھی میری نسبت اظہار محبت ہی درج تھا۔ اور دوسری طرف مولوی ناصر حسین صاحب سے مجھے قرابت ہے۔ وہ بھی آپکو معلوم ہے۔ لہذا میں نے کسی طرف کی تائید خواہ رد کا خیال نہیں کیا بلکہ ناظم الہند کو

بار بار لکھا۔ بلکہ یہ بھی لکھا کہ جناب علامہ سرسوی سے عرض کر دیں۔ کہ یہ مناظرہ باہمی خط و کتابت سے ہو۔ اخبارات میں اس کی اشاعت نہ کی جائے۔ اور حضرات لکھنؤ کو بھی لکھا۔ مگر کسی نے بھی نہ مانا اور طول نہ ہو گیا۔ خیر۔ مجھے آپ سے چونکہ غائبانہ ارتباط ہے۔ اور کسی قسم کی رنجش کبھی نہیں ہوئی۔ بایں لحاظ آج میں آپکو لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ اپنے قلم کی جولانی اس قدر نہ کیجیے۔ کہ تمام علمائے لکھنؤ کو کافر اور مرتد کہہ دیجیے حالانکہ آپ کا مخاطب خاص بھی اس عقیدہ باطلہ کا منکر ہے۔ میں آپ کو یہ بھی یاد دلاتا ہوں۔ کہ مولوی عنایت علی صاحب مرحوم نے جو علمائے لکھنؤ کا خاکہ اڑایا۔ اور ان کی نسبت زبان درازی کر کے اپنا شغل گرم کر رکھا تھا۔ اور ایک سو پانچ مہریں مجتہدین عراق کی اپنے اجازہ اجتہاد پر دکھلاتے تھے۔ آخر کار ہم سب نے ایک محضر بنا کر مجتہدین اور علمائے عراق سے انکے مبلغ علم اور عمل کی ایسی کیفیت اہل ہند پر ثابت کر دی جس پر مولوی محمد کاظم مرحوم مدۃ العمر ہم سے ناراض رہے باشندہ وہی علمائے عراق ہیں اور وہی میں ہوں۔ از طہران تا نجف و از مقامات سرحدی ہندوستان تا سندھ و پنجاب۔ میں اطفال نو خیز لکھنؤ کی طرح غافل نہیں ہوں۔ اور کشفی اور بابی اور کاظمی العینی مقلدان کاظم رشتی سب کو بخوبی پہچانتا ہوں۔ علامہ موصوف سے جو جو سوانح عظیمہ پیش آئے ہیں۔ سب کی مجھے خبر ہے۔ چونکہ انجام ہر ایک مناظرہ اور نزاع کا محاکمہ پر ہوتا ہے بہت ہی اچھی بات ہے۔ ورنہ یہ نزاع ہمیشہ بڑھتی جائیگی۔ اور کوئی نتیجہ اس سے نہ ہوگا۔ بجز اس کے فرقہ ہائے باطلہ کو جائے استہزا اور شیعوں پر تمسخر کرنے کا البتہ نتیجہ ملیگا۔ اور مل رہا ہے۔ اور مسئلہ متنازعہ میں فقط نزاع لفظی کے سوا اور کچھ نہیں۔ ہاں اس کے پردہ میں عقاید بابی اور مرجیہ اور غلات اور علی اللہی کا اظہار ضرور ہو جائیگا۔ اور کچھ نہیں۔ اور ہو رہا ہے۔ پھر جبکہ اب دقیق مسائل فلسفیہ کو بھی داخل کر دیا ہے۔ لہذا عوام بلکہ متوسطین دونو اس مناظرہ کے فوائد سے محروم رہتے ہیں۔ اور طبقہ عالیہ کو بھی سے کوئی فائدہ جدید نہیں۔ بجز اس کے کہ محرر مضمون کی قابلیت کا اقرار کرے ✤ اب میں اس خط کو سلام مسنون اور دعائے صحت و سلامتی پر آپ کے ختم کرتا ہوں۔ اور دوستانہ درخواست کا جواب بھی [illegible] چاہتا ہوں ✤ مکرر یہ کہ ناظم الہند کی تحریر سے معلوم ہوا۔ کہ جناب حائری نے بھی اس مسئلہ پر قلم اٹھایا ہے۔ اور اپنی قوت اجتہادی کا اظہار اور علمائے لکھنؤ کی مذمت میں آپ کے معین ہوئے۔ میں یہی لکھتا ہوں۔ کہ جو مطالب عالیہ اس مضمون میں آپ کی طرف منسوب ہو کر درج ہوئے۔ ہندوستان میں تو الہیات کا اس قدر مس بھی نہیں ہے۔ اور کون شخص تعلیم یافتہ ہندوستان کے مدارس کا اس کا مدعی ہو سکتا ہے۔ کہ شفا اور اشارات اور محاکمات رازی و دیگر کتب فلسفہ کو آنکھ سے بھی دیکھا ہو۔

زیادہ نہیں عماد الاسلام کی کتاب توحید اور عدل اور نبوت کو پڑھ لیا ہو۔ یا الیقین علامہؒ کے دلائل منطقیہ کو بخوبی سمجھ سکے اور فنون برہان اور جدل اور سفسط اور خطابت اور شعریات کو سمجھ سکے سوائے اُسی بزرگ کے جس کو میں علامہ ہروی سے ملقب کرتا ہوں صحیح اور غلط استدلال سے درگذر کر کے مجھے مادہ دینی ضرور ہے۔ کہ ایسے مضامین مشتہر ہوتے ہیں جن مجھے افسوس ہے۔ گو نزاع لفظی سے بڑھ کر نزاع معنوی بھی ہو گئے۔ اور ہمیشہ فساد برپا ہوئے۔ والسلام۔ فقط + غلام حسنین۔

اس کے بعد آپ کو اپنی ان تدابیر میں مایوسی ہو گئی۔ اور آخرکار اس سحر کا اظہار ہوا جس کی مدت سے دل میں لئے ہوئے اور دبائے ہوئے تھے۔ یہاں آ کر کھل گئے۔ اور ذیل کا خط لکھا۔ پانچواں خط۔ موصولہ ۲۰ / امرہ ۱۹۰۹ء بنام اڈیٹر ناظم الہند لاہور۔ عبداللہ پور

عزیزی سلمہ اللہ۔ بعد دعا م تم اگر میرے سو خطوں کا جواب نہ دو گے۔ تب بھی میں اپنی محبت جو تم سے ہے اُس کو کم نہ کروں گا۔ محبت دینی اور قومی دونوں طرح کی ہے۔ اور تم سید ہونے کی وجہ سے زیادہ تر اس کے مستحق ہو۔ کہ اپنے اجداد کے دین کے دشمن کو ضرور پہچان لو۔ اور پہچاننے کے بعد جو تم سے ہو سکے۔ اُس کے ساتھ برتاؤ کرو۔ تمکو خوب معلوم ہے۔ کہ میں ذاتی جھگڑا کسی سے نہیں رکھتا۔ میں نے تمکو چند خطوط لکھے۔ اور مولوی محسن علی صاحب بھی لکھا۔ کہ علامہ ہروی نے جو جال پھیلایا ہے۔ اس کے پھنسنے سے بچو۔ مگر تم نے ایک نہ سُنی۔ اب لو۔ آج ہم شیخ صاحب کے بابی ہونے کا پورا دعوے کرتے ہیں۔ اور اگر مولوی محمد کاظم صاحب مرحوم زندہ ہوتے۔ تو پہلے انہی کی شہادت ہم دلواتے۔ جنہوں نے ادھر ایک وعظ کہا سنکر پٹیالہ سے ان کو نکلوا دیا۔ مگر اس کے دیکھنے والے ابھی موجود ہیں۔ اور ان کے مرنے کے بعد ان کو پٹیالہ جانا نصیب ہوا۔ اُس کے بعد یہ مالیر کوٹلہ میں خواجہ غلام الثقلین نیچری بیدین کے پاس پہنچے۔ اور وہاں تعزیہ داری کی نسبت جو کچھ فساد برپا کیا۔ وہ بھی سب کو معلوم ہے۔ غلام الثقلین کو تو ایسا اپنا مرید کیا۔ اور ایسا اُس کے نیچری عقائد کو استوار کر دیا۔ کہ اب اُس نے ظاہر بظاہر علمائے اعلام سے مقابلہ اور مخاصمہ کرنا اختیار کیا۔ اور مرزا محمد ہادی میرے شاگرد کو بھی لپیٹا۔ (۲) سرحد کی کارروائی جس کی تم بڑی توصیف مجھ سے کر چکے ہو۔ وہاں سُنیوں کو سُنی بنکر انہوں نے نماز پڑھائی ہے۔ اور شیعہ سُنی کے باہمی اتفاق کے بارہ میں جو کچھ کارروائی کی ہے۔ اور اس کا انعام گورنمنٹ سے چاہتے تھے۔ چونکہ رعایا کا اتفاق گورنمنٹ کی پالیسی کے

خلاف ہے۔ وہاں سے وائسرائے نے ان کو لکھا جواب دیا۔ کہ ہماری خیر خواہی اس میں کیا ہے۔ تب سرحدی جاسوسی پر کمر باندھی ہے۔ یہ تو انڈیا کے حالات ہیں۔ اور میں ایک بڑا ہی معتمد فاضل تمہارے اور مولوی محسن علی صاحب کے سامنے پیش کرونگا۔ جس نے بمبئی میں انکے خاص ایک مکان پر جاکر ان سے اقرار لیا ہے۔ کہ ہاں بابی کمیٹی کے یہی ایک ممبر ہیں۔ اب ایران کو لیجے۔ سب سے پہلے جو مفسدہ ایران میں برپا ہوا۔ اُس کے بانی یہی حضرت امداد ایڈیٹر اخبار سلطنت کلکتہ کا ہے جس کا دوسرا نام دوربین تھا۔ وہاں سے ان کا اخراج ہوا۔ اب عتبات عالیات کو لیجے۔ دو خادم معتمد خدام نجف اور کربلا نے اور ایک نامہ ہندی تازہ وارد نے مجھ سے بیان کیا ہے۔ کہ وہاں کے علماء نے ان کو نکال دیا۔ اور برسر منبران کے وعظ کو [illegible]۔ اس کی تصدیق ایک محضر سے کی جائیگی۔

تمکو معلوم ہے مولوی عنایت علی صاحب سامانہ والے کا انجام کہ شیخ جعفر حسین صاحب بڈالوی کے فرزند سے ہم نے محضر منگوایا جس سے ثابت کر دیا۔ کہ ان کو کسی سے اجازہ اجتہاد دکھانا کیش نمازی کا بھی نہیں دیا ہے اور یہ عربی عبارت صحیح پڑھ نہیں سکتے۔ اُسی کے آنے کے بعد جونی وغیرہ ان کا آنا بند ہوا۔ وہ پٹنہ تک پہنچ گئے تھے۔ اور بنارس میں ان کے بیان کی اغلاط اور دروغگوئی کا ثبوت پورا دیا گیا۔ کہ پھر سارا زور ان کا گھٹ گیا۔

میرے عزیز برادر۔ دیکھو۔ یہ دین کا معاملہ ہے۔ دنیا کا کام نہیں ہے۔ تمکو لازم ہے کہ پوری تحقیق سے کام لو۔ تمکو خدا نے عقل دی ہے۔ مذہب حق رکھتے ہو۔ نہ دوستی کی رعایت نہ دشمنی کی ہٹ۔ بلکہ دونوں سے جدا ہو کر تم اور برادر مولوی محسن علی صاحب جو کچھ میں لکھ رہا ہوں اس کی جانچ پرتال کرو۔ مولوی محسن علی صاحب نے کسی مجتہد کا جو کسی ریاست پنجاب میں ہے۔ شیخ صاحب ہردی کا مدح لکھا ہے۔ اُن سے پھر دریافت کرو۔ مجھے اُن سے کسی قسم کی عداوت نہیں ہے۔ مگر دینی امور میں جس قدر مجھے تحقیق کرنی واجب ہے۔ اس کو ضرور کرونگا۔

یہ مسئلہ قرأت اور کتابت۔ اب دیکھو لفظی اغلاط مولوی محسن علی صاحب سے کبھی مشتہر ہو رہی ہیں۔ اور چونکہ شیخ ہردی کے فریب میں آکر مباحثہ پر آمادہ ہو گئے۔ افسوس ہے۔ انکو اس قدر آمادگی مناسب نہ تھی۔ زیادہ والسلام۔

یہ خط بطور راز کے ہے۔ جب تک پوری تحقیق نہ ہو جائے۔ سوائے تمہارے اور مولوی محسن علی صاحب کے اور کسی کو اس کی اطلاع نہ ہو۔ اور میں تحقیق کر رہا ہوں۔

خانگی امور..............................

نہایت درجہ کی شکایت ہے۔ کہ شیخ ہردی صاحب کی بدولت اب تمکو ہم سے اس قدر نفرت ہوئی۔ کہ خط کا جواب بھی نہیں دیتے۔ آخر ہم سے کونسا قصور ہوا ہے جس کی سزا میں یہ کارروائی کرتے ہو۔ فقط + غلام حسنین

اب آپ سے ضبط نہیں ہو سکا۔ نور چشم پر حملہ ہونے کے انتقام اور ذاتی حسد کی آتش جو مدت سے سلگ رہی تھی۔ یکایک شعلہ زن ہو گئی۔ اور صاف لکھ دیا۔ کہ "لو آج ہم شیخ صاحب کے بابی ہونے کا پورا دعوے کرتے ہیں"۔ لیکن "ما کل ما یتمنی المرء یدرکہ"۔

نہایت افسوس ہے۔ کہ آپ کا مطلب حاصل نہ ہوا۔ نہ سرکار شیخ صاحب معاذاللہ بابی ثابت ہوئے۔ اور نہ ان کے جاننے اور ان کو بصیرت کے ساتھ پہچاننے والے ان سے بدظن یا مشتبہ۔ بلکہ بقولے "من حفر بئراً لاخیہ وقع فیہ" چاہ کن را چاہ درپیش نتیجہ بالعکس نکلا۔ دنیا میں (سوائے چند اشخاص کے) لوگ آپ سے بدظن ہو گئے۔ نیک نیتی ظاہر ہو گئی۔ اور باطن منکشف ہے۔ بحکم "الاعمال بالنیات" +

قطع نظر اس امر سے کہ آیا ایک شخص جس کے افعال و اقوال سراسر مطابق شریعت غرائے محمدی و منہاج ائمہ اثنا عشر ہوں۔ وہ عندالعقلاء کسی کے کہنے سننے سے معاذاللہ بیدین یا کسی فرقہ باطلہ کا پیرو ثابت ہو سکتا ہے یا نہیں۔ یہ شہادات جو جناب کنتوری صاحب نے سرکار علامہ مدظلہ العالی کی بابیت کے ثبوت میں پیش کی ہیں۔ از سرتاپا غلط محض و افترا و بہتان صریح ہیں۔ اور اس کے خلاف ہم ایسی شہادات بینہ رکھتے ہیں۔ جن کے قبول کرنے میں کسی عاقل بصیر منصف متدین کو چاہئے شبہ باقی نہیں رہ سکتی۔ اگر اور کوئی بھی ثبوت ہمارے پاس جان ہا معہ کی تکذیب کے متعلق نہ ہو صرف جناب فخامت نصاب فضیلت مآب مولوی خلیفہ سید محمد ہاشم صاحب رئیس پٹیالہ مدظلہ العالی کی تحریر جو ذیل میں بجنسہ درج کی جاتی ہے۔ کافی و وافی ہے۔ اور اس سے حضرات ناظرین حضرت کی صداقت اور راست گوئی و دینداری کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ وہ صحیفہ گرامی جناب خلیفہ صاحب موصوف یہ ہے۔ پٹیالہ۔ ۲۴ نومبر سنہ ۱۹۰۹ء

جناب میر صاحب مخدوم و معظم مشفقی و محترم میر ناظر حسین صاحب ناظم زاد مجدہم العالی۔

تسلیم۔ نیاز خادمانہ کے بعد گزارش ہے۔ کہ میں نے سُنا ہے۔ کہ جناب مولانا مولوی کنتوری صاحب نے جناب کی خدمت میں کوئی تحریر یا خط جناب مستطاب سرکار شریعت مدار سید العلماء الکرام زبدۃ الفضلاء العظام جناب فضیلت انتساب قدسی القاب علامہ شیخ عبد العلی صاحب مدظلہم العالی کی نسبت ارسال کیا ہے۔ اور اُس میں جناب مرحوم و مغفور والد ماجد کا حوالہ دیا ہے۔ کہ وہ جناب علامہ شیخ دام ظلہ سے عقیدت نہیں رکھتے تھے۔ اور بُرا جانتے تھے جناب شیخ دام ظلہ کے وعظ سے ناخوش ہو کے پٹیالہ سے جناب شیخ دام ظلہ کو (معاذ اللہ) نکلوا دیا۔ اور جناب قبلہ و کعبہ حضرت سلطان المجتہدین تاج العلماء مولانا مولوی سید عنایت علی صاحب مرحوم و مغفور طاب ثراہ کے متعلق بھی تحریر فرمایا ہے پس چونکہ جناب والد ماجد مرحوم و مغفور کی نسبت یہ ایک نہایت سفید جھوٹ اور بہتان و افتراء عظیم ہے۔ اس لئے میں عرض کرتا ہوں۔ کہ اُن مرحوم کے خیالات اور حالات سے جس قدر میں واقف ہوں۔ اور وہ لوگ کہ جو یہاں اُن کی خدمت میں شب و روز رہتے تھے۔ اور علمی و مذہبی تذکروں اور جلسوں میں شریک ہوتے تھے۔ وہ جس قدر واقف ہیں۔ کوئی دوسرا شخص ہرگز واقف نہیں۔ علامہ کنتوری صاحب کو تو اگر ملاقات کا موقع ہوا بھی شائد ہو۔ تو ایک دو دفعہ ہی چند منٹ کے لئے حاصل ہوا ہوگا۔ جو کچھ علامہ کنتوری نے تحریر فرمایا ہے جناب والد ماجد مرحوم پر سراسر بہتان اور کذب و افتراء ہے۔ اُن مرحوم کو جناب قبلہ و کعبہ علامہ شیخ مدظلہ العالی کی خدمت میں نہایت دلی عقیدت تھی۔ اور نہایت عظمت اور منزلت جناب شیخ کی اُن کے دل میں تھی۔ یہاں ہم سب لوگوں کو جناب اس قدر عقیدت جناب شیخ سے ہے یہ سبب اُسی عظمت اور عقیدت کا اثر ہے۔ جو جناب والد ماجد مرحوم کو حضرت شیخ مدظلہم کی خدمت میں تھی۔ اب ۱۹۰۸ء کے شروع میں جبکہ والد ماجد مرحوم کا انتقال ہوا ہے۔ تو اسی زمانہ میں انتقال سے تقریباً ایک ہفتہ ہی پیشتر جناب سرکار علامہ شیخ مدظلہ العالی یہاں پٹیالہ میں رونق افروز ہوئے تھے۔ اور خود جناب والد ماجد مرحوم کے ہی مکان میں وعظ بڑے زور شور سے ہوئے۔ اور والد ماجد جس قدر اظہار عقیدتمندی جناب شیخ دام ظلہ کے ساتھ فرماتے تھے۔ ہم لوگ ہی اس سے اچھی طرح پر واقف ہیں۔ پس یہ صراحۃً کذب اور بالکل جھوٹ اور بہتان اور افتراء ہے جو تحریر کیا گیا ہے۔ باقی دیگر امور جو جناب شیخ مدظلہم العالی کی نسبت تحریر کئے گئے ہیں۔ آپ خود جناب شیخ کے حالات سے واقف ہیں۔ میں کیا عرض کروں۔ جناب شیخ مدظلہ العالی کی نسبت ایسے خیال پیدا کرنے اور بیان کرنے سخت گناہ عظیم ہیں حضرت کے وعظوں میں بھی ہم لوگ شریک ہوئے ہیں۔ اور اُن کے علمی تذکروں سے بھی فیضیاب

ہوئے ہیں۔ ایسا بے مثل عالم ہندوستان میں اس وقت موجود نہیں ہے۔ عقیدہ اثناعشری مذہب کے کوئی امر خلاف نہ جناب شیخ مدظلہم العالی کے اقوال سے نہ اعمال سے پایا جاتا ہے۔ اور جناب قبلہ و کعبہ مولانا مولوی سید عنایت علی صاحب مرحوم و مغفور اعلی اللہ مقامہ کی نسبت اس سے بھی زیادہ افتراء اور کذب ہے میں کیا عرض کروں۔ کہ جناب مولانا کو عربی پڑھنی بھی نہیں آتی تھی۔ یہ تمام تحریر جناب علامہ کنتوری کی نہایت قابل شرم ہے۔ میں کیا لکھوں۔ نہایت افسوس ہے۔ کہ ہمارے علماء کی آنکھیں حسد اور بغض و عناد نے بالکل حق کی طرف سے بند کر دی ہیں۔ ہم لوگوں کی یہ حضرات کیا خاک اصلاح اور درستی کرینگے۔ جب اپنے ہی اخلاق کو ایسا خراب کر دیا ہے۔ جناب مولانا مولوی سید عنایت علی صاحب مرحوم و مغفور کے علم و فضل تقدس و ورع کے سکے جگہ جگہ ہندوستان میں بیٹھے ہوئے ہیں کون شخص اس سے واقف نہیں۔ آفتاب کی طرح روشن ہیں کسی کی غلط بیانی سے کیا ہوتا ہے +

جناب والا کی خدمت میں میری گزارش یہ ہے۔ کہ یہ تحریر علامہ کنتوری کی نہایت نامناسب ہے۔ اور اس سے قوم کو سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ اس کو ہرگز شائع نہ کیا جائے۔ بلحاظ پولیٹیکل بھی یہ الفاظ علامہ کنتوری کے کہ "رعایا کا اتفاق گورنمنٹ کی پالیسی کے خلاف ہے" سخت نامناسب ہیں سراسر غلط قابل الزام ہیں۔ اور اس تحریر سے شیعہ قوم کے باہمی اختلاف پیدا ہونے کا بھی اندیشہ ہے۔ حالانکہ اس وقت قوم شیعہ کے لئے اتفاق سب سے زیادہ ضروری امر ہے۔ آپ چونکہ قوم شیعہ کے سربرآوردہ لیڈر ہیں۔ اور اس کی تباہی اور بربادی کا درد آپکے دل میں ہے۔ اس لئے آپ سے گذارش ہے۔ کہ آپ اس کا جلد انتظام فرمائیں۔ کہ یہ چنگاری اختلاف و نفاق کی جلد سرد ہو کر خاک ہو جائے۔ اور ان حضرات علماء کو اس باہمی حسد سے روکا جائے۔ مجھ سے زیادہ آپ واقف ہیں۔ جس طرح مناسب ہو۔ اس کا انتظام فرمائیں۔ اور براہ کرم عنایت نقل خط علامہ کنتوری خاکسار کے پاس ضرور ارسال فرمائیں۔ مجھے امید ہے۔ کہ جناب والا کے مزاج عالی خیریت سے ہونگے۔ براہ کرم و احسان خیریت مزاج عالی سے خادم کو مطلع فرما کر ممنون فرمائینگے۔ زیادہ نیاز۔ فقط۔ آپ کا خادم محمد ہاشم +

اس خط کا ملاحظہ کرا دینے کے بعد مجھے کسی مزید ثبوت کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر کسی صاحب کو اس کی اصلیت و حقیقت میں شبہ ہو۔ تو اس کے رفع کے لئے میں حاضر ہوں۔ اور جناب خلیفہ صاحب موصوف بفضلہ تعالیٰ بقید حیات ہیں (خدا ان کو سیکڑوں برس زندہ و سلامت رکھے) بلکہ دیگر جملہ مومنین پٹیالہ جناب علامہ کنتوری صاحب کی اس تحریر کے خلاف ثبوت دینے کو تیار

ہیں۔ سرکار علامہ ہروی دام ظلہ اب بھی بحمد اللہ ہر سال اسی طرح پٹیالہ تشریف لاتے ہیں۔ اور موعظہ فرماتے ہیں +

جناب خواجہ غلام الثقلین صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی بالقابہ کی نسبت جناب علامہ کنتوری صاحب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ اس کے جواب دہ ہم نہیں۔ وہ خود جواب دے سکتے ہیں۔ ہاں ہم اتنا جانتے ہیں۔ اور خواجہ صاحب کے ہمراز اور پاس رہنے بیٹھنے والے اور خود خواجہ صاحب اور ان کے بھائی جناب خواجہ غلام الحسنین صاحب و جناب خواجہ غلام السبطین صاحب بی۔ اے اس کی تصدیق فرما سکتے ہیں۔ کہ خواجہ صاحب موصوف کو سرکار شیخ صاحب کی ذات سے کیا کچھ فائدہ پہنچا۔ اور تمام دیرینہ شبہات متعلق دیانت اسلام رفع ہو گئے۔ اور اب جناب خواجہ صاحب بہ نسبت سابق بہت زیادہ ارکان مذہب کے پابند ہو گئے۔ اور اس کا انہیں اقرار ہو گا۔ کہ جو معارف اسلامیہ انہیں سرکار شیخ صاحب مدظلہ العالی سے حاصل ہوئے۔ دوسرے سے نہیں۔ شائد آپ کے نزدیک صحیح اور اصلی معارف دین اسلام الحاد و نیچری اور دہری عقائد ہیں۔ اور اسی لئے فرماتے ہیں۔ کہ شیخ صاحب نے خواجہ صاحب کے نیچری عقائد کو استوار کر دیا۔ ورنہ تو شیخ صاحب نے عقائد دین اسلام میں استوار کیا ہے۔ اور نتیجہ بالعکس ہے۔ مالیر کوٹلہ کی تعزیہ داری وغیرہ کا حال جس کو جناب کنتوری صاحب فساد سے تعبیر فرماتے ہیں۔ وہ جملہ خواجگان مالیر کوٹلہ و خوانین ریاست مذکورہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ جناب نواب احسن علی خاں صاحب بالقابہ مرحوم ہو گئے ہیں۔ مگر ان کی اولاد بحمد اللہ موجود ہے۔ اور نواب احسان علی خاں بالقابہ سلمہ اللہ سے اس کذب صریح کی حقیقت پر روشنی پڑ سکتی ہے۔ اور خود والی ریاست دام اقبالہ سرکار علامہ مدظلہ العالی کے مکارم اخلاق و فضائل اوصاف سے واقف ہیں۔ اور ہم ذاتی تجربے اور نیز جملہ اہل ریاست مذکورہ نیز اہل لدھیانہ کے سادات وغیر سادات مومنین کی شہادت کی بنا پر دعوے سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ چند سال تک جب تک سرکار علامہ عشرہ محرم الحرام میں مالیر کوٹلہ جاتے رہے ہیں۔ جس رونق کے ساتھ عزاداری ہوتی رہی۔ اور غیر معمولی عشرے ہوئے۔ اور جس کا اثر اب تک باقی ہے۔ وہ سب سرکار علامہ ہروی ہی کا فیض تھا۔ بعض مقام پر جدید مجالس عزا مقرر ہوئیں۔ خود ریاست کے امام خانے میں بفیض سرکار کے موعظے کی وجہ سے ایسی مجالس ہوئیں۔ جو شائد ہی پہلے کبھی ہوئی ہوں۔ جن کے دیکھنے اور شریک ہونے والے اور سرکار علامہ ہروی کی زبان مبارک سے فضائل و مصائب اہلبیت سننے والے موجود ہیں۔ اور بعض حضرات اہل لکھنؤ مشل

جناب مرزا نادر صاحب بھی مجھے یقین ہے اس کی شہادت دے سکتے ہیں۔ اور میرے قول کی تصدیق فرما سکتے ہیں۔ جو اکثر عزا خانہ ریاست و دیگر عزا خانوں میں سرکار علامہ کے مواعظ سے مستفید ہوتے اور مصائب سنتے رہے ہیں۔ اور ان کو اس کے کہنے میں ذرا بھی دریغ نہ ہوگا۔ کہ جناب کنتوری صاحب کا یہ فرمانا کہ "مالیر کوٹلہ میں آخر سیہ داری کی نسبت جو فساد برپا کیا۔ وہ سب کو معلوم ہے" جھوٹ۔ افتراء اور بہتان صریح ہے۔ کسی کو بھی نہیں معلوم۔ ہاں بڑے سے بڑا گناہ اگر سرکار علامہ سے سرزد ہوا ہو۔ تو یہ ہوگا۔ کہ انہوں نے قبیح و ناجائز امور سے روکا ہے یا ان لوگوں کی بدکاریوں کو بری نظر سے دیکھا ہو۔ جو بالا خانوں میں عیش و عشرت میں مشغول رہنے کے بعد منبر رسول پر جھوٹ سچ بولنے کے واسطے سوار ہو جاتے تھے۔ انہی امور مذکورہ اور دروغ بے فروغ مذکور سے سرحدی دعوے کو قیاس کر لیجئے۔ ایک فرد سرحدی گواہی نہیں دے سکتا کہ ایک منٹ کے واسطے بھی کسی نے یہ شبہ کیا ہے۔ کہ یہ سنی ہیں جملہ اہل سرحد کوہاٹ و کورم جو سرکار علامہ سے واقف ہیں۔ خواہ سنی ہوں یا شیعہ حکام ہوں یا غیر حکام سب واقف ہیں۔ کہ سرکار علامہ شیعہ مذہب کے رکن اور عالم جید ہیں۔ اور ہم خود اس سفر میں سرکار علامہ کے ہمراہ تھے۔ اکثر علماء اہلسنت بغرض مباحثہ یا استفسار سرکار علامہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ان کو کبھی یہ وہم بھی نہیں گذرا۔ جو جناب علامہ کنتوری کو الہام ہوا ہے۔ اور نہ سرکار علامہ ہروی مدظلہ العالی پیش نمازی کا پیشہ کرتے ہیں۔ جو انہیں سنی بنکر نماز پڑھانے اور کچھ وصول کرنیکی ضرورت ہوتی۔ ممکن ہے۔ خود قائل کو ایسا اتفاق ہوا ہو۔ اور بفحوائے "المرء یقیس علی نفسہ" سرکار علامہ ہروی پر بھی یہ الزام قیاساً و رجماً بالغیب لگایا ہو۔ ورنہ "ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے" اس وقت تصدیق کرائی جائے۔ اور اہل سرحد سے دریافت فرما لیا جائے۔ اگر علماء درہ دساد بنگش و کورم و کوہاٹ یہ لکھ دیں۔ کہ جناب سرکار علامہ الشیخ عبد العلی ہروی الطہرانی دام ظلہ العالی نے یہاں سنی بنکر نماز پڑھائی تھی۔ تو ہم ایک سو روپیہ انعام دینگے۔ اور تمام تحریرات واپس لے لینگے۔ ورنہ "لعنۃ اللہ علی الکاذبین" کا تمغہ کسی مستحق کو ملیگا۔ اگر سرحد کوہاٹ و کورم کے حالات اور وہاں کے سنی اور شیعہ کے باہمی تنازعات و فسادات کا حال معلوم ہوتا۔ اور عقل سے کام لیا جاتا۔ تو معلوم ہو جاتا۔ کہ یہ بالکل ناممکن ہے۔ کہ وہاں کوئی سنی عالم شیعوں کو اپنا ہم خیال بنا لے۔ اور ان میں اتفاق و اتحاد کرا دے۔ یہ صرف سرکار علامہ ہی کا حسن خلق اور کمال علم تھا۔ کہ دونوں کو بہت سے امور میں متفق کر دیا۔ اور بہت سے نزاعات مٹا دئے۔ اسی کا جناب کنتوری کو ملال ہے۔ کیونکہ یہ فعل

ان کے خلاف طبیعت تھا۔ اور نیز ان کے نزدیک خلاف مصلحت گورنمنٹ۔ نہ معلوم جناب کو یہ کہاں سے معلوم ہوا۔ کہ "رعایا کا اتفاق گورنمنٹ کی پالیسی کے خلاف ہے"۔ گویا آپ کے خیال میں گورنمنٹ رعایا کے نفاق و اختلاف سے خوش ہے۔ یا خود نفاق ڈلواتی ہے۔ گورنمنٹ عالیہ کا ہندوستان کے باہمی قومی و مذہبی معاملات میں خود دخل نہ دینا اور ہر ایک کو مذہبی آزادی عطا کرنا اس کا ہم معنی اور مترادف نہیں قرار دیا جا سکتا۔ کہ سرکار انگلشیہ اتفاق و اتحاد کے مخالف ہے۔ اور رعایا میں نفاق ڈلوانا چاہتی ہے۔ ہمیں اس خیال سے اتفاق نہیں۔ اور اس الٹی منطق کے ثبوت کے ذمہ دار خود جناب علامہ کنتوری ہیں۔ اور غالباً انہیں اپنے اس خیال کو جس سے کہ پبلک میں بدظنی پھیل جانے کا گمان قوی ہے واپس لینا پڑیگا۔ نہ معلوم جناب والا کو یہ کس خفیہ محکمہ کی معرفت معلوم ہوا۔ کہ ہز ایکسیلینسی وائسرائے صاحب بالقاب نے اس اتفاق و اتحاد کی بابت ٹکا سا جواب دیدیا۔ کہ اس میں ہماری خیرخواہی سی کیا ہے۔ غالباً آپ کو بھی سی۔ آئی۔ ڈی سے کچھ تعلق ہے۔ کمال یہ ہے۔ کہ پھر فرماتے ہیں۔ اس کے بعد سرحدی جاسوسی پر کمر باندھی ہے۔ سچ ہے۔ دروغ گو......۔ اوّل تو سرکار علامہ سرسوی باغی تھے۔ خلاف مصلحت گورنمنٹ سنی شیعوں میں اتفاق کرا رہے تھے۔ گورنمنٹ اس پر ناراض ہوئی۔ ٹکا سا جواب دیا۔ اور پھر اسی سرحدیان کو اپنا جاسوس بنا لیا۔ ماشاءاللہ چشم بد دور کیا استدلال ہے دور اندیشی اور نکتہ رسی ہے۔ ان راست گوئیوں کے بعد اب آپ خارج از انڈیا کے حالات کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اور معتمد فاضل پیش کرنا چاہتے ہیں۔ جو شہادت دیگا۔ کہ سرکار علامہ سرسوی مدظلہ العالی نے ان کے روبرو بیان کیا۔ کہ وہ بابی کمیٹی کے ممبر ہیں"۔ "ان ھذا الا اختلاق"۔ بابی کمیٹی یا بابی لاج کی معرفت تو اس کو ہوگی۔ جو اس کا ممبر ہو۔ اور اس شہادت کی نسبت ہم مفصل رائے اُس وقت دیں گے۔ جبکہ یہ شہادت پیش کی جائیگی۔ ہاں ہم اپنے ایمان کی رُو سے اتنا ضرور کہتے ہیں۔ کہ سرکار علامہ آج تک نہ کبھی بمبئی گئے نہ بمبئی دیکھی۔ اس لئے وہ جو یہ کہے۔ کہ سرکار علامہ سرسوی الطہرانی نے بمبئی میں ان سے اقرار کیا۔ کہ وہ بابی ہیں"۔ مفتری۔ کاذب بلکہ مسیلمۂ کذاب کا بھائی ملعون و ملحد ہے۔ ولعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ علاوہ ازیں آج تک جناب کنتوری ایک فرضی فاضل بھی پیش نہ کر سکے۔ بلکہ جب چودھری جعفر حسین مرحوم بی۔ اے نے اپنے بمبئی کے قیام میں اس کی تحقیق چاہی۔ اور جناب کنتوری صاحب سے ان لوگوں کے نام جنہوں نے انہیں خبر دی تھی۔ اور بابی لاج اور بابی کمیٹی کا پتہ دریافت کیا۔ اور

متعدد خطوط بھیجے حتیٰ کہ ایک خط رجسٹرڈ بھی لکھا۔ تو چپ سادھ گئے۔ اور تاحین حیات موصوف جواب نہ دیا۔ اور یہی آپ کے سچ کی دلیل ہے۔ کربلا و نجف اشرف کی بابت جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ وہ بھی بالکل پٹیالہ کی طرح ہے۔ اور اس کی تکذیب میں اکثر علماء کی شہادت پیش کر سکتے ہیں۔ اور سرکار علامہ کے دیکھنے والے نجف اشرف و کربلائے معلیٰ میں ابھی بعض موجود ہیں جس کا دل چاہے۔ دریافت کر لے۔ ہاں چند المدعا تکذیب العلماء کا اعتبار نہیں۔ جو ایک نجیدی پر ہزار جھوٹ بولنے اور معصوم کا خون کر دینے کو تیار رہتے ہیں۔ اور نہ ان لوگوں کا اعتبار ہے۔ جو حدیث ذیل کے مصداق ہیں "شرار الناس قوامنا وخدام قبورنا" بدترین خلائق ہمارے امور کے متولی اور ہماری قبروں کے خادم ہیں۔ حدیث حضرت امام رضاؑ سے مروی ہے۔ اور حضرت صاحب العصرؑ اس کی تصدیق فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو کتب حالات حضرت حجت عجل اللہ فرجہ علیہ السلام۔ حالانکہ نہ کسی خادم نے کہا۔ اور نہ کسی معتمد نے خبر دی۔ اور نہ کسی تازہ وارد عالم ہندی نے بیان کیا۔" و ان ھم الا یخرصون"۔

ہمارے ناظرین کو یاد ہے۔ کہ جب اس امر کی تحقیق میں بہت زور دیا گیا۔ اور آپ سے مخبرین کے نام دریافت کئے گئے۔ تو آپ نے باصرار جناب چودھری جعفر حسین صاحب بی۔ اے لدھیانوی مرحوم کو حسب ذیل پانچ نام لکھ کر دئیے۔ جناب خواجہ مولوی عابد حسین صاحب انصاری سہارنپوری مرحوم و مغفور۔ جناب مولوی خواجہ مختار احمد صاحب ممتاز الافاضل صدر الافاضل عراق و جناب مولوی خواجہ ظفر حسن صاحب مولوی فاضل ہمشیرزادگان جناب خواجہ صاحب موصوف مرحوم و مغفور۔ جناب سید تقی غلام حرم خلف جناب خلش صاحب قدس سرہ۔ جناب مولوی سبط نبی صاحب لونگانواں۔ ان میں سے تین بزرگوار بقید حیات ہیں۔ اور دو مرحوم ہو چکے۔ یعنی جناب خواجہ صاحب و تقی صاحب۔ جناب مولوی خواجہ ظفر حسن صاحب اس وقت پٹیالہ ہی میں مقیم تھے۔ ان سے خود جناب علامہ سردی اور دیگر حضرات مومنین پٹیالہ نے اس کی حقیقت کی بابت دریافت کیا۔ تو موصوف نے بظاہر اپنی بیزاری ظاہر کی۔ حقیقت کو خدا بہتر جانتا ہے۔ اور جناب مولوی خواجہ محمد احمد صاحب سے دریافت کرنے کا موقع نہیں ملا۔ جناب خواجہ مولوی عابد حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ کی نسبت مجھے کچھ شبہ ہے۔ کہ انہوں نے کچھ ایسا ذکر کیا ہو۔ اور شاید عالم ہندی تازہ وارد از کربلائے معلیٰ یہی بزرگوار ہوں۔ کیونکہ یہ اسی زمانے میں زیارات سے مشرف ہوئے تھے۔ اور ملاپور ہو کر تشریف لے گئے تھے۔ اور اس سال

سے پھر جائیں گے۔ جس کی مثل و نظیر انہوں نے آج تک کوئی عالم نہیں دیکھا۔ ان کے نزدیک
آفتاب آمد دلیل آفتاب اس کا علم معرفت و تقوے و طہارت۔ زہد و عبادت اس کی سچائی
کی دلیل ہے۔ اگر ہزار شخص اس کے خلاف بکواس کریں۔ تو قابل سماعت نہیں۔ کیونکہ ہر شخص کے
لئے اس کا اپنا علم مدار و ملاک تکلیف ہے۔ نہ سنی سنائی باتیں جو خلاف مشاہدہ و علم و تجربہ
ہوں۔ انہوں نے دین کو بصیرت کے ساتھ اختیار کیا ہے۔ اور اندھی تقلید کے سخت مخالف
ہیں۔ وہ گدی پوجنے اور ارثی اجتہاد و تقلید کو برا جانتے ہیں۔ اور سچے کو سچا سمجھ کر اور اُسکی
تحقیق و تصدیق کر کے اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اور وہ ہر مدعی کو نائب امام اور قبلہ انام
قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ وہ کب ان گیدڑ بھبکیوں میں آ سکتے ہیں۔ لا تقف ما لیس
لك به علم۔ پر ان کا عمل ہے۔ وہ شیخ کے کمال علمی کو برسوں دیکھنے اور پرکھنے کے بعد
اس درجے پر پہنچے ہوئے ہیں۔ کہ وہ عالم اسی کو جانتے ہیں جس کی شیخ صاحب تصدیق
فرما دیں۔ پھر وہ شیخ صاحب کے برخلاف ان مزخرفات کو کب سننے والے ہیں جن کی
حیثیت "کلام العدی ضرب من الهذیان" سے زیادہ نہیں ہے۔ مذکورہ بالا خط کے
دیکھنے سے ہمارے ناظرین کو یہ معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ بظاہر جناب علامہ کنتوری صاحب نے
یہ امور بطور رشوہ لکھے ہیں۔ اور بصیغہ راز رکھے جانے کا حکم ناظم صاحب کو دیا ہے۔
اور خود ان کی تحقیق میں مصروف ہیں۔ اور اس اہم اور مشکل مہم کو انجام دینے میں سرگرم۔ چنانچہ
اس خط کے پڑھنے اور سننے والوں کو با وجہ جناب کے عالم دین کہلانے اور ان سے حسن
عقیدت رکھنے کے یہی خیال گزرا تھا۔ کہ واقعی جناب کنتوری صاحب کو کسی نے
دھوکا دیا ہے۔ اور سادگی اور محض حسن ظن یا کمال بدظنی کی بنا پر ایسا شبہ کرتے ہیں۔
لہذا قرار پایا۔ کہ اس امر کی ان سے تحقیق کی جائے۔ اور لکھا جائے۔ کہ اول آپ یہ بتلائیں
کن لوگوں نے آپ سے ایسا کہا ہے؟ اور یہ کہ بابیوں کے عقائد کیا ہیں؟ اور ایک شخص جو
بظاہر مذہب شیعہ اثنا عشری رکھتا ہو۔ اور اس کے جملہ افعال و اعمال و اقوال مطابق شریعت
غرائے محمدی و منہاج ائمہ معصومین علیہم السلام ہوں۔ اس کی بابیت کی تصدیق اور تحقیق
کس طرح اور کن طریقوں اور اصول سے ہو سکتی ہے؟ اگر ہمیں ثابت ہو جائے۔ تو ہم بھی
آپ کے ہم خیال ہو جائینگے۔ اور یہ یقین تھا۔ کہ جناب علامہ ان امور کا جواب دینگے اور
ضرور سے بھی اس امر کو راز میں رکھیں گے۔ لیکن یہ خیال غلط نکلا۔ اور اس وقت منظر نگر سے

ایک خط اس مضمون کا وصول ہوا۔ کہ جناب علامہ کنتوری کا ایسا ایسا خط آیا ہے۔ اور اس میں انہوں نے تمام ممبران انجمن جعفریہ مظفر نگر اور سادات بارہہ کو ناظم الہند دیکھنے سے منع فرمایا اور اس کے متعلق ہدایات لکھی ہیں۔ اور سرکار علامہ ہردی سے ایسے ایسے امور کی نسبت دی ہے۔ جس کو ہم شرم کی وجہ سے نقل نہیں کر سکتے۔ اس خط کی تصدیق خود جناب ریاست مآب سید مظفر علی خاں صاحب رئیس جالنٹھ کے ۲۰ نومبر کے خط سے ہوتی ہے۔ جو انہوں نے اڈیٹر ناظم الہند کو لکھا ہے۔ اور جس کے آخری الفاظ یہ ہیں "ایک خط جناب مولوی غلام حسنین صاحب کا میرے پاس آیا تھا جس کے مضمون نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ اور اس کو میں نے عسکری حسین کو بھی دکھلا دیا تھا۔ صرف اسی غرض سے کہ وہ آپ کو مطلع فرمائیں معلوم نہیں کہ اس کا مضمون آپ تک پہنچا یا نہیں"۔ مظفر علی عفی عنہ۔ ۲۰ نومبر ۱۹۰۹ء۔ اس خط کے آنے سے اہل لاہور اور پنجاب کے خیالات بہ نسبت جناب کنتوری صاحب صاف بدل گئے۔ اور یقین ہو گیا۔ کہ محض چال ہے۔ ادھر ہم کو راز میں رکھے جانے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اور اُدھر لوگوں کو اور انجمنوں کو لکھا جا رہا ہے۔ اور اشاعت کی جا رہی ہے۔ ایک عالم سے ایسی ایسی انتہا قابل شرم بات ہے عسکری حسین صاحب کے خط کے آنے کے بعد حضرات لاہور اور پنجاب نے جناب کنتوری صاحب سے مطالبہ و مواخذہ سختی سے کیا۔ جس کا حال جناب کنتوری صاحب کے منقولہ ذیل خط مورخہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۰۹ء سے ظاہر ہو گا:۔

"ع۔ و ان من جملہ اللہ۔ بعد دعا و سلام کے واضح ہو۔ کہ خط تمہارا پہنچا۔ مجھے جس طرح سے تم سے خصوصیت کے ساتھ محبت ہے۔ اس کو مجھ سے اس کے اظہار کی حاجت نہیں۔ جناب شیخ کی نسبت جو تمکو کسی نے لکھا ہے۔ کہ کسی نے ان کے بابی ہونے کا مجھے خط لکھا ہے۔ میں مشتہر کروں گا۔ یہ محض غلط ہے۔ البتہ جب مومنین لاہور کی رائے بعد تحقیق اس امر کے ہو گی۔ اس وقت اعلان کرنا یا نکرنا جو کچھ مناسب ہو گا کیا جائیگا۔ جناب شیخ کا خط جو میرے نام آیا ہے۔ منشی جعفر حسین بی۔ اے کے پاس میں نے اُس کی نقل بھیج دی ہے۔ اس کو بھی تم سب پڑھ کر اپنے دین و دیانت سے سمجھ سکتے ہو۔ کہ علمائے لکھنؤ سے کس قدر ان کو کاوش ہے۔ اور مجھے کس قدر اُن علماء کی مخالفت پر آمادہ کر رہے ہیں۔ فیصل خاص حسن کماد عوے خواجہ غلام الثقلین نے اجلاس کانفرنس میں کیا ہے۔ ملتا جلتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ مسئلہ قرأت و کتابت جناب رسول کا جو شیخ صاحب نے چھیڑا ہے۔ اور جس کو علمائے متقدمین و متاخرین کبھی زیر بحث نہیں

لائے۔ اس کا نتیجہ آخر تم کیا سمجھتے ہو۔ اگر کوئی شخص تم سے کہے۔ کہ ہمارے رسول ؐ اور ان کے وصیؑ برحق بڑے خوشنویس تھے۔ جیسے جواہر رقم خاں۔ اور کیسا ہی بدخط لکھا ہو اُس کو پڑھ لیتے تھے۔ تو تم بتاؤ۔ یہ کونسی فضیلت جناب رسول ؐ اور امیر المومنین ؑ کی ہوئی۔ اور اگر تم سے کوئی یہ کہے۔ کہ باوجودیکہ ہمارے رسول ؐ و امیر المومنین ؑ رسمی طور پر پڑھے لکھے نہ تھے۔ مگر تمام کتب آسمانی کو پڑھ کر یہود و نصاریٰ کو عاجز کرتے تھے۔ یہ فضیلت کی بات ہے۔ یہ وہ بات ہے۔ کہ جس کو ادنےٰ آدمی مشق کر کے حاصل کر سکتا ہے۔ جب عقلی طور پر اس میں فضیلت ہوئی۔ کہ اُمی ہو کر ہفتاد زبان و ہفتاد قلم ہو جائے۔ اور قرآن مجید بھی اس کی شہادت دیتا ہے۔ پھر اس کے خلاف جو شخص جناب رسول ؐ کے امی ہونے کا قبل بعثت انکار کرے۔ اور عوام کو دھوکا دے کر ایک بڑے معجزے کا منکر ہو۔ سچ کہو۔ اس کو اسلام کے کس فرقہ میں شمار کر سکتے ہو۔ اب بخوبی ثابت ہوا۔ کہ اس مسئلہ کا چھیڑنا محض اسی غرض سے ہے۔ کہ علماء سابقین اور موجودین سب کو نشانہ تیر ملامت بنانا اور عوام کو ان سے بدعقیدہ کرنا اور کسی اور مذہب کا ان کو پابند کرنا مدنظر ہے۔ یہ پہلا شبہ ہم کو اس مسئلہ کے زیر بحث ہونے میں ہوا۔ اس کے بعد جو کلمات ناسزا نسبت علماء اعلام کے ناظم النجف میں چھپے۔ اور جو غلط معنی آیات قرآنیہ کے خلاف اجماع مفسرین چہ سنی چہ شیعہ درج ہوئیں۔ جن کے اثبات میں ہم اور نور چشم مولوی ناصر حسین ذمہ دار ہیں۔ یہ دوسرا شبہ ہے۔ اب رہے آپ لوگ جو دفتر دفتر محامد و اوصاف جناب شیخ صاحب کے لکھ رہے ہیں جس قدر آپ کو لیاقت فہم کی ہے۔ اس کی نظر سے سب صحیح ہے۔ مگر وہ غوامض اسرار علمی جس کو علماء سمجھ سکتے ہیں آپ لوگوں کو کہاں نصیب ہے۔ مجھ سے جن لوگوں نے ان کے بابی ہونے کا اظہار کیا ہے۔ یہ واقعہ قبل اس مناظرہ و مباحثہ کا ہے۔ جو کہ علماء سے ہو رہا ہے۔ کسی طرح محمول بر حسد نہیں ہو سکتا ہے۔ اور جناب شیخ کو کونسی ایسی وجاہت دینی یا دنیوی حاصل ہے۔ کہ جس کا حسد مقدسین علماء کریں۔ یہ سب باتیں جو زیر تحقیق ہو رہی ہیں اور جن کا ثبوت تحریری و تقریری فراہم ہو رہا ہے۔ وہ محض بغرض حفاظت دین ہے۔ کہ جس کے ذمہ دار علماء ہیں۔ عوام جہلا کو یہ تکلیف نہیں ہے۔ ہم نے نہایت آسان طریقہ جناب شیخ صاحب کی تحقیق حالات کا تجویز کیا ہے۔ کہ علماء عراق جن کے وہ خود مداح ہیں۔ جن کو ان کی کسی قسم کی خصومت نہیں ہے۔ انہیں کی توثیق عالم دین کی توثیق ہوتی ہے۔ اب منشی جعفر حسین بی۔ اے کے عزیز ملا کا

قافلہ جا رہا ہے۔ دو مہینہ کے اندر یہ بات طے ہو سکتی ہے۔ کسی عالم کو اپنا پیشوا اور معتقد انبانا بدون اس کے کہ معتمد علماء اس کی توثیق کریں۔ ہرگز جائز نہیں ہے۔ تم لوگ مبصر جوہری نہیں ہو۔ تمہارا یہ کہدینا۔ کہ ہم نے ان سے کوئی مضمون خلاف شریعت نہیں سنا ہے۔ علماء اعلام کے نزدیک کیسے مستند ہو سکتا ہے۔ زیادہ تر خلاف مصلحت تم نے یہ کیا۔ کہ ہمارے خطوط لوگوں کو پڑھا دئے۔ مولوی محسن علی صاحب نے بھی یہی کیا۔ اور ہم پر اہل پنجاب کا بلوہ کرا دیا۔ اور اب بلوہ کرانے کے بعد پانچ مہینہ کے ہمکو خط لکھا ہے۔ کیا یہی مقتضا دوستی و محبت کا ہے جن لوگوں نے تمہارے مشورہ سے ہمیں خط لکھے ہیں۔ اور بد کلامی کی ہیں۔ وہ سب خط موجود ہیں۔ سب تمہارا ہی حوالہ دیتے ہیں۔ پھر کیا ان لوگوں کی دھمکی سے ہم ڈر جائینگے۔ اور حق واجب کو پورا نہ کرینگے۔ کیا پنجاب میں ہماری کوئی تجارت جاری ہے۔ کہ جس میں نقصان پہنچیگا۔ یا ہم نے کبھی دعوئے اجتہاد کا کیا ہے۔ کہ ہماری تقلید سے لوگ نکل جائینگے۔ جب دینی و دنیوی دونوں طرح کا خوف ہم کو نہیں ہے۔ اور علماء گذشتہ و حال کی خدمت گزاری ہم پر واجب ہے۔ اور جو شخص ان کو برا کہے یا برا سمجھے۔ اس کی بیخکنی ہم پر لازم ہے۔ پھر کیوں اس امر میں ہم سکوت کرینگے۔ اور ایک دن ہمارے سامنے نظر آ رہا ہے۔ کہ خاص لاہور میں پہنچ کر ایک جلسہ عظیم الشان مومنین کا کر کے سب کو دکھلا دیا جائیگا۔ کہ اصلی واقعہ کیا ہے۔ اور کیوں ناظم الہند میں یہ منہ زوریاں ہو رہی ہیں۔ اور کس غرض سے یہ مسئلہ چھیڑا گیا ہے۔ تم کو لازم ہے۔ کہ تم سادات بنی فاطمہؑ میں سے ہو۔ اور یہ دین و مذہب تمہارے گھر کی بات ہے۔ اور خصوصاً سادات بارہا۔ تم اپنے بزرگان سلف کی روش اختیار کرو۔ اور یاد کرو۔ کہ مولوی عنایت علی مرحوم نے تمہارے بارے میں کیا مفسدہ کیا تھا۔ اور چھتر وڈی اور تہن پوریوں میں۔ حالانکہ ان میں اتنی لیاقت نہیں تھی۔ کہ کسی مسئلہ کا جواب لکھ کے دیتے سوائے زبانی قلقلہ کے۔ تو یہی غلام حسنین تم سادات کا خادم ابھی زندہ موجود ہے۔ کہ یہاں سے عراق تک ان کی ساری قلعی کھول دی۔ پھر ان کو سامانے سے بارہے تک آنا دشوار ہو گیا۔ اور ساٹھارہ پتھر جو علماء لکھنو کو پھینکے تھے۔ ان کی چوٹ خود انہیں کو لگی۔ میں نے پانچ سوال ایسے تحریر کئے تھے۔ کہ جس کا جواب انہوں نے بدشواری دو ہفتے میں کسی سے لکھوا کر دئے تھے۔ محض غلط۔ مجھ سے ایک

سوال مولوی صاحب مرحوم نے یہ کہا تھا کہ عوج بن عناق کی ماں کا کیا نام ہے جس پر تمہارے بھائی بند گکروَلی والے خوب ہنسے تھے۔ میرے نام کا خط جو شیخ صاحب کا آیا ہے۔ اِس میں مولوی صاحب کی بڑی ثنا و صفت لکھتے ہیں۔ جن کی یہ کیفیت ہے۔ کہ برسر منبر چند مرتبہ جھوٹی روایت پڑھنے پر ٹوکے گئے۔ مولوی محمد حسن صاحب سنبھلیڑی والے ابھی زندہ موجود ہیں۔ اور بھی دو ایک اہل علم جنہوں نے برسر منبر مولوی مرحوم کو ٹوکا ہے۔ یہ باتیں سب تمکو معلوم ہیں۔ بنارس کے طلبۂ علم نے مولوی عنایت علی صاحب مرحوم کو جس قدر آزمایا ہے۔ وہ بھی میں کبھی تمکو لکھونگا اب تو وہ مر گئے۔ خدا بہشت نصیب کرے۔ نہیں تو میرے عربی خط کا جواب عربی زبان میں دینا تو درکنار چند فقرے عبارت عربی کے صحیح نہیں پڑھ سکتے تھے۔ یہ بیس برس کا قصہ ہے۔ تم اُس زمانہ میں بہت کمسن تھے۔ مگر جو شخص مولوی عنایت علی مرحوم کی ایسی ثناء و صفت کرے۔ جیسے کہ جناب شیخ صاحب کر رہے ہیں۔ کہو ہم اس کو کس پایہ کا عالم سمجھ سکتے ہیں۔ میرے بعض تلامذہ نے جناب شیخ کا وعظ بھی سُنا ہے۔ اور اِس وعظ میں جو جو باتیں انہوں نے بیان کی ہیں۔ وہ بھی مجھ تک پہنچی ہیں۔ وہ سب عام مومنین کو دکھلائی جائینگی +

خلاصہ یہ ہے۔ کہ تمکو اور جمیع مومنین کو لازم ہے۔ کہ علماء عراق سے جناب شیخ صاحب کی توثیق کراؤ۔ اس کے بعد انکی تقلید اور پیروی اور ان کے فضائل کا نشر کرنا تم سے زیادہ ہم خود کرینگے۔ اور ہماری طرف سے مطمئن رہو۔ ہم کبھی ان کے بابی ہونے کا اعلان مثل تمہارے نہ کرینگے۔ ایک دھیلے کی مٹی کی ہانڈی آدمی لیتا ہے۔ اُسے بھی ٹھونک بجا کر لیتا ہے۔ یہ تو دین کا معاملہ ہے۔ تم نے کوئی امر خلاف شریعت خلاف مذہب ان سے نہیں سُنا۔ تم بھی سچے ہو۔ اور جن مقدس لوگوں نے سُنا ہے۔ میں ان کو بھی جھوٹا نہیں کہہ سکتا۔ فقط۔ غلام حسنین۔

اِس جھوٹ کا حال شمس و نیمروز ظاہر و نمایاں ہے۔ کہ آپ وعدہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم ان کے بابی ہونے کا اعلان ہرگز نہ کرینگے۔ اور وہاں سادات بارہہ و دیگر مقامات میں لکھ دیا۔ اور اعلان کر بھی دیا۔ جو شخص اس طرح صریح جھوٹ بولے۔ اور پھر عالم دین کہلائے۔ اس کی بات کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔ بحث قرأت و کتابت کی نسبت جو اس خط میں اشارہ کیا ہے۔ اور نیز تحریر فرمایا ہے۔ کہ وہ غوامض اسرار علمی جس کو علماء سمجھ سکتے ہیں۔ آپ لوگوں کو کہاں نصیب ہے .... اور ہم لوگ مبصر جوہری نہیں ہیں۔ اس کی حقیقت جناب کنتوری صاحب کے علمی مضامین میں ظاہر ہوگی

جو ابھی لکھے جاتے ہیں۔ اور اس وقت ہمارا جوہری ہونا معلوم ہوگا۔ اور یہ بھی کہ بیشک ہم دوکاندار
یا دلّال جوہری نہیں ہیں جو اپنی ہی دوکانوں کے موتیوں کو اچھا بتلائیں۔ اور حقیقی مبصر جوہری ہم ہی
ہیں۔ کہ بعد پرکھنے آپ کے علم و عمل کے چالیس برس کے بعد آپ سے بیزار ہو گئے۔ اگر مبصر نہ ہوتے
تو آج بھی آپ ہی کی ہاں میں ہاں ملاتے۔ اور دن دہاڑے آفتاب پر خاک ڈالتے۔ اگر آپکو پنجاب
میں اپنی تجارت کی کساد بازاری کا خوف نہ ہوتا۔ تو ہرگز ایسا نہ کرتے۔ اور مورچہ بندی نہ ہوتی۔ اور مولوی
عنایت علی صاحب کو صوبہ ممالک متحدہ آگرہ واودھ اور صوبہ بہار تک پہنچنے سے ذریعہ کہتے۔ اور
انکی شہرت علمی کا سد رہ نہ ہوتا۔ علم سے بڑھ کر کونسی دولت ہو سکتی ہے جس پر حسد کیا جاسکے۔ ابتدائے
عالم سے آج تک سب سے بڑی چیز حسد کی علم ہی رہا ہے۔ اور ارباب علوم الٰہیہ و معادن اسرار
غیر متناہیہ حضرات ائمہ معصومین سے حسد کا باعث محض دولت علم ہی تھی جس کی بابت خدا فرماتا
ہے۔ ام یحسدون الناس علی ما آتاھم اللہ من فضلہ الخ۔ ورنہ ان کو بظاہر کونسی
دینی یا دنیوی وجاہت حاصل تھی۔ دینی حیثیت سے عام طور پر امام المسلمین و خلیفۂ رسول نہ مانے
جاتے تھے۔ دنیوی حیثیت سے سلطان وقت نہ تھے۔ خانہ نشین کردئے گئے تھے۔ اگرچہ
فی الحقیقت مالک دین و دنیا تھے۔ مگر بظاہر کوئی وجاہت دینی یا دنیوی ان کے لئے نہ
چھوڑی گئی تھی۔ مگر لوگ پھر بھی حسد کرتے تھے۔ وہ باعث حسد کیا تھا؟ صرف یہی کہ وہ الیسے
کیوں ہیں۔ لہذا ما بہ الحسد یعنی دولت علم شیخ صاحب کے پاس آپ سے ہزار درجہ زیادہ موجود
ہے۔ اور اسی دولت سے وہ مالا مال ہیں۔ اور بہت سے بصر انکے پرکھنے اور جانچنے والے
موجود ہیں۔ جو عراق عرب میں بھی رہے ہیں۔ ایران میں بھی قیام کیا ہے۔ اور افغانستان بھی دیکھا
ہے۔ اور ہر ملک کے علماء کی صحبت اٹھائی ہے۔ اور منتہائے تحقیق کے بعد انہوں
نے یہ رائے قائم کی ہے۔ کہ شیخ عبد العلی ہروی الطہرانی مدظلہ العالی سے بہتر
عالم باعمل یہاں موجود نہیں۔ جو بالکل حق بجانب ہے۔ اور جناب مولانا عنایت علی صاحب
کے ساتھ جو کچھ آپ نے کیا۔ اس کی جزا آپ کو خدا دیگا۔ اور جواب ان امور کے ان کے ورثاء اور
ان کو جاننے والے اور حسن عقیدت رکھنے والے۔ اور جناب شیخ صاحب کا مولوی عنایت علی صاحب
مرحوم کی تعریف و توصیف کرنا انکی صفائی قلب کی دلیل ہے۔ اور عالم ربانی دوسرے عالم دین
مل کر خوش ہوتا ہے۔ اور اس کی تمجید کرتا ہے۔ چنانچہ سوائے آپکے دیگر علماء دین اہل کمال نے
انکی داد دی ہے۔ توصیف کی ہے منجملہ ان کے جناب مولانا سید حامد حسین صاحب مرحوم مغفور

والد ماجد جناب ناصر الملۃ اور اُن کے معاصرین علماء لکھنؤ۔ اور یہ لوگوں کو معلوم ہے۔ اور مولانا اعلی اللہ مقامہ کے پاس نبیرۂ مرحوم ابھی زندہ و موجود ہیں۔ اور وہ شہادت دے سکتے ہیں۔ کہ جناب مولانا نے باوجود آپ کا بزرگ ہونے کے آپ کو کیا مبارک خطاب عطا کیا تھا جس کو نقل کرنا باعث ننگ و عار ہے۔ علاوہ ازیں میں پھر بھی عرض کرونگا۔ سرکار شیخ میر عنایت علی نباشد۔ ان کے ساتھ جو کچھ آپ نے کیا اور کامیاب ہوئے نہ ہوگیا۔ وہ وقت اور تھا۔ لیکن سرکار شیخ کے مقابلہ میں آج تک آپ کچھ بھی نہیں کر سکے۔ ایک تصدیق بھی نہ منگا سکے۔ ایک سچی شہادت تو کیا جھوٹی بھی بالمقابل پیش نہ کر سکے۔ نہ لاہور میں عظیم الشان جلسہ کرنا نصیب ہوا۔ بسم اللہ اب آیا گیا ہے۔ اب تصدیق منگائی جاتی ہے۔ اور ہم لوگ تو بفضلہ خود اہل بصیرت ہیں۔ ہمیں کسی عالم کی نسبت جس کو ہم برسوں سے دیکھ رہے ہیں۔ کسی دوسرے کی تصدیق کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اور نہ یہ تکلیف شرعی اور حکم خدا ہے۔ اور اگر یہی دلیل علم ہے۔ تو اول جناب کنتوری صاحب خود اپنی علمیت کی تصدیق علماء سے کرائیں۔ اور اسی طرح دیگر مدعی۔ ہم نے جب آپ کو عالم دین تسلیم کیا تھا جب کسی عالم کی تصدیق نہ مانگی تھی اور نہ کوئی سند دیکھی تھی صرف آپ کا اپنے سے زیادہ علم و عمل دیکھ کر عالم دین مانا تھا۔ اب جب کہ آپ کی بے ...... اور جھوٹ .... بازی معلوم ہوگئی۔ آپ سے بیزار ہو گئے۔ اور یہ ہمارے کمال تدین کی دلیل ہے۔ کہ ہم عالم دین کو عالم دین سمجھ کر دوست رکھتے اور اس کا ساتھ دیتے ہیں۔ نہ کسی تعلق دنیوی یا رشتہ وغیرہ کی وجہ سے۔ آپ خود فرمائیں۔ کہ خود علماء لکھنؤ آپ کو کیا کہتے ہیں۔ ایک دن تو کیا ایک منٹ کے واسطے بھی آپ کو گروہ علماء دین میں انہوں نے شمار نہیں کیا۔ اور اسی وجہ سے آپ مجمع علماء سے دور رہے۔ جیسا کہ خود آپ ایک خط میں اظہار فرماتے ہیں۔ آپ کیونکر حامی دین ہونے اور اس کے ذمہ دار بننے کے خود بخود مستحق قرار پا سکتے ہیں۔ آپ کے حالات اور آپ کی تجارتوں سے تمام ہندوستان واقف ہے۔ اسی کا نام حمایت دین ہے۔ کہ ایک مفسدۂ عظیم محض خود غرضی اور بدظنی سے قوم شیعہ میں پیدا کر دیا۔ اور دو فرقے کرا دئے۔ اگر واقعی اصلاح دین منظور تھی۔ تو محض ہمدردی دین اور انصاف و تدین سے لاہور آکر شیخ صاحب سے ملتے علمی مذاکرہ بطریق علماء فرماتے۔ تحقیق کرتے۔ اور ان کے اعمال و افعال سے واقفیت حاصل کرتے۔ اور بعد تحقیق جو کچھ رائے محض و بعد دین سے خالصاً للہ ہوتی ظاہر فرماتے۔ اس میں کسی شخص کو جائے اعتراض باقی نہ رہتی۔ نہ یہ کہ محض چند جھوٹی خبروں پر (جن کا منبع خالص

دشمن خدا کا گھر ہے) عالم ہو کر ایک عالم متدین کی نسبت ایسے الزامات نہ لگاتے ۔ جس سے جملہ اہل ایمان کے دل ہل جائیں۔ اور آپ خود مستحق حد قذف ٹھہریں۔ علماء کی یہ شان نہیں ہے۔ اگر کسی جاہل سے ایسا ہو جاتا۔ تو جائے تعجب نہ تھی۔ زیادہ تر اس امر کا افسوس ہے اور اسی پر اعتراض کہ از روئے انصاف و تدین و اخلاص کچھ نہ کیا گیا۔ اور کوئی بات قاعدے کی نہ ہوئی۔ جس سے اہل عقل و بصیرت پر کوئی اچھا اثر پڑ سکے۔ یہ کام علماء کے نہیں ہیں۔ جو آپ نے کئے۔ اور صرف آپ ہی نے سب سے زیادہ علما اعلام کو بدنام کیا۔ سرکار علامہ کی بعض تقریرات کا خلاصہ ہم خود شائع کرینگے۔ اور پبلک کو دکھلائینگے۔ اور اس وقت آپکی اور آپکے تلامذہ کی لیاقت کا اندازہ کیا جائیگا۔ اور اعتراضات کی حقیقت کھل جائیگی +

ایک اور خط اور مزید نصیحتیں

۔ موصولہ ۲۰ نومبر ۱۹۰۹ء۔ یہ خط اڈیٹر ناظم الہند کے کسی خط کا جواب معلوم ہوتا ہے۔ اصل یہ ہے :۔

عزیزی حرسہ اللہ۔ بعد سلام آج تمہارا خط آیا جب تو نیزہ پانی چڑھ چکے۔ ہم نے تمکو اپنا خاص عزیز اور عزیز سمجھ کر اور مولوی محسن علی صاحب کو بھی اپنا دوست اور ہمراز سمجھ کر لکھا تھا۔ سو تم دونوں نے قبل از وقت افشاء راز کر دیا۔ تمکو معلوم ہے۔ کہ جو کچھ مشاجرہ اور مباحثہ بیجا درج اخبار ناظم الہند و اثنا عشری ہو رہا ہے۔ وہ حملہ نور چشم مولوی ناصر حسین طال عمرہ پر ہے۔ اور میں بوجہ قرابت کے چپ رہا۔ کہ لوگ میری تحریر کو محمول جنبہ داری پر کرینگے۔ مگر جب عام علماء پر ناظم الہند نے سختی شروع کی جو مطلوب خواجہ غلام الثقلین اور گروہ نیچریوں کا ہے۔ اور پنجاب ہی کے مومنین نے مجھ پر زور دیا۔ کہ اب تو علمائے گذشتہ اور حال سب کو بیدین اور کافر بنانے کی ناظم الہند میں نوبت آگئی۔ اب آپکا چپ رہنا حرام ہے۔ ناچار مجھے کمر ہمت باندھنی پڑی۔ اب میں بہمہ وجوہ مستعد ہوں۔ پرسوں ہمارے شیخ صاحب کا بھی خط آیا ہے۔ اور شائد عراق جانے کا اپنا ارادہ لکھا ہے۔ میری دوست ... ہے۔ کہ اُن کو علما عراق سے رجوع کرنا نہایت ضرور ہے۔ مگر وہ جناب اُنکی اجازت کو مجہولی اور ... لکھ رہے ہیں۔ حالانکہ تمام عالم کی مرجعیت اُسی گروہ کی طرف ہے۔ مولوی محسن علی صاحب نے بھی ایک مضمون میں لکھا ہے۔ کہ وہ مجتہد بننا اور مرجع عوام ہونا پسند نہیں کرتے۔ اچھی بات ہے۔ اور میں نے بھی کبھی اپنی نسبت مجتہد ہونے کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ مگر تقلید محض اہل خبرت کی ضرور ہے۔ اخباری شیعہ یا اصولی دونوں اس کے پابند ہیں۔ اور یہ مسئلہ اجماع محقق اور برہان سے بھی

ثابت ہے۔ تم ہو یا کوئی اور شیعہ کسی عالم کے پیرو بنیں۔ اور اس کو اپنا مقتدا بنائیں بدون اس کے
کہ علمائے معتمدین اُس کی توثیق کریں ہرگز نہیں کرسکتے۔ ثنا اور صفت میں جناب شیخ صاحب کی جسقدر مبالغہ
کرو بہتر ہے۔ مگر تقلید اور پیروی دوسری بات ہے۔ کل شبہات کا رفع اسی تدبیر سے ہوسکتا ہے۔
کہ عراق سے اُنکی توثیق ہوجائے۔ میرے پاس جس قدر شہادت آپکی مخالف گذری ہیں جسکی
وجہ سے میں نے تمکو اور مولوی محسن علی صاحب کو لکھا تھا۔ اور سب کی تصحیح اور تکمیل میں کر رہا
ہوں۔ مگر یاد رہے۔ نہ مجھے جناب شیخ صاحب سے کوئی ذاتی مخالفت نہیں ہے۔ ہاں رفع شبہات
واجب ہے۔ اور اُس کی آسان تجویز وہی ہے۔ اُن کے مواعظ اور مکارم اخلاق اور حسن معاشرت
سب کچھ صحیح اور درست ہے۔ مگر اُن کو عالم دین سمجھنا بدون توثیق ارکان دین کے کبھی روا نہ ہوگا
جعفر حسین بی۔ اے جنکو تم نے میرا خط پڑھا دیا ہے۔ انہوں نے دو خطوط طولانی مجھے لکھے۔
دس یوم ہوئے۔ ایک پمفلٹ میرا اُن کے نام روانہ ہوا ہے۔ اُسکو پڑھو۔ اور ناظم الہند میں اس
جھگڑے کو اگر میری رائے سے پہلے بند کر دیتے۔ تو آج یہ شکر رنجی جو تمکو اور مولوی محسن علی
صاحب کو مجھ سے ہوئی ہے نہ ہوتی۔ مگر یاد رہے۔ کہ میں تم دونوں کی محبت سے کبھی جدا نہ
ہونگا۔ اور اپنا لخت جگر تمکو سمجھونگا۔ مولوی محسن علی صاحب کو سلام مسنون کہہ
دیں میں احتیاط لازم ہے۔ دیکھو قادیانی فرقہ تین لاکھ تک پہنچا۔ مگر آخر کار فریب
ہی ظاہر ہوا۔ اگر تم اخباری ہو تب بھی اور اصولی ہو تب بھی وہی کرو۔ جو طریقہ اہل علم کا ہے۔
اور جس کو ائمہؑ نے جاری فرمایا ہے۔ شیخ صاحب کی محبت اور تعظیم اور بات ہے۔ اور اُن کو
یا مجھے یا کسی اور کو اپنا پیشوا بنانا اور بات ہے۔ وہ میلے کی مانند ہی آدمی ڈھونک بجا کر خرید
کرتا ہے۔ اور یہ آخرت کا سودا ہے۔ کونسے عالم کی توثیق تم نے اُن کے عالم دین ہونے
کی ایسی دیکھی ہے۔ جس پر یہ زور شور مچا رکھا ہے۔ فقط۔ غلام حسنین۔

خالص افتراء ہے۔ نہ کسی نے علماء اعلام کو برا کہا۔ اور نہ معاذاللہ کافر بنایا۔ ناظم الہند
کی عبارات بجنسہ نقل کی جا چکی ہیں۔ ناظرین خود دیکھ سکتے ہیں۔ عوام کو فریب دینے کے لئے
یہ فقرہ گھڑا گیا ہے۔ کیونکہ اور کوئی حربہ پبلک کو بہکانے کا نہ تھا۔ اور علمی میدان میں
کامیابی ناممکن تھی۔ ایڈیٹر ناظم الہند کو شیخ صاحب کی تصدیق کی مطلق ضرورت نہیں کیونکہ
وہ ایک عالم دین جان کر مواعظ میں شریک ہوتے۔ اور فیض صحبت سے مستفیض۔ معارف
دینیہ حاصل کرتے اور نور ایمان بڑھاتے ہیں۔ وہ ان کو پیشوا اور امام بنایا ہے۔ اور نہ انکی

تقلید کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ بپیشہ ور مجتہد نہیں ہیں۔ خود عالم ہیں۔ اپنے علم و تحقیق پر عمل کرتے ہیں۔ اور نہ خود اُن کو اپنی تصدیق کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ یہاں اندھے مرید بنانے اور دوکان کھولنی ان کا مقصود نہیں ہے۔ عالم دین کے لئے اظہار علم فرض ہے۔ اس کو وہ ادا کررہے ہیں۔ جس کو دعوٰے ہو۔ آئے اور علم میں ان سے گفتگو کرے۔ اُن کی صداقت کی دلیل خود ان کا علم ہے۔ جو دلیل وجودی ہے۔ وہ دلیل خارجی کی محتاج نہیں جس سے حق کبھی ثابت ہی نہیں ہو سکتا۔ اور ایسے تصدیق شدہ مجتہد اور علماء بہت سے پھرتے ہیں عالم کی دلیل علم ہے نہ غیر۔ جو دلیل وجودی نہیں رکھتے۔ وہ دوسروں کی تصدیق و تعریف کے محتاج ہیں۔ ورنہ "مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید"۔

نقل صحائف علماء اعلام عراق متعنا اللہ بطول بقائہم

بہرحال ہمارے نزدیک ان کے لئے کسی دوسرے عالم کی تصدیق و تائید کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اُن لوگوں کی خاطر جو اپنی عقل سے کام نہیں لینا چاہتے۔ اور تمام امور دینی و دنیاوی کا مدار دوسروں کی عقلوں کو قرار دیتے ہیں۔ بعض تحریرات علماء اعلام عراق کثرہم اللہ بھی درج کئے دیتے ہیں۔ تاکہ آئندہ کسی طرح زبان طعن کھولنے کا موقع نہ ملے۔ وھی ھذہٖ:-

نمبرہ۔ ۱۱۷۔ بتاریخ ۱۵ شہر ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۱ھ — اتحادیہ علمیہ کربلائے معلّٰے

خدمت عموم علماء اعلام مروجِ اسلام ولزا بان فخام و راجگان عظام و تجار کرام و اشراف واعیان و سائر اخوان از اہل اسلام مقیمین ہندوستان دامت تائیداتہم عرضہ میداریم کہ جناب مستطاب شریعت مدار نحریر فرزانہ و فاضل یگانہ العالم الفاضل الکامل عمدۃ العلماء الاعلام مروج الاحکام شمس الظلام ظہیر الاسلام الشہیر الکبیر الذی فی الصفات علی اعنی الشیخ عبد العلی الہروی الطہرانی دامت برکاتہ از اوائل عمر و سن مرتفع و مقام ترویج اسلام و نشر احکام شریعت مقدسہ حضرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام فریضہ ذمہ خویش قرار دادہ۔ و بجہ وجہ مقام درین طریق مستقیم قیام و اقدام فرمودہ و انبذل مساعی جمیلہ مالاً و جاناً درین مقصد بزرگ عظیم فرو گذار نفرمودہ اند "جزاہ اللہ عن الاسلام خیراً" اینک از بعض مکاتیب واصلہ ہندوستان چنین مستفاد میشود۔ کہ بعض اشخاص بے خبر از خدا و جاہل کہ متلبس بلباس علماء گردیدہ و در مقام عالیہ الشان نشستہ و از حضرت سبحانہ شرم نکردہ۔ فتوے بغیر ما انزل اللہ میدہند و اغراض شخصیہ و شہوت نفسانیہ مزاحمت آں وجود محترم را نمایند۔ و افتراآت باں وجود شرافت نمود میبندند و نشر اکاذیب میکنند لذا محض اظہار حق فارد

باطل لازم شد۔ کہ این مختصر در شرح حالات و مقام شامخ آنوجود مبارک نگارش و سفارش شود۔ و بالجملہ امروز برائے مسلمانان مثل آن موجود محترم غنیمت است۔ باید خیلے قدر آں وجود مبارک را بدانند۔ و گوش باقاویل فاسدۂ معترضین ندہند۔ و در تجلیل و احترام و پذیرائی و امتثالی فرمائشات ایشان کوتاہی و خودداری نکنند۔ ہر کس بخصوصیات حالات ایشان مطلع نیست از حضرت مستطاب ملاذ الانام ملجاء الخاص والعام و مبین شریعت سید الانام حجۃ الاسلام آقائی حاج سید مصطفے الکاشانی آیۃ اللہ علی العباد مدظلہ العالی جویا و مستفسر شوند۔ زیادہ برین مزاحم نمیشویم +

محل مہر شریف اتحادیہ علمیہ کربلائے معلےٰ

ایضاً۔ عموم اخوان مسلمین و برادران ایمانی و احباب روحانی ساکنین ہندوستان را زحمت مید ہد و اعلام میدارد۔ کہ جناب مستطاب عمدۃ الاعلام مروج الاحکام کہف الانام اعتضاد الملۃ و نصیر الاسلام آقائی حاج شیخ عبد العلی الہروی الطہرانی دامت افاضاتہ کہ بحمد اللہ تعالےٰ صاحب مجد و شرافت و حاوی اخلاق حمیدہ و خصائل پسندیدہ ہستند از سوابق ایام در اعلاء کلمہ حقہ اسلامیہ و ترویج شریعت مقدسہ محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام و حث و ترغیب مسلمانان باتحاد و اتفاق و نصح و تحذیر ایشان در نفاق و اختلاف جد وافی داشتہ۔ و در خیر خواہی و موعظہ اسلامیان چیزی فروگذار نفرمودہ اند فعلی ہذا از تمام برادران اسلامی استدعا آنکہ وجود محترم آنجناب را مغتنم شمردہ و از مواعظ شافیہ و نصائح مشفقانہ کافیہ آقائی معزّٰی الیہ بہرہ مند گردند۔ و در تحصیل و تکریم و تعظیم آنجناب کوتاہی و خودداری ننمایند۔ تا بالفراغ بال مشغول ترویج اسلام و ہدایت انام بودہ باشند۔ و اگر بعض بر ضد ایشان قیام نمایند و ایشان را مزاحمت نمایند و معارضہ کنند مبنی بر جہالت در امور دینیہ و مراتب علمیہ و اغراض فاسدۂ شخصیہ است۔ و محل اعتنا نیستند و انشاء اللہ اخوان دینی در خدمات جناب معزّٰی الیہ کوتاہی نخواہند نمود۔ زیادہ طالب سلامتی +

الاحقر الجانی سید علی التبریزی عفی اللہ عنہ محل مہر شریف

ایضاً۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خدمت عموم برادران ایمانی و احباب روحانی ساکنین پنجاب و لاہور وفقہم اللہ تعالیٰ زحمت میدہد و اعلام میدارد۔ کہ جناب مستطاب عمدۃ الاعلام مروج الاحکام ملاذ الانام اعتضاد الملۃ نصیر الاسلام آقائی حاج شیخ عبد العلی الہروی الطہرانی دامت افاضاتہ کہ حاوی مجد و شرافت و مجمع اخلاق حمیدہ و خصال پسندیدہ ہستند در سوابق ایام در اعلاء کلمہ حقہ اسلامیہ و ترویج شریعہ مقدسہ محمدیہ علی الصادع بہا آلاف التحیۃ والسلام و حث و ترغیب مسلمانان باتحاد و اتفاق و

نصیحت و تحذیر ایشان از اختلاف و نفاق جدے وافی داشتہ و در خیر خواہی و موعظہ اسلامیان فروگذاشت
نفرمودہ اند۔ فعلی ہذا از عموم برادران ایمانی استدعا میشود۔ بوجود محترم آنجناب را مغتنم شمردہ از مواعظ
شافیہ و نصائح حکیمانہ کافیہ آقاے معزی الیہ بہرہ مند و مستفیض گردند۔ و در تجلیل و تکریم و تعظیم
آنجناب کوتاہی و خودداری نفرمایند۔ تا بفراغ بال و کمال اقتدار مشغول ترویج اسلام و ہدایت
و ارشاد انام بودہ باشند۔ انشاء اللہ تعالےٰ اخوان دینی در خدمات و تجلیلات آقاے معزی الیہ
دریغ و مضائقہ نمیفرمایند۔ والسلام علےٰ من اتبع الہدےٰ +

من الداعی المصطفےٰ الحسینی الکاشانی الغروی — محل مہر شریف

ماحصل تحریر اول

جمیع علماء اعلام۔ نواب و راجگان و تجار و شرفاء و امراء
و دیگر برادران اسلامی ہندوستان کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ جناب مستطاب شریعت مدار
نحریر یگانہ و فاضل یگانہ العالم الفاضل الکامل عمدۃ العلماء الاعلام مروج الاحکام شمس الظلام
ظہیر الاسلام الشہیر الکبیر الذی ہو فی الصفات علی الغنی الشیخ عبد العلی الہروی الطہرانی دامت برکاتہ
نے ہر موقع و ہر مقام میں ترویج اسلام اور نشر احکام شریعت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا
فرض قرار دیا ہوا ہے۔ اور بکمال جد و جہد اس راہ مستقیم پر قائم ہیں۔ اور اس مقصد بزرگ میں جان و
مال سے دریغ نہیں فرمایا۔ اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہے۔ خدا ان کو اسلام کی طرف
سے بہترین جزا مرحمت فرمائے۔ ہندوستان سے آئے ہوئے بعض خطوط سے معلوم
ہوتا ہے۔ کہ بعض اشخاص جو خدا سے بے خبر اور جاہل ہیں۔ علماء کے لباس میں مزین ہو کر ایسے
مقام عالی پر بیٹھ کر اور خدا سے شرم نہ کر کے خلاف حکم خدا فتوے دیتے ہیں۔ اور اغراض شخصیہ
اور شہوات نفسانیہ کی وجہ سے اس وجود محترم کے مزاحم ہوتے ہیں۔ اور اس وجود شریف پر
افترا کرتے اور جھوٹی باتیں شائع کرتے ہیں۔ لہٰذا محض اظہار حق و رد باطل کی غرض سے یہ مختصر
تحریر اس وجود مبارک کے حالات میں لکھی گئی۔ اس زمانے میں اہل اسلام کے لئے یہ وجود محترم
بسا غنیمت ہے۔ اس کی قدر جانیں اور معترضین کی بکواس پر کان نہ دھریں۔ اور ان کے احترام و
اکرام و تعظیم اور انکی فرمائشات کی فرمانبرداری میں کوتاہی اور خودداری اختیار نہ کریں۔ اور جو شخص
خود اس وجود محترم کے حالات سے واقف نہیں ہے۔ اس کو چاہیئے۔ کہ جناب مستطاب
ملاذ الانام ملجاء الخاص والعام مبین شریعت سید الانام حجۃ الاسلام آقا حاجی سید مصطفےٰ الکاشانی
النجفی مدظلہ العالی سے دریافت فرمالیں۔ اس سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی +

جانشین مرحوم آیۃ اللہ خراسانی اعلی اللہ مقامہ

چونکہ دیگر تحریرات کا مطلب بھی قریب قریب یہی ہے۔ اس لئے ان کے ترجمے کی ضرورت نہیں ہے۔ باسوا حضرات خود سمجھ سکتے ہیں۔ اور اس مقصد کے لئے جس کے جناب علامہ کنتوری صاحب طالب ہیں۔ یہی بیانات و تحریرات کافی ووافی ہیں۔ دیکھیں اس کے بعد جناب علامہ کیا فرمائینگے اور کیا فتوے دیتے ہیں ۔

مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ جناب حجۃ الاسلام آقا شیخ الشریعۃ الاصفہانی مدظلہ العالی کی ایک تحریر یہاں اور درج کر دی جائے۔ جو فائدے سے خالی نہ ہوگی۔ وھو ھذا:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مخفی نماند برا خوان مومنین از اہل لاہور و پنجاب و غیرہم آنکہ جناب مستطاب آقائی آقا سید علی حائری لاہوری بحسب آنچہ از مقامات علمیہ ایشان بدست آوردم و دانستم نائل بدرجہ رفیعہ اجتہاد نیستند و قوت ردِ فروع بر اصول ندارند و مقتضائے حسن ظن بدرایت و دیانت ایشان آنست۔ کہ خود ایشان ہم مدعی وصول باین مقام نیستند۔ و اگر کسے جہلاً یا تجاہلاً دعوےٰ چنیں امرے برائے ایشان نماید۔ خود ایشان ردع و منع خواہند نمود و تصدی آنچہ از خواص مجتہدین است از افتاء و قضاء بر خود حرام خواہند شمرد۔ و بعضے کلمات کہ خطاءً یا مسامحۃً در تقریظات تفسیر ایشان نوشتہ شدہ است کسے آنہا را مستند و حجت برائے این مطلب نداند۔ فتح اللہ الغروی الاصفہانی الشہیر بشیخ الشریعہ ۔

ترجمہ:- برادران مومنین لاہور و پنجاب وغیرہم پر پوشیدہ نہ ہے۔ کہ جناب مستطاب آقا مولوی سید علی حائری لاہوری کے مقامات علمیہ سے جو مجھے معلوم ہوا ہے۔ اور اس کا یقین ہے۔ اس کی رو سے وہ درجہ رفیعہ اجتہاد پر نہیں پہنچے ہیں۔ اور ان میں قوۃ استنباط ورد فروع بر اصول نہیں ہے۔ اور ان کی درایت و دیانت کے لحاظ سے مقتضائے حسن ظن یہ ہے۔ کہ وہ خود بھی اس مرتبے پر پہنچنے اور مجتہد ہونے کے مدعی نہ ہونگے۔ اور اگر کوئی شخص از روئے جہالت یا تجاہل ان کے مجتہد ہونے کا دعوےٰ کرے۔ تو وہ خود اس کو تنبیہ اور منع کر دینگے۔ اور امور مخصوصہ مجتہدین یعنی امر دین میں فیصلہ اور فتوے دینے کو اپنے اوپر حرام جانینگے۔ اور جو بعض کلمات انکی تفسیر کی تقریظات میں غلطی یا سہل انگاری سے لکھے گئے ہیں۔ کوئی شخص اس کو ان کے اجتہاد کی سند و حجت قرار نہ دے ۔ حررہ الجانی فتح اللہ الغروی الاصفہانی المشتہر بشیخ الشریعہ ۔

خط جناب کنتوری بنام مولوی سید شریف حسین صاحب بھریلوی ۔ موصولہ

۲۷ نومبر ۱۹۰۹ء :-

برادرم سلمہ اللہ - بعد سلام آپ کا خط مع ادر چند خطوط کے آیا معلوم مجھے کلمات سخت سے بعض لوگوں نے یاد کیا جس کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں - دوم جو شبہات لوگوں نے مجھ پر نسبت جناب شیخ کے ظاہر کئے ہیں - اُن کو دور کرنا کہ غلط ثابت ہوں یا صحیح مجھ پر کیا ہر ایک برادر مومن پر واجب ہے - آپ کو معلوم ہے کہ مجھے جناب معلوم سے کسی قسم کی ذاتی پرخاش نہیں ہے - اور نہ مجھ سے اُن سے کسی امر مذہبی میں بحث مباحثہ ہوا سال اخبار ناظم الہند میں جو کچھ علمائے اعلام کی شان میں چھپ رہا ہے جس کا انتساب مولوی محسن علی صاحب کی طرف ہے - اور میں نے چند بار اس کو روکا - مگر کچھ اثر پذیر نہ ہوا - اور ایک راز کی بات کو ایڈیٹر اخبار نے یا مولوی صاحب نے عام طور پر مشتہر کر دیا جس پر یہ زور شور ہو رہا ہے - ضرور یہ امر خلاف رازداری تھا - خیر میں نے منشی جعفر حسین صاحب بی - اے کی تحریرات کا جواب مفصل روانہ کر دیا ہے - آپ بھی اُسے پڑھیں - اور یقین کر لیں کہ میری کوئی غرض فاسد اس تحقیق میں نہیں ہے - اور میں نے تحقیق حق کی نظر سے اس امر کا جانچنا شروع کر دیا ہے - آپ برادر جملہ مومنین پر واجب ہے - کسی عالم کو عالم دین اور اپنا پیشوا ماننا بعد اس کے کہ اس کی توثیق علمائے اعلام کر دیں ہرگز روا نہیں ہے - اسی نظر سے ہم نے اس شبہ کے دفع کرنے کے لئے یہی آسان تدبیر تجویز کی ہے - کہ جناب شیخ صاحب جس طرح تمام علماء اور فضلاء کی توثیق کا مرجع عراق ہے وہ بھی اُسی طرف رجوع کریں - اور ہم بھی اُن کے حالات کو نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ کے علماء سے پوچھیں انشاء اللہ یہ شبہات سب دور ہو جائینگے یا یہ کہ صحیح ہو جائینگے - اس لئے کہ جناب ممدوح بھی اُن علماء پر اپنا بھروسہ کرتے ہیں - اور جب تک عراق سے اس کی تحقیق نہ ہو جائے - اُن کی نسبت کسی امر خیر یا شر کا الزام مشتہر کرنا مجھے ہرگز پسند نہیں - بہت برا تھا - کہ میرے خطوط کو مشتہر کر دیا - انعام اور خاص میں اس کی شہرت قبل مذمت کر دی - شاید آپ بھی اس کو پسند نہ کرینگے - یہ تو ممکن نہیں کہ اصلی حالت پوشیدہ رہے - ہاں دیر ضرور ہوگی - اس کا کچھ مضائقہ نہیں ہے - چونکہ بعض افاضل نے مجھ سے یہ بھی ظاہر فرمایا ہے کہ اُن کے رو برو اقرار بابیت کا جناب ممدوح نے کیا ہے - اور وہ بزرگ اب مقیم نجف ہیں - اور تحصیل علوم دینیہ فرما رہے ہیں - لہذا یا تو شیخ عبد العلی کوئی شخص ہمنام ان کا ہوگا - اور جناب شیخ اور وہ بزرگ ہیں - یہ کہیں ہونگے - اور یا اب ان کا عقیدہ پاک ہو گیا ہے - خدا ہم چہ گند - یا آپ لوگوں کے معتبر راویوں ان کے بیانات ضرور صحیح ہیں - اور میں کسی برادر ایمانی کو کاذب نہیں کہتا - مگر آپ لوگ فرقہ معتدل سمجھے جاتے ہیں - اور دوسرے حضرات فرقہ جارح ہیں - اور دونوں بے لگام ہیں - اب حکم شرع اور عقل یہی ہے کہ

جرح کرنے والے کا قول مقدم ہے۔ مگر میں بدون تحقیق علمائے عراق کے پھر بھی توقف کرونگا +

قطع نظر اقرار بابیت کے واقعہ طہران اور جمہوری قائم کرنا اور پارلیمنٹ کے قائم ہونے کی کوشش کرنی جس کی وجہ سے کیسے کیسے نفوس قدسیہ علماء مقتول ہوئے۔ اور کیسی اہانت دین کی ہوئی۔ اور روضۂ مبارک امام رضا علیہ السلام کا اور مساجد پر گولہ باری ہوئی۔ اور وہ سلطنت جس کا شیعوں کو بھروسہ تھا۔ اور کس قدر علماء کی قدر و منزلت کرتی تھی۔ چند تعلیم یافتہ نیچریوں کی جمہوری پکار سے دشمن دین اور علمائے دین ہو کر مٹ گئی اور وہی امور نامشروعہ جو یورپ کی پارلیمنٹوں میں جاری ہیں۔ وہاں بھی جاری ہوئے اور ہونگے۔ ترکی سلطنت اسلامیہ کو دیکھو۔ اور فنانشل کمشنر انگریزیکا مقرر ہونا۔ بہرحال جناب آقا سر آمد مجتہدین کا اس پارلیمنٹ کے قائم کرنے سے ہمیشہ مخالف رہنا۔ اور اس کی وجہ سے ان پر کیسے کیسے حملے ان لوگوں کے ہوئے۔ کہ مجبور ہو کر اُس جناب کو بھی براہ تقیہ فتوئے جواز دینا پڑا۔ یہی ایک ایسا بڑا مفسدہ ہے۔ جس کو اگر سوچا جائے۔ تو کیسی بُری بات ہے۔ اور جناب شیخ صاحب کو اس کا اقرار ہے۔ چنانچہ جو خط میرے نام پر لکھا ہے۔ جس کی نقل میں نے دی لیوم جعفر حسین صاحب بی۔ اے کے پاس روانہ کر دی ہے۔ بحث مباحثہ کو تو ہر امر میں گنجائش ہے۔ اور آپ کو معلوم ہے۔ کہ میں بھی کسی قدر بحث کر سکتا ہوں۔ مگر ہمارے ہادیان برحق نے ہمکو امور سلطنت جور میں مداخلت سے کس قدر منع فرمایا ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے ولیعہدی کی منظوری کس مجبوری سے فرمائی۔ اس سے زیادہ اور کیا لکھوں یہی سلطنت ایران ہے۔ کہ جناب آقا مہدی مرحوم کے جہاد سے آدھی سلطنت روسیہ کے قبضہ میں چلی گئی +

خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایک یہی کام جناب شیخ صاحب اور ایڈیٹر اخبار حبل المتین کا ایسا ہے۔ کہ اہل علم کی شان سے کس قدر بعید ہے۔ اور امور سلطنت جور میں اصلاح یا افساد کرنے سے علماء کو کونسی آیت یا حدیث اجازت دیتی ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں اس کو بھی داخل نہ سمجھنا۔ پھر چونکہ جناب شیخ آپکو مجتہد نہیں فرماتے۔ اور نہ آپکو اخباری کہتے ہیں۔ اب سوائے مقلد کے اور کیا ہے۔ آخر کس مجتہد نے خلاف حکم خدا و رسولؐ ان کو حکم دیا۔ کہ امور سلطنت جور میں مداخلت کرو۔ دیکھو خلفائے جور کے زمانے میں کیسے کیسے امور ظلم اور جور کے ہوتے تھے۔ اور ائمہ علیہم السلام نے کبھی کسی امر میں دخل نہ دیا۔ اپنا شہید ہو جانا۔ بلکہ خود جناب امیرؑ نے فرمایا۔ او اصبر علی طخیۃ عمیا۔ شرائع دین برہم تھے۔ ظلم اور جور کا طوفان تھا۔ مگر کسی امامؑ نے کبھی دخل نہ دیا۔ ہم اگر پیرو اپنے ائمہؑ کے ہیں۔ تا زمانہ رجعت یا ظہور جناب صاحبؑ ہمکو صبر اور سکوت کرنا واجب ہے + یورپ کی جمہوری دو سو برس کے

قتل اور سفارت کے بعد اب قائم ہوئی ہے۔ کیا آپ کو امید ہے۔ کہ ایران اور ترکی میں جمہوریت وہی چار سال میں قائم ہو جائیگی۔ لا واللہ کبھی نہ ہوگی۔ اور اگر ہو بھی۔ تو ہم کو کیا۔ ہم اگر امور کذائیہ میں کوشش کریں۔ اور مومنین اور علماء کا قتل قمع ہو۔ تو خون شہداء تمام بگردن ما۔ یہی ایک اتنا بڑا الزام جناب شیخ پر ہے۔ اور اس کا اقرار ان کو ہے۔ کہ ہرگز اس سے برأت ہو نہیں سکتی۔ اور تقریر اور تاویل کو بڑی گنجائش ہے۔ اگر دیگر علماء و مجتہدین کی نظیر دیجئے۔ تو وہ بزرگوار بانی فساد نہ تھے۔ بلکہ انہوں نے کسی مسئلہ شرعیہ کا اظہار فرمایا ہے اور فتوے دیا ہے۔ مجلس شورائے ملی یہ محض خوب دینے کی بات ہے۔ آج کے اخبارات کچھ کہہ رہے ہیں۔ اور بادشاہ معزول نے بوشہر سے جو اعلان کیا تھا۔ کہ اس پارلیمنٹ میں مسعود شرعیہ کا ناس ہو جائیگا۔ بہرحال ایسے ایسے امور جن کا اقرار جناب شیخ صاحب کو ہے۔ ضرور ہم کو ان کے تقدس سے بعید معلوم ہوتے ہیں۔ آئندہ جو جو بات پایۂ ثبوت کو پہنچیگی۔ آپکو بھی ظاہر ہو جائیگی۔ یہی جمہوری وہ چیز ہے۔ کہ پہلا مفسدہ اسلام میں اسی کا پڑا ہے۔ خلافت جمہوری۔ آپ کو لازم ہے۔ کہ اہل علم کی طرح تحقیق حق کیجئے نہ عوام کی طرح شور اور غل کرنا جس طرح منشی جعفر حسین صاحب بی۔ اے نے تحقیق پر توجہ کی ہے۔ والسلام

غلام حسنین

اس صحیفے میں بھی جناب علامہ کنتوری صاحب اسی تحقیق و تصدیق کے خواہاں ہیں۔ اور مشک کی خوشبو کا ثبوت منطقی و دلائل سے مانگتے ہیں۔ اور ان امور کا ہم مکمل جواب دے چکے۔ اور جواب خاص یعنی آپکی تصدیق روایۃ ابھی پیش کی جاتی ہے۔ سب سے اہم مضمون اس خط میں یہ ہے۔ کہ قیام پارلیمنٹ ایران شیخ صاحب کا جرم عظیم ہے۔ تین جرم پہلے مذکور ہوئے ہیں۔ ایک یہ ان کے خیال میں سرکار شیخ صاحب علماء کے مخالف اور ان کی توہین مثل خواجہ غلام الثقلین صاحب چاہتے ہیں۔ دوم مسئلہ قرأت و کتابت کا چھیڑنا۔ سوم جناب مولانا ملا عنایت علی صاحب مرحوم کی توصیف کرنا۔ چہارم یہ کہ پارلیمنٹ ایران کا قائم کرنا۔ گو ہین علماء کا جواب تو خود تحریرات دیںگی۔ اور اہل علم جانتے ہیں۔ اگر کسی مسئلہ علمی میں بحث کرکے وہ غلطی کو رفع کرنا کوئی جرم ہے۔ اور اسی کو توہین علماء کہتے ہیں۔ تو یہ ایسا جرم ہے۔ جس سے کوئی غیر معصوم انسان بچ نہیں سکتا۔ اور یہ ایک ایسا گناہ ہے کہ جس سے توبہ ناممکن۔ اور تمام علماء اعلام رضوان اللہ علیہم اس کے مرتکب رہے ہیں۔ اور سب عالم کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے علم کو ظاہر کرے اور غلطی کو رفع جس طرح آپ محض وعدہ دین سے جناب میر عنایت علی صاحب مرحوم کے مخالف تھے۔ اور ان کو ہندوستان سے نکلوانے کے درپے۔ کہ وہ آپ کے نزدیک جاہل تھے۔ اور غلط روایات و مسائل بیان کرتے تھے۔ اسی طرح جناب علامہ ہروی مع دیگر علماء اس غرض دینی کو ادا کر رہے ہیں۔ اور حتے الامکان غلطی رفع کرنے کی کوشش۔ فرق صرف یہ ہے۔ کہ آپ جناب ملا مرحوم کو

نقصان پہنچانے اور ان کو ان اضلاع سے نکلوانے کے درپے تھے۔ اور یہاں صرف علمی مباحثہ ہے اور رفع اغلاط۔ نہ یہ کہ کسی کو کسی ضلع خاص یا صوبہ خاص سے نکلوانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور مسئلہ قرأت و کتابت کے چھیڑنے کے اگر مرتکب ہو سکتے ہیں۔ تو خود مفتی صاحب جنہوں نے باوجودیکہ یہ ایسا مسئلہ تھا جس کو علماء متقدمین معرض بحث میں نہ لائے تھے۔ اس کو تحریر کیا۔ اور پھر اخبار میں چھپوا کر شائع کیا ہے۔ لہذا اگر یہ کوئی جرم ہے۔ اور کوئی مفسدہ ہے۔ تو اس کے ذمہ دار جناب مفتی صاحب اور وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایسے مسئلہ کی اشاعت کی۔ نہ شیخ صاحب۔ کیا شیخ صاحب جناب مفتی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر یہ مسئلہ لکھوا آئے تھے؟ یہ مفسدہ صرف آپکی بدظنیوں نے پیدا کیا ہے۔ ورنہ کیا تھا علمی بحث تھی۔ ہوتی۔ اس کو فسادات سے کیا تعلق تھا۔ علماء میں علمی خدا کرے مباحثے ہوا ہی کرتے ہیں۔ مگر کبھی نہیں ہوتا کہ بحث میں محجوج و مغلوب ہو کر علماء گالیاں دینے شخصیات پر حملے اور اتہامات لگانے شروع کر دیتے ہیں۔ اور فحش سے فحش الزام لگاتے ہیں۔ یہ اراذل اقوام اور کمینوں کی باتیں ہوتی ہیں۔ اور مولوی عنایت علی صاحب کی نسبت ہم لکھ چکے ہیں۔ اگر انھوں نے انکی تعریف کی ہے۔ تو ایک سید مومن متدین اور عالم دین سمجھ کر کی ہوگی۔ اور یہ کوئی جرم نہیں سچے کی یہی تعریف ہے۔ کہ سچ بولے اور سچے کی تصدیق کرے۔ رہا پارلیمنٹ کا قیام اور اس کی اہمیت سو اس کی بابت ہم زیادہ لکھنا نہیں چاہتے علماء اعلام کی منقولہ ذیل تحریر کافی ہے:۔

فتاوائے حجج اسلام نجف اشرف { سوالات بعالیخدمت آقایان حجج الاسلام دربابِ انعقاد مجلس شورائے ایران } پیشوایان ملت بیضا و مروجین شریعت غرا ادام اللہ برکاتہم ومتع اللہ المسلمین بطول بقائہم +

سوال اوّل۔ آیا انعقاد مجلس (بہارستان طہران) بحکم و فتوائے حجج اسلامیہ کثر اللہ امثالہم بودہ است یا نہ و آنہا مخالفین آں مجلس را محارب با صاحب شریعت و اطاعت مخالف را اطاعت جبت و طاغوت و حامیان استبداد را از معاونین یزید ابن معاویہ شمردہ اید یا نہ حقیقت حال را منکشف فرمائید؟

جواب از سوال اوّل۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بلے استقرار مشروطیت دولت ایران و عقد مجلس شورا چوں موجب قطع ید تعدی و تطاول ظالمین بر نفوس و اعراض و اموال مسلمین و منع از ارتکابات خلاف شرع انور بنجاہا نہ جابرین است۔ لہذا احکام کثیرہ ازیں خدام شرع انور بر وجوب تشیید۔ ایں اساس قویم و تصریح با آنکہ مخالفت بمنزلہ محاربت با امام زماں ارواحنا فداہ است۔ و اعانت از استبداد و فعال مایشاء بودن ظلمہ بمنزلہ اعانت یزید ابن معاویہ و با مسلمانی منافی است۔ اما ایں خدام شرع انور صادر گردیدہ۔ صورت احکام مزبورہ و عکس آنہا منتشر و ہم صحیح و

صادر ساند داعیان است ✤

سؤال نمرهٔ دوم - آیا محمد علی میرزا مرقوم بعد اخیری تخلف از تحنف کرده با وجود این مجلس شورای مسلمین را بتوپ بست و خانهٔ خدا را شکست و قرآن را سوخت و دیگر مظالم مذکوره فوق از او سرزده است یا نه - و در صورتیکه سرزده باشد آیا بهچو کسی را تکفیر فرموده اید مصرح بفرمائید - و در حق معاونین همچو ظالم و جبار اعم از آنکه از زمرهٔ علما باشد یا امرا لشکری یا کشوری چه میفرمائید کافر ند یا مسلمان شرحاً مرقوم فرموده شود - تا شبه نماند ؟

جواب از نمرهٔ دوم - بلے مشار الیه با نکار ایمان و نوشتن عهدنامه در ظهر کلام الله المجید مهند النقص عهد و حنث یمین و مخالفت احکام الٰهیه عز اسمه نموده هم مجلس شورائے و توپ بستن بمساجد و هدر دماء و اعراض و موال مسلمین و سایر شنائع صادره از این سفاک جبار در تمام عالم از اظهر متواترات است - از کار صدور این شنائع از این سفاک قتال مسلمین مثل انکار سایر محسوسات و بدیهیات عالم است - و حکم اعانت در ظلم و استبداد و ظالمین و فسق معاون هر که باشد در شرع اسلام از اظهر ضروریات است - و بعد از یکهزار و سی صد و بیست و هفت از هجرت مقدسهٔ نبویه صلے الله علیه و آله ضروری شدن تمام این احکام در نزد اهل اسلام گویا حاجت باستفتا و نوشتن داعیان نباشد - و تمام مسلمانان این احکام را دانسته باشند - و اگر کسے این احکام شرعیه را منکر شود منکر ضروری خواهد بود ✤

سؤال نمرهٔ سوم - در باب سید کاظم طباطبائی یزدی مخصوصاً چه میفرمائید - آیا از معاونین شاه ظالم فاسق جبار است یا نه پس اگر معاون شاه است ظاهر است که بتقویت و دل گرمی و پشتبانی ایشان این همه کفریات بعمل آمده است و بفتوائے او مجلس شورا و خانهٔ خدا خراب و قرآن پامال و قتل و جدال و نهب اموال و هتک عرض و ناموس و نام و ننگ مسلمانان بعمل آمده است - پس درین صورت در حق ایشان چه حکم است - آیا تقلید همچو کسے جائز و بقا بر تقلید همچو کسے جائز است یا نه - و حل این مسئله بسیار اهم است - و غمض نکرده اغماض عین از این مسئله موجب ضلالت و گمراهی بسیاری خواهد شد - استدعا داریم که حکم این مسئله را مفصل و واضح مرقوم بفرمائید که قابل تاویل نباشد - که موجب هدایت عامه خواهد شد ؟

جواب از نمرهٔ سوم - این مسئلهٔ شخصیه را تکلیف داعیان سکوت و جواب ندادن است - معذور بدارید ✤

سؤال نمرهٔ چهارم - در حق اشخاصی که مخالفت از شاه کرده و در پے استرداد حقوق منصوبه خویش افتاده و در پے دفاع ظالم و رفع ظلم مثل اهالی تبریز و گیلان و آذربایجان و مازندران و خراسان و لارستان

و اصفہان وغیرہ وغیرہ چہ میفرمائید۔ آیا مجاہد فی سبیل اللہ ند یا نہ اجر جہاد بایشاں دادہ خواہد شد یا نہ؟

جواب از نمرہ چہارم۔ بلے اشخاصے کہ در مقام رفع استبداد و ظلم و فعال مایشاء بودن این سفاک قتال مسلمین برآمدہ اند و از نفوس و اعراض و اموال مسلمین دفاع نمودہ و می نمایند از انصار دین مبین و حماۃ شرع سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ و در زمرہ مجاہدین فی سبیل اللہ محسوب ند۔ اید ھم اللہ تعالیٰ بنصرہٖ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ +

دستخط وجائے مہر انگشتری

من الاحقر الجانی محمد کاظم الخراسانی

جناب حجۃ الاسلام شیخ عبد اللہ مازندرانی تصدیق میفرمایند

بسم اللہ تعالیٰ۔ جواب مسائل اربعہ بطریقیست۔ کہ جناب حجۃ الاسلام آیۃ اللہ فی الانام اخوند ملا محمد کاظم خراسانی دام ظلہ العالی مرقوم وتوشیح فرمودند +

حررہ الاحقر عبد اللہ المازندرانی (جائے مہر)

یہ فتاوےٰ بالصراحۃ شہادت دیتے اور تمام عراق وعرب نہیں بلکہ تمام عالم جانتا ہے۔ کہ پارلیمنٹ ایران بصوابدید علماء اعلام رضوان اللہ علیہم قائم ہوئی تھی۔ اور محض بنظر بقائے دولت ایران وحفظ عرض وناموس مسلمین علماء نے ایسا کیا تھا۔ اور اگر وہ ایسا نہ کرتے۔ تو اہل بصیرت جانتے ہیں۔ کہ ایران کب کا بلا مدافعت ومخالفت قبضۂ غیر میں چلا گیا ہوتا۔ بقاے دولتِ ایران اور دین اسلام کے لئے قیام پارلیمنٹ ضروری سمجھا گیا۔ اور اسی واسطے یہ حضرات علماء فرماتے ہیں۔ کہ مخالف پارلیمنٹ دشمن امامؑ اور امامؑ سے جنگ کرنے والا ہے۔ حامیان استبداد خارج از اسلام اور مثل انصار واعوان یزید پلید ہیں۔ افسوس ہے۔ کہ انہی حامیانِ استبداد اور مخالفین مشروطہ میں جناب کنتوری صاحب بھی داخل ہیں۔ اور وہ بھی بحکم وبتصدیق علماء عراق جن کی تصدیق کے وہ خواہاں تھے یزیدیوں اور قاتلانِ امامؑ و دشمنان دین میں شمار ہوئے جاتے ہیں۔ اور یہ آپ کی نسبت علماء عراق کی پہلی تصدیق ہے۔ دوسری بعد میں مذکور ہوگی۔ اور بہر صورت اگر یہ جرم عظیم اور گناہ کبیرہ ہے۔ تو اس میں سرکار شیخ صاحب کے ساتھ بہت سے علماء عراق وعجم شریک ہیں۔ بلکہ باستثنائے ایک دو بزرگوار جملہ علماء اسلام اس میں شریک ہیں۔ اور یہ واقعی ایسا گناہ ہے۔ جس سے کوئی دیندار توبہ نہیں کر سکتا۔ ہم نہیں جانتے۔ کہ امور سلطنت میں دخل دینا اور اس کی اصلاح حتے الامکان کرنا عرض وناموس مسلمین کو بچانا علماء کا کام نہیں ہے تو کس کا ہے؟ کیا یہ کام جہلاء ماشاء اللہ ... کے

انجام دینے کے ہیں؟ اور جب جہلاء کا کام تو امور سلطنت میں دخل دینا اور ان کی اصلاح ہے۔ تو
علماء کا کیا کام ہے؟ صرف طہارت کے مسئلے یاد کرنا؟ کیسے تعجب اور شرم کا مقام ہے۔ کہ
ہمارے علماء کے خیالات ایسے پست اور اس کوتاہ اندیشی پر مبنی ہیں۔ ایسی صورت میں کیونکر ممکن ہے
کہ مسلمان ترقی کریں۔ ہمارے نزدیک اس میں کسی شخص کو بھی شبہ نہیں ہو سکتا۔ کہ صاحبان حل و عقد
اور ارکانِ سلطنت در اصل علماء ہی ہیں۔ اور جملہ امور کی اصلاح حتے الامکان انہی کا فرض ہے جہال
او عوام علماء کے تابع ہوتے ہیں۔ خصوصاً اس لئے بھی عقلاء و علماء کا امور سلطنت میں دخل دینا اور
حتے المقدور اختیارات کو اپنے ہاتھ میں رکھنا ضروری ہے۔ کہ ترقی و قیامِ دین سلطنت کے ساتھ
وابستہ ہے۔ اور بلا طاقت سلطنت کوئی مذہب اپنے کمال عروج پر نہیں پہنچ سکتا۔ چنانچہ علماء
ایسا ہی کرتے رہے۔ اور جب جس کو موقع ملا ہے۔ اس نے ایسا ہی کیا ہے۔ ہاں وہ مُلّا بیچارے
جنہوں نے مسجد کی روٹیوں پر بسر کی ہو۔ اور کچھ نہ ہو سکنے کی وجہ سے عربی پڑھ گئے ہوں۔ ان کو یہ
لیاقت کہاں۔ کہ امور سلطنت کو سمجھ سکیں۔ اور اس کے متعلق اپنی تکالیف کو ادا کر سکیں۔ ائمہ علیہم
السلام نے سلطنت کے حاصل کرنے اور اس کی اصلاح میں وہاں تک کوشش کی۔ جہاں تک
کہ ان کے امکان میں تھی۔ لیکن جب بالکل مجبور و معذور ہو گئے۔ اور تدابیر ظاہریہ کارگر نہ ہوئیں۔
تو حکام جور سے صلح کی۔ اور ایک وقت خاص تک کے لئے خانہ نشین ہو گئے۔ اگر یہ کہا جائے۔
کہ ائمہ علیہم السلام نے امور سلطنت میں باوجود اختیار و اقتدار و امکان و اسباب دخل نہیں دیا۔ تو میں
کہونگا۔ یہ ان پر ایک ایسا عظیم الزام ہے۔ کہ انہوں نے اپنے اہم ترین فرض کو ادا نہیں کیا۔ جس سے
کوئی متدین راضی نہیں ہو سکتا۔ جمیع علماء اعلام شیعہ کے نزدیک مسلم ہے۔ کہ اولے الامر ائمہ علیہم
السلام ہیں۔ اور وہی خلیفۂ خدا و خلیفۂ رسول خدا ہیں۔ اور کوئی دوسرا حاکم و بادشاہ اولے الامر نہیں۔
اور کسی کی اطاعت واجب نہیں۔ اور بحکم آیہ شریفۂ وامرھم شوریٰ بینھم و شاورھم فی الامر
امور مسلمین کا شوریٰ سے انجام پانا بہرکیف اولے و انسب اور نسبتاً بعید از مفسدہ ہے۔ خصوصاً
اس زمانہ غیبت امامؑ میں جب کہ کوئی ہم پر خلیفۂ برحق واجب الطاعۃ نہیں ہے۔ اور بادشاہ مسلمین
اس وقت تک قابل اطاعت ہے۔ جبکہ وہ پابند شریعت غرائے اسلام اور تابع احکام علماء اسلام
و مجتہدین عظام ہو۔ ورنہ وہ بھی مثل دیگر بادشاہان دنیا ایک بادشاہ ہے۔ اور اس کو دوسروں پر
کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ شاہان دنیا سب مساوی ہیں۔ اگر انسان اصول سیاست سے کچھ بھی
واقفیت رکھتا ہو۔ تو یقین کریگا۔ کہ پارلیمنٹ قیام سلطنت اور حسن انتظام و سیاست مدن کیلئے

نہایت ضروری چیز ہے۔ اور در اصل دولت و ملت دونو ایک ہی چیز ہیں۔ ملت کا کام امضا ہے۔ اور دولت کا کام اجرا۔ ملت قوۃ امضائیہ ہے۔ اور دولت قوۃ اجرائیہ۔ نہ کہ مالک الرقاب۔ اور یہی تعلیم اسلام ہے۔ آیۂ شوریٰ بالصراحۃ دال ہے۔ کہ مسلمین کے اپنے امور شوریٰ سے طے ہونے مناسب ہیں۔ ہاں امور الٰہی میں شوریٰ یا اجماع جمہوریت نہیں۔ وہاں پارلیمنٹ نہیں۔ "ربك يخلق ما يشاء و يختار ما كان لهم الخيرة۔" "وليس له شريك في الملك بل لله الخلق والامر۔" اب جناب علامہ صاحب سے یہ دریافت کر سکتے ہیں۔ کہ جناب نے کس آیت یا حدیث کی رو سے یہ فتوے دیا ہے۔ کہ امور سلطنت میں علماء کو دخل دینا گناہ ہے۔ اور اس بناء پر آپ نے جملہ علماء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جنہوں نے پارلیمنٹ ایران کو قائم کیا ہے۔ گنہگار اور مجرم بنا دیا۔ جن میں سرکار آخوند ملا محمد کاظم الخراسانی۔ الشیخ عبداللہ المازندرانی۔ جناب شریعت اصفہانی وغیرہم و دیگر علماء ایران مثل سید علی اکبر اعلی اللہ مقامہ وغیرہ داخل ہیں۔ اور ہم نہیں عرض کرتے۔ ناظرین خود دریافت کر لینگے۔ کہ توہین علماء کون کر رہا ہے۔ اور کون عذاب و عقاب توہین علماء مرحومین و موجودین کثرہم اللہ کا مستحق و مستوجب ہے۔ ص

ان خطوط منقولہ کے علاوہ آپ کے اور بھی خطوط وصول ہوئے۔ جنکو بخوف طوالت ہم نے نقل نہیں کیا۔ ان کا بہت زیادہ حصہ ہمارے دوست چودھری جعفر حسین صاحب بی۔ اے مرحوم کے پاس تھا۔ جو آپ کی حیات کے ساتھ وہ بھی تلف ہو گیا۔ جن کا ہمیں ملال ہے۔ مگر ہمارے مدعا کے اثبات و تصدیق اور جناب کی نیت خالص کے انکشاف کے لئے یہی خطوط کافی و وافی ہیں۔ اور انہی سے ناظرین اس نتیجے تک پہنچ سکتے ہیں۔ جس کے ہم خواہاں ہیں۔ کہ جناب علامہ کنتوری نے کس طرح مسئلہ ارتقاء کے موافق اس بحث میں حصہ لیا ہے۔ اور کن کن حیل و تدابیر کو اختیار کیا ہے۔ اور آخر میں جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ تو یہ اعلان شروع کیا۔ کہ یہ مضامین فلاں شخص کے ہیں۔ اصل بابیوں کے مضامین ہیں۔ ان کو ہرگز نہ دیکھنا چاہئے۔ حالانکہ انہی مضامین کی پہلے آپ داد دے چکے ہیں۔ اور خواہش بھی ظاہر فرما چکے ہیں۔ کہ ایسے مضامین عالیہ علمیہ ضرور شائع ہوتے رہیں۔ اور پوشیدہ نہ رہنے چاہئیں۔ اور اس آخری تدبیر میں جناب موصوف کو فی الجملہ کامیابی ہوئی۔ کہ کچھ لوگ مشتبہ اور بدظن ہو گئے +

فصل

سلسلۂ مضامین علامہ کنتوری

ابتدائی مضامین — جب اس صورت سے بھی پوری کامیابی نہ ہوئی۔ اور آپ سے نہ رہا گیا تو مورچے پر آ گئے۔ اور بحث کے میدان میں کود ہی پڑے اور علاوہ اظہار خیالات مذکورہ خطوط النفس بحث میں کافی حصہ لیا۔ اور چند مضمون لکھے بعض تہافت میں شائع ہوئے۔ اور بعض اثنا عشری میں۔ مسئلہ قرأت اور کتابت ہمارے نبی اور وصی برحق کا "ہدایت اور ضلال کے طرق بھی مختلف ہیں" یہ دو مضمون تہافت جلد ۲ نمبر ۱۰ و ۱۱ میں ہیں اور بعض دیگر مضامین جن میں طلوع وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ اسی رسالہ تہافت ہی کے بعض نمبروں میں شائع ہوئے ہیں۔ یہاں ہم سب سے اہم مضمون اسرار علیہ سے پر ایک مضمون مطبوعہ اخبار اثنا عشری دہلی ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ باقی کو اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ اور وہی آپ کی تحقیقات کا آئینہ ہو سکتا ہے۔ وھو ھذا۔

اثنا عشری دہلی۔ یکم نومبر ۱۹۰۹ء

ہمارے نبی امی کو پڑھنا لکھنا کس نے سکھایا اور کب — بھائی یہ تو سمجھو۔ کہ امی ناخواندہ ہونا نبی تو نبی ہے ہر ایک بشر کی ذلت کا سبب ہے۔ اور نبی کو تو کسی طرح جاہل نہ ہونا چاہئے۔ خصوصاً ہمارے نبی خیر الانبیاء۔ مگر جب خدا کی حکمت اور مصلحت اسی میں ہو۔ اور اس مصلحت کو خدا بیان بھی کر دے۔ پھر تو یہ ذلت عزت سے بدل جائیگی۔

جس طرح اور اقسام کی ذلتیں انبیاء علیہم السلام کو قتل ہونے قید ہونے آگ میں ڈال دینے کی پہنچیں۔ جن سے ہماری ہدایت ہو گئی۔ اور جن کو ہفوات انبیاء جناب اڈیٹر فرماتے ہیں (دیکھو تاریخ انبیاء کو قرآن میں)۔

پھر جس طرح قرآن مجید اور انبیاء کے ان امور کو صاف صاف بیان کرتا ہے۔ ہمارے نبی کے امی ہونے کو اور اس کی مصلحت بھی بیان کرتا ہے۔ ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم۔ وہی خدا ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ایسا رسول بھیجا جو انہی کے مثل امی تھا۔ اس آیت میں

امی کے معنی ناخواندہ ہونے کی دلیل دوسری آیت سورۂ عنکبوت کی ہے۔ وما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون۔ تم اے محمدؐ اس تعلیم سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھ سکتے تھے۔ اور نہ اپنے دائیں ہاتھ سے لکھ سکتے تھے۔ اگر تم لکھے پڑھے ہوتے تو جو لوگ تمہاری نبوت کو باطل کہنے والے ہیں۔ اُن کو شک پیدا ہوتا۔ اس آیت نے آپ صلعم کے امی ناخواندہ ہونے کی تصریح کے علاوہ اُس کی مصلحت بھی ظاہر کر دی یعنی یہ معجزہ جو تمکو عطا ہوا۔ ناخواندہ ہو کر بڑے بڑے علماء سے توریت۔ انجیل اور زبور کی آیات سے استدلال کرنا اور صحیح صحیح الفاظ جو ان کتب میں ہیں۔ انہی کو پڑھ کر علمائے یہود اور نصارٰے سے مباحثہ کرنا کیسی بڑی دلیل تمہارے سچے معجز نما ہونے کی دلیل ہے۔ کیا کسی کو اس میں شک ہو سکتا ہے۔ کہ سے

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست کتب خانہ چند ملت بشست

(پڑھو احتجاج طبرسی رحکو)۔ ایسا اتمام حجت اور ایسی کامل شہادت آپ کے نبی معجز نما ہونے کی اُس وقت کبھی نہ ہوتی۔ اگر آپ پہلے سے لکھے پڑھے ہوتے۔

پھر چونکہ کفار عرب آپ کو بسبب معاشرت میل جول اور شبانہ روزی کی یکجائی سے ناخواندہ مثل اپنے جانتے تھے۔ جب اور کچھ بات اُن سے بنائے نہ بن پڑی۔ حضرت سلمان فارسیؓ چونکہ پڑھے لکھے اور بڑے زبان آور اور عالم کتب سماوی تھے۔ اُن کو حضرت صلعم کا اُستاد اور معلم قرار دیا جس کو خدا نے سورۂ نمل میں یوں رد کیا۔ لسان الذی یلحدون الیہ اعجمی وھذا لسان عربی مبین جس شخص کو براہ الحاد و کفر تمہارا معلم قرار دیتے ہیں (سلمان فارسیؓ) اُس کی زبان عجمی ہے۔ اور قرآن زبان عرب میں اُترا ہے۔ رہی یہ بات کہ وہ لوگ بھی آپ کو امی ناخواندہ جانتے ہیں۔ اُس کا ثبوت بھی سورۂ آل عمران کی اس آیت سے یہی ہوتا ہے۔ ومنھم من ان تامنہ بدینار لا یودہ الیک الا مادمت علیہ قائما۔ ان میں سے ایک آدمی ایسا بھی ہے۔ اگر ایک دینار کی امانت اُسے سپرد کرو کبھی ادا نہ کریگا جب تک ہمیشہ اُس کے سر پر سوار نہ ہو۔ ذلک بانھم قالوا لیس لنا فی الامیین من سبیل۔ یہ نادہندی اس وجہ سے کرتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ناخواندہ جاہلوں کا کوئی حق ہم پر واجب الادا نہیں ہے چونکہ اس آیت میں خطاب ہمارے نبی کیطرف ہے۔ لہذا امیین میں وہ لوگ آپ کو بھی داخل کرتے ہیں۔

اب قرآن اور تاریخ متواتر سے ہمارے نبی کا امی ہونا بمعنی ناخواندہ کے ثابت ہو چکا۔

پھر کس وقت سے ہمارے نبی ناخواندہ نہ تھے} تعلیم اوّلی کا حال سوٗ

اقراء سے پڑھو۔ اُس کی تفسیر میں یہ وارد ہے۔ کہ ایک روز ہمارے نبیؐ غار حراء میں تھے۔ کہ حضرت جبرئیلؑ نے ظاہر ہو کر کہا۔ اے محمدؐ تو رسول خدا ہے مجھ کو خدا نے تیرے پاس بھیجا ہے۔ اور کہا ہے۔ اقرا یعنی پڑھ تو۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں (اُمی ہوں)۔ اس پر حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جبرئیلؑ نے مجھے ایسا پکڑ کر بھینچا۔ کہ میں بے طاقت ہو گیا۔ پھر مجھ کو چھوڑ دیا۔ اور کہا۔ اقرا۔ اسی طرح تین مرتبہ یہی ہوا۔ اور مجھ کو بخار آگیا۔ میں ترساں و لرزاں مکان خدیجہ میں گیا۔ اور ورقہ بن نوفل سے اس واقعہ کو بیان کیا۔ روایت طولانی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ورقہ نے کہا۔ اب کی مرتبہ جب ایسا ہو تم جبرئیلؑ سے پوچھو۔ کیا پڑھوں۔ جب دوسری مرتبہ جبرئیل آئے۔ اور کہا۔ کہ اقرا۔ میں نے کہا کیا پڑھوں۔ جبرئیلؑ نے کہا۔ پڑھو۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العٰلمین تا آخر سورہ فاتحہ۔ اور کہا جبرئیلؑ نے کہو۔ لا الٰہ الا اللہ۔ اس تفسیر سے حضرتؐ کا امی ہونا اور تعلیم قرآن اور تعلیم کہ مراد ایمان سے کیا ہے۔ اور حضرتؐ کا نزول قرآن کا امیدوار ہونا سب کچھ ثابت ہوا۔ جو مطابق آیات مندرجہ ذیل کے سورۂ قصص میں ہے۔ وما کنت ترجوان یلقی الیک الکتاب الا رحمۃ من ربک۔ تم کو اے محمدؐ امید اس کی نہ تھی۔ کہ قرآن کا القا تم پر ہو گا۔ یہ نعمت غیر مترقبہ محض رحمت پروردگار کی ہے۔ سورۂ نسا میں انزل اللہ علیک الکتاب وعلمک مالم تکن تعلم۔ خدا نے تم پر کتاب نازل کی۔ اور جو تمکو معلوم نہ تھا۔ اُس کی تعلیم بھی فرمائی۔

علمہ شدید القویٰ۔ قرآن کی تعلیم بذریعہ اُس فرشتہ کے ہوئی۔ جس کے قوائے بدنی شدید ہیں (وہ بھینچنا زور سے) اس کا ثبوت بھی ہو گیا۔

ووجدک ضالا فھدیٰ۔ چونکہ تم کو حیرت تھی۔ کہ میں امی ہو کر کیونکر پڑھ سکونگا۔ لہذا خدا نے اس تعلیم سے ہدایت کی۔ دیکھو ہماری قدرت کہ محض امی کو آج صدیں سب عالموں سے بڑھکر عالم بنا دیتے ہیں۔ سنقرئک فلا تنسیٰ۔ عنقریب تمکو ایسا پڑھائیں گے۔ کہ پھر کبھی نہ بھولو گے۔ یہ وعدہ بھی پورا ہوا۔ اللھم لک الحمد۔

سورۂ شوریٰ میں جو فرمایا۔ وما کنت تدری ما الکتٰب ولا الایمان۔ تمکو اے محمدؐ نہیں معلوم تھا۔ کہ قرآن کیا چیز ہے۔ اور ایمان ہم کس اقرار کو کہتے ہیں۔ چونکہ حضرت جبرئیلؑ نے کہا۔ کہ پڑھو۔ لا الٰہ الا اللہ۔ اِس سے مراد یہی ہے۔ کہ ایمان محض اقرار توحید خدا و نفی شریک الٰہی کا نام ہے۔ جس کا اقرار ہمارے نبی کو لڑکپن سے تھا۔ آج کی تعلیم سے فقط یہ معلوم

ہُوا۔ کہ ایمان خدا کے نزدیک بس یہی ہے۔ کہ کوئی دُشمن اسلام یہ نہ سمجھے۔ کہ معاذ اللہ حضرت آج سے ایمان لائے۔ بلکہ جس طرح اور معارف دینیہ اصول اور فروع منقولات شرعیہ کو خدا نے آپ کو بذریعہ تعلیم بتلایا یہ بھی بتلا دیا۔ کہ ایمان کیا چیز ہے۔

کہنا زبان سے لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ کا۔

پھر چونکہ سورۂ فاتحہ میں خدا کی صفات میں ربّ العالمین اور مالک یوم الدین وارد ہے۔ اور اقرار بتوحید اور نفی شریک مصرح نہیں ہے۔ اور ہمارے نبیؐ کو اقرار توحید اور نفی شریک پہلے سے تھا۔ بلکہ بچپن سے۔ لہٰذا اس کا بتلا دینا بعد تعلیم سورۂ محمدؐ کے بھی ضرور تھا۔ یہ ایمان کیا چیز ہے۔ اس کے اقرار کے بعد پھر ایمان ہو جاتا ہے۔ اور ایاک نعبد سے بھی مراد توحید ہے۔

اب جو تفسیر اقرأ کی ہم نے لکھی۔ اُس کے ہر جزو کا ثبوت آیات قرآنیہ سے بھی ہو گیا۔ رہی وہ احادیث جن میں حضرتؐ کے امی ناخواندہ ہونے سے انکار ہے۔ چونکہ ہم کو حکم ہے۔ کہ جو حدیث قرآن مجید سے بظاہر مخالف ہو۔ اُس کی ایسی تاویل کرو۔ کہ مطابق قرآن کے ہو جائے۔ اور اگر تاویل نہ ہو سکے۔ تو اس کو رد کر دو۔ لہٰذا اُن احادیث مقدسہ سے یہ مراد ہے۔ کہ بعد اس تعلیم کے چونکہ حضرت امی ناخواندہ نہ رہے۔ اب حضور کو ان معنوں سے امی نہ کہو۔ اب تو اس کا اطلاق باعتبار مجاز ما کان کے ہوگا۔ بلکہ اور معنوں سے مثلاً ساکن ام القریٰ وغیرہ آپ کو امی کہنا چاہیئے۔

جناب امیر المومنینؑ۔ آپ کی تعلیم چونکہ ہمارے نبیؐ نے فرمائی ہے۔ اور اپنے معجزات اور کرامات کا حامل آپ کو تا انام ثانی عشر علیہ الصلوٰۃ والسلام بحکم خدا مقرر فرمایا ہے۔ لہٰذا ان حضرات کو بھی قرأت اور کتابت سیکھنے کی کسی بشر سے حاجت نہ تھی۔ اور وہی تعلیم نبوی کافی تھی۔ ہاں بعض روایات میں جو وارد ہے۔ کہ حسنین علیہم السلام نے اپنی تختی لکھی ہوئی جناب سیدہؑ کو دکھلائی۔ کہ اچھا کس کا خط ہے۔ اور بعض ائمہؑ کا معلم سے کچھ پڑھنا۔ یہ محمول مصالح پر مبنی ہے۔ چنانچہ اُسی روایت میں یہ بھی ہے۔ کہ امام نے مکتب میں معلم کے سامنے ایسی تفسیر بیان فرمائی۔ کہ معلم دنگ ہو گیا۔ اور پدر بزرگوار نے اپنا ہاتھ فرزند کے منہ پر رکھ دیا۔ کہ بس اب زیادہ اظہار اسرار الٰہی نہ کرو۔ ایسی روایات سے اگر کوئی ہمارا مخالف استدلال کرے۔ تو ہم اپنے عقیدہ سے نہیں پھر سکتے۔ اب علمائے متقدمین نے جو اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق نہیں فرمائی۔ اور اسی وجہ سے تاریخ ساکت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ مسئلہ قرأت اور کتابت کوئی شروط نبوت اور امامت سے نہیں ہے۔ اور تحدی کے

وقت ہمارے نبیؐ خواہ ائمہ علیہم السلام عاجز قرأت اور کتابت سے نہ تھے۔ اور نہ کبھی کوئی ایسا کوئی امر پیش آیا جس میں امتحان اُن کے لکھنے پڑھنے کا ہوتا۔ اور وہ واقعہ تاریخی لباس پہن کر درج صحائف ہوتا۔ یا اگر ایسا کوئی واقعہ ہوا بھی ہو۔ تو ہم کو اُس کی روایت نہیں پہنچی۔ جو بات کو بتنگڑ بنائیں۔

اب رہی یہ بات کہ لکھنا پڑھنا اور اس کی قوت لوازم بشریت سے ہے

۔ اُس قوت کا سلب ہمارے نبی خواہ کسی امام سے ہونا گویا سلب النسانیت ہے۔ یہ یہ مباحث فلسفی اور منطقی عوام کو حیرت میں ڈالنے کے سوا اور کوئی نتیجہ ان کا نہیں ہے۔ خدا ہم کو غریب ہی عوام سے محفوظ رکھے۔ مجھے غریب وہ فلسفی نہ بناتے۔ کلام تو معجز نما کی شان میں ہے۔ اور قرآن مجید نے دونوں زمانہ کی حالت ہمارے نبیؐ کی بیان کر دی۔ جب تک امی ناخواندہ تھے۔ اُس کی کیا مصلحت تھی۔ جب عالم ہمہ دان بنائے گئے۔ اُس کو بھی قرآن نے صاف طور سے ظاہر کر دیا۔ اب جھگڑا اور مباحثہ محض بیکار ہے۔ ہاں اپنی اپنی قابلیت کا اظہار۔ یہ تو ضرور ہوتا ہے۔ گھوڑے گھوڑے لڑیں۔ اور موچی کا زین ٹوٹے۔ یہی ہماری مثل ہے۔

راقم غلام حسنین از رائے بریلی۔ وزیر گنج۔ مکان منشی گلاب رائے

اس مضمون میں چند امور قابل غور ہیں۔ **اوّل** خدا کی مصلحت سے عزت کا ذلت اور ذلت کا عزت ہو جانا۔ **دوم** انبیاء کو ذلت پہنچنا۔ اور ہفوات انبیاء کا ذکر۔ **سوم** امی کے معنی اور اُس کی تشریح اور اس معنی میں نبیؐ کا امی ہونا جس کے لحاظ سے کافر و مشرکین امی کہلاتے تھے۔ **چہارم** تعلیم اوّلی اور نزول سورۂ اقرا۔ **پنجم** ورقہ بن نوفل۔ **ششم** تعلیم شدید القوٰے اور زور سے بھینچنے کا ثبوت۔ **ہفتم** تفسیر آیۂ ماکنت تدری ما الکتاب ولا الایمان۔ **ہشتم** جبرئیلؑ کا آنحضرتؐ کو کلمہ شہادت تعلیم دینا اور تعریف ایمان بتلانا یعنی کسنا زبان سے لا الہ الا اللہ۔ **نہم** دیگر معارف دینیہ کا تعلیم دینا۔ **دہم** سورۂ حمد میں توحید کا مصرح نہ ہونا۔ **یازدہم** قبل بعثت حضرتؐ کو اور معنی میں یعنی بمعنی ناخواندہ امی کہا جانا اور بعد بعثت بمعنی ساکن ام القرے وغیرہ و باطلاق مجانہ۔ **دوازدہم** قرأت و کتابت کا شرط نبوت و امامت سے نہ ہونا۔ **سیزدہم** حضرتؐ کا وقت تحدی قرأت و کتابت سے عاجز نہ ہونا۔ **چہاردہم** اس واقعہ کا تاریخی لباس نہ پہننا اور درج تاریخ نہ ہونا۔ یہی چودہ امور اس مضمون سے مفہوم ہیں۔ اور اس کی تشریح یا ان بالفرق ہے۔ انہی کے متعلق ہم کچھ عرض کرتے ہیں۔ مگر بحث امی کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ کتاب میں آئیگی۔ یہاں اجمالی ذکر ہوگا۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان“ ✤

امر اوّل و دوم بجمیع علماء متقدمین و متاخرین شیعہ و بعض علماء اہل سنت کے نزدیک مسلم اور محقق ہے۔ کہ حسن اور قبح اشیاء عقلی ہے۔ جو شے بحکم عقل و فی حد ذاتہ حسن اور اچھی ہے۔ اسی کو اچھا کہا گیا ہے۔ اور جو شے بُری ہے۔ اس کو بُرا۔ نہ یہ کہ جس کو زبان شرع اچھا کہدے۔ وہ اچھی ہے۔ اگرچہ فی حد ذاتہ وہ بُری ہو۔ اور ہو سکتا ہے۔ کہ شرع شراب کو اچھا کہدے۔ شراب فی ذاتہ خبیث و رجس اور مضر ہے۔ کبھی اس کے حسن کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔ لہذا جو چیز اچھی ہے۔ وہ ہمیشہ اچھی ہے۔ اور جو بُری ہے۔ وہ ہمیشہ بُری ہے۔ اور جو عزّت ہے۔ وہ ہمیشہ عزّت ہے۔ اور جو ذلّت ہے۔ وہ ہمیشہ ذلّت ہے۔ یہ دوسرا امر ہے۔ کہ ایک وقت بوجہ مرتکب ہونے کسی امر کے اجباراً و اکراہاً خدا اس پر مواخذہ نہ کرے۔ نہ یہ کہ ایسا کرنے سے وہ شے حسن اور اچھی ہو جائیگی بنابریں کوئی ذلت خدا کی مصلحت سے عزّت سے نہیں بدل سکتی۔ اور اس لئے جو تکالیف و مصائب انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام کو دشمنان دین سے پہنچے۔ وہ ہرگز اس قبیل سے نہیں ہیں۔ کہ وہ دراصل ذلت نہیں مگر مصلحت خدا سے وہ ذلت ہو گئے۔ کیونکہ ایسا اعتقاد رکھنے سے علاوہ انکار اصول مسلمہ مذہب شیعہ کہ حسن و قبح اشیاء عقلی ہے صریح آیات قرآن اور احادیث کا انکار لازم آتا ہے۔ "ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون" علم و جہل کسی وقت میں مساوی نہیں ہو سکتے اور جہالت کسی وقت میں کمال و اعزاز شمار نہیں ہو سکتی۔ "ولا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ" حقیقت الامر یہ ہے۔ کہ انسان نہیں سمجھتا۔ کہ دراصل عزّت کیا ہے۔ اور ذلّت کیا۔ اور اس لئے بسا اوقات وہ بعض چیزوں کو عزّت خیال کرتا ہے۔ اور وہ اصل ذلّت ہوتی ہیں جیسا کہ نظر عوام میں کافرین اور منکرین خدا کا دولت دنیا سے مالا مال ہونا اور ہر ایک قسم کی شان و شوکت و وجاہت ظاہری دنیاوی کا حاصل ہونا عزّت خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن فی الحقیقت یہ انتہا درجے کی ذلّت ہے۔ اور خدا اس کی خبر دیتا ہے۔ "انما نملی لھم لیزدادو اثما" ہم نے ان کو یہ مال و مہلت اور مہلت اس لئے دے رکھی ہے۔ کہ ان کا کفر اور بڑھے۔ اور پھر منتہا سے عذاب الیم میں بکبار گرفتار ہوں۔ اور عند العلماء ظاہر و ثابت ہے۔ کہ اس سے زیادہ ذلت انسان کے لئے اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ برعکس اس کے قتل ہونا۔ غارت ہونا۔ تباہ و برباد ہونا۔ دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہونا۔ نان و نمک۔ آب و طعام اور لباس تک کے لئے محتاج ہونا عوام و جہال کے نزدیک ذلت ہے۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ راہ خدا میں ان تمام مصائب کا مورد ہونا اور ان سب کو گوارا کرنا ہی عزّت ہے۔ اور یہی عین ایمان۔ اس سے بڑھ کر کوئی عزّت ہو ہی نہیں سکتی۔

راہ خدا میں جان دیدینا ہی مومن کی صفت خاصہ ہے۔ "ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویُقتلون" خدا نے مومنین کی جان ومال کو بہشت کے عوض خرید لیا ہے۔ وہ راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں۔ پس دشمنان دین کو قتل کرتے ہیں۔ اور پھر خود شہید ہو جاتے ہیں۔ دشمنوں کے ہاتھ سے قتل ہونا۔ قوم یا ملک یا مذہب پر جان دینا کسی قوم کے نزدیک ذلت شمار نہیں ہوتا۔ اور عرب تو اس بات میں مشہور ومعروف ہیں۔ ان کے نزدیک بستر بیماری پر پڑے پڑے ناک کے بل مرنا ذلت اور میدان میں دشمن کے ہاتھ سے قتل ہوکر مرنا عزت ہے۔ پھر عرب میں قریش اور قریش میں بنی ہاشم۔ اور بنی ہاشم میں اولاد پیغمبرؐ واہل بیت نبوت ورسالت تو اس صفت سے خصوصیت کے ساتھ مشہور ومعروف ہیں۔ کیا نہیں سنا کہ جناب علی ابن الحسین علیہ الصلوۃ والسلام نے ابن زیاد ملعون سے قتل کی دھمکی دینے پر فرمایا "ابالقتل تھددنی یا ابن زیاد اما علمت ان القتل لنا عادۃ وکرامتنا الشھادۃ" یعنی اے ابن زیاد کیا تو مجھے قتل کی دھمکی دیتا ہے۔ تو نہیں جانتا۔ کہ قتل ہونا ہماری عادت ہے۔ اور کرامت ہماری شہادت۔ اور جناب مظلوم کربلا سید الشہداء علیہ السلام فرماتے ہیں "الا ان الدعی وابن الدعی قد رکزنی بین السلۃ والذلۃ ھیھات ھیھات منا الذلۃ ابی اللہ عن ذالک ورسولہ والمومنون وجدود طھرت وحجور طابت ان نؤثر طاعۃ اللئام علی مصارع الکرام الخ۔" آگاہ ہو۔ کہ حرامزادے اور حرامزادے کے بچے نے مجھے تلوار اور ذلت کے درمیان کھڑا کیا ہے۔ بہت بعید ہے بہت بعید ہے۔ کہ ہم ذلت کو اختیار کریں خدا اور اس کا رسولؐ اور مومنین اور اصلاب طاہرہ وارحام طیب انکار کرتے ہیں۔ کہ ہم لئیموں کی اطاعت کو کریموں اور کریمانہ شہادت پر مقدم رکھیں ان فرمائشات سے بہتر کونسی شہادت اس امر کی ہو سکتی ہے۔ کہ قتل وشہادت ہی اصل عزت ہے۔ اور ذلت ذلیل کام کرنا۔ ناحق کی پیروی کرنا۔ دشمن خدا ودین خدا کی اطاعت کرنا۔ اگر انسان عزت وذلت کے معنی کو سمجھے۔ احادیث پیغمبرؐ وآیات قرآن میں تدبر وتفکر کرے۔ تو یقین کر لیگا۔ کہ نیکی عزت ہے اور بدکاری ذلت۔ نیکوکار فی الحقیقت عزیز ہے اور بدکار ذلیل۔ چنانچہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے ابن زیاد ملعون سے یہی فرمایا جبکہ اس ملعون نے حضرت سے خطاب کر کے کہا۔ الحمد للہ الذی فضحکم واکذب احدوثتکم۔ حمد ہے اس خدا کی جس نے تمکو رسوا وذلیل کیا۔ اور تمہاری بدعت کو جھوٹا اور باطل۔ قالت انما یفتضح الفاسق ویکذب الفاجر۔ سوائے اس کے

نہیں ہے۔ کہ رسوا اور ذلیل فاسق ہوتا ہے۔ اور جھوٹ فاجر بولتا ہے۔ وھو غیرنا۔ اور وہ ہم نہیں بلکہ ہمارا مقابل ہے۔ بعد ازاں اس ملعون نے کہا۔ کیف رأیت صنع اللہ باخیك واھل بیتك۔ تو نے نہیں دیکھا۔ کہ اللہ نے تیرے بھائی اور تیرے اہل بیت کے ساتھ کیا کیا۔ فقالت ما رأیت الا جمیلا الخ۔ فرمایا نہیں دیکھا میں نے مگر جمیل یعنی اللہ نے ہمارے ساتھ جو کچھ کیا ہے۔ وہ اچھا ہی کیا ہے۔ اس لئے بلاشک و شبہ قتل سے حسینؑ و اصحاب حسینؑ کو ذلت نہیں پہنچی۔ بلکہ عین عزت تھی۔ اور وہ عزت تھی۔ جو کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ اور ذلت و رسوائی یزید و ابن زیاد وغیرہم کو پہنچی۔ جو اس فعل شنیع کے باعث ہوئی۔ عزت نکوکاری ہے۔ اور ذلت بدکاری ہے۔ و للہ العزۃ و لرسولہ و للمؤمنین "عزت یا خدا کے لئے ہے یا رسول خداؐ کے لئے یا مومنین کے لئے" ۔ اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کو قتل و قید و احراق وغیرہ مصائب پہنچے انکی عین عزت افزائی اور ان کے لئے ایک فضیلت خاصہ تھی۔ احتجاج طبرسیؒ میں مروی ہے۔ کہ ایک یہودی نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے احتجاجات کئے۔ اور انبیاء سابقین کے فضائل ذکر کر کے دریافت کیا کہ تمہارے پیغمبرؐ کو بھی خدا نے ایسی فضیلتیں دی ہیں۔ اور منجملہ فضائل جناب ابراہیمؑ ایک فضیلت اس نے یہ ذکر کی۔ کہ "دیکھو لوگوں نے ان کو آگ میں ڈالا۔ اللہ نے اس کو ان پر سرد و گلزار کر دیا" کیا کوئی ایسی فضیلت تمہارے پیغمبرؐ کو بھی دی گئی۔ جناب امیرؑ نے اس کے مقابل اور اس کے جواب میں اپنے پیغمبرؐ کی ایسی فضیلت کا ذکر کیا الخ۔ کون صاحب عقل کہہ سکتا ہے۔ کہ انبیاءؑ کا قتل ہونا۔ قید ہونا۔ آگ میں ڈالا جانا اور طرح طرح کے مصائب میں دشمنوں کے ہاتھوں گرفتار ہونا انکی ذلت کا باعث ہے؟ بلکہ جمیع ملل و مذاہب و نص قرآن مجید و احادیث پیغمبرؐ و ائمہ علیہم السلام سے ثابت ہے۔ کہ یہ تمام امور عزت ہیں۔ نہ کہ ذلت۔ اب نہیں جانتے۔ کہ جناب کنتوری صاحب کی تقلید کر کے انبیاءؑ و ائمہؑ کی توہین کریں۔ اور انکی ذلت کے قائل ہو جائیں۔ اور احادیث و آیات کو جھٹلائیں۔ یا حضرات معصومین علیہم السلام کی تقلید کرتے ہوئے عرض کریں۔ کہ خیر سے جناب علامہ عزت و ذلت ہی نہیں سمجھتے۔ اور اس لئے انہوں نے جملہ انبیاءؑ اور اوصیاءؑ کو معاذ اللہ ذلیل و رسوا کر دیا۔ اور پھر طرہ یہ کہ ان بزرگوں کے قتل ہونے۔ قید ہونے۔ آگ میں ڈالے جانے کو آپ ان معصومین کی ہفوات اور لغزشیں بتلاتے ہیں۔ اور وہ بھی پھر جناب امیرؑ کی زبانی (نعوذ باللہ من ذالک) سبحان اللہ کیا معرفت اور کیا تحقیق ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں نمرود ڈالے۔ یوسفؑ کو قید عزیز مصر کرے۔ امام حسینؑ کو قتل یزید کرے۔ اور خطا انکی کہلائے۔ اور انکی لغزشوں اور ہفوات میں شمار ہو۔ حاشا و کلا ہرگز ایسا نہیں

ہو سکتا۔ اور قطعاً ناممکن ہے۔ کہ جناب امیرؑ جیسا عارف حقائق ان امور کو انبیاء اور اوصیاء کی ہفوات اور لغزش فرمائے۔ یا خدا ان باتوں کو انکی ہفوات قرار دے جل وتعالیٰ عما یقول الظالمون علواً کبیراً حقیقت الامر یہ ہے۔ کہ دنیاوی وظاہری ذلتیں کے مقابل یعنی ان امور کے مقابل جو بظاہر بظاہر ذلت شمار ہوتی ہیں۔ اگر کوئی شرافت عظیم حاصل ہو۔ تو وہ ذلت نہیں بہت بڑی عزت ہے۔ اسی فطرت انسانی ہے اور ہر قوم یہی احساس رکھتی ہے۔ پس انبیاء کا راہ خدا اور قیام دین کے لئے یہ مصائب و شدائد اٹھانا عزت ہے نہ ذلت۔ یہ ہیں وہ غوامض علوم و اسرار جن کو آپ اور آپ کے ہمخیال علماء نہیں سمجھتے ہیں۔ الحمدللہ کہ اڈیٹر ناظم السنہ و دیگر مومنین ان غوامض سے محفوظ و مصئون ہیں۔ اور بحمداللہ وہ ہرگز اس کے قائل نہیں ہو سکتے۔ کہ خدا کسی مصلحت سے عزت کو ذلت بنا دیتا ہے۔ جو عزت ہے وہ ہمیشہ عزت ہے۔ اور جو حسن ہے وہ ہمیشہ حسن۔ اور جہالت کسی وقت اور کسی زمانے میں کسی قوم کے نزدیک عزت و کمال شمار نہیں کی گئی۔ اور بحمداللہ پیغمبر خاتم النبیین مبدء علم و کمال اس شرف جہالت سے کسی وقت میں مشرف نہیں ہوئے۔ احتجاج طبرسی کے مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہیں ہے۔ کہ جناب امیرؑ نے ہرگز قتل و اسیری و احراق کو ہفوات انبیاءؑ نہیں فرمایا۔ بلکہ حقیقت امر یہ ہے۔ کہ ایک زندیق یہودی نے اگر حضرتؑ سے کچھ اعتراض کئے ہیں۔ کہ قرآن میں تناقض نہ ہوتا۔ تو میں ایمان لاتا۔۔۔۔۔ بعد ازاں اس نے کہا۔ وقد فیہ هفوات انبیائہ بقولہ عصیٰ آدم ربہ الخ۔ یعنی دیکھو۔ خدا نے اپنے انبیاء کی ہفوات کو مشہور کر دیا ہے۔ اس کے جواب میں حضرتؑ نے فرمایا۔ اما هفوات الانبیاء الخ یعنی لیکن ہفوات جن کا تو نے ذکر کیا۔ پس جواب ان کا یہ ہے الخ۔ یہ ہرگز نہیں ہے۔ کہ انبیاءؑ کے مصائب قتل و قید و احراق کو معاذاللہ حضرتؑ نے ہفوات انبیاء کہا ہے۔

امر سوم یعنی بحث اُمی کے متعلق ہم انشاءاللہ خاتمہ کتاب میں مفصل بحث کریں گے۔ اور اسی موضوع پر ان آیات مذکورہ کی تفسیر کی جائیگی۔ یہاں صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے۔ کہ جناب علامہ نے اقتباس منہم سے جو یہ استدلال کیا ہے۔ کہ چونکہ مشرکین عرب امی یعنی ناخواندہ اور جاہل تھے۔ اور آنحضرتؐ بھی انہی میں سے ہیں۔ اس لئے وہ بھی مثل مشرکین کے امی یعنی جاہل اور ناخواندہ ہیں۔ ہرگز ہرگز اس سے نبی کی جہالت اور ان کے امی یعنی ناخواندہ ہونے کو ثابت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اگر اس کو دلیل قرار دیا جائے۔ کہ چونکہ عرب امی یعنی ناخواندہ تھے۔ اور حضرتؐ انہی میں سے ہیں۔ اس لئے وہ بھی امی یعنی جاہل اور ناخواندہ ہونگے۔ تو لازم آئیگا۔ کہ معاذاللہ حضرتؐ کافر بھی ہوں۔ کیونکہ انہی کافروں میں سے ہیں۔ اور مشرک بھی ہوں۔ کیونکہ انہی مشرکوں میں سے ہیں۔ اس کے بھی قائل ہو جائیے۔ اور مثل کلبی سدی و مجاہد کہہ دیجئے۔ کہ معاذاللہ حضرتؐ

قبل بعثت گمراہ وکافر تھے۔ خدا نے انہیں توحید کی ہدایت کی۔ بلکہ تمام انبیاء سابقین کے بھی کفر وشرک کے قائل ہو بیٹھے۔ کیونکہ ہر قوم کا پیغمبر اسی میں مبعوث ہوا ہے۔ اور پھر قرآن شریف میں ان کے لئے "منھم" کا لفظ موجود ہے۔ یا کم سے کم قبل بعثت واظہار نبوت ان کے کفر وشرک کے قائل ہو بیٹھے۔ اور انہی میں خاتم النبیین کو بھی داخل سمجھئے۔ اور اگر اس کا یہ جواب دیا جائے۔ کہ اگرچہ وہ سب اسی قوم کفار ومشرکین سے تھے۔ مگر بدلائل وبراہین وقرائن دالّہ ثابت ہے۔ کہ وہ مومن موحد مسلمان تھے ابتدائے عمر ہی سے۔ اور اس لئے وہ منہم سے مستثنےٰ ہیں۔ تو ہم بھی یہی کہینگے۔ کہ اگرچہ حضرت ان اُمیّین سے تھے۔ جنکو آپ جاہل وناخواندہ بتلاتے ہیں۔ مگر دلائل قطعیہ وشواہد بینہ دالّ ہیں۔ اور قرائن یقینیہ شاہد کہ حضرت بحمد اللہ جاہل وناخواندہ نہ تھے۔ اور مثل مشرکین وکفار مکہ امی نہ تھے۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا ۔

پس اس لئے یہ "منھم" والی دلیل ہرگز مثبت مدعا نہیں ہو سکتی۔ اور مشرکین کا ان کو بایں معنی امی کہنا بھی اس کی دلیل نہیں۔ کیونکہ کفار ومشرکین اور دشمن کا قول سند نہیں ہو سکتا۔ درآنحالیکہ مشرکین عالم الغیب نہ تھے۔ جو حضرت کے اوصاف وکمالات باطنیہ پر مطلع ہوتے۔ اور ان کے علوم پر احاطہ رکھتے۔ کہ وہ کیا کیا علوم رکھتے ہیں۔ اور کن کن علوم کے جامع ہیں۔ کلام العدیٰ ضرب من الھذیان۔ درآنحالیکہ یہ بھی باطل ہے۔ کہ کفار ومشرکین حضرت کو امی بمعنی جاہل کہتے تھے۔ بلکہ اہل کتاب ان کو بوجہ اہل کتاب میں سے نہ ہونے کے اُمی کہتے تھے۔ جیسا کہ بحث اُمی میں آئیگا۔ اور یہ بالکل غلط ہے۔ اور ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ "اعجاز اس پر موقوف نہیں ہے۔ کہ حضرت ابتدائے عمر سے جاہل وناخواندہ ہی ہوں۔ بلکہ کمال اعجاز یہی ہے۔ کہ ابتدائے عمر سے ہی وہ کمالات بلا تعلیم غیر وکسب واکتساب ان میں موجود ہوں۔ جناب بعد چہل سالگی ثابت کرتے ہیں۔ یہ قطعی بے معنی ہے۔ کہ "ایسا اتمام حجت اور ایسی کامل شہادت آپ کے معجز نما ہونے کی اس وقت کبھی نہ ہوتی۔ اگر آپ پہلے سے لکھے پڑھے ہوتے"۔ بیشک یہ اعجاز نہ ہوتا۔ اگر پہلے سے کسی سے لکھتے پڑھتے۔ اور بطور مروج ومرسوم لکھے پڑھے ہوتے۔ ورنہ منجانب اللہ لکھا پڑھا ہونا منافی اعجاز نہیں۔ بلکہ اعجاز یہی ہے۔ کہ اول عمر سے اور اس سن میں لکھے پڑھے۔ اور عالم ہوں جس میں کوئی بچہ کسب واکتساب سے بھی لکھ پڑھ نہیں سکتا۔ "حکم مادر ہی سے لکھا پڑھا ہونا کمال اعجاز ہے۔ نہ کہ چالیس سال بعد پڑھ جانا۔ ہاں اظہار اس کا حسب مصلحت وقت ہوگا۔ جیسا کہ اور کمالات واوصاف کا ہے"۔ اور دلائل قطعیہ قرآن وحدیث کے مقابل سعدی کا

وہ سب اِن کو دیا ہے مع شے زائد۔ نہیں بلکہ ہر ایک کو انہی سے پہنچا ہے۔ اور اُن سب کا علم اِن کے دریائے علم کے مقابلہ میں ایک قطرہ کی مثال ہے۔ یہ مسلّم ہے۔ کہ حضرات ائمہؑ مثل جناب رسول خداؐ جملہ ماسوے اللہ پر حجۃ اللہ ہیں۔ اور سوائے خصوصیاتِ منصوصہ جملہ صفات میں مثل پیغمبرؐ ہیں۔ (کما مرّ) ”ونقل عن الصادقؑ علمنا واحد وفضلنا واحد ونحن شئی واحد وکل ما کان لمحمدؐ فلنا مثلہ الا النبوۃ والازواج“ یعنی ”ہمارا علم ایک ہے ہمارا فضل ایک ہے اور ہم سب ایک ہی ہیں۔ اور جو کچھ رسول خداؐ کے لئے تھا وہی ہمارے لئے ہے سوائے نبوت (کہ ہم نبی نہیں) اور عورتوں کے“۔ چنانچہ حضرت جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں ”ان اللہ عزوجل اثنا عشر الف عالم کل عالم منہم اکبر من سبع سموات وسبع ارضین ما یری عالم منہم ان للہ عزوجل عالما غیرہم وانی الحجۃ علیہم“ یعنی ”خدا کے بارہ ہزار عالم ہیں ہر ایک عالم ان میں سے ساتوں زمین اور ساتوں آسمانوں سے بڑا ہے۔ اور ان میں سے ایک کو دوسرے کی خبر نہیں۔ اور وہ نہیں جانتے کہ ان کے سوا اور بھی کوئی عالم ہے۔ اور میں ان جملہ عوالم پر حجت اللہ ہوں“۔ اور ابوسعید نے جناب امام حسن علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا ”خدا کے دو شہر ہیں۔ ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں۔ اور ہر ایک کی لوہے کی فصیل ہے۔ اور ہر فصیل میں ہزار در سونے کے ہیں۔ ہر در سے ستر ہزار آدمی داخل ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک کی زبان دوسرے کے مخالف ہے۔ اور میں ہر ایک لغت کو جانتا ہوں۔ اور ان دونوں میں سوائے میرے اور میرے بھائی حسینؑ کے اور کوئی فرزند نبی نہیں ہے۔ اور میں اس وقت ان سب پر حجت اللہ ہوں“۔ اور ابوصالح نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے۔ کہ آپؑ نے فرمایا ”یہ قبۂ آدمؑ ہے۔ اور خدا کے اور بہت سے قبے ہیں یعنی سماوات۔ لیکن تمہارے اس مغرب کے پیچھے چالیس مغرب اور ہیں۔ جو زمین روشن مخلوقات سے پر ہیں۔ وہ سب ہمارے نور سے مستضیٔ و مستفیض ہوتے ہیں چشم زدن کے واسطے خدا کی معصیت نہیں کی۔ وہ جانتے بھی نہیں۔ کہ آدم پیدا ہوئے یا نہیں ہوئے۔ اور فلاں و فلاں سے بیزاری رکھتے ہیں“۔ اور جابرؓ سے مروی ہے۔ کہ حضرت باقرؑ نے فرمایا ”تمہارے اس آفتاب کے پیچھے چالیس آفتاب اور ہیں۔ اور ایک آفتاب سے دوسرے آفتاب تک چالیس سال کا راستہ ہے۔ اور ان میں بہت سی آبادی ہے۔ وہ جانتے بھی نہیں۔ کہ کوئی آدم پیدا ہوا ہے یا نہیں۔ اور اس قمر کے پیچھے چالیس قمر اور ہیں۔ اور ہر ایک کے درمیان چالیس سال کی مسافت ہے۔ ان میں بہت مخلوقات ہے۔ جو آدم سے واقف بھی نہیں۔ ان تمام عوالم پر میں حجت اللہ ہوں“۔ پس جب

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

جناب تمام عوالم پر حجۃ اللہ ہیں۔ تو تمام عوالم کے علوم ضروریہ کا جاننا بھی ضروری ہے۔ لہٰذا وہ کل مایحتاج عوالم کو جانتے ہیں۔ خواہ علوم و فنون ہوں۔ خواہ صنائع و بدائع۔ اور علم قرأت و کتابت اوّل ضروریات عالم میں سے ہے۔ جس کا جاننا سب سے پہلے ضروری ہے۔ وہ ہر مخلوق کی آواز و زبان سنتے اور سمجھتے ہیں۔ چنانچہ حسن زبیری الکرخی کی روایت معروف ہے۔ کہ اس نے حضرت صادق ؑ سے کچھ دریافت کیا آپ ؑ نے جواب دیا۔ اس نے کہا۔ ایسا نہیں ہے۔ اور چند مرتبہ اس نے ایسا ہی کیا۔ کہ آپ ؑ کے جواب کو تسلیم نہ کیا۔ پھر آپ ؑ نے فرمایا "اتری من جعلہ اللہ حجۃ علیٰ خلقہ یخفی علیہ شئی من امور ھم" کیا یہ تیرے نزدیک ممکن ہے۔ کہ خدا جس کو اپنی مخلوق پر حجت قرار دے۔ اس سے ان کے کسی امر کو پوشیدہ رکھے؟ ثمالی سے مروی ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ میں نے ابوجعفر ؑ سے سنا۔ کہ وہ فرماتے تھے۔ عالم کبھی جاہل نہیں ہوتا۔ کہ ایک شے کا عالم ہو۔ اور ایک کا جاہل۔ اور خدا اس سے بزرگ و برتر ہے۔ کہ ایک شخص کی اطاعت لوگوں پر واجب کرے۔ اور پھر اپنی زمین و آسمان کی خبر ہیں اس سے پوشیدہ رکھے۔ ہرگز پوشیدہ نہیں رکھتا۔ علامہ مجلسیؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں "عالم جاہل نہیں ہوتا" کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ عالم جس کی اطاعت خدا نے واجب کی ہے۔ کسی شے سے جاہل نہیں ہوتا۔ اور حقیقۃً عالم نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ ان تمام باتوں کا عالم نہ ہو۔ جو لبشر کے لئے ممکن ہو سکتی ہیں۔ ورنہ کسی نہ کسی چیز کا تو ہر شخص عالم ہے۔ اور ہشام بن الحکم کی روایت میں ہے۔ کہ اس نے امام ؑ سے پانچ حروف کلام کی بابت دریافت کیا۔ اور کہا۔ لوگ یہ یہ کہتے ہیں۔ آپ ؑ نے ان کی نفی فرمائی۔ اور آخر میں فرمایا۔ "اتشک یا ھشام من شک ان اللہ یحتج علی خلقہ بحجۃ لا یکون عندہ کل مایحتاجون الیہ فقد افتری علی اللہ" یعنی "اے ہشام کیا تو شک کرتا ہے۔ حالانکہ جو شخص شک کرے۔ کہ خدا جس کو اپنی حجت قرار دیتا ہے۔ اس کے پاس جمیع مایحتاج ہوتا ہے۔ تو وہ خدا پر افتراء کرتا ہے۔ حجۃ اللہ کے لئے ضروری ہے۔ کہ جمیع علوم و فنون و مایحتاج عوالم کا عالم اور سان بتقاد اور صاحب حکم ہو۔ "الحجۃ من لا یقول لا ادری" "والامامۃ ریاسۃ عامۃ من حیث التقدم والعلم والقدرۃ والحکم" ابوبصیر سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ حضرت باقر العلوم ؑ نے فرمایا۔ کہ علی ؑ سے علم نبی ؐ کی بابت دریافت کیا گیا۔ تو فرمایا۔ کہ علم نبی ؐ تمام انبیاء کا علم تھا۔ یعنی جو تمام انبیاء کو علم دئے گئے تھے۔ وہ سب آپ ؐ کو دئے گئے تھے۔ اور علم ماکان و مایکون دیا گیا تھا۔ اور خدا کی قسم جو کچھ علم نبی ؐ تھا۔ اس کو میں جانتا ہوں۔ اور وہ میرے اندر ہے۔ اور سعد بن اصبغ کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت صادق ؑ سے سنا۔ کہ فرما رہے تھے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے۔ کہ خدا ایک اپنے بندے پر احسان کرے۔ اور اس کو اپنی حجت قرار دے۔ اور پھر اس سے

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

اپنے امر میں سے کسی شے کو پوشیدہ رکھے۔

تبصرہ۔ صاحب تفسیر برہان نے کتاب منہج التحقیق سے المنیر علامہؒ نے ہفتم بحار میں نقل کیا ہے۔ کہ سلمان فارسی رضؓ نے کہا ہے۔ کہ جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے ہیں۔ تو میں حسنینؑ، محمد بن حنفیہ محمد بن ابی بکر، عمار یاسرؓ اور مقدادؓ بن اسود کندی ایک دن جناب امیرؑ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ امام حسنؑ نے عرض کیا۔ یا امیر المومنینؑ حضرت سلیمانؑ نے اپنے پروردگار سے ملک عظیم کی خواہش کی۔ اللہ نے ان کو عطا۔ کیا آپؑ بھی ایسے ملک کے مالک ہیں؟ فرمایا۔ خدا کی قسم اللہ نے بعد رسول خداؐ تمہارے باپؑ کو وہ ملک و حکومت عطا کی ہے۔ جو نہ اس سے پہلے کسی کو دیا۔ اور نہ بعد دیا۔ عرض کیا۔ ہمیں کچھ دکھائیے۔ فرمایا۔ انشاء اللہ۔ پس وضو کیا۔ اور دو رکعت نماز پڑھی۔ اور ایسے الفاظ میں دعا کی جسکو لوگ نہ سمجھے۔ پھر آپؑ نے مغرب کی طرف اشارہ کیا۔ فوراً بادل کا ایک ٹکڑا آیا۔ اور گھر پر ٹھہر گیا۔ اور پھر ایک دوسری بدلی آئی۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا اے بدلی بحکم خدا نیچے اتر۔ وہ فوراً نیچے اتر آئی۔ اور اس سے آواز آتی تھی۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وانک وصیہ وخلیفتہ من شک فیک فقد ھلک۔ پھر وہ زمین پر مثل فرش کے پھیل گئی۔ جناب امیرؑ نے ہم سے فرمایا۔ اس بدلی پر بیٹھ جاؤ۔ ہم بیٹھ گئے۔ پھر دوسری بدلی کو اتارا۔ وہ بھی کلمہ شہادت پڑھتی ہوئی اتری۔ جناب امیرؑ اس پر بیٹھے۔ پھر کچھ تکلم فرمایا۔ اور مغرب کی طرف چلنے کا حکم دیا۔ دونو بدلیوں کے نیچے ہوا داخل ہوئی اور ان کو اٹھا کر لے چلی۔ اور ہم نے دیکھا آپ کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور نور آپؑ کے چہرۂ مبارک سے ساطع تھا۔ امام حسنؑ نے فرمایا۔ کہ یا امیر المومنینؑ سلیمانؑ بن داوُدؑ تو خاتم کے ذریعہ مالک تھے تمہاری کس وجہ سے ہر چیز اطاعت کرتی ہے۔ فرمایا۔ انا عین اللہ فی ارضہ ولسانہ الناطق فی خلقہ انا نور اللہ الذی لا یطفی انا باب اللہ الذی یوتی منہ وحجتہ علی عبادہ۔ پھر انگشتر سلیمانؑ جیب سے نکال کر دکھلائی۔ جس پر محمدؐ و علیؑ کندہ تھا۔ پس ہم نے تعجب کیا۔ آپؑ نے فرمایا۔ کس بات سے تعجب کرتے ہو۔ میں آج تمہیں وہ دکھلاؤنگا۔ جو تم نے کبھی نہیں دیکھا۔ امام حسنؑ نے عرض کیا۔ ہمیں یاجوج و ماجوج و سد سکندر دکھلائیے۔ فرمایا۔ اچھا۔ پس ہم چل دئے۔ ہوا ہمیں اٹھائے لئے جاتی تھی۔ اور اس سے گرج کی سی آواز سنائی دیتی تھی۔ یہاں تک کہ ہم ایک بلند پہاڑ کے پاس پہنچے۔ وہاں ایک درخت دیکھا جس کی شاخیں سوکھ گئی تھیں۔ اور پتے جھڑ گئے تھے۔ امام حسنؑ نے عرض کیا۔ یہ درخت کیوں سوکھ گیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا۔ اس سے پوچھو۔ کچھ جواب نہ آیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا۔ اے درخت کیا جواب نہیں دیتا۔ آواز آئی۔ لبیک یا وصی رسول اللہ وخلیفتہ۔ اور کہا۔ اے ابو محمدؐ آپ کے

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

والد بزرگوار وقت سحر ہر شب یہاں آتے تھے۔ اور دو رکعت نماز پڑھتے اور بہت تسبیح کرتے تھے۔ جب نماز و دعا سے فارغ ہوتے۔ تو ایک بدلی آتی۔ جس سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ اور اس پر ایک کرسی ہوتی تھی۔ اس پر سوار ہو کر چلے جاتے تھے۔ اب چالیس دن ہو گئے ہیں۔ کہ آپ نہیں آئے۔ اسی وجہ سے میں خشک ہوں۔ پس امام علیہ السلام اُٹھے۔ دو رکعت نماز ادا کی۔ اور درخت پر ہاتھ پھیرا۔ وہ سبز ہو گیا۔ اور ہوا ہم کو لے چلی۔ ناگاہ ہم نے ایک فرشتہ دیکھا۔ جس کا ایک ہاتھ مغرب میں اور دوسرا مشرق میں تھا۔ جب اُس نے امیر المومنین علیہ السلام کو دیکھا تو کہا۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ ارسلہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون واشھد انک وصیہ وخلیفتہ حقاً وصدقاً۔ میں نے عرض کیا۔ یا امیر المومنین ع یہ کون ہے۔ فرمایا۔ یہ ایک فرشتہ ہے۔ جس کو اللہ نے ظلمت لیل وضوء نہار پر موکل کیا ہے۔ اور روز قیامت تک اسی طرح رہیگا۔ تحقیق کہ اللہ تعالٰے نے سیاست امور دنیا کو مجھ سے متعلق کیا ہے۔ اور اعمال عباد ہر روز مجھ پر پیش ہوتے ہیں۔ اور پھر خداوند عالم کی طرف مرتفع ہوتے ہیں۔ پھر ہم چل دئے۔ یہاں تک کہ سدِ یاجوج ماجوج تک پہنچے۔ حضرت ع نے ہوا کو قریب کوہ بلند اُترنے کا حکم دیا۔ اور وہ جبل خضر تھا۔ پس ہم نے سدِ یاجوج و ماجوج کی طرف نظر کی۔ تو اس کو منتہائے نظر کے برابر بلند پایا۔ اور مثل شب تاریک سیاہ دیکھا۔ اور اُس کے کناروں سے دھواں نکلتا تھا۔ پس آپ ع نے فرمایا۔ اے ابو محمدؑ ان لوگوں پر صاحب الامر میں ہی ہوں۔ ہم نے وہاں تین قسم کے لوگ دیکھے۔ ایک ایک سو بیس ذراع طویل تھے۔ اور دوسرے ساٹھ ذراع۔ اور تیسرے ایک کان بچھاتے تھے اور دوسرا اوڑھتے تھے۔ پھر حضرت ع نے ہوا کو حکم دیا۔ تو وہ کوہ قاف کی طرف لے چلی۔ پس ہم نے اس کو مثل سبز زمرد دیکھا۔ اور اس پر ایک فرشتہ بصورت نسر موکل دیکھا۔ اس فرشتے نے کہا۔ السّلام علیک یا وصی رسول اللہ وخلیفتہ۔ کیا مجھے سوال کی اجازت ہے۔ آپ ع نے جواب سلام دے کر فرمایا۔ تو کہیگا یا میں ہی خبر دوں۔ کہ تو مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ عرض کیا۔ یا امیر المومنینؑ آپ ہی کہئے۔ فرمایا۔ تو مجھ سے یہ اجازت چاہتا ہے۔ کہ تو حضرت خضر ع سے ملاقات کو جائے۔ کہا۔ ہاں۔ فرمایا۔ جا اجازت ہے۔ وہ فوراً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہکر روانہ ہُوا۔ اور ہم ذرا دیر پہاڑ پر ٹہلنے لگے۔ کہ وہ فرشتہ خضر ع سے مل کر واپس آگیا۔ میں نے کہا (سلمان)۔ اے امیر المومنینؑ۔ دیکھا کہ یہ فرشتہ بلا آپ کی اجازت کے حضرت خضر کی

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

ملاقات کو نہیں جا سکتا۔ فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی۔ جس نے آسمانوں کو بلا ستون ظاہری قائم کیا ہوا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی بلا میری اجازت کے ایک دفعہ کے واسطے اپنی جگہ نہیں چھوڑ سکتا اور یہی حال میرے بعد میرے فرزند حسنؑ و حسینؑ اور اُس کے نو فرزندوں کا ہے۔ جن کا نواں قائمؑ آلِ محمدؐ ہے۔ ہم نے کہا۔ اس فرشتے کا نام کیا ہے۔ فرمایا۔ ترخائیل۔ ہم نے عرض کیا۔ آپ کس طرح پر شب کو یہاں آتے ہیں۔ فرمایا جس طرح تمکو لایا قسم ہے خلاق عالم کی۔ میں ملکوت سماوات وارضین کا ایسا مالک ہوں۔ کہ اس کے ادنٰی حصے کا تمہیں علم ہو جائے۔ تو تم متحمل نہ ہو سکو گے تحقیق کہ خدا کے اسم اعظم تہتر حرف ہیں۔ اور آصف برخیا کے پاس صرف ایک حرف تھا۔ جب انہوں نے اس کو پڑھا۔ خدا نے ان کے لئے زمین کو منخسف کر دیا۔ وہیں کھڑے کھڑے انہوں نے تخت بلقیس کو اٹھا لیا۔ اور پھر زمین اپنی اصلی حالت پر فوراً الوٹ گئی۔ اور واللہ ہمارے پاس بہتر حرف ہیں۔ اور ایک حرف خدا نے اپنے علم غیب میں مخصوص رکھا ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پہچانا ہم کو جس نے پہچانا۔ اور انکار کیا جنہوں نے انکار کیا۔ (ہر شخص ہمیں نہیں پہچان سکتا) پھر حضرتؑ اٹھے۔ اور ہم نے ایک جوان کو دو قبروں کے درمیان نماز ادا کرتے دیکھا۔ ہم نے عرض کیا۔ یا امیر المومنینؑ یہ کون ہے۔ فرمایا۔ صالح پیغمبرؑ اور یہ ان کے والدین کی قبریں ہیں۔ ان کے درمیان خدا کی عبادت کرتے ہیں حضرت صالحؑ نے یہ محسوس کر کے رونا شروع کر دیا اور انگلی سے جناب امیرؑ کی طرف اشارہ کیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے۔ تو ہم نے دریافت کیا۔ روتے کیوں ہو فرمایا۔ امیر المومنینؑ ہر صبح یہاں سے گزرا کرتے تھے۔ بس یہاں بیٹھتے تھے۔ اور انکی طرف نظر کرنے سے میری عبادت زیادہ ہو جاتی تھی۔ اب دس دن سے یہاں تشریف نہیں لائے۔ ہم نہایت متعجب ہوئے۔ آپؑ نے فرمایا۔ کیا تمکو سلیمانؑ بن داودؑ کو دکھلاؤں۔ عرض کیا۔ ہاں۔ پس ہمکو ایک باغ میں داخل کیا۔ جس میں ہر قسم کے میوے تھے۔ نہریں جاری تھیں۔ پرند درختوں پر بول رہے تھے۔ پرند آئے۔ اور حضرتؑ کے گرد اگرد اڑنے لگے۔ اور ایک تخت دیکھا جس پر ایک جوان سو رہا تھا۔ اور ہاتھ سینے پر رکھے ہوئے تھا جناب امیرؑ نے انگوٹھی اپنی جیب سے نکالی۔ اور اس جوان کی انگلی میں پہنا دی۔ وہ فوراً اٹھ بیٹھا۔ اور کہا۔ السلام علیک یا امیر المومنین ووصی رسول رب العلمین انت و الله الصدیق الاکبر والفاروق الاعظم۔ فلاح پائی جس نے تجھ سے تمسک کیا۔ اور محروم و بدنصیب رہا جس نے تجھ سے تخلف کیا۔ میں نے تم اہلبیتؑ کے واسطے سے خدا سے سوال کیا۔ تو مجھ کو یہ ملک عظیم دیا گیا۔ پس میں (سلمان) نہ رہ سکا۔ جناب امیرؑ کے قدموں پہ گر پڑا۔ اور اُن کو بوسہ دیتا تھا۔

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

اور خدا کی اس نعمت عظمٰی پر کہ اس نے مجھ کو ولایت امیر المومنینؑ و ائمہ طاہرینؑ کی توفیق دی۔ خدا کی حمد و ثنا بجا لاتا تھا۔ اور میرے ساتھیوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ پھر میں نے دریافت کیا۔ کوہ قاف کے پیچھے کیا ہے۔ فرمایا اس کے پیچھے ہے وہ جس کو تمہارا علم نہیں پہنچ سکتا۔ ہم نے کہا۔ یا امیر المومنینؑ آپ واقف ہیں؟ فرمایا میں اس کو اس طرح جانتا ہوں جس طرح اس دنیا کو۔ اور میں ہی بعد رسول خدا اس پر حفیظ و شہید ہوں۔ اور اسی طرح سے میرے اوصیا میری اولاد سے شہداء ہیں۔ اور میں طرق زمین سے طرق آسمان کا زیادہ عارف ہوں۔ ہم ہی اسم مخزون مکنون الٰہی اور ہم ہی وہ اسماء حسنٰے ہیں۔ کہ جن نے ان کے واسطے سے سوال کیا۔ قبول ہوا۔ اور ہم ہی وہ اسماء ہیں۔ جو عرش و کرسی و جنت و نار پر لکھے ہیں۔ اور ملائکہ نے ہم ہی سے تسبیح۔ تقدیس۔ توحید تہلیل و تکبیر سیکھی ہے۔ اور ہم ہی وہ کلمات اللہ ہیں جو آدمؑ نے سیکھے۔ اور اللہ نے ان کے توجہ کو قبول کیا۔ پھر فرمایا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اور عجائبات دکھلاؤں۔ ہم نے عرض کیا۔ ہاں۔ کہا۔ آنکھیں بند کرو۔ ہم نے آنکھیں بند کیں۔ فرمایا کھولو۔ ہم نے کھول دیں۔ ناگاہ ہم نے ایک شہر دیکھا۔ اور اس میں ایسے عظیم الخلقت انسان تھے۔ جو کبھی نہیں دیکھے۔ ہم نے عرض کیا۔ یا امیر المومنینؑ یہ کون ہیں۔ فرمایا۔ بقیۂ قوم عاد۔ کافر ہیں۔ خدا پر ایمان نہیں رکھتے۔ میں ان سب کو ہلاک کرنا چاہتا ہوں۔ ہم نے کہا۔ کیا بلا دلیل و حجت آپ ان کو قتل کر دینگے۔ فرمایا نہیں حجت قائم کر کے۔ پس ان کو آواز دی۔ اور آپ مقابل آئے۔ انھوں نے حضرتؑ کے قتل کا ارادہ کیا۔ پھر حضرتؑ ہمارے پاس آ گئے۔ اور ہمارے سینوں پر ہاتھ پھیرا۔ اور ایک چیخ ماری۔ کہ ہم نے خیال کیا کہ زمین منقلب ہو گئی اور آسمان گر پڑا۔ پس وہ اس وقت سب ہلاک ہو گئے۔ ہم نے تعجب سے کہا۔ کہ ایسا معجزہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا اور نہ سنا۔ فرمایا۔ کیا اس سے بھی بڑا معجزہ دکھاؤں۔ ہم نے عرض کیا۔ اس سے زیادہ طاقت نہیں رکھتے۔ جو شخص تیری ولایت کا قائل نہیں۔ اور تیری قدر و منزلت و فضیلت نہیں جانتا۔ فعلیہ لعنۃ اللہ و لعنۃ اللاعنین والناس اجمعین الی یوم الدین۔ پھر ہم نے واپسی کی خواہش کی۔ حضرتؑ نے بدلیوں کو حکم دیا۔ اور وہ ہم کو لے چلیں۔ اور ہم فضا سے اس قدر بلند ہو گئے۔ کہ زمین مثل درہم نظر آتی تھی۔ پھر اترنے کا حکم دیا۔ اور جناب امیرؑ کے گھر اترے۔ وقت چاشت نکلے تھے۔ ظہر کے وقت مدینہ پہنچ گئے۔ میں نے عرض کیا۔ ہم کوہ قاف میں تھے۔ جو یہاں سے پانچ سال کی راہ پر ہے۔ اور پانچ گھنٹے میں واپس آ گئے۔ فرمایا۔ اگر میں چاہوں۔ تو تمام دنیا زمین و آسمان میں چشم زدن سے پہلے پھر آؤں۔ کیونکہ میرے پاس اسم اعظم ہے۔ ہم نے عرض کیا۔ امیر المومنینؑ آپ اپنے بھائی رسول خداؐ کے بعد آیۂ عظمیٰ و معجزہ باہرہ ہیں۔ لاریب فیہ مظہر العجائب و مظہر الغرائب جس کے وجود میں حقیقت کتاب

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

اور علم قرآن ہو۔ اس کی یہی شان ہے۔ اور ولی الامر ایسا ہی شخص ہو سکتا ہے۔ فہذا دلیل قاطع و برھان ساطع علی ولایتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ✦

جَنَابْ عَلَّامَہ مَجلِسِیْ عَلَیہِ الرَّحْمَہ وَصَنَائِعُ اَئِمّہْ عَلَیہِمُ الصَّلوٰۃ وَالسَّلَام

جناب علامہ بعد ذکر علوم و فنون اور جمیع لغات فرماتے ہیں۔ لیکن ان کا جمیع لغات سے واقف و عالم ہونا۔ اس میں احادیث و اخبار قریب بہ حد تواتر ہیں۔ اور اخبار عامہ کے انضمام سے اس میں شک کو مجال ہی نہیں رہتی۔ لیکن ان کا جمیع صناعات کا عالم ہونا۔ سو اس پر بھی احادیث مستفیضہ دال ہیں۔ اور یہ وارد ہو چکا ہے۔ کہ حجت اللہ کسی شے سے جاہل نہیں۔ اور اس کی صفت "لا یقول لا ادری" ہے۔ اور احادیث میں یہ بھی ثابت ہے۔ کہ وہ گذشتہ و آئندہ کا تمام علم رکھتے ہیں۔ اور جمیع انبیاءؑ کے علوم ان میں ہیں۔ اور اکثر صنعتیں انبیاءؑ کی طرف منسوب ہیں۔ اور "علم آدم الاسماء" کی تفسیر میں جمیع صناعات داخل کی گئی ہیں۔ پس حاصل کلام یہ ہے۔ کہ اس میں بھی متتبع کلام معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جائے شک باقی نہیں رہتی۔ کہ وہ جمیع صناعات کے عالم ہوتے ہیں"۔ بیشک یہی ثابت ہے۔ اور ہم لکھ چکے ہیں۔ کوئی شے ان سے پوشیدہ نہیں۔ مبدء جمیع علوم و فنون و صناعات وہی ہیں۔ بلکہ جنس علم انہی سے ہے۔ مفضل نے ایک حدیث طولانی کے ذیل میں حضرت صادقؑ سے نقل کیا ہے۔ کہ آپؑ نے فرمایا۔ اے مفضل ائمہؑ کلمۃ اللہ و خزائن زمین و آسمان و جبال و بحار و رسال ہیں۔ اور وہ جانتے ہیں۔ کہ آسمان میں کتنے ستارے ہیں۔ اور کتنے فرشتے۔ اور وہ پہاڑوں کے وزن اور سمندروں۔ دریاؤں اور چشموں کے پانی کی مقدار جانتے ہیں۔ اور جو کوئی پتہ درخت سے گرتا ہے۔ اس کو جانتے ہیں۔ جو دانہ کہیں تاریکی میں ہوتا ہے۔ اس کے عالم ہیں"۔ ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین"۔ "واللہ یختص برحمتہ من یشاء" ✦

عِلمِ نبیؐ و امامؑ کے بَاب میں جَنَاب عُمدۃ المتکلمین مَولانا حَامد حسین صَاحب اَعلے اللہ مقامہ کی رائے

جناب موصوف قدس سرہ القدوس عبقات الانوار جلد مدینۃ العلم میں بعد اثبات و استدلال علم نبیؐ و امامؑ ارشاد فرماتے ہیں۔ ان اقوال و احادیث سے ثابت ہے۔ کہ آنحضرتؐ کے

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

علم کی کوئی حد و انتہا نہیں۔ تمام انبیاءؑ و مرسلینؑ انہی سے استفادہ علوم کرتے تھے۔ اور علم لوح و قلم جو منتہائے علوم ملائکہ ہے۔ ان کے بعض علوم سے ہے۔ اور چونکہ جناب امیر علیہ السلام باب مدینہ ہیں۔ اس لئے ان کے علوم کی بھی کوئی حد و انتہا نہیں۔ اور تمام انبیاءؑ و مرسلینؑ نے ان سے استفادہ کیا۔ اور علم لوح و قلم ان کے ادنےٰ علوم سے ہے۔ پس اس سے جناب امیر علیہ السلام کا جملہ انبیاءؑ و مرسلینؑ و ملائکہ مقربین سے اعلم ہونا ثابت ہے۔ انتہیٰ۔ نہ صرف اعلم بلکہ اُستاد جمیع انبیاءؑ و مرسلینؑ و غیر مرسلین و ملائکہ مقربین ہونا ثابت و مسلّم و مدلّل و مبرہن ہے۔ باب مدینہ ہی اُستاد الکل ہے۔ اور یہ نہیں ہو سکتا۔ مگر اسی وقت کہ جب یہ تمام علوم جن میں جملہ صناعات عموماً اور صنعت نقش حروف و کتابت خصوصاً داخل ہے۔ ابتدائے خلقت سے ان میں موجود ہوں۔ جب کہ کوئی مخلوق نہ تھا۔ خزانہ علم مخلوقات چاہیئے۔ کہ قبل مخلوقات ہو۔ تاکہ وہ معلم مطلق بنے۔ اور مع المخلوقات ہو۔ تاکہ فیض وجود و علم حدثات زمانیہ کو برابر پہنچاتا رہے۔ اور بعد مخلوقات بھی رہے۔ تاکہ سب اُس معلم کل و مربی عالم کی طرف رجوع کریں۔ اور وہ تعلیم کا حساب لے۔" فایاب الخلق الیھم و حسابھم علیھم"۔ ویوم ندعو کل اناس بامامھم"۔ پس ان کے لئے کسی علم کا اکتساب کرنا قطعاً غیر معقول ہے۔ تصوّر میں نہیں آسکتا کہ مبدءِ علوم محتاج تحصیل علم جزوی مثل صنعت کتابت ہو۔ خود معلم آدمؑ ہو۔ ان کو ہر ایک زبان اور ہر ایک تحریر سکھائے۔ اور خود محتاج مشق و تعلیم عن الغیر مثل جبرئیلؑ یا ابوطالبؑ ہو۔ این خیال است و محال است۔ الخ +

حدیث امام رضا علیہ السلام

کتاب کا اختتام

اسی واسطے جناب امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام تعریف امامؑ میں فرماتے ہیں۔ جس کا ترجمہ ہم مقدمہ میں لکھ چکے ہیں۔ "الامام واحد دھرہ لا یدانیہ احد ولا یعادلہ عالم ولا یوجد منہ بدل ولا لہ مثل ولا نظیر مخصوص بالفضل کلہ من غیر طلب منہ لہ ولا اکتساب بل اختصاص من المفضل الوھاب فمن ذالذی یبلغ معرفۃ الامام او یمکنہ اختیارہ ھیھات ھیھات۔ ضلت

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

العقول وتاهت الحلوم وحارت الالباب وخسئت العیون وتصاغرت العظماء وتحیرت الحکماء وتقاصرت الحکماء وحصرت الخطباء وجهلت الالباء و کلت الشعراء وعجزت الادباء وعییت البلغاء عن وصف شان من شانه وفضیلة من فضائله واقرت بالعجز والتقصیر وکیف یوصف بکله او ینعت بکنهه او یفهم شئ من امره او یوجد من یقوم مقامه و یغنی غناه لا وکیف وانی وهو بحیث النجم من ید المتناولین و وصف الواصفین فاین الاختیار من هذا واین العقول عن هذا واین یوجد مثل هذا ایظنون ان ذالك یوجد فی غیر آل الرسول محمد کذبتهم والله انفسهم ومنتهم الاباطیل فارتقوا مرتقا صعبا دحضا تزل عنه الی الحضیض اقدامهم راموا اقامة الامام بعقول حائرة بائرة ناقصة وآراء مضلة فلم یزدادوا منه الا بعدا قاتلهم الله انی یوفکون"۔

نتیجہ ۔ الحمدللہ کہ بکمال وضاحت ثابت ہوا۔ کہ ضرور حضرت پیغمبر خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل بعثت نہیں بلکہ قبل ولادت بلکہ قبل خلقت آدم ملکۂ قرأت وکتابت مثل دیگر علوم وفنون رکھتے تھے۔ اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو علم قرأت وکتابت مثل دیگر علوم خداوند عالم ہی سے پہنچا اور تعلیم ہوا۔ علّم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ اور ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے کسی علم کے اکتساب کا قائل ہونا جائز نہیں بلکہ غیر متصور وغیر معقول ہے۔ اور یہ معلم مطلق واستاد الکل فی الکل ہیں۔ یہی عین ایمان ہے۔ جو کچھ لکھا گیا ہے۔ ہر دعوے کو عقل وکتاب وسنت سے مدلل و مبرہن کیا گیا ہے۔ اپنے قیاسات نہیں ہیں۔ اکثر مضامین کو موقع ومحل کی ضرورت سے بغرض تذکیر وتذکار مکرر لایا گیا ہے۔ تاکہ مطلب خوب ذہن نشین وواضح ہوجائے۔ شک وشبہ باقی نہ رہے۔ اور اس لئے اب امید قوی ہے۔ کہ اس تحریر سے جو دو مقصد عظیم مدنظر ہیں باحسن وجہ حاصل ہوں یعنی رفع غلط فہمی جو منتہی بشقاق ونفاق ہوگئی ہے۔ اور معرفت نبوّت وامامت جو اصل دین ہے۔ اور اگرچہ اس میں ابھی بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے۔ اور حسرت باقی ہے لیکن طول

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

ہوگیا ہے۔ اسی پر اکتفا کی جاتی ہے۔ پھر خدا نے توفیق دی۔ تو انشاء اللہ نبوت و امامت کو مفصل ...... علیحدہ لکھا جائیگا۔ اور چونکہ اس میں صورت مناظرہ و مباحثہ بالکل نہ ہوگی۔ اس لئے بہت کچھ مطالب تفصیل کے ساتھ درج ہونگے۔ ناظرین سے التماس ہے۔ کہ وقت مطالعہ اگر کوئی بات پسند آئے۔ تو بعد رفع غلط فہمی و نزاع فیمابین دعائے خیر سے فراموش نہ کریں۔ اور اگر بمقتضائے بشریت فروگذاشت ہو۔ تو مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔ ولو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثله مددا۔ وسبحان ربک رب العزت عما یصفون وسلام علی المرسلین۔ والحمد للہ رب العلمین۔ علیہ نتوکل وایاہ نعبد وبہ نستعین۔

الاحقر الافقر سید محمد سبطین عفی عنہ

۴ ربیع الثانی ۱۳۳۳ ہجری

نوٹ:۔ اگرچہ رسالہ اظہار حق اور دیگر بعض رسائل کی عبارات کو تماماً بجنسہٖ نقل نہیں کیا گیا۔ لیکن کتاب میں غور کرنے سے ناظرین کو معلوم ہوگا۔ کہ ہر ایک شبہ یا اعتراض کا جواب ضمن تحقیقات میں دیدیا گیا اور ہر خیال باطل کو رد کر دیا گیا ہے۔ اور اب ہم خدا اور اس کے اولیاء کی ذوات مقدسہ پر بھروسہ کر کے بکمال قوت قلب کہتے ہیں۔ کہ مصنف رسالہ اظہار حق تو کیا اس کے خلاف قلم اٹھائینگے (بشرطیکہ ان میں کچھ بوئے دیانت ہے)۔ اور جن صاحب کو حوصلہ و جرأت رد فضائل و مناقب اہلبیتؑ کا ہو۔ بسم اللہ۔ مؤلف اظہار حق نے جو اپنے رسالے زنگی کا فور کے مصداق پہ فخر کیا ہے۔ کہ مصنف کشف الحجاب کے وہ استاد ہیں۔ نہ معلوم کس بناء پر ہے۔ ہمیں تو یہ بھی نہیں معلوم۔ کہ انہوں نے کب سے تعلیم دینی شروع کی ہے اور کہاں۔ اگر صرف اس بنا پر یہ فخر ہے۔ کہ کسی وقت میں ایک مدرسے میں تعلیم پائی ہے۔ اور یہ ان سے اوپر کی جماعت میں تھے۔ تو یہ فخر باعث شرم ہے نہ مفاخرت۔ ایسے سکول فیلو ہزاروں .... پھرتے ہیں۔ بہرحال یہ جھوٹا فخر ان کی تنگ ظرفی کی دلیل ہے۔ اور یہاں تو عمل ہی "انظر الیٰ ما قیل ولا تنظر الی من قال" پر ہے۔ قول کو دیکھا جاتا ہے نہ صاحب قول کو۔ اگر علم رکھتے ہیں۔ اور اس پر ناز ہے۔ تو میدان میں آئیں۔ ظاہر ہو جائیگا "مشک آنست کہ خود ببوید" "آفتاب آمد دلیل آفتاب"۔ ورنہ بفرض محال اگر

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

وہ اُستاد بھی ہوں۔ تو کونسا مقام تفاخر ہے۔ اور بہت سے اُستاد ہیں۔ جنہوں نے
الف۔ بے اور قواعد بغدادی پڑھائے ہیں۔ حالانکہ بیچارے یہ بھی نہیں جانتے۔ کہ
علم کہتے کس کو ہیں۔ فان العلم نور یقذفہ اللہ فی قلب من یشاء۔ واللہ
یختص برحمتہ من یشاء۔ وبشر عبادی الذین یستمعون القول ویتبعون
احسنہ اولئک الذین ھدٰھم اللہ واولئک ھم اولوا الالباب۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

امر کا حکم دیا تھا جس کے حضرت عالم تھے۔ یا ایسے امر کا جس کے وہ جاہل تھے۔ بشق اول میں اعتراض حضرتؐ
پر لازم آتا ہے۔ اور شق دوم میں جبرئیلؑ پر۔ دوم یہ کہ کیا جبرئیلؑ کوئی لکھا ہوا قرآن یا منقوش الواح آسمان
سے لائے تھے جنکو حضرتؐ سے پڑھواتے تھے۔ اور حضرتؐ نہ پڑھتے تھے۔ اگر یہ ہے تو اس کا
ثبوت ہونا چاہئے۔ حالانکہ مسلمات اہل اسلام سے ہے۔ کہ قرآن لکھا ہوا مثل توریت نازل نہیں ہوا
تھا۔ بلکہ قلب پیغمبر پہ نازل ہوا ہے "نزل به الروح الامين على قلبك"۔ اور یہ بھی مسلم ہے کہ
مبدء بعثت میں خدا کی طرف سے کوئی لکھا ہوا یا دانہ یا حکمنامہ نہیں لائے تھے جس کے پڑھنے کا حکم دیتے
تھے۔ پس ضرور اس قرأت سے قرأت سواد و عبارت مراد نہیں ہے۔ بلکہ معنی ثانی اور مطلق قرأت تلاوت
بطور حفظ و یاد مراد ہے۔ جیسے کہ کوئی شخص کسی حافظ قرآن نابینا سے کہے۔ کہ کچھ پڑھو۔ اس صورت میں
حضرتؐ کو چاہئے تھا۔ کہ جبرئیلؑ کے جواب میں کہتے۔ کہ کیا پڑھوں۔ اور اس وقت جبرئیلؑ کہتے کہ فلاں
سورہ یا فلاں آیہ پڑھو۔ چنانچہ یہ امر فطریات میں داخل ہے۔ ہر شخص جانتا اور سمجھتا ہے۔ کہ جب
کسی کو کہا جائے۔ کہ پڑھو۔ تو فوراً اس کی زبان سے یہی نکلیگا کیا پڑھوں۔ ہاں اگر کوئی لکھا ہوا کاغذ
کسی ناخواندہ جاہل کو دیا جائے۔ اور کہا جائے کہ پڑھو۔ تو وہ یہ کہیگا۔ کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اس
لئے معلوم ہوا۔ کہ جناب علامہ صاحب کے نزدیک حضرت خاتم النبیینؐ ان فطریات اولیہ سے بھی
خالی و عاری و جاہل تھے۔ کہ وہ مثل دیگر بچوں کے جبرئیلؑ کے اس سوال پر کہ پڑھو۔ یہ کہتے کیا پڑھوں
اور جبرئیلؑ نے تین مرتبہ بھینچا اور زور سے دبایا۔ کہ بخار چڑھ گیا۔ پھر بھی یہ جواب ان کو نہ سوجھا اور
آخر کار ورقہ بن نوفل نے راہ نمائی کی۔ اور یہ تعلیم اول دی۔ کہ جبرئیلؑ کے جواب میں یوں کہو۔ کہ کیا
پڑھوں۔ معاذ اللہ معاذ اللہ۔ سوم یہ کہ روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرتؐ نہ جبرئیلؑ کو پہچان
سکتے تھے۔ اور نہ ان کو یہ خبر تھی۔ کہ میں نبی ہوں یا نبی ہونے والا ہوں۔ اور میں مبعوث برسالت ہونگا۔
جیسا کہ دوسرے مضمون میں جناب کنتوری صاحب نے اس کی تصریح بھی کر دی ہے۔ کہ حضرتؐ کو
اپنی نبوت و رسالت کا کچھ پتہ نہ تھا۔ اور یہ امر قطعاً مسلمات علمائے کرام کی تحقیق کے خلاف اور مخالف
مفہوم اکثر آیات و احادیث کثیرہ ہے۔ ان امور مذکورہ بالا اور ان اعتراضات اور ایرادات کو مدنظر رکھکر
صاف یہ کہنا پڑیگا۔ کہ یہ روایت بالکل غلط ہے۔ یا اس میں تصرف کیا گیا ہے۔ اور حقیقۃً ایسا ہی ہے
اور روایات و احادیث ہمارے اس مدعا کی مثبت ہیں۔ چنانچہ ہمارے یہاں کی احادیث مسلمہ میں یوں ہے:۔

ابتدائے بعثت کے حالات بروایات امامیہ

علی بن ابراہیم۔ عن احمد بن محمد الشیبانی عن محمد بن احمد عن اسحٰق بن
محمد عن محمد بن علی عن عثمان بن یوسف عن عبد اللہ بن کیسان

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

عن ابی جعفر علیہ السلام قال نزل جبرئیل علی محمد فقال یا محمد اقرء۔ قال وما اقرء۔ قال اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ یعنی خلق نور ربک الاقدم القدیم قبل الاشیاء خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ یعنی خلقک من نطفۃ وشق منک علیا وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ یعنی علم علی ابن ابی طالب عَلَّمَ الْاِنْسَانَ علم علیا من الکتابۃ لک مَا لَمْ یَعْلَمْ قبل ذالک۔" یعنی جناب امام محمدؑ بن علیؑ الباقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ جبرئیلؑ امین محمد مصطفیٰؐ پر نازل ہوئے۔ اور کہا پڑھو۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا پڑھوں؟ کہا پڑھو۔ "اقرء باسم ربک الذی خلق"۔ پڑھو اپنے اس پروردگار کا نام جس نے خلق کیا ہے۔ یعنی خلق کیا تیرے نور اقدم قدیم کو تمام اشیاء سے پہلے۔ اور پیدا کیا انسان کو خون منجمد سے یعنی پیدا کیا تمکو ایک نطفے سے اور جدا کیا تجھ میں سے علیؑ کو۔ اور وہ تیرا پروردگار کریم و اکرم جس نے تعلیم بالقلم دی (لکھنا سکھایا) یعنی علیؑ ابن ابی طالبؑ کو۔ اور تعلیم دی انسان کو یعنی سکھائی علیؑ کو کتابت جو تیرے لئے تھی"۔ اس حدیث سے جس میں سورۂ مبارکہ اقرء کی تفسیر ہے حسب ذیل امور واضح ہیں۔ اوّل یہ کہ پہلی مرتبہ حضرت جبرئیلؑ کے اس کہنے پر کہ "پڑھو" آپ نے وہی جواب دیا۔ جو ہر ایک ذی فہم و ذی شعور و ذی علم کو دینا چاہئے۔ یعنی فرمایا "کیا پڑھوں"۔ یہ نہیں کہا۔ کہ کیسے پڑھوں۔ یا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اور کیا پڑھوں۔ (ما اقرء) کہنے سے حضرتؐ تعیین مقروء چاہتے ہیں۔ اور یہ امر دلیل ہے اس بات کی کہ حضرتؐ عالم تھے۔ اور آپ کے وجود میں کتاب موجود تھی۔ جیساکہ ایک حافظ قرآن سے کہا جاتا ہے۔ کہ پڑھو۔ اور وہ کہے۔ کیا پڑھوں یعنی کونسی سورت یا کونسی آیت۔ کیونکہ وہ حافظ قرآن ہے۔ تعیین مقروء چاہتا ہے۔ پس یہاں سے حضرتؐ کا حامل کتاب اور عالم علم قرآن ہونا ثابت ہوا۔ نہ کہ جاہل ہونا۔ دوم یہ کہ اس حدیث میں جبرئیلؑ کے بھینچنے اور دبانے کا اور حضرتؐ کو بخار چڑھ جانے کا اور تین مرتبہ ایسا ہی ہونے کا اور پھر ورقہ بن نوفل کے بتلانے اور تعلیم دینے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اور حقیقت امر یہی ہے۔ اور شان نبوت خصوصاً ختم رسالت اسی کو مقتضی ہے۔ اس لئے اس کے خلاف جو روایات پائی جائینگی۔ بشرط صحت وہ کسی محمل صحیح پر محمول ہونگی۔ مثل تقیہ وغیرہ۔ اور اصل یہ ہے۔ کہ اس کے خلاف جو روایات ہیں۔ وہ عامہ سے منقول ہیں۔ جیساکہ آئندہ چل کر معلوم ہوگا۔ سوم یہ کہ تعلیم بالقلم پیغمبرؐ اور نفس پیغمبرؐ کو دینے والا یعنی لکھنا سکھانے والا خود خدا ہے نہ کوئی اور۔ اور یہیں سے حضرت امیرؑ کے استاد کا پتہ بھی لگ گیا۔ اور اس کا نام بھی معلوم ہوگیا۔ کہ وہ خداوند عالم رب العالمین خالق السماوات

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

والارضین علیم بالذات وحکیم بالذات سب ہے۔ نہ حضرت ابوطالبؑ اور نہ حضرت جبرئیلؑ اور نہ اور کوئی جس کا نام جناب مفتی صاحب کو معلوم نہیں ہوا + چہارم جملہ "علمہ علیاً من الکتابۃ لک" قابل غور ہے۔ اور ظاہر امر اور یہ ہے۔ کہ "علمہ علیا کتابتک" یعنی تعلیم دیا علیؑ کو وہ علم کتابت جو تجھے حاصل ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ضرور حضرتؐ پہلے سے عالم علم کتابت تھے۔ اور وہی حضرت علیؑ کو خدا نے سکھایا۔ اس حدیث سے مسئلہ بالکل صاف حل ہوگیا۔ اور مومن کے لئے یہی کافی ہے۔ مجادل اور مکابر کو اختیار ہے۔ کہ وہ بحث کیا کرے۔ اور نصوص آیات کا انکار کرے + پنجم یہ کہ جو حضرتؐ رسالتمآب اول مخلوق اور جملہ اشیاء سے قدیم تر ہے۔ اور علیؑ بھی اسی نور کا ٹکڑا ہیں۔ اور اس لئے وہ بھی سب سے اقدم وقدیم ہیں +

ابن عباس ابتدائے بعثت کے بعض حالات اس طرح بیان کرتے ہیں۔ اول اول حضرتؐ وحی رویا دیکھتے تھے۔ اور جو کچھ بذریعہ اس خواب کے وحی ہوتی۔ بالکل صحیح اور مثل سفیدی صبح نمایاں اور قطعی الیقین ہوتی تھی پس جب آپ نے خدیجہؑ سے عقد کر لیا۔ اور آپ کی عمر چالیس سال کی ہوگئی۔ تو ایک دن کوہ حرا کی طرف گئے۔ تو وہاں جبرئیلؑ نے آواز دی۔ اور جبرئیلؑ صورت ظاہری میں ظاہر نہ ہوئے حضرتؐ پر غشی طاری ہوگئی۔ قریش آپ کو اٹھا کر لے گئے۔ اور حضرت خدیجہؑ سے جا کر کہا۔ تو نے ایک مجنون سے شادی کی ہے؟ حضرت خدیجہؑ تخت سے اٹھ کر دوڑی۔ اور آپ کو سینے سے لگایا۔ اور پیشانی پر بوسے دئے۔ اور کہا۔ میں نے ایک نبی مرسل سے عقد کیا ہے۔ جب آپ کو افاقہ ہوا۔ تو آپ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی کیا حالت ہے اور کیا صدمہ پہنچا۔ فرمایا۔ مجھے سوائے خیر کے اور کچھ نہیں پہنچا میں نے ایک آواز سنی۔ جس سے مجھے ہیبت طاری ہوئی۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ وہ جبرئیل کی آواز تھی۔ پس حضرت خدیجہؑ خوش ہوگئیں۔ اور کہنے لگیں۔ کل پھر اسی جگہ جانا۔ جہاں کل گئے تھے۔ فرمایا۔ ہاں میں ایسا ہی کروں گا۔ پھر حضرتؐ تشریف لے گئے۔ حضرت جبرئیلؑ کو بہترین صورت اور پاکیزہ ترین خوشبو کے ساتھ دیکھا۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا۔ یا محمدؐ تمہارا پروردگار آپ پر سلام بھیجتا ہے۔ اور تحیہ و اکرام سے مخصوص فرماتا ہے۔ اور آپ کو کہتا ہے۔ کہ "تو میرا رسول ہے تمام جن و انس پر۔ پس ان کو میری عبادت کی دعوت دے۔ اور یہ کہ وہ کہیں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ" پھر جبرئیلؑ نے زمین پر پیر مارا۔ وہاں سے ایک چشمہ جاری ہوا۔ حضرتؐ نے اس سے پانی پیا۔ اور وضو کیا۔ اور جبرئیلؑ نے "اقرا" الخ پڑھایا۔ جبرئیلؑ آسمان پر چلے گئے۔ حضرتؐ گھر کی طرف چلے۔ جس پتھر و ڈھیلے

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

یا درخت کے پاس سے گزرتے تھے۔ اس سے آواز آتی تھی۔ "السّلام علیک یارسول اللہ"۔ حضرت خدیجہؓ کے پاس آئے۔ کہ وہ انتظار میں کھڑی ہوئی تھیں۔ واقعہ کی خبر دی۔ اور حضرت آپ کی صحت وسلامتی سے خوش ہوئیں ؏

علی بن ابراہیم رضی اللہ عنہ نے "علم بالقلم" کی تفسیر میں الفاظ ذیل بھی لکھے ہیں۔ "یعنی علم الانسان الکتابۃ التی بھا تتم امور الدنیا فی مشارق الارض ومغاربھا"۔ یعنی اس انسان خاص کو خدا نے وہ علم کتابت (لکھنا) عطا کیا جس سے تمام آفاق واقطار عالم کے امور انجام پاتے اور پورے ہوتے ہیں۔ علم کتابت کی وقعت وعظمت اس سے ظاہر ہے۔ کہ آفاق عالم کے امور کا تمام ہونا اسی پر موقوف ہے۔ کیونکر ممکن ہے۔ کہ خاتم النبیینؐ اور شہر علوم خدا کسی ایسے علم سے محروم رہے۔ جو مایحتاج عالم ہے۔ اور جس سے جاہل ہونا انتہائے نقص وعیب ہے ؏

روایت ابن عباس سے بھی چند مطالب خوب اخذ ہوتے ہیں۔ اوّل رویائے صادقہ حضرتؐ ہمیشہ دیکھا کرتے تھے۔ اور ہم یہ پہلے عرض کر چکے ہیں۔ کہ رویائے صادقہ ایک قسم وحی اور انحاء تعلیم الٰہی میں سے ہے۔ اور جزو نبوت ہے اور اس لئے ضرور قبل البعثت یہ جانتے تھے۔ کہ وہ نبی ہیں۔ دوم مبدء بعثت میں اوّل حضرتؐ نے ایک آواز سنی۔ جس کو حضرت خدیجہؓ کے استفسار پر ندائے سفیر الٰہی سے تعبیر کیا۔ اور اس کے سننے سے حضرتؐ پر ایک حالت غشی طاری ہوئی (اس غشی کی تفسیر بھی آگے آئیگی۔ کہ یہ کیا چیز ہے)۔ جس کو قریش نے آسیب خیال کیا تھا۔ سوم حضرت خدیجہؓ پہچانتی تھیں۔ کہ آپ رسول خدا ہیں۔ اور اسی وجہ سے قریش کے اعتراض پر فرمایا۔ میں نے مجنون اور آسیب زدہ سے عقد نہیں کیا۔ میں نے ایک نبی مرسل کو اپنا شوہر بنایا ہے۔ اور اس غشی کا مطلب بھی سمجھ گئی تھیں۔ کہ یہ ایک حالت وحی پیغمبری ہے۔ جس کو جاہل قریش اثر آسیب سمجھتے تھے۔ محل تعجب اور جائے افسوس ہے۔ کہ نبوت ورسالت پیغمبرؐ کو حضرت خدیجہؓ سمجھتی تھیں مگر جناب علامہ کنتدی صاحب کے نزدیک پیغمبرؐ کو خبر نہ تھی۔ کہ میں رسول ہونگا۔ چہارم اس روایت میں نہ جبرئیلؑ کے تین بار آنے اور سزا دینے۔ دبانے اور بھینچنے کا ذکر ہے۔ اور نہ حضرتؐ کے بخار چڑھنے اور جواب جبرئیلؑ سے عاجز ہونے اور ورقہ بن نوفل کے تعلیم دینے کا ذکر ہے۔ پنجم قبل دیکھنے صورت جبرئیلؑ آواز جبرئیلؑ کو بھی پہچان گئے تھے۔ اور بعد ازاں جب بصورت اصلی ظاہر ہوئے۔ اس وقت بھی پہچان لیا۔ ششم یہ کہ جبرئیلؑ نے اوّل بعد تحفہ درود وسلام خدائے انام یہ پیغام الٰہی

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

پہنچایا۔ کہ آپ رسول خدا ہیں۔ آپ لوگوں کو دعوت اسلام دیجئے۔ اور میری عبادت و پرستش کی طرف بلائیے۔ اوسی اظہار نبوت کا حکم تھا۔ نہ کہ تعلیم نبوت کا۔ یہ وقت اجراء احکام تھا نہ اصل تعلیم۔ اور یہی معنی بعثت ہیں۔ ہفتم اس روایت میں یہ بھی تصریح ہے۔ کہ جبرئیلؑ نے حضرتؐ کو کلمۂ شہادت بقول کنتوری صاحب تعلیم نہیں دیا۔ کہ کہو لاالٰہ الا اللہ۔ اور یہی تعریف ایمان ہے۔ بلکہ یہ کہا کہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ" لوگوں سے کہلواؤ۔ اور ان کو اس کی طرف دعوت دو۔ چنانچہ ابتدائے اظہار نبوت میں حضرتؐ نے ایسا ہی کیا۔ پہلے یہی فرمایا۔ قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا (یعنی تم لاالٰہ الا اللہ کہو۔ نجات پاؤ گے) +

ابتدائے ہتف ہاتف ۔جس آواز کو حضرتؐ نے صوت جبرئیلؑ سے تعبیر کیا ہے ممکن ہے۔ کہ اصول اقسام وحی کلامی اور تکلم الٰہی کی قسم دوم میں داخل ہو۔ کیونکہ بنص آیۂ تکلم الٰہی منحصر ہے تین قسموں میں۔ اول وحی بلاواسطہ۔ دوم من وراءِ حجاب۔ سوم ارسال رسول اور ان کے انحاء مختلفہ ہیں۔ پس میرے خیال میں رویائے صادقہ قسم اول میں داخل ہیں۔ کیونکہ وحی بلاواسطہ میں شمار ہو سکتے ہیں۔ اور یہ صدائے غیب یا ہتف ہاتف غیبی جو آپ نے کوہ حرا پر سنی۔ وہ تکلم الٰہی قسم دوم ہو۔ جس میں آواز سنائی دیتی ہے۔ اور متکلم دکھائی نہیں دیتا۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ یہ فرشتے ہی کی آواز ہو۔ کلام الٰہی نہ ہو۔ کیونکہ فرشتے کا آنا اور کلام کرنا بھی کئی قسم پر ہے۔ اور جبرئیلؑ کا بصورت ظاہری آنا اور حضرتؐ کا اس کو دیکھنا اور اس کا حضرتؐ کو مبعوث برسالت ہونے کی بشارت دینا قسم سوم یعنی ارسال رسول (واللہ عالم بالصواب) +

ان امورات کی بنا پر جناب علامہ کنتوری صاحب والی روایت خلاف واقع اور خلاف مقتضائے نبوت خصوصاً شان ختم نبوت اور موافق روایات عامہ ہے۔ بلکہ میرا خیال ہے۔ کہ عامہ ہی سے جناب کنتوری صاحب نے نقل کی ہے۔ لیکن جہاں انہوں نے یہ روایت نقل کی ہے۔ اور بھی تو کئی ہیں۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے الخصائص الکبریٰ میں نقل کیا ہے۔ یہاں ہم صرف دو روایتیں نقل کرتے ہیں۔ اوّل۔ کان رسول اللہ یخرج الی حراء فی کل عام شہرا من السنۃ یتنسک فیہ حتی اذا کان الشہر الذی اراد اللہ بہ ما اراد من السنۃ التی بعث فیہا وفی ذلک الشہر رمضان وخرج رسول اللہ کما کان یخرج حتی اذا کانت اللیلۃ التی اکرمہ اللہ فیہا برسالتہ ورحم العباد بہا جاءہ جبرئیل بامر اللہ قال جاءنی وانا نائم فقال اقرء قلت وما اقرء فغطنی حتی ظننت

ابتدائے بعثت بطریق دیگر

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

انہ الموت ثم کشف عنی فقال اقرء قلت وما اقرء فعاد لی مثل ذالک ثم قال اقرء قلت وما اقرء قال اقرء باسم ربک الذی خلق الی قولہ ما لم یعلم ثم انصرف عنی وھببت من نومی وکانما صور فی قلبی کتاب ولم یکن فی خلق اللہ ابغض الی من شاعر او مجنون فکنت لا اطیق انظر الیھما الخ ترجمہ۔ رسول خدا ہر سال ایک مہینے کے واسطے کوہ حرا پر جایا کرتے تھے۔ اور وہاں عبادات و مناسک بجالاتے تھے۔ یہاں تک کہ جب وہ مہینہ آیا۔ جس میں خدا نے حضرتؐ کو مبعوث برسالت کرنے کا ارادہ کیا۔ اور وہ ماہ رمضان تھا حضرتؐ اسی عادت کے موافق حرا کی طرف گئے۔ پس جب شب بعثت آئی جبرئیلؑ بامر خدا نازل ہوئے۔ حضرتؐ فرماتے ہیں کہ جبرئیلؑ اس وقت میرے پاس آئے جبکہ میں سوتا تھا۔ پس انہوں نے مجھے کہا۔ پڑھو۔ میں نے کہا۔ کیا پڑھوں۔ پس مجھے (وہ بار بار زور سے بھینچا۔ علامہ کنتوری کے لفظوں میں۔ ورنہ "غط" کے معنی یہ نہیں ہیں۔ آئندہ مذکور ہونگے) یہاں تک۔ کہ میں نے گمان کیا۔ کہ یہ موت ہے۔ پھر یہ حالت مجھ سے کھل گئی۔ اور جبرئیلؑ نے پھر کہا۔ پڑھو۔ میں نے کہا۔ کیا پڑھوں۔ پھر جبرئیلؑ نے ویسا ہی کیا۔ پھر کہا پڑھو۔ میں نے کہا۔ کیا پڑھوں۔ کہا پڑھو۔ "اقرء باسم ربک الذی خلق۔ خلق الانسان من علق اقرء و ربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم۔" پھر جبرئیلؑ چلے گئے۔ اور میں خواب سے بیدار ہوگیا۔ پس میری یہ حالت تھی۔ کہ میرے قلب میں گویا کتاب مصور و متشکل ہوگئی ہے۔ اور اس وقت مخلوقات میں شاعر و مجنون سے زیادہ میرے نزدیک کوئی چیز دشمن و مبغوض نہ تھی۔ پس میں ان کی طرف دیکھ نہ سکتا تھا۔" یہ روایت بعض امور میں جناب کنتوری صاحب کی بیان کردہ روایت کے مطابق ہے۔ اس میں غط کا بیان ہے جس کو بھینچنا کہا گیا ہے۔ جبرئیلؑ کے تین مرتبہ اقرء کہنے کا اور آپ کے "ما اقرء" فرمانے کا بھی ذکر ہے۔ مگر "میں نہیں پڑھ سکتا" یا "میں کیسے پڑھوں" مذکور نہیں ہے۔ اور اس میں ورقہ بن نوفل کی تعلیم اور اس کا ذکر بھی نہیں ہے۔ نیز یہ روایت ظاہر کرتی ہے۔ کہ حالت خواب میں یہ سب کچھ ہوا نہ کہ بیداری میں۔ اور بیداری میں جبرئیلؑ کا معائنہ تھا۔ اور یہ ایک خاص حالت تھی۔ جو عالم خواب میں حضرتؐ پر طاری ہوئی۔ اور روایت کنتوری صاحب میں جبرئیلؑ کا بصورت ظاہری آنا مرقوم ہے۔ اور بیداری میں حضرتؐ کا معائنہ کرنا۔ اور اس روایت سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ پیغمبرؐ قبل بعثت ہر سال کوہ حرا پر جاکر ایک ماہ عبادت و مناسک میں بسر کیا کرتے تھے۔ اور یہ صریح دلیل ہے حضرتؐ کے قبل بعثت عابد و عارف ہونے کی۔ جس کا ہم آئندہ ذکر کرینگے۔ مگر کنتوری صاحب فرماتے ہیں۔ کہ قبل بعثت آنکو معارف دین اللہ کا نہ ایمان خبر جبرئیلؑ نے

سکھایا۔ فافہم +

دوسری روایت عن ابن شہاب ۔ وہ کہتا ہے۔ ہمیں خبر دیگئی ہے۔ کہ اول وہ چیز جو خدا نے پیغمبرؐ کو دکھائی۔ وہ خواب تھا۔ پس آپ پر گراں گزرا۔ حضرتؐ نے خدیجہؑ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے عرض کیا۔ خوش ہو جئے۔ کیونکہ اللہ نہیں کریگا تمہارے ساتھ مگر خیر ہی۔ پھر وہ ان کے پاس سے باہر تشریف لے گئے۔ واپس آکر خبر دی۔ کہ انھوں نے دیکھا کہ ان کا شکم چاک کیا گیا اور اس کو دھویا گیا اور پاک کیا گیا۔ اور پھر جیسا تھا۔ ویسا ہی کیا گیا۔ حضرت خدیجہؑ نے عرض کیا خدا کی قسم یہ خیر ہے۔ پس تم خوش ہو۔ پھر جبکہ آپ پہاڑی پر تھے۔ حضرت جبرئیلؑ ظاہر بظاہر دکھائی دئے۔ اور آنحضرتؐ کو نہایت اعلےٰ اور نفیس جگہ پر بٹھایا۔ اور حضرتؐ فرماتے ہیں کہ مجھے یاقوت اور موتیوں کی مسند پر بٹھایا۔ اور حضرتؐ کو مبعوث برسالت ہونے کی بشارت دی۔ یہاں تک کہ آپؐ مطمئن ہوئے۔ پھر کہا جبرئیلؑ نے پڑھ۔ آپ نے کہا کیسے پڑھوں۔ کہا پڑھو اقرء باسم ربك الذی خلق الی مالم یعلم۔ پس رسولؐ نے پروردگار کی رسالت کو قبول کیا۔ اور گھر واپس آئے جس پتھر یا درخت کے پاس سے گذرتے تھے۔ السلام علیك یارسول اللہ کی آواز آتی تھی۔ پس آپ خوشی خوشی گھر تشریف لائے۔ اور یقین کئے ہوئے تھے۔ کہ آپؐ نے بڑا امر عظیم پایا۔ (الخصائص الکبریٰ) بعینہٖ اور معیار نے اور بخاریؒ مضنے کا اس روایت میں بھی کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ اور سورۃ کی تعلیم اور آنحضرتؐ کی جہالت اور بلادت کا بھی ذکر نہیں ہے۔ اور جس طرح روایت سابقہ میں حالت خواب میں جبرئیلؑ کے دبانے (غط) کا ذکر ہے۔ اور وہ ایک کیفیت باطنی اور حالت خاص ہے۔ اور اس کو ظاہری جسمانیت سے تعلق نہیں۔ اسی طرح اس روایت میں جو شق بطنؐ اور تغسیل و تطہیر کا ذکر ہے۔ بشرط صحت روایت یہ بھی ایک کیفیت باطنی اور خاص حالت کی طرف اشارہ ہے۔ نہ یہ کہ بصورت ظاہری جسمانی بطرق مروج و مرسوم آپ کا پیٹ چاک کیا گیا۔ اور دل دھویا گیا۔ یہ شق شق باطنی اور یہ تطہیر تطہیر باطنی ہے۔ اور ایک مفہوم خاص کی طرف اشارہ ہے۔ اور ہمارے خیال میں اس سے مطلب یہی ہے۔ جس کا اس آیت میں ذکر ہے "الم نشرح لك صدرك" (کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا) اور یہ اعطاء علم خاص یعنی لدنی ہے۔ کیونکہ علم حقیقی کی یہی صفت ہے۔ یتنور بہ القلب وینشرح لہ الصدر وتطمئن بہ النفس۔ واللہ عالم بحقیقۃ الحال۔ یہ جملہ معترضہ تھا۔ اصل مقصود ہمارا یہی ہے۔ کہ وہ مضامین خاصہ اور غوامض علوم و اسرار

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

جو جناب علامہ کنتوری صاحب نے تحریر فرمائے ہیں۔ اور وہ مہمل اور لغو روایت جو آپ نے نقل کی ہے۔ یہ روایات بھی اس کی تکذیب کرتی ہیں۔ اور وہ ہرگز قابل اعتبار و اعتماد نہیں۔ توہین پیغمبر و سفاہت جبرئیلؑ پر دال ہے۔ شائد جناب علامہ عمداً توہین پیغمبرؐ کی غرض سے اور حضرتؐ کو جاہل اور ایمان سے خالی ثابت کرنے کے واسطے مہمل ترین روایات جس پر کوئی مسلمان اعتماد نہ کر سکے۔ تلاش کر کے لائے ہیں۔ کہ کسی صورت سے نقص و عیب پیغمبر ثابت ہو۔ اور آپ سچے رہیں۔ ورنہ کیا یہ روایات آپ کی نظر سے نہ گذری تھیں؟ اور اگر واقعی ایسا ہی ہے۔ کہ ان احادیث و روایات و ماثورات و منقولات پر آپ کو اطلاع نہیں۔ تو پھر معارف دین میں دخل دینا اور محض ظن و قیاس کی بنا پر جہالت پیغمبر کا فتوے دینا کیونکر جائز ہوا۔ بلا علم امور شریعت میں دخل دینا خلاف تدین اور منہی عنہ ہے ٭

لفظ غط کی تفسیر اور زور سے بھینچنے کی حقیقت

الخصائص الکبریٰ میں ہے: "ذکر بعضهم ان الغط الذی وقع للنبی فی ابتداء الوحی من خصائصه اذ لم ینقل عن احد من الانبیاء انه جری له فی ابتداء الوحی مثل ذالک والحکمة فیه شغله عن الالتفات لشئ آخر واظهار الشدة والجد فی الامر تنبیها علی ثقل القول الذی سیلقی الیه" یعنی بعض علماء نے ذکر کیا ہے۔ کہ وہ "غط" جو نبیؐ کو ابتدائے وحی میں واقع ہوا۔ وہ حضرتؐ کی خصائص میں سے ہے۔ کیونکہ اور کسی نبی کی بابت نقل نہیں ہوا۔ کہ اس کو مبدء وحی میں یہ حالت واقع ہوئی تھی۔ اور حکمت اس میں یہ تھی۔ کہ حضرتؐ ہر ایک شے سے غافل و مشغول ہو کر تلقی وحی کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اور نیز اظہار شدت کہ جو آپ کو القاء کیا جائیگا۔ نہایت گراں امر ہے۔ جس کا اٹھانا آسان کام نہیں۔ پس یہ حالت آپ کے خصائص خاصہ اور مناقب مخصوصہ میں سے ہے۔ اور ایک ایسی فضیلت ہے۔ جو اور کسی پیغمبر میں نہیں پائی گئی۔ مگر جناب علامہ کنتوری صاحب نے اس کو حضرتؐ کی ذلت اور عیب بنا دیا ہے ٭

علامہ عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون اپنے مقدمات تاریخ کے چھٹے مقدمہ میں غط کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ "وعلامة هذا الصنف من البشر ان توجد لهم فی حال الوحی غیبة عن الحاضرین معهم مع غطیط کانها غشی او اغماء فی رأی العین ولیست منهما فی شئ وانما هی فی الحقیقة استغراق فی لقاء الملک الروحانی بادراکهم المناسب لهم الخارج عن مدارک البشر بالکلیة ثم یتنزل الی المدارک البشریة اما بسماع دوی من الکلام فیتفهمه او یتمثل له صورة شخص یخاطبه بما جاء به من عند الله ثم تنجلی عنه تلک

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

الحال وقت وحی ما القی الیہ" یعنی علامت اس صنف کی یہ ہے۔ کہ حالت وحی میں غیبت از حاضرین مع غطیط طاری ہوتی ہے۔ اور دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا غشی یا بیہوشی ہے۔ اور حالانکہ وہاں دونوں میں سے کچھ بھی نہیں۔ بلکہ فی الحقیقت استغراق فی لقاء الملک ہے۔ بہ سبب ادراک کرنے اس مناسبت کے جو بالکلیہ مدارک بشریہ سے خارج ہے۔ پھر اس حالت کا تنزل مدارک بشریہ کی طرف ہوتا ہے۔ پس یا تو وہ ہمہمہ کلام کو سنتا ہے۔ یا اس کے سامنے صورت ملکی متمثل ہو جاتی ہے۔ اور وہ ملک کلام الٰہی پہنچاتا ہے۔ اور اس سے مخاطبہ کرتا ہے۔ پھر یہ حالت کھل جاتی ہے۔ درآنحالیکہ نبی نے ضبط کر لیا ہوتا ہے۔ جو کچھ کہ اس کو القاء کیا گیا"۔ دوسرے مقام پر اس غیبت اور غطیط کی تشریح میں لکھتے ہیں۔ وسبب ذالک ان الوحی کما قررنا مفارقۃ البشریۃ الی المدارک الملکیۃ وتلقی کلام النفس فیحدث عنہ شدۃ من مفارقۃ الذات ذاتہا وانسلاخہا عنہا من افقہا الی ذالک الافق الآخر وہذا ہو معنی الغط الذی عبر بہ فی مبدء الوحی فی قولہ فغطنی حتی بلغ منی الجہد ثم ارسلنی فقال اقرء فقلت ما انا بقاری وکذا ثانیۃ وثالثۃ کما فی الحدیث۔ اس بیان سے بھی ہمارے دعوے کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔ کہ روایت جناب علامہ روایات عامہ سے ہے۔ لیکن آپ نے جو غط وغطیط کی تفسیر دبانے اور زور سے بھینچنے سے کی ہے۔ وہ صرف طبع زاد تفسیر ہے۔ ورنہ کسی عالم نے غطط کی یہ تفسیر نہیں کی۔ جو تم من گھڑت پر مبنی ہے۔ اور غط در اصل اغراق فی الوحی و استغراق فی لقاء الملک و اتصال و توجہ خاص بمبدء وحی ہے۔ اور یہ ایک خاص کمال اور خصوصیت ہے پیغمبر کی۔ اگرچہ یہ کہنا نہیں ہے کہ ابن خلدون نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ سب صحیح ہے۔ اور نہ اس سے یہاں بحث ہے۔ لیکن اس سے ایک امر یہ بھی معلوم ہوگا۔ کہ ابن عباس کی روایت میں جو اول ہتف ہاتف کا ذکر ہے۔ اس سے مراد یہی ایک حالت وحی یعنی سماع دوی من الکلام یا تکلم خدا من وراء حجاب ہو۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا +

اس بیان سے ظاہر ہے۔ کہ غط کے معنی دبانا زور سے بھینچنا نہیں ہیں۔ بلکہ حالت وحی اور وقت تلقی الہام حضرت بوجہ کمال روحانیت و تقرب و اتصال بمبدء فیاض ماسوائے اللہ سے لامشغول ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ اور ایک حالت غشی یا بیہوشی جیسی طاری ہو جاتی تھی۔ اور اس حالت قرب و اتصال میں مشاہدہ و ملاحظہ جبروت و جلال واجب الوجود ذو الجلال والاکرام سے قلب مطہر نبوی پر ہیبت و عظمت طاری ہوتی تھی۔ اور اس سے آپ پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے جس کو غط و غطیط سے

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

بغرض افہام وتفہیم تعبیر کیا ہے۔ سو در اصل یہ ایک ایسی حالت وکیفیت ہے جس کو وہی شخص محسوس کر سکتا ہے جس کے قلب پر طاری ہو۔ بیان میں نہیں آسکتی۔ جیسا کہ علامہ ابن خلدون کے الفاظ سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے۔ ہاں وہ عارفین جن کو کبھی کبھی بحالت عبادت وذکر خداوند ذوالجلال خوف وہیبت وعظمت فی الجملہ طاری ہوتی ہے۔ فی الجملہ اس کا ادراک کر سکتے ہیں۔ قشریین اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ اسی حالت غشی وبیہوشی کو دیکھ کر اور پھر اس حالت سے افاقہ میں آکر اور بعض وقت اسی حالت میں فصیح وبلیغ ترین کلام حضرتؐ کی زبان مبارک سے سننے سے مشرکین مکہ مجنون کہتے تھے۔ اور در اصل یہ ایسی فضیلت ہے جو کسی پیغمبر کو نصیب نہیں ہوئی۔ اور کمال معرفت اور کمال روحانیت اور منتہائے قرب کی دلیل ہے۔ کیونکہ جس قدر جس کی معرفت بڑھی ہوئی ہوگی۔ اسی قدر اس کے قلب پر خدا کی ہیبت وعظمت وجبروت کا زیادہ اثر ہوگا۔ اور اس حالت خاص میں ماسوے اللہ سے غافل ہوگا اور خدا سے ملا ہوا۔ اور یہی وہ حالت ہے جس کو اس طرح بیان کیا گیا ہے "لنا مع اللہ حالات فی حالۃ ھو نحن وفی حالۃ نحن ھو ومع ذالک نحن نحن وھو ھو" ہمارے خدا کے ساتھ مختلف حالات ہیں۔ ایک حالت میں وہ ہم ہے۔ اور ایک حالت میں ہم وہ۔ اور باوجود اس کے ہم ہم ہی ہیں وہ وہ ہی ہے۔ کہاں وہ واجب الوجود قدیم ازلی ابدی اور کہاں ہم ممکن حادث فانی۔ کہاں خالق اور کہاں مخلوق۔ کجا عبد کجا معبود اور کجا رب کجا مربوب۔ پس یہ وہ حالت ہے جس میں خدا سے مل جاتے ہیں۔ نہ معلوم جناب علامہ کنتوری صاحب نے "غط" کے معنی زور سے کھینچنا کہاں سے گھڑ دئے جس سے فضیلت پیغمبر بذلیلت اور تعریف وتوصیف توہین بن گئی۔ یہ ہیں وہ مخصوص علوم واسرار جن کو وہی سمجھتے ہیں۔ ہم کہاں سمجھ سکتے ہیں۔ اور خدا ہمیں ایسے عوامض نہ سمجھائے +

طرفہ استدلال یہ کہ "علمہ شدید القویٰ" (سکھایا اسکو شدید قوتوں والے نے) سے زور سے کھینچنے کا ثبوت بھی قرآن ہی سے دیدیا ہے۔ یعنی شدید قوتوں والے فرشتے جبرئیلؑ نے مار مار کر دبا دبا کر اور کھینچ کھینچ کر پیغمبرؐ کو روز بعثت پڑھایا (نعوذ باللہ من ذالک) مبصرین سمجھ سکتے ہیں کہ قطع نظر اس کے کہ اس آیت کو دبانے کھینچنے سے کوئی تعلق نہیں۔ اور اگر مراد شدید القویٰ سے جبرئیلؑ ہی ہوں۔ تب بھی یہ ضروری نہیں۔ کہ اس نے حضرتؐ کو کھینچ کھینچ کر ہی پڑھایا ہو۔ اگر روح اعظم نبوی کی حقیقت پہ غور کیا جائے۔ تو یہ امر یقیناً محال معلوم ہوگا۔ کہ جبرئیلؑ جیسا فرشتہ جو بمقابلہ روح اعظم اقدس نبوی ادنے مخلوق ہے۔ اور اس کے خادموں میں داخل۔ وہ آپ کو کھینچے دبائے

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

یا حضرتؐ کا معلم بن سکے۔ جبرئیلؑ خود خوشہ چین ریاض محمدی ہے۔ پس حقیقت میں شدید القوٰی کے معنی جبرئیلؑ نہیں ہیں۔ خالق قوٰی وحواس سے زیادہ شدید القوٰی کون ہو سکتا ہے۔ اور پیغمبر خاتم النبیینؐ کے مقابلہ میں۔ جو اوّل مخلوق اور اوّل مصنوع ہے۔ اور جس کی قوت فوق جمیع مخلوقات موجودات ہے۔ علی الاطلاق اگر کسی کو شدید القوٰی کہا جا سکتا ہے۔ تو وہ خلاق عالم واجب قدیر بالذات ہے۔ چنانچہ دعائے ندبہ میں بالتصریح موجود ہے۔ "وَلَہٗ سَیِّدُکَ یَا شَدِیْدَ الْقُوٰی"۔ اور تفسیر قمیؒ میں شدید القوٰی خدا کو کہا گیا ہے۔ یعنی سکھایا اُسکو خدا نے۔ نہ کہ سکھایا اُسکو جبرئیلؑ نے بھیج بھیج کر۔ لہٰذا آپکے نظریہ کی رو سے بھی باطل اور اس کا ثبوت بھی باطل — علّمہ شدید القوٰی کے یہی معنی ہیں۔ کہ خدا نے اپنے پیغمبرؐ کو پڑھایا۔ نہ جبرئیلؑ استاد ہے۔ اسنہ منقہ۔ آپ کی کوشش بیکار ہی گئی۔ اور "وجدک ضالاً فھدیٰ" کی تفسیر میں جو فرمایا ہے۔ کہ چونکہ تمکو حیرت تھی۔ کہ میں اُمّی ہوکر کیونکر پڑھ سکونگا۔ لہٰذا خدا نے اس تعلیم سے ہدایت کی۔ کہ دیکھو ہماری قدرت کہ محض اُمّی کو آنِ واحد میں سب عالموں سے بڑھ کر عالم بنا دیتے ہیں۔ منقولٹ فلا تنسیٰ۔ ہم عنقریب تمکو ایسا پڑھا دینگے۔ کہ پھر کبھی نہ بھولوگے۔ افترائے محض۔ کذب خالص اور بہتان صریح ہے ذات پیغمبرؐ پر۔ کہ وہ معاذاللہ خدا کو قادر مطلق نہ جانتے تھے۔ اور اس وجہ سے ان کو حیرت تھی۔ کہ وہ اُمّی ہوکر کیونکر پڑھ جائینگے۔ اور خدا نے ان کے اس شک کو رفع کیا۔ کہ دیکھو ہماری قدرت۔ کہ آنِ واحد میں اُمّی کو کس طرح پڑھا دیتے ہیں۔ گویا اس سے بھی آپنے معاذاللہ پیغمبرؐ کو معرفت خدا میں حیران قدرت خدا میں مشکک اور خالی از ایقان و اذعان ثابت فرمانا چاہا ہے۔ ہم اس کی بابت یہاں اور کچھ عرض کرنا نہیں چاہتے۔ الّا یہ کہ اگر یہ صحیح ہے۔ کہ معاذاللہ پیغمبر خاتم النبیین نبی مطلق جو وقتِ خلقت اولیٰ سے پیغمبر برحق ہے۔ اور اسی وقت سے صفت پیغمبری سے متصف۔ وہ اس امر میں متحیر و متردد تھا۔ کہ خدا انہیں کس طرح سے پڑھا دیگا۔ تو اس کا ثبوت کسی حدیث سے دیا جائے۔ ورنہ باطن پیغمبر کا حال جناب علامہ کنتوری کو کس ذریعہ سے معلوم ہو گیا۔ کہ پیغمبرؐ کے دل میں یہ خیال تھا۔ جو ایمان پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایسا شنیع حملہ کیا۔ افسوس ہے ایسے ایمان پر اور حیف ہے ایسی تحقیق اور معرفت دوران غواص علوم و اسرار پر۔ خدا ہر مسلمان کو ایسے اعتقادات سے محفوظ رکھے۔ بحق محمدؐ وآلہ الامجاد +

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

فصل

تحقیقات ایمان پیغمبرؐ

تحقیق ایمان پیغمبرؐ اور آیۂ ماکنت تدری ۔ الخ

اس مضمون میں سب سے زیادہ مایۂ ناز اور باعث فخر ایمان پیغمبرؐ کی تحقیق اور آیۂ مذکورہ کی تفسیر ہے۔ آیت کا لفظی ترجمہ یہ ہے "اے پیغمبر تو نہیں جانتا تھا۔ کہ کیا ہے کتاب اور کیا ہے ایمان"۔ اس آیت میں جو نفی کتاب و ایمان مذکور ہے۔ اس کا وقت جناب علامہ کنتوری اور ان کے ہم خیالوں میں زمان بعثت ہے۔ جبکہ پیغمبرؐ کی عمر چالیس کی ہو گئی تھی۔ لہٰذا اس بنا پر آیت کا ترجمہ یہ ہُوا "اے پیغمبر تو وقت بعثت چالیس سال کی عمر تک نہ جانتا تھا۔ کہ کتاب کیا ہے۔ اور ایمان کیا ہے"۔ اور یہ صریح انکار ہے ایمان پیغمبرؐ سے۔ کہ تا عمر چہل سالگی حضرتؐ (معاذ اللہ) بے ایمان تھے۔ اس صریح اعتراض و ایراد سے گریز کر کے جناب علامہ یہ عذر رکیک پیش فرماتے ہیں۔ کہ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ حضرتؐ ایمان نہ رکھتے تھے۔ بلکہ تعریف ایمان نہ جانتے تھے۔ کہ کس کو ایمان کہتے ہیں۔ پس جبرئیلؑ نے بتلا دیا۔ کہ لا الہ الا اللہ کہنے ہی کو ایمان کہتے ہیں۔ یعنی اقرار توحید اور نفی شرک ہی کا نام ایمان ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں "اے پیغمبرؐ تمکو نہیں معلوم تھا۔ کہ قرآن کیا چیز ہے اور ایمان ہم کس اقرار کو کہتے ہیں۔ چونکہ حضرت جبرئیلؑ نے کہا۔ پڑھو لا الہ الا اللہ۔ اس سے مراد یہی ہے۔ کہ ایمان محض اقرار توحید خدا اور نفی شریک الٰہی کا نام ہے جس کا اقرار ہمارے نبی کو لڑکپن سے تھا۔ آج کی تعلیم سے فقط یہ معلوم ہُوا۔ کہ ایمان خدا کے نزدیک بھی بس یہی ہے۔ کوئی دشمن اسلام یہ نہ سمجھے۔ کہ معاذ اللہ حضرتؐ آج سے ایمان لائے۔ بلکہ جس طرح اور معارف دینیہ اصول او فروع منقولات شرعیہ کو خدا نے آپ کو بذریعہ تعلیم بتلایا۔ یہ بھی بتلا دیا۔ کہ ایمان کیا چیز ہے۔ کہنا زبان سے لا الہ الا اللہ" اس میں آپ نے اگرچہ یہ اشک شوئی کی ہے۔ کہ حضرتؐ ایمان رکھتے تھے۔ مگر تعریف ایمان سے جاہل تھے۔ کہ ایمان کس کو کہتے ہیں۔ لیکن اس عذر میں بھی وہ بات موجود ہے۔ جس سے فرار کیا ہے۔ کیونکہ تعریف ایمان اقرار توحید اور نفی شریک باری ہے۔ یا کہنا زبان سے لا الہ الا اللہ۔ لیکن حضرتؐ

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

یہ نہیں جانتے تھے۔ کہ اقرار توحید و نفی شریک ہی ایمان ہے۔ اور اس لئے ممکن ہے۔ کہ حضرتؐ
قائل توحید ہوں۔ اور قائل نفی شریک نہ ہوں۔ یا بالعکس۔ خدا کے بھی قائل ہوں اور اُس کے ساتھ
اور خداؤں کے بھی۔ اور اسی کو وہ ایمان سمجھتے ہوں۔ کیونکہ وہ حدود سے تو واقف تھے ہی نہیں۔
اور ممکن ہے۔ کہ شرک ذاتی کے قائل نہ ہوں۔ مگر شرک صفاتی یا شرک افعالی اور شرک
عبادتی کے قائل ہوں۔ اس لئے لفظوں میں ایمان کی پیغمبر سے نفی نہ کرنا اور یہ کہنا کہ وہ تعریف
ایمان نہ جانتے تھے در اصل نفی ایمان ہی ہے۔ اور شان پیغمبری کے بالکل خلاف۔ کیا کسی ایسے
شخص کو جو حدود اسلام و ایمان سے واقف نہ ہو۔ اور نہ جانتا ہو۔ کہ ایمان کس کو کہتے ہیں۔ اور
اسلام کیا چیز ہے سچا مسلم یا مومن کہ سکتے ہیں؟ کیونکہ اس کی حدود سے آگاہ نہیں۔ اور اسکی تعریف
نہیں جانتا۔ کہ اسلام و ایمان کیا ہے ممکن ہے۔ کہ وہ ایسے امور کا قائل ہو۔ جو خلاف عقائد مسلمہ
اسلامیہ ہوں۔ یا ایسے افعال کا مرتکب ہو۔ جو خلاف احکام اسلام ہوں۔ دوسرے طور پر ہم بطور تردید
یوں کہ سکتے ہیں۔ کہ آیا قبل بعثت پیغمبرؐ خود کو مومن جانتے تھے یا نہیں۔ اگر مومن جانتے تھے۔ تو ضرور
ایمان کی حدود و تعریف سے واقف تھے۔ کیونکہ کوئی شخص اس وقت اپنے کو مومن کہ سکتا ہے۔ کہ
جب اُس کی حد و تعریف سے واقف ہو۔ اور وہ حد و تعریف اپنے اندر پاتا ہو۔ اور جب حد و تعریف
سے واقف ہی نہ ہوگا۔ تو کس طرح اپنے کو مومن کہ سکتا ہے۔ اور اگر خود حضرتؐ اس وقت اپنے کو
مومن نہ جانتے تھے۔ تو کیسے معلوم ہوا۔ کہ وہ قبل بعثت ایمان رکھتے تھے۔ کیا کفار و مشرکین ان کو
صاحب ایمان و اسلام جانتے تھے؟ نیز یہ دریافت کیا جا سکتا ہے۔ کہ قبل بعثت جو حضرتؐ ایمان
رکھتے تھے تو وہ ایمان بتعلیم الٰہی تھا یا بذریعہ غیر۔ پیغمبر خاتم النبیین کسی دوسرے کے ہاتھ پر ایمان لائے
تھے۔ اگر خدا نے صغرسنی میں ایمان تعلیم کیا تھا۔ اور بتلایا تھا۔ تو یہ فرمانا غلط کہ روز بعثت ایمان سکھایا۔
اور تعلیم اس روز سے شروع ہوئی۔ بلکہ تسلیم کرنا چاہئے۔ کہ حضرتؐ کو قبل بعثت بھی وحی و الہام ہوتا
تھا جس کے آپ منکر ہیں۔ اور جب حضرتؐ کو قبل بعثت تعلیم ہوئی تھی۔ اور وحی آتی تھی۔ اور ایمان عطا ہوا تھا
تو تعریف ایمان و حدود ایمان کیمل تعلیم نہ ہوئے تھے۔ اگر باوجود تعلیم ایمان تعریف اور حد ایمان تعلیم نہ ہوئی
تھی۔ تو یہ نقص عظیم تھا۔ کیونکہ ممکن ہے۔ کہ ایمان کے ساتھ غیر ما بہ الایمان پر معتقد ہو جائے۔ اور حدود ایمان
سے تجاوز کر جائے۔ اور اگر کسی دوسرے کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے۔ تو نبوت حضرتؐ باطل کیونکہ
وہ نبی نہیں ہو سکتا۔ جو کسی دوسرے کے ہاتھ پر مسلمان ہو۔ اور ایمان لائے۔ غرض جس صورت
سے بھی دیکھا جائے۔ جناب علامہ کی یہ تحریر آنحضرتؐ سے نفی ایمان کو ثابت کرتی ہے۔ اور آخری

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

عبارت "جس طرح آپ کو دیگر معارف دینیہ اصول و منقولات شرعیہ تعلیم دیئے۔ اسی طرح تعریف ایمان بھی تعلیم دی" بالصراحت دال ہے۔ کہ معاذاللہ حضرتؐ قبل بعثت ایمان نہ رکھتے تھے۔ کیونکہ اصول یقیناً اعتقادات اولیہ توحید و نبوت و معاد ہیں۔ اور یہ اصول حضرتؐ کو بعمر چہل سالگی آپ کے نزدیک تعلیم ہوئے۔ تو قبل اس عمر کے ان اصول سے جاہل اور ناواقف اور لامحالہ تو ضرور ایمان سے خالی قرار پائے۔ اور آپ نے ہر طرح سے پیغمبرؐ کو قبل بعثت جاہل و ناواقف اور بے ایمان ظاہر کر دیا۔ اہل انصاف ایمان و انصاف سے فرمائیں۔ کہ اگر کوئی مومن متدین ان عقائد باطلہ کو رد کرے۔ تو وہ کیونکر مستحق لعن و طعن و تفسیق و تفسیح و ذم ہو سکتا ہے۔ ایک عالم پر اعتراض کرنے والا زیادہ مجرم ہو سکتا ہے یا ایک پیغمبرؐ برحق خاتم النبیینؐ کو العیاذ باللہ بے ایمان اور ایمان سے ناواقف اور بے خبر اصول دین سے جاہل لکھنے والا۔ "فاعتبروا یا اولی الابصار"۔

اِس مسئلہ کے متعلق حجج اسلام عراق کے فتاوے

مناسب ہے۔ کہ جناب علامہ کے اس اعتقاد کے متعلق علماء عراق کی تصدیق بھی مومنین کے سامنے پیش کر دی جائے۔ کیونکہ جناب موصوف علماء کی تصدیق کے بہت ہی دلدادہ ہیں۔ حضرت مستطاب حجۃ الاسلام والمسلمین آقائی الحاج شیخ عبداللہ مجتہد مازندرانی قدس سرہ۔

صورت مسئلہ - چہ میفرمائید در حق کسے کہ منسوب باہل علم باشد و بگوید اعتقاداً کہ حضرت ختمی مرتبت تا بعثت نمیدانست کہ ایمان کدام اقرار را خدا فرمودہ تا بعثت ہم جاہل محض بود۔ بینوا و توجروا فقد ضاقت الارض علینا والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جواب - باسمہ العالی۔ ایں شخص ہماں صورت اہل علم و منتسب باہل علم است نہ حقیقۃً از اہل علم است ہمیں قدر دیدہ در بعض آیات مثل قولہ تعالیٰ ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلناہ نوراً الخ امثال اینگونہ کلمات بسبیل اطلاق و یا اہمال از و صادر شدہ۔ کہ موجب تشویش اذہان گشتہ۔ اما احکام شرعیہ کہ از مستقلات عقلیہ است مثل حرمت ظلم و وجوب رد ودیعہ و حسن احسان وغیرہ فذالک حضرت ختمی مرتبت کہ عقل کل بود چگونہ میشود جاہل بآں باشند و اما احکام شرعیہ تعبدیہ البتہ علم حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وعلیہم علم ذاتی نیست مثل خداوند عالم جل شانہ بلکہ عالمند بتعلیم خداوند عالم جل شانہ و خلاف است کہ آیا حضرت قبل از بعثت متشرع بشریعت خود بود بوحی و الہام ولکن مامور بتبلیغ نبود یا متشرع بشرائع سلف بود و اقوائے اول است پس قبل از بعثت نیز آں حضرت بتعلیم خداوند عالم جل شانہ عالم باحکام

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

شرعیہ تعبدیہ غیر مستقلہ عقلیہ بود پس منافات باآیہ شریفہ ندارد- واللہ المسدد وھو العالم +

حررہ الاحقر عبداللہ المازندرانی (محل مہر شریف)

ترجمہ: مسئلہ- اس شخص کے حق میں کیا فرماتے ہیں- جو آپ کو عالم کہتا ہے- اور اعتقاد کہتا ہے- کہ حضرت ختمی مرتبت قبل بعثت تک نہ جانتے تھے- کہ خدا کس اقرار کو ایمان فرماتا ہے- اور اس وقت تک حضرت بالکل جاہل تھے؟

جواب- بسم اللہ تعالیٰ- یہ شخص ملبس بلباس علماء اور اہل علم سے محض منسوب ہے- نہ کہ حقیقۃً عالم ہے- صرف ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان جیسی بعض آیات دیکھ کر ایسے کلمات اس سے بطور اطلاق یا بطور اہمال صادر ہو کر موجب تشویش و پریشانی اذہان ہوئے لیکن وہ احکام شرعیہ جو مستقلات عقلیہ ہیں مثل حرمت ظلم و وجوب رد امانت و حسن احسان وغیرہ پیغمبر عقل کل کیونکر ان سے جاہل ہو سکتا ہے- لیکن احکام شرعیہ تعبدیہ سو ان کا علم پیغمبر و ائمہ علیہم السلام کو مثل خدا ذاتی نہیں بلکہ وہ بہ تعلیم الٰہی عالم ہیں- اور اس میں اختلاف ہے- کہ آیا حضرت ختمی مرتبت قبل بعثت اپنی شریعت پر عمل کرتے تھے- بذریعہ وحی و الہام یا شرائع سابقہ پر- اقوی تر اور اصل یہ ہے- کہ قبل بعثت بھی حضرت اپنی ہی شریعت پر عمل کرتے تھے- اور بہ تعلیم الٰہی بذریعہ وحی و الہام جملہ احکام شرعیہ مستقلات عقلیہ و غیر مستقلات عقلیہ کے عالم تھے پس اس لئے آیت مذکورہ سے کوئی منافات نہیں (یعنی آیت میں نفی علم بالذات ہے- کہ یہ حضرات خود بخود عالم نہیں- بلکہ بہ تعلیم الٰہی سے عالم ہوتے ہیں نہ کہ مطلق علم کی) - اللہ ہی موید و معین ہے اور وہی عالم ہے +

اس حکم جناب حجۃ الاسلام شیخ عبداللہ المازندرانی مرحوم مغفور سے معلوم ہو گیا- کہ یہ قول بالکل باطل ہے- کہ حضرت قبل بعثت نہ جانتے تھے- کہ خدا کس اقرار کو ایمان کہتا ہے- اور تعریف ایمان کیا ہے- اور ایسا کہنے والا عالم نہیں- بلکہ عالم نما ہے- نیز یہ بھی تصریحی طور پر معلوم ہو گیا- کہ قبل بعثت حضرت ختمی مرتبت جملہ احکام اصول و فروع مستقلات عقلیہ و غیر مستقلات عقلیہ سب کے بذریعہ وحی و الہام عالم تھے- اس لئے کہ قبل بعثت بھی وحی ہوتی اور قبل بعثت اپنی ہی شریعت پر عمل کرتے تھے- اور اسی طرح سے عبادات و مناسک بجا لاتے تھے جس طرح بعد بعثت حضرت نے ظاہر فرمایا- اور جس طرح اب شریعت محمدیہ میں موجود ہیں- ہاں مامور بہ تبلیغ نہ تھے"- یہی ہمارا اعتقاد ہے اور اسی کے ہم موید- اور اس بنا پر جناب علامہ کی کل تقریر

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

قطعاً غلط و باطل از مسلمات اعتقاد اسلام و تحقیق علماء اعلام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہے +

جواب از حضور مبارک حضرت مستطاب حجۃ الاسلام آیۃ اللہ فی الانام آقائی آقا حاجی سید اسمٰعیل صدر متع اللہ المسلمین بطول بقائہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جواب این نحو سوالات بما جمہ باید ذکر شود کہ سوال و جواب بطول فکر انجر نشود و بیان روشن گردد۔ و اما آیہ شریفہ در آخر سورہ شوریٰ اگر کسے تامل نماید اشکالے نیست و آنچہ در سوال ذکر شدہ اگر از آنجا است خطا است۔ واللہ العالم۔ حررہ الاحقر اسمٰعیل بن صدر الدین (محل مہر شریف)۔ آخر سورہ شوریٰ مطالعہ کنید و تنگیر نان میشود۔ اس تحریر کا مطلب بھی صاف ظاہر ہے۔ کہ آیہ مجیدہ محل اشتباہ و اشکال نہیں۔ اور اگر اس آیت سے کوئی یہ سمجھے۔ کہ حضرتؐ قبل بعثت تعریف ایمان نہ جانتے تھے۔ تو خطا ہے +

جواب جناب مستطاب ملاذ الانام العالم الفاضل آقائی آقا میرزا ابراہیم مجتہد سلماسی الکاظمی متع اللہ المسلمین بطول بقائہ از کاظمین۔ بسم اللہ علیہ الحمد۔ معتقد جہل حضرت رسول صلوات اللہ علیہ قبل البعثت خارج از ایمان است و منکر ضروری مذہب است۔ حررہ الاحقر ابراہیم السلماسی الکاظمی۔ ۳ محرم الحرام ۱۳۲۹ھ

ترجمہ۔ قبل البعثت حضرت رسولؐ صلوات اللہ علیہ کی جہالت کا قائل منکر ضروری مذہب و خارج از اسلام ہے + ملاحظہ فرمائیں جناب علامہ صاحب اس تصدیق کو جو قائل ہیں۔ کہ قبل بعثت حضرتؐ جاہل محض تھے +

جواب حضرت مستطاب حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا و سیدنا و ملاذنا السید مہدی آل سید حیدر مجتہد کاظمی روحی فداہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ لا یخفی علی کافۃ اخواننا المومنین وفقہم اللہ تعالیٰ لمراضیہ ان اعتقادنا معاشر الامامیۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسائر الانبیاء عالمون بجمیع الاحکام من الایمان وغیرہ من اول وجودہم الی منتہاہ و منزہون عن جمیع صفات النقص من الجہل وغیرہ۔ وانا الداعی آل سید حیدر الحسینی الکاظمی۔ از کاظمین (مقام مہر شریف)

ترجمہ۔ جملہ برادران ایمانی پر (خدا انہیں توفیق نیک دے) مخفی و پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ ہم گروہ امامیہ کا آنحضرتؐ اور جملہ انبیاءؑ کے باب میں یہ عقیدہ ہے۔ کہ وہ اول وجود سے آخر تک عالم ہوتے ہیں جمیع احکام کے خواہ اعتقادی ہوں یا اعمالی۔ اور وہ جمیع اقسام نقص جہل وغیرہ سے منزہ و مبرا ہیں +

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

بحمد اللہ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ اور اس فتوے کی رو سے تا بعثت حضرتؐ کی
جہالت کا قائل اور یہ کہنے والا کہ جملہ معارف دینیہ اصول و فروع اور منقولات شرعیہ سے ناواقف
اور بے خبر تھے۔ کم سے کم فرقہ اثنا عشریہ امامیہ سے نہیں ہے + (دیکھئے ایک تصدیق یہ ہے
علمائے عراق کی) +

جواب از حضور حضرت مستطاب حجۃ الاسلام آقائی شریعت اصفہانی مدظلہ العالی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ این شخص متلبس بلباس علماء کہ از موائد عوائد آنہا بقشوری قانع شدہ و از جمیع شواہد عقلیہ و
و عوائد نقلیہ محروم ماندہ و بقشر بعض آیات را گمان خود علق نفیسے پنداشتہ افادہ جدیدہ خواستہ
بنماید تفوہ باین کلمہ شنیعہ نمودہ باید متمکنین از اقامۂ معروف و اماطۂ منکر او را توبہ دہند و اگر عود بشنیعہ نماید
حق او نبود امر شرعی مرتب است بود و شبہ او آیۂ شریفہ آخر سورۂ شوری است قولہ تعالیٰ وکذٰلک
اوحینا الیک روحاً من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان و سابقہ یا دہوے
باطل افتادہ زیراکہ وحی و ایحاء مخصوص بفرستادن سوے از خارج نیست کما فی واوحی ربک الی النحل
ان اتخذی من الجبال بیوتا و اوحینا الی ام موسیٰ۔ بلکہ چیزیکہ در قلب ہم افاضہ شود وحی و ایحا
است۔ اگرچہ بعض اعتبارات اطلاق وحی بر بعض افاضات شرعاً ممنوع باشد و اگر مراد بروح در آیہ
شریفہ نفس قدسیہ نبویہ باشد معنی آن باشد کہ افاضۂ این روح اقدس و اعطاء این نفس مقدس از جانب
ما شدہ و بدون آن نمی دانستی فلان فلان را کہ اشکالے نیست البتہ واضح و بدیہی است۔ اگر خلق یعنی
نمود او را با عقل کامل و روح فاضل ہر آئینہ دارائے مقامات شامخہ و معالی باذخہ بود۔ و اگر مراد ارسال
سوئے از خارج است ہم اشکالے نیست و مراد آنکہ اگر ارسال سوئے تو نمی فرمودیم نمی دانستی
تفاصیل کتاب منزل و نہ ایمان بآنچہ در تضاعیف تفاصیل این کتاب مندرج و متفرق است۔ و انتظار
سید الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ نزول وحی را در بسیاری از وقائع و احکام آنہا و تغییر حالت آنجناب در
آنحال بطوریکہ بر حاضرین متبین میشود از امور ثابتہ و مرویات یقینیہ است و حال و مجال بیش ازیں اقتضاء
تفصیل زیادہ ازیں ندارد۔ حررہ الآثم الجانی فتح اللہ الغروی الاصفہانی المعروف بشیخ الشریعۃ عفی اللہ عن
جرائمہ العظیمہ۔ (محل مہر شریف) نجف اشرف

ترجمہ۔ یہ شخص متلبس بلباس علماء کہ جس نے موائد افادات علماء سے محض چھلکے پر قناعت کی ہے
اور شواہد عقلیہ و عوائد نقلیہ سے محروم رہ کر محض بعض آیات کے ظاہر کو گوہر نفیس خیال کر کے چاہتا ہے
کہ ایک نیا افادہ کرے۔ ایسا کلمہ منہ سے نکالا ہے۔ حضرات مقتدرین و متمکنین اقامہ امر بالمعروف

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

ونہی عن المنکر اس کو اس عقیدے سے توبہ کرائیں۔ اگر یہ امر محض بطور شبہ محتملہ نہیں ہے (بلکہ اعتقاد یہی ہے۔ تو معاملہ نہایت صعب و دشوار ہے۔ اور یہ شبہ اس شخص کو سورۂ شوریٰ کے آخر کی آیت وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان الخ سے پیدا ہوا ہے۔ جس کو اس دعوے باطلہ سے مس تک نہیں۔ کیونکہ وحی فرشتہ بھیجنے ہی پر موقوف نہیں ہے جیسا کہ اوحی ربک الی النحل الخ و اوحینا الی ام موسیٰ سے ظاہر ہے۔ بلکہ جس چیز کا قلب پر فیضان ہوتا ہے۔ وہ بھی وحی ہے۔ اگرچہ بعض اعتبارات سے بعض افاضات پر اس کا اطلاق شرعاً ممنوع ہے۔ اور اگر مراد آیہ شریفہ میں روح سے نفس قدسیہ نبویہ ہو۔ تو معنی آیت یہ ہوں گے کہ اس روح اقدس اور اس نفس مقدس کا افاضہ و اعطاء ہماری طرف سے ہے۔ اور بدون اس روح کے اپنے پیغمبرؐ کو نہ جانتا تھا اظلال ظلال امر کو۔ اور اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ واضح اور بدیہی ہے کہ اگر خدا اپنے پیغمبرؐ کو اس عقل کامل و روح فاضل کے ساتھ خلق نہ فرماتا۔ تو ہرگز مقامات عالیہ و معالی رفیعہ پر فائز نہ ہوتے۔ اور اگر روح سے مراد ارسال رسول از خارج بھی مراد ہو۔ تو بھی کوئی اشکال نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا۔ کہ اگر میں قاصد نہ بھیجتا۔ تو تو تفاصیل کتاب اور اس باب الایمان کو جو تفاصیل کتاب میں مندرج ہے نہ جانتا۔ اور سیرۂ انبیاء کا منتظر وحی رہنا اور حالت وحی میں حضرتؐ کی حالت کا اس طرح متغیر ہونا کہ حاضرین پر ظاہر ہو جاتا تھا امور ثابتہ و مرویات یقینیہ سے ہے۔ حالت۔ فرصت اور کاغذ اس سے زیادہ تفصیل کو مقتضی نہیں +

جناب شیخ الشریعہ کے اس بیان سے بھی ظاہر اور واضح ہے۔ کہ آیۂ مذکورہ ہرگز محل اشکال نہیں ہے۔ اور اس سے پیغمبرؐ کی جہالت تا وقت بعثت ثابت نہیں۔ اور جو شخص تا وقت بعثت پیغمبرؐ کو جاہل یا تعریف ایمان سے ناواقف جانتا ہے۔ لازم ہے کہ علماء اس کو اس عقیدے سے توبہ کرائیں۔ اگر محض اشتباہاً ایسا ہے۔ ورنہ اگر اعتقاد ہی یہ ہے۔ تو اس کی توبہ علی الظاہر قبول ہونا مشکل +

جواب از حضرت مستطاب حجۃ الاسلام و ملاذ الانام سید المجتہدین آقائی سید حسن صاحب آل صدر الدین متع المسلمین بطول بقائہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کان المتوہم توہم من آیہ ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان حیث لم یذکر فی الآیۃ زمان افاضتہ لحضرۃ الالھیۃ تلک الدرایۃ الی حبیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فظنہا المتوہم زمان البعثۃ بل فیہ زمان النبوۃ لا زمان البعثۃ فان الروایات المتواترۃ عن الفریقین تدل علی ذالک مثل قولہ صلی علیہ وآلہ وسلم کنت

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

نبیاً وآدم بین الروح والجسد وقد جمعها العلامة المجلسی فی اول المجلد السادس والجلال السیوطی فی اول الخصائص الکبریٰ وهذه الروایات تدل علی ثبوت درایة الکتاب والحکمة والایمان قبل وجوده فی هذه الدنیا لانه لا یمکن ان یکون نبیاً وهو لا یدری ما الکتاب ولا الایمان لکونه نبیاً وآدم بین الروح والجسد یدل علی ثبوت الدرایة والهدایة الحقیقة الشرعیة فی عالم الارواح والاشباح وعالم الذر ولو کان المراد بالروایات مجرد العلم بما یصیر فی المستقبل لم یکن له خصوصیة بانه نبی وآدم بین الماء والطین او بین الروح والجسد لان جمیع الانبیاء یعلم الله نبوتهم فی ذالک الوقت وقبله فلا بد من خصوصیة للنبی لاجلها اخبر بهذا الخبر اعلاماً للامة لیعرفوا قدره عند الله جل جلاله فیحصل لهم القرب عنده فالمراد بالایة لعبد تلک الروایات ما کنت تدری قبل نبوتک وانبائک لان المراد قبل بعثتک ومن المعلوم ان الانبیاء لا یعلمون الا ما علمهم الله ولیس عالم بالذات الا الله ولا علم لنا الا ما علمتنا (حرره الاحقر حسن صدر الدین الموسوی الکاظمی عفی الله عنه فی آخر ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ) ۔

اس تحقیق سے بھی یہی ثابت ہے کہ آیت ہرگز محل شبہ نہیں ۔ اور اس میں جو نفی کتاب وایمان ہے ۔ اس کو زمانہ بعثت سے کوئی تعلق نہیں ۔ بلکہ فاضل موصوف کے نزدیک اس سے زمان اعطاء نبوت مراد ہے ۔ اور حضرتؐ نبی اس وقت سے ہیں جب کہ آدمؑ کی خلقت بھی نہ ہوئی تھی ۔ اس وقت سے حضرت جمیع احکام کے عالم ہیں ۔ نہ کہ چالیس برس کی عمر تک جاہل محض اس کی تفصیل نقل قول علامہ سیوطی متعدد کتاب میں آچکی ہے ۔ اس لئے یہاں اس کا ترجمہ بلفظہ درج نہیں کیا گیا ان حجج اسلام کے بیان سے آیہ مذکورہ کی فی الجملہ تفسیر بھی معلوم ہوگئی ۔ اور یہ کہ جناب علامہ کی تفسیر بالکل غلط اور طبع زاد ہے ۔ اور ان حجج اسلام رضوان اللہ علیہم کے مقابل صاحب اظہار حق کے ان مہملات کی کوئی وقعت نہیں ہوسکتی ۔ کہ "منقولات شرعیہ کو بالفعل علے سبیل الاطلاق جاننا باعتبار تعلیم اول کے حضرتؐ کے لئے ضروری نہیں کہا جاسکتا" جب تمام محققین علمائے امامیہ کا یہی اعتقاد ہے کہ حضرت ابتدائے وجود سے جمیع احکام شرعیہ مستقلات عقلیہ وغیر مستقلات عقلیہ سب کے عالم تھے ۔ اور ہر قسم کے نقص جہالت وغیرہ سے منزہ ۔

احتمالات تفسیر آیہ مذکورہ ۔ مناسب ہے کہ اس مقام پر اس آیت کے معنی میں ہم ان احتمالات قیاسیہ کو بھی نقل کر دیں ۔ جو مؤلف اظہار حق نے درج کئے ہیں ۔ کیونکہ ان کا منع بھی

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

جناب علامہ ہی معلوم ہوتے ہیں۔ ورنہ وہ مہمل ایسے مہمل و لغو بے معنی رسالے کی عبارت نقل کرنا محض تضیع اوقات ہے۔ وھی ھذہ ؛

وعجب مولانا محسن علی صاحب کا یہ دعوے ہے۔ کہ جمیع کمالات ابتدائے عمر سے ہی ہوتے ہیں (بحمد اللہ جمیع علماء کا یہی دعوے ہے۔ جیسا کبھی ضمن فتاوے میں مذکور ہوا)۔ تو اس دعوے کی بنا پر بعض آیتوں کے کوئی معنی نہیں قرار پاتے ہیں۔ ماکنت تدری ماالکتاب ولاالایمان الآیہ میں اصل وظاہر یہ ہے۔ کہ مخاطب نفس رسول ہے۔ اس حیثیت سے کہ وہ متعلق تھا جسم اقدس رسولخدا سے۔ پس بنا بر اس مسلک کے آیہ ماکنت تدری الخ کے ایسے معنی کہ جن کی وجہ سے ذات معصوم میں کوئی نقص وعیب لازم نہ آئے۔ یا یہ ہیں۔ کہ نہیں جانتا تھا تو قبل بعثت حقیقت قرآن و ایمان کو ساتھ اس درایت وعلم کے جو کہ محفوظ ہوتا تیرے قلب میں دقوع پذیر سے۔ اگرچہ جانتا تھا تو قبل بعثت حقیقت قرآن و ایمان کو ساتھ اس درایت وعلم قطعی کے جو کہ محفوظ نہیں تھا تیرے قلب میں وقوع پیدا سے۔ اور حقیقت قرآن و ایمان کا درایت وعلم کہ جو حضرت کے قلب میں وقوع ہوا سے محفوظ تھا حضرت کو زمانہ بعثت میں حاصل ہوا تھا۔ اور یا یہ معنی ہیں۔ کہ نہیں جانتا تھا تو قبل بعثت کتاب و ایمان کو منقولات شرعیہ ہونے کی حیثیت سے۔ اگرچہ جانتا تھا تو قبل بعثت اس مصداق کتاب و ایمان کو کہ جو باعتبار منقول شرعی کے قرار پاتا ہے۔ جیسا کہ بیان کیا ہے۔ اس معنی کو جناب علامہ کنتوری مدظلہ العالی نے (علامہ کا ایک قول بلفظہ ہم نقل کر چکے جس کو اس سے کوئی تعلق نہیں مصنف) .... اور یا یہ معنی ہیں۔ کہ نہیں جانتا تھا تو قبل بعثت ان خاص شریعت و ایمان کو۔ کہ جو حاصل ہوئے ہیں تجھ کو بعد بعثت اگرچہ جانتا تھا تو قبل بعثت بذریعہ وحی اس شریعت و ایمان کو جو موافق تھے نبی سابق کے ایمان و شرع سے .... اور یا یہ معنی ہیں۔ کہ نہیں جانتا تھا تو قبل بعثت اپنی شریعت و ایمان کو بطریق رسول۔ اگرچہ جانتا تھا تو قبل بعثت اپنی شریعت و ایمان کو بطریق نبی .... اور یا یہ معنی ہیں۔ کہ نہیں جانتا تھا تو قبل بعثت اپنی شریعت و ایمان کو بذریعہ وحی کے۔ اگرچہ جانتا تھا تو قبل بعثت اپنی شریعت و ایمان کو بذریعہ اس عقل کامل کے کہ جس کی تائید ہم نے بعد بعثت وحی وغیرہ سے کی .... اور یا یہ معنی ہیں۔ کہ نہیں جانتا تھا تو قبل بعثت اپنی تمام کتاب (شریعت) یعنی علم فقہ کو اور اپنے تمام ایمان (حکمت) یعنی علم کلام کو۔ اگرچہ جانتا تھا تو قبل بعثت اپنے علم فقہ اور کلام میں سے اس قدر کو کہ جو تیری ذات کے لئے قبل بعثت ضروری تھا .... اور یا یہ معنی ہیں۔ کہ نہیں

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

جانتا تھا تو عالم شہود میں حین ولادت ایمان وکتاب کو اس حیثیت سے کہ جس حیثیت سے جانا تو نے بعد ولادت قبل بعثت۔ اگرچہ جانتا تھا تو کتاب والایمان کو حین ولادت بھی باعتبار تعلیم عالم انوار کے اور یا یہ معنی ہیں۔ کہ نہیں جانتا تھا تو قبل بعثت ایمان وکتاب کو نزدیک کفار کے۔ اگرچہ تو واقعا عالم کتاب اور موصوف بایمان تھا"۔

ان تفاسیر قیاسیہ و باطلہ اور ان احتمالات رکیکہ واہیہ کے بعد آپ فرماتے ہیں۔ کہ "جناب مولوی محسن علی صاحب ان معانی میں سے تو کسی معنی کو تسلیم نہ کرتے ہونگے جس سے ایک نہ ایک نقص لازم آتا ہے۔ بیشک جناب مولوی محسن علی صاحب ان تفاسیر بالرائے کو جن کا مرتکب بنص حدیث نبوی کافر وجہنمی ہے کیونکر قبول کر سکتے ہیں۔ بعد ازاں کچھ احتمالات بعض اقوال مفسرین سے اور بھی نقل کئے ہیں (ملاحظہ ہو اظہار حق) جو سب کے سب خلاف فرمائشات ائمہ ہدیٰ اور مخالف تحقیق علمائے کرام ہیں۔ جیسا کہ فتاوٰ علماء شاہد ہیں۔ اور کسی متدین کے لئے قابل تسلیم نہیں ہو سکتے۔ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ جناب مولوی محسن علی صاحب جیسا عالم شخص ان کو تسلیم کرے۔ نہیں وہی تسلیم کر سکتا ہے۔ جو معتقد حدیث پیغمبر و ائمہ ہدیٰ نہ ہو اور جس کے مذہب کی بنیاد محض قیاس اور اقوال عوام الناس پر ہو۔ اور انہی کو مقتدا و پیشوا جانتا ہو"۔ ونحن بریئون مما الخ" ان کے نزدیک پیغمبر خاتم النبیین نہ باعتبار عالم اسماء و عالم انوار جاہل تھا۔ اور نہ بلحاظ وجود عالم شہودی نہ بلحاظ رسالت جاہل تھا اور نہ باعتبار نبوت۔ نہ بحیثیت منقول شرعی ہونے کے کتاب والایمان سے ناواقف تھا۔ اور نہ بحیثیت وحی خاص اور عقل کامل۔ ان کے نزدیک آیۂ مذکور کے وہی معنی ہیں۔ جو جناب شیخ الشریف نے شق امل میں و دیگر علمائے اعلام کثرہم اللہ نے ارقام فرماتے ہیں۔ اور جن کے لحاظ سے بحمد اللہ پیغمبر رغماً لانوف المنکرین کسی وقت کسی زمان اور کسی عالم میں جاہل ثابت نہیں ہوتے۔ اور اس آیت کو زمان بعثت سے کوئی تعلق ہی نہیں جس طرح وہ عالم انوار و ارواح میں عالم اور معلم کل تھا۔ اسی طرح عالم شہود اور عالم اجسام میں اور جس طرح معدن علوم وقت بعثت تھا۔ اسی طرح وقت ولادت مدینۃ العلوم۔ اور نہ وہ اس اخویت کے قائل ہیں۔ کہ معاذ اللہ پیغمبر جامع الضدین علم و جہل تھا۔ کہ ایک لحاظ سے اس علم کا جاہل بھی تھا۔ اور دوسرے لحاظ سے اسی کا عالم بھی۔ حیثیت کا فرق اجراء احکام میں ہوتا ہے نہ نفس موضوعات اور حقائق و ماہیات میں۔ یہ قطعاً ناممکن ہے۔ کہ ایک شخص ایک علم کا عالم ہو۔ اور اسی علم سے اسکو کسی دوسری حیثیت سے جاہل بھی کہا جائے۔ آدمی تو کیا گدھا بھی اس کا قائل نہیں۔ ہاں باعتبار تعدد علم ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شخص ایک علم کے لحاظ سے عالم ہو۔ اور دوسرے علم کے

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

لحاظ سے جاہل۔ شان خاتم النبیین ان جملہ مزخرفات سے بری ہے۔ وہ ہمیشہ سے منبع علوم و معدن اسرار و منبع فیوضات الٰہی ہے۔ اور روح اعظم نبوی نفس کتاب وجودی۔ جبرئیلؑ و دیگر ملائکہ کو بھی فیض علوم اسی سے پہنچا ہے۔ وہی معلم مطلق و معلم کل ہے۔ فقال و قولہ الحق المبین "انا مدینۃ العلم و علیؑ بابہا"۔ اس عبارت مذکورہ اور ان مہمل احتمالات منقولہ کے لفظ لفظ پر بحث کر کے ہم وقت ضائع کرنا نہیں چاہتے۔ صرف جناب مولانا موصوف اور ان کے شاگردوں کے مزخرفات میں اضافے کی غرض سے ہم حسب ذیل احتمالات عرض کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ بنا بر اعتقاد جناب علامہ دُکولت اظہار حق آیہ شریفہ کے یا یہ معنی ہیں۔ کہ نہیں جانتا تھا تو قبل بعثت کتاب و ایمان کو اس حیثیت سے کہ تو جاہل محض اور ناخواندہ امی تھا۔ اگرچہ جانتا تھا تو کتاب و ایمان کو اس حیثیت سے کہ تو عالم تھا بتعلیم عالم الوار۔ یا یہ معنی ہیں۔ کہ نہیں جانتا تھا تو کتاب و ایمان کو اس حیثیت سے کہ تھی مصلحت خدا اسی میں کہ رہے تو جاہل چالیس برس کی عمر تک۔ اور بعد چالیس سال کے ہم عنقریب پڑھا کر تجھے ایسا علم جو نہ بھولے تو کبھی۔ دکھا دیں گے قدرت اپنی کہ آن واحد میں ہم جاہل مطلق کو کس طرح سے سب سے بڑھ کر عالم بنا دیتے ہیں۔ اگرچہ جانتا تھا کتاب اور ایمان کو اس حیثیت سے کہ ہوتی تھی تجھکو وحی اور الہام ہمارا۔ یا یہ معنی ہیں۔ کہ نہیں جانتا تھا تو قبل بعثت اصول و فروع دین منقولات شرعیہ اور تعریف ایمان کو کہتا ہے خدا کس اقرار کو ایمان۔ اگرچہ جانتا تھا تو تعریف ایمان اور کتاب کو اس حیثیت سے کہ تھا تو مومن ابتدائے عمر سے بلکہ قبل ولادت سے۔ یا یہ معنی ہیں۔ کہ نہیں جانتا تھا تو کتاب و ایمان کو قبل بعثت اس حیثیت سے کہ بھیجا گیا تھا تو خاتم النبیین و سید المرسلین بنا کر اگرچہ جانتا تھا تو کتاب و ایمان کو قبل بعثت اس حیثیت سے کہ تو تھا نبی عالم انوار میں۔ یا یہ معنی ہیں۔ کہ نہیں جانتا تھا تو کتاب و ایمان کو اس حیثیت سے کہ ہو گیا تو جاہل آکر عالم شہود جسمانی میں اگرچہ جانتا تھا تو کتاب و ایمان کو اس حیثیت سے کہ تھا تو مبدء علوم و معلم ملائکہ عالم ارواح اور عالم ذر میں۔ یا یہ معنی ہیں۔ کہ نہیں جانتا تھا تو قبل بعثت کتاب و ایمان کو اس حیثیت سے کہ اگر جانتا تو کتاب و ایمان کو اور ہوتا تو مومن اور نبی۔ تو جان لیتے کفار و مشرکین حال تیرا بوجہ ہوتے ان کے عالم الغیب۔ اگرچہ جانتا تھا تو کتاب و ایمان کو قبل بعثت اس حیثیت سے کہ رکھتا تھا تو عقل کامل جو کہ ہو سکتی ہے مبدء جملہ بدیہیات عقلیہ کا عند الحکماء جب کہ کرے تو توجہ انکی طرف جس آن میں کہ تو چاہے اور ہوں وہ تجھ کو تماماً حاصل۔ بالفعل بقوت قریبہ۔ یا یہ معنی ہیں کہ نہیں جانتا تھا تو کتاب (کتابت) اور ایمان (تفصیلیہ) کو۔ اس حیثیت سے کہ ہو سے محفوظ وقوع شک و شبہات اور حیرانی و تردد سے۔ اور نہ ہو خوف اظہار کرنے تیرے کا کفار و مشرکین کو علم قرأت و کتابت و نبوت اپنی قبل آنے اور پہنچنے حکم ہمارے کے

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

اور ہے یہ علم محفوظ از نوع شک سے بعد پڑھانے جبرئیلؑ اور سکھانے ورقہ بن نوفل اور سو بانے اللہ بھیجنے
جبرئیلؑ کے نیز وغیرہ خواب ندر سے کہ چڑھ جائے بخار۔ اگرچہ جانتا تھا تو اس علم و ایمان کو اس حیثیت سے
کہ سکتا تھا تو قدرت با اعتبار اعجاز کے ہر وقت اور رکھتا تو قادر قرأت و کتابت پر من جانب اللہ بوجہ اس عقل کامل کے
جو دی گئی تھی تجھ کو مبدء خلقت میں۔ یا یہ معنی ہیں کہ نہیں جانتا تھا تو کتاب اور ایمان کو قبل بعثت اس حیثیت
سے کہ ہوئے معجزہ تیرے لئے عظیم اس حیثیت سے کہ نہیں ہے اعجاز جاننا علم و حکمت کا اور
رکھنا ایمان کا ابتدائے عمر سے کسی کے لئے اور ہے اعجاز جاننا قرآن و ایمان اور کتابت کا بعد
چالیس سال کی عمر کے۔ اور سیکھنا تو بغیر ایمان عمر کھولت میں بذریعہ تعلیم جبرئیلؑ اگرچہ جانتا تھا تو کتاب
و ایمان کو اس حیثیت سے کہ ہے علم کمال و عزت نزدیک حکماء کے اور نہ محروم رکھنے خدا کے اپنے
حبیب کو اس کمال سے ابتدائے عمر سے۔ اگرچہ نہیں ہے عزت تیرے لئے بوجہ ہونے مصلحت ہماری
کے نہیں جہالت تیری کے۔ یا یہ معنی ہیں کہ نہ جانتا تھا تو فقہ اور مسائل شستن و صاف کردن اور تعریف
کلی و جزئی و جوہر و عرض و نوع و جنس کو اس حیثیت سے کہ نہ ہوئی تھیں کتابیں اس کی تصنیف کہ پڑھتا اور
سیکھتا تو ان احکام کو ان سے پورے طور پر اگرچہ جانتا تھا اپنی فقہ اور اپنے علم کلام کو اس حیثیت سے کہ
تھا وہ ضروری تیرے لئے قبل بعثت واسطے عمل کرنے کے۔ یا یہ معنی ہیں کہ نہ جانتا تھا تو قرآن اور
ایمان کو اس حیثیت سے کہ دیا ہو تجھ کو تعلیم جبرئیلؑ استاد تیرے نے۔ اگرچہ جانتا تھا تو قرآن اور
ایمان کو اس حیثیت سے کہ تھے مستقلات عقلیہ بدیہی تیرے لئے۔ اور تھا تو عالم بذریعہ وحی اور
الہام قلبی ابتدائے عمر سے۔ ان تمام معانی کی رو سے کبھی کوئی عیب و نقص ذات پیغمبر میں لازم نہیں
آتا۔ بنا بر فرض جناب علامہ اور شاگرد صاحب کے۔ اور دوسرے مسلک کے موافق یوں کر سکتے
ہیں کہ یا آیت کے یہ معنی ہیں کہ نہیں جانتا تھا تو حقیقت کتاب و ایمان کو من حیث انہ علم ذاتی
لک و بالذات۔ اگرچہ جانتا ہے تو حقیقت کتاب و ایمان کو ہماری تعلیم اور ہماری وحی اور ہمارے
الہام اور ہمارے فیضان سے۔ یا یہ معنی ہیں کہ نہیں جانتا تھا تو تفاصیل کتاب و معارف ایمان تو قبل
اس کے کہ خلق کریں تیری اس روح اعظم اور مصادر اول اور مصنوع عالم امری کو۔ اور عطا کریں تجھے اپنے
تفضل خاص سے۔ اور جانتا ہے تو کتاب و ایمان کو بذریعہ اس روح اعظم نورانی اور حقیقت علیہ کے
جو اعظم و اقویٰ و افضل و اشرف ہے جبرئیلؑ و میکائیلؑ سے بدرجات اور محتاج الیہ عالم امکان ہے
فیوضات ربانیہ میں۔ اور یہی واسطہ فیض ہے خالق و مخلوق میں۔ نہ غیر۔ یا یہ معنی ہیں کہ نہیں جانتا
تھا تو کتاب و ایمان من حیث انہ ممکن بالذات و علم الممکن لا یکون بالذات و عین الذات بل خارج

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

عن الذات وذاتہ علیہ دموقوف علی علۃ خارجیہ معطیہ واجبۃ۔ اگرچہ جانتا ہے تو حقائق کتاب، وبواطن اشیاء و ملکوت ارض و سماء کو ابتدائے وجود سے انتہائے وجود تک بحیثیت افادہ و افاضہ واجب الوجود جملہ علوم و اسرار و فیوضات و برکات و رحمات اپنے حبیب پر ہر ایک مخلوق سے پہلے۔ فتدبر فیہ +

بہرحال مثل احتمالات جملہ مذکورہ جناب علامہ و مؤلف رسالہ اظہار حق ہم ایک سو سے زائد پیدا کر سکتے ہیں۔ لیکن کیا ان قیاسات کو تفسیر قرآن کہا جاسکتا ہے۔ یا اس کو تاویل آیات سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اور ایسے قیاسات پر دین کی بنا ہو سکتی ہے۔ اور کسی مسئلہ اصول دین کا مدار و ملاک ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ تاویل آیات یا خدا جانتا ہے یا راسخون فی العلم انبیاءؑ و ائمہؑ جن کے سینوں میں قرآن ہے اور قرآن تصریح کرتا ہے۔ کہ بعض آیات محکم ہیں بعض متشابہ۔ اور متشابہات محتاج تاویل ہیں کہ محکمات۔

اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ آیہ مذکورہ جس سے پیغمبرؐ کے علم و ایمان کا تعلق ہے محکمات میں داخل ہے یا متشابہات میں۔ اگر محکمات میں سے ہے۔ تو اس کے وہی معنی مراد ہیں۔ جو ظاہر الفاظ سے مفہوم ہوتے ہیں۔ اور آپ کے نزدیک مسلم ہے۔ کہ اس میں نفی کتاب و ایمان قبل بعثت ہے۔ تو صاف اور صریح الفاظ میں قائل ہو جئے۔ کہ معاذ اللہ پیغمبر خاتم النبیین قبل البعثت جاہل مطلق و بے ایمان تھے۔

اور اگر آیہ متشابہ ہے۔ اور محتمل معنیین یا معانی ہے۔ تو کوئی حق تاویل حاصل نہیں۔ اس کی تاویل میں حدیث معصومؑ پیش کیجئے۔ کہ پیغمبر یا امام نے اس کے یہ معنی بتلائے ہیں۔ وہ قول فیصل ہوگا۔ اور کسی مومن یا مسلمان کو اس کے تسلیم کرنے میں عذر نہ ہوگا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ آیت کی متعدد طرح سے تاویل کی گئی۔ اور ایک حدیث بھی پیغمبر یا امام سے نقل نہیں کی گئی۔ یا اپنے قیاسات ہیں۔ یا بعض دوسرے مفسرین کے قول (جو ہم نے بوجہ طوالت نقل نہیں کئے) جب یہ صورت ہے۔ تو کیونکر کوئی مومن متدین ان توہمات کو قبول کر سکتا ہے۔ کیا تحقیق اعتقاد میں یہ کافی ہے۔ کہ یا یہ ہے یا یہ ہے یا وہ ہے یا یوں ہے۔ اس طرح بھی ہو سکتا ہے۔ ایسے بھی ممکن ہے۔ اور بایں طور بھی صحیح ہو سکتا ہے۔ اعتقادات میں امر یقینی بیان کرنا چاہئے۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ اس آیت کی تفسیر میں معصومؑ سے کوئی حدیث صادر نہیں ہوئی۔ یا ہماری کتب میں موجود نہیں ہے۔ تو یہ غلط۔ احادیث موجود ہیں۔ اور ہماری کتب متداولہ معروفہ میں مطبوعہ موجود۔ چنانچہ آئندہ نقل ہونگی۔ پھر باوجود اس آیت کی تفسیر میں صحیح احادیث معصومینؑ کے موجود ہونے کے ان کا مضامین اور رسالے میں مطلقاً ذکر نہ کرنا حضرات کے تدین کی روشن دلیل ہے +

اس آیت کی تفسیر کو یہیں تک چھوڑ کر ہم مضمون جناب علامہ کے اور افادات کی طرف رجوع کرتے

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

ہیں۔ چنانچہ بعد اس کے فرماتے ہیں۔ چونکہ سورۂ فاتحہ میں توحید مصرح نہ تھی۔ اس لئے خدا نے بعد تعلیم اوّلی تعریف ایمان واسلام توحید کی بھی تعلیم دیدی۔ کہ کہو لا الٰہ الا اللہ یہی توحید ہے۔ ہم قطع نظر اس روایت مشہورہ سے جس میں جناب امیر کا تمام شب سورۂ حمد کی تفسیر فرمانا اور سائل کے استعجاب پر ارشاد فرمانا کہ جو کچھ تمام قرآن میں ہے۔ وہ سورۂ حمد میں ہے۔ الحدیث۔ ہم لفظ مصرح پر نظر رکھتے ہوئے اہل علم سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ کیا الحمد للہ رب العالمین صریح توحید نہیں ہے؟ اگر انسان فرمایشات ائمہ و کلام اللہ سے کچھ بھی مانوس ہو۔ تو سمجھ سکتا ہے۔ کہ اسی ایک نقطہ میں جملہ مایحتاج عالم از مبدء و معاد مندرج و منطوی ہے۔ اور اس میں توحید مع دلیل توحید مصرح کہ ہر ثنائے جمیل بمقابل ہر وصف جلیل و ہر ایک شکر مقابل ہر ایک نعمت ظاہر و باطن و معالجت سرا و ضراء و ہر ایک حامد اور ہر شکر گذار انبیاء و اولیاء و اصفیاء سے ازل سے ابد تک جو واقع ہو چکی ہے۔ اور ہو رہی ہے۔ اور ہو گی مختص ہے۔ اُس معبود برحق سے جو جامع ہے جمیع صفات کمالیہ کو اور موصوف ہے اسماء حسنیٰ اور صفات عُلیاء سے۔ اور حمد مقابل نعمت موقوف ہے معرفت منعم پر۔ اور معرفت منعم مایحتاج الیہ عباد ہے معاد میں اور معرفت نعمت مایحتاج الیہ عباد ہے معاش میں۔ اور معرفت منعم اول مرحلہ توحید ذاتی و صفاتی و افعالی ہے۔ پس یہی وہ کلمے جامع ہیں بالصراحت جملہ اقسام توحید کو۔ اور بعد ذکر الرحمن الرحیم مالک یوم الدین ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ کسی شخص کو بھی ان الفاظ کے جامع جمیع اقسام توحید توحید ذاتی۔ توحید صفاتی۔ توحید افعالی۔ توحید عبادتی ہونے میں شک باقی نہیں رہ سکتا۔ نہ معلوم مولانا نے کیونکر یہ فرما دیا۔ کہ سورۂ حمد میں توحید مصرح نہیں ہے +

تبصرہ۔ معرفت پیغمبرؐ اور علم پیغمبرؐ کے پہچاننے کے لئے اہل بصیرت کے نزدیک صرف یہ آیت کافی و وافی ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بعد ولادت اعتراض یہود کے جواب میں فرماتے ہیں۔ انی عبد اللہ آتانی الکتاب وجعلنی نبیا وجعلنی مبارکا این ما کنت واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیا۔ الخ۔ اول اپنی عبودیت اور خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا ہے۔ بعد ازاں عطائے کتاب اور بعد ازاں نبوت کو عطائے کتاب پر متفرع کیا ہے۔ اور نیز مبارکیت کو بھی متفرع بر نبوت قرار دیا ہے۔ اور آیت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ عبودیت اول مرحلہ ہے۔ اور عبودیت کاملہ بلا معرفت خالق و معبود ممکن ہی نہیں۔ اور معرفت خالق و معبود حاصل نہیں ہو سکتی۔ مگر معرفت حدود ایمان سے۔ پس حضرت عیسےٰ ضرور اس وقت معرفت کاملہ حدود ایمان کی رکھتے تھے۔ اور اس لئے اول اپنی عبودیت کا اظہار فرمایا۔ نبی چاہیئے۔ کہ اول حدود ایمان کا عالم ہو۔ اگر عالم حدود ایمان نہ ہو گا کبھی

www.hubeali.com admin@hubeali.com

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

مومن کامل نہیں کہلا سکتا۔ اور قبل نبوت بعد عطا ء کتاب ہے۔ اس لئے ظاہر ہے۔ کہ عنایتِ خلعت نبوت بعد عطائے کمال علم ہے۔ نبوت جاہل مطلق کو عطا نہیں ہوتی۔ نبی جاہل غیر معقول ہے۔ اور یہ بھی مسلم ہے۔ کہ رسالت غیر نبوت ہے۔ اور اس وقت حضرت عیسٰےؑ رسول نہ تھے۔ اور انجیل نازل نہ ہوئی تھی۔ پس یہ تعلیم مقام مطلق نبوت ہے۔ اور مطلق نبوت بمقابل نبوت مطلقہ کلیہ و مقام ختم نبوات محدود و جزوی۔ کیونکر ممکن ہے۔ کہ دارائے مرتبہ ختم نبوات چالیس سال تک جاہل محض رہے۔ روایت ابن عباس دال ہے۔ کہ جبرئیلؑ نے وقت بعثت رسالت کی بشارت دی ہے۔ اور رسالت بعد نبوت ہے۔ پس اس وقت حضرتؐ نبی تھے۔ تب ہی تو عہدۂ رسالت پر فائز ہوئے۔ پس یا تو صریح حضرتؐ کی نبوت کا انکار کیجئے۔ یا یہ کہ حضرتؐ ضرور قبل بعثت حامل کتاب وجودی اور عالم جمیع احکام اصول و فروع منقولات شرعیہ تھے۔ حضرتؐ کے چالیس برس سال تک جاہل مطلق جاننے سے علاوہ ان نصوصات بیّنہ کے اور بہت سی آیات صریحۃ الدلالۃ و احادیث صحیحہ متواترہ کی تکذیب لازم آتی ہے۔ مثل ان احادیث کے جن میں حالات ولادت حضرتؐ خِتنی تربیت و نیز حضرات ائمہ معصومینؑ مرقوم ہیں۔ ملاحظہ ہو بصائر الدرجات شیشم بحار تفسیر علی بن ابراہیم عیاشیؒ برہان۔ خصائص وغیرہا +

الخصائص الکبریٰ ۔ بیہقی و صابونی نے مآئین میں اور خطیب و ابن عساکر نے اپنی تاریخوں میں جناب عباس ابن عبد المطلب سے نقل کیا ہے۔ کہ انہوں نے پیغمبرؐ سے کہا۔ کہ مجھے تمہارے دین میں تمہاری نبوت کی ایک علامت نے داخل کیا۔ میں نے دیکھا تھا۔ کہ جب تم گہوارے میں تھے۔ چاند سے باتیں کرتے تھے۔ اور انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ پس جدھر اشارہ کرتے تھے۔ ادھر کو وہ جھک جاتا تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں اس سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھ سے۔ اور وہ مجھے رونے سے بہلاتا تھا۔ اور میں سنتا تھا اس کا گرنا اور جھکنا۔ جب کہ وہ تحت عرش سجدہ خدا بجا لاتا تھا +

حافظ ابو الفضل بن حجر نے شرح بخاری میں واقدی سے نقل کیا ہے۔ کہ حضرتؐ نے اوّل ولادت میں تکلم فرمایا۔ اور ابن سرج نے خصائص میں ذکر کیا ہے۔ کہ جب آپ گہوارے میں ہوتے تھے۔ تو ملائکہ گہوارہ ہلاتے تھے۔ اور اوّل کلمہ جو زبان مبارک سے نکلا تھا۔ وہ "اللہ اکبر کبیراً والحمد للہ کثیراً" تھا +

علامہ مجلسیؒ و دیگر مورخین نے آپ کے قبل بعثت کے حالات معرفت میں بحیرا راہب کا قصہ لکھا ہے۔ کہ جب اس نے آپ کو لات و عزےٰ کی قسم دے کر آپ کے حالات دریافت کئے

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

توحضرتؐ غضبناک ہوئے۔ اور فرمایا۔ خدا کی قسم۔ مَیں ان دونوں سے زیادہ کسی کو دشمن نہیں رکھتا ہوں۔ تب اس نے حضرتؐ کو خدائے وحدہ لاشریک کی قسم دے کر حضرتؐ کے حالات معاشرت وغیرہ دریافت کئے۔ جناب ابوطالبؑ فرماتے ہیں۔ کہ مَیں ان کو کندھے پر سوار کر کے خانہ کعبہ کا طواف کرتا تھا۔ تو لات وعزیٰ کی طرف ان کو نہ لے جاتا تھا۔ کیونکہ جانتا تھا۔ کہ وہ انکو بہت دشمن رکھتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ جب بچپن میں وہ میرے پاس سوتے تھے۔ تو میں رات کے وقت ان سے عجیب وغریب دعائیں سُنتا تھا۔ اور اکثر ان کو بستر پر نہ پاتا تھا۔ اور جب آواز دیتا۔ تو ایک طرف سے آواز آتی۔ کہ آپ اپنی جگہ رہیں۔ مَیں یہاں ہوں۔ مَیں انکی عجیب وغریب باتیں سُن کر متعجب ہوتا تھا۔ اور جب سونے کے واسطے کپڑے اُتارنے کو کہتا۔ تو کہتے۔ کہ اے پدر بزرگوار اپنا منہ پھیر لیجئے۔ کسی کو سزاوار نہیں ہے۔ کہ وہ میری شرمگاہ کی طرف نظر کرے۔ اور انکی عادت لڑکپن میں یہ تھی۔ کہ کھانے اور پینے کے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہتے تھے۔ اور جب فارغ ہوتے۔ تو الحمد للہ کہتے۔ اور کبھی بلا بسم اللہ کہے کھانا نہ کھاتے۔ اور عرب میں اس وقت یہ عادت نہ تھی۔ بعض روایات میں ہے۔ کہ کھانے کے وقت حضرت فرماتے "بسم اللہ الاحد" اور بعد فراغ "الحمد للہ کثیرا"۔ جناب حلیمہ فرماتی ہیں۔ کہ مَیں جہاں کہیں سے گزرتی تھی۔ مجھے وہ مقامات بشارت دیتے تھے۔ اور جہاں کہیں مَیں حضرت کو بٹھاتی تھی۔ وہ زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی تھی۔ اور میوے سے پُر۔ اور مَیں نے کبھی حضرتؐ کے کپڑے یا بدن کو نجس نہیں دیکھا۔ اور جب چاہتی تھی۔ کہ ان کے کپڑے بدلوں۔ تو وہ ہرگز اپنے بدن کو برہنہ نہ ہونے دیتے تھے۔ اور کبھی اپنی شرمگاہ نہ کھلنے دیتے تھے۔ اور جب میں رات کو بیدار ہوتی۔ تو دیکھتی اور سنتی۔ کہ حضرتؐ ذکر خدا میں مشغول ہیں۔ اور کہتے ہیں"۔ لا الہ الا اللہ قد وسا وقد نامت العیون والرحمٰن لا تاخذہ سنۃ ولا نوم"۔ کبھی بائیں ہاتھ سے کوئی چیز نہ اٹھاتے تھے۔ اور جب کوئی شے ہاتھ سے اٹھاتے۔ تو بسم اللہ کہتے۔ اور جب محلے اور قبیلے کے لڑکے کھیلتے تھے۔ تو حضرتؐ میرے لڑکوں کا ہاتھ پکڑ کر علیحدہ لے جاتے اور فرماتے۔ آؤ ہم کھیلنے کے لئے خلق نہیں ہوئے ہیں (کلا ریب النبی نبی ولو کان صبیا)۔ نیز جناب ابوطالبؑ فرماتے ہیں۔ کہ لوگ مجھے مجبور کرتے تھے۔ کہ بتوں کے پاس چلو۔ مَیں کہتا تھا۔ کہ مَیں اپنے فرزند سے جدا نہیں ہو سکتا۔ وہ کہتے۔ کہ اس کو بھی لے چلو۔ مَیں کہتا۔ کہ یہ بچہ بتوں کو دیکھنے اور اس کا نام سننے کو مکروہ جانتا ہے۔ تب انہوں نے کہا۔ کہ اس کو تادیب کرو۔ مَیں نے کہا تمہیں معلوم نہیں ہے اور تم نے نہیں سُنا ہے۔ کہ

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

بتوں کی ہلاکت اسی کے ہاتھ پر ہے۔ خود آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ میں بچپن میں عرب کی کبھی کسی بری رسم شادی بیاہ ناچ رنگ وغیرہ میں شریک نہیں ہوا۔ جناب ابوطالبؑ سے یہ بھی مروی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے چار سال کے سن میں محمدؐ کو دیکھا۔ کہ وہ نماز پڑھتے تھے۔ اور یہ بھی تصریح بعض روایات میں موجود ہے۔ کہ حضرتؐ نے قبل بعثت پچیس حج کئے تھے۔ یہ مختصر حالات معجزات و کرامات ہیں حضرتؐ کے قبل بعثت جن میں سے اکثر کا تعلق سن طفولیت و صباوت بلکہ سن رضاعت (شیر خواری) سے ہے۔ اہل بصیرت انہی حالات سے سمجھ سکتے اور اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ حضرتؐ متعلق مبدء و معاد کیسا علم رکھتے تھے۔ اور اوپر عرض کر چکے ہیں۔ کہ کلمہ "الحمد للہ رب العالمین" جامع ہے جمیع اقسام توحید و معرفت مبدء و معاد کا۔ اور شامل ہے جملہ احتیاج عالم من حیث المبدء والمعاد کو۔ اور حضرتؐ بچپن میں تسمیہ و تحمید و تقدیس و تہلیل کے عادی تھے۔ پھر کیونکر ممکن ہے۔ کہ حضرتؐ حدود و تعریف ایمان سے واقف نہ ہوں۔ کیا یہ معرفت تامہ آپ کو بلا اس کے حاصل تھی۔ کہ حدود ایمان سے آگاہ ہوں۔ ان تمام روایات سے ظاہر ہے۔ کہ حضرتؐ ابتدائے عمر یعنی روز ولادت سے تہلیل و تسبیح و تہلیل و تقدیس باری تعالےٰ عز اسمہ کے عادی تھے۔ اور بتوں سے متنفر اور آثار معرفت ہمیشہ آپؐ سے ظاہر و نمایاں۔ آپؐ اپنے مرتبے کو خوب سمجھتے تھے اور مراتب نبوت کو پہچانتے تھے۔ اور ان کے اہل خاندان بھی پہچانتے تھے۔ کہ آپ کیا ہیں۔ اور کیا ہونے والے ہیں۔ پھر کیونکر ممکن ہے۔ کہ آپ جبرئیلؑ کے آنے کی غرض سے بے خبر ہوں۔ اور اس کے سوال کے جواب سے عاجز اور ورقہ سے تعلیم کے محتاج۔ اور اس امر میں متحیر کہ خدا امّی ناخواندہ اور جاہل کو کس طرح سے پڑھاویگا۔

یہ روایات اور نیز تصریح و تصدیق علماء کرام شاہد ہے۔ کہ حضرتؐ قبل بعثت اپنی ہی شریعت پر عامل تھے۔ اور اسی طریق سے صوم و صلوٰۃ وغیرہ بجالاتے تھے۔ جس طرح کہ اب ہیں۔ پس اگر آپ قبل بعثت عالم قرآن نہ تھے۔ تو پھر اس طریق سے نماز کس طرح ادا کر سکتے۔ اور اگر عالم قرآن تھے۔ پھر کیونکر وہ حدود ایمان اور منقولات شرعیہ اصول و فروع دین سے جاہل اور محتاج تعلیم جبرئیل بروز بعثت ہو سکتے ہیں۔ روایات روز ولادت باسعادت حضرت ولایت مآب علی ابن ابی طالب علیہ السلام موجود ہیں۔ اور کتب تواریخ و احادیث عامہ و خاصہ میں ہیں۔ کہ وقت ولادت جناب امیرؑ نے تلاوت قرآن فرمائی۔ اور نیز دیگر کتب سابقہ توریت۔ زبور۔ انجیل کو تلاوت فرمایا۔ اور روایات عامہ میں یہ ہے۔ کہ سورۂ قد افلح المومنون پڑھی۔ اور امر یقینی ہے۔ کہ ولادت حضرت امیر علیہ السلام

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

قبل بعثت ہے۔ پس وقتِ ولادتِ حضرت امیرؑ کس نے معلوم کیا۔ کہ انہوں نے تلاوت قرآن فرمائی جو ابھی تک قرآن نازل نہ ہوا تھا۔ رسول خداؐ نے یا غیر رسول خدا نے۔ اگر غیر رسول خدا نے قبل نزول قرآن معلوم کرلیا۔ کہ علیؑ قرآن پڑھ رہے ہیں۔ تو وہ یقیناً اس امر میں پیغمبرؐ سے افضل ہوئے۔ کہ وہ قبل نزول قرآن عالم قرآن تھے۔ کیونکہ جب تک عالم قرآن نہ ہوں۔ کیونکر پہچان سکتے ہیں کہ یہ قرآن ہے۔ اور اگر پیغمبرؐ نے فرمایا۔ کہ علیؑ قرآن پڑھ رہے ہیں۔ اور انہوں نے معلوم کیا۔ کہ یہ قرآن ہے۔ تو ضرور وہ قبل بعثت عالم قرآن تھے۔ اور جب عالم قرآن تھے۔ تو جملہ معارف دینیہ اصول و فروع کے عالم تھے۔ اور ہرگز روز بعثت محتاج تعلیم جبرئیلؑ اور اس کے وبانے اور بھینچنے کے نہ تھے۔ بلکہ عالم جمیع علوم و فنون و جمیع مایحتاج عالم بلکہ عوالم من حیث الاجتماع والانفراد و عارفِ علم ماکان و مایکون تھے۔ کیونکہ "قرآن تبیانا لکل شئی" "ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین" ہے۔ اور اصل یہی ہے چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ "لا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ" (طٰہٰ ع ۶) اے پیغمبرؐ تلاوت قرآن میں تعجیل نہ کرو قبل اس کے کہ اس کی وحی پوری ہو۔ اور ظاہر ہے۔ کہ "تعجیل" کسی کام کو اس کے وقت سے پہلے کرنے کو کہتے ہیں۔ یعنی ایک شخص ایک کام کو جانتا ہے۔ اس کی قدرت رکھتا ہے۔ اس کے اسباب مہیا ہیں۔ لیکن کرنے کا وقت نہیں آیا ہے۔ اور وہ اس کو قبل دخول وقت کرنے کی خواہش کرتا ہے۔ تو کہا جائیگا۔ کہ جلدی نہ کرو۔ اس لئے اس آیت سے ثابت ہے۔ کہ حضرتؐ عالم قرآن تھے۔ اور قرآن ان کے سینے میں موجود تھا۔ جب ہی تو خدا فرماتا ہے۔ اس کی تلاوت میں اپنی طرف سے تعجیل نہ کرو۔ اگر قرآن ان کے وجود میں موجود نہ ہوتا۔ اور وہ اس کے پہلے سے عالم نہ ہوتے۔ تو ناممکن تھا۔ کہ وہ اپنی طرف سے اس کی تلاوت میں تعجیل کر سکتے۔ جتنا پڑھایا جاتا۔ اتنا ہی پڑھ سکتے تھے۔ اور اس لئے یہ حکم "تلاوت میں جلدی نہ کرو" محض لغو بیفائدہ ہوگا۔ کہ امر محال و ناممکن سے نہی کی گئی ہے۔ اور یہ تاویل اس کی بالکل غیر معقول ہے۔ کہ مطلب یہ ہے۔ کہ تلاوت جلدی جلدی نہ کرو۔ ٹھیر ٹھیر کر ترتیل سے پڑھا کرو۔ کیونکہ اگر یہ معنی لئے جائیں۔ کہ اس سے سکون و طمانیت قرأت مراد ہے۔ تو قبل ان یقضی الیک وحیہ" اور اس کے بعد کی آیات کے کچھ معنی نہ ہونگے۔ کہ وحی سے پہلے جلدی نہ کرو۔ بلکہ اصل مطلب یہی ہے۔ کہ قرآن تمہارے اندر موجود ہے۔ اور تم عالم ہو۔ تم اپنی طرف سے اس کے اظہار و تلاوت و قرأت میں جلدی نہ کرو۔ اتنا ہی پڑھو۔ جتنا ہم حکم دیں۔ جتنا ہم کہتے ہیں۔ اتنا سناتے اور پہنچاتے جاؤ۔ چنانچہ دوسری آیت اسی کی تصریح کرتی ہے۔ "لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ انا علینا جمعہ وقرانہ فاذا قرءناہ فاتبع قرانہ ثم ان علینا بیانہ"۔ اس کے ساتھ تعجیل کرتے

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

ہوئے زبان کو حرکت دو۔ تحقیق کہ ہمارے اوپر ہے اس کا جمع کرنا اور قرأت کرنا پس جب ہم قرأت کریں تو اس قرأت کی پیروی کرو۔ اتنا ہی تم قرأت کرو۔ اور سنا دو۔ اور پھر ہمارے ہی اوپر اس کی تفسیر و بیان لازم ہے۔ جس طرح ہم بیان کریں وہ درست ہے۔ اور بیان وہی بیان ہے جو ہماری طرف سے ہے۔ لہٰذا بلاشبہ حضرتؐ قبل نزول قرآن عالم قرآن تھے یعنی حامل کتاب وجودی تھے۔ اور اس کا علم اور اس کی حقیقت ذات کے ساتھ عطاء ہوئی تھی۔ قرآن صورت مقروءہ ہے۔ بعد قرأت و تلاوت اس پر قرآن کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور کتاب غیر قرآن ہے۔ وہ حقیقت قرآن ہے۔ "انه لقران کریم فی کتاب مکنون لا یمسه الا المطهرون"۔ تحقیق کہ یہ قرآن کریم ہے کتاب مکنون میں۔ نہیں مس کرتے ہیں اس کو مگر طاہر و مطہر لوگ۔ "وما کان هذا القران ان یفتری من دون الله ولکن تصدیق الذی بین یدیه وتفصیل الکتاب لا ریب فیه"۔ یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ غیر خدا کی طرف سے گھڑ لیا گیا ہو۔ بلکہ تصدیق ہے ان کتب کی جو اس سے پہلے ہیں۔ اور تفصیل ہے کتاب لاریب فیہ کی۔ پس کتاب حقیقت قرآن ہے۔ اور قرآن صورت مقروءہ کتاب۔ قرآن وہ صورت مقروءہ ہے۔ جو زبان مبارک پیغمبر سے بذریعہ وحی خارج ہوئی۔ اور کتاب گویا نفس حقیقت نوریہ علمیہ ہے۔ لہٰذا یقیناً پیغمبرؐ قبل نزول قرآن عالم حقائق قرآن و دارائے کتاب وجودی تھے۔ بلکہ وجود پیغمبرؐ نفس کتاب وجودی اور نور مطلق ہے۔ "قد جاءکم من الله نور وکتاب مبین"۔ تحقیق کہ آیا ہے خدا کی طرف سے تمہارے پاس نور اور کتاب روشن۔ "وقد جاءکم برهان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا"۔ تحقیق تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک برہان مجسم آیا ہے۔ اور ہم نے تمہاری طرف ایک نور روشن و درخشاں نازل کیا ہے۔ کیسا نور درخشاں کہ جسم بھی نورانی روح بھی نور مطلق۔ پس نور علی نور ہے۔ یهدی الله لنوره من یشاء و کذالک یضرب الله الامثال للناس +

حیف صد حیف مجسم برہان توحید و نور الٰہی جاہل از توحید و محتاج معرفت غیر۔ وہ مجسمہ ذکر خدا واسمائے حسنیٰ و مثل اعلیٰ الٰہی ہے۔ "ارسلنا الیکم ذکرا رسولا"۔ "ولله الاسماء الحسنیٰ"۔ "وله المثل الاعلیٰ"۔ کس طرح ممکن ہے کہ خود ذکر خدا ذکر خدا و معرفت سے غافل و بے خبر ہو +

پیغمبر مخلوق پر علم و نبوت و مظہر معرفت ہوتا ہے۔ کہ اصل غرض و غایت خلقت بعد میں آیہ

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

مجیدہ "ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" عبادت ہے۔ اور عبادت بلا معرفت غیر مقبول۔
اس لئے اصل غایت معرفت ہی ہے۔ اور کلمۂ قدسی کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت
الخلق" (میں خزانہ مخفی تھا۔ میں نے چاہا۔ کہ میں پہچانا جاؤں۔ پس میں نے مخلوقات کو خلق کیا۔ تاکہ پہچانا جاؤں)
بس واسطے اول مخلوق و مصنوع چاہیئے۔ کہ نمونہ صفاتِ جلال و جمال الٰہی و کمالات لا متناہی حیات و علم
و قدرت و ارادہ ہو۔ تاکہ معرفت اس مصنوع اول کی دلیل معرفتِ خدا ہو۔ و نیز اول مخلوق و مصنوع اول
عارف بالسہ ہو۔ تاکہ غرض خلقت دونو لحاظ سے حاصل ہو۔ اگر اول مخلوق عارف خدا نہ ہوگا۔ تو کوئی وجود
بھی معرفتِ خدا حاصل نہیں کر سکتا۔ ضرور ہی اول عارف ہے۔ اور اول مخلوق و مصنوع چاہیئے۔ کہ
اکمل موجودات ہو۔ اور کمال موقوف ہے کمال معرفت خالق پر۔ پس عارف اکمل پیغمبرؐ ہی ہوئے۔ اسی وجہ
سے آپؐ نے فرمایا۔ وامرت ان اکون اول المسلمین۔ میں مامور ہوں۔ کہ میں اول مسلم و اول مطیع و منقاد
خالق ہوں۔ یہ اصدار امر سے امر تکوینی ہے۔ کہ میری تکوین و تخلیق و سرشت میں معرفت خدا حاصل ہے۔ اور
میں عالم امر ہی سے عارف و مسلم مطلق پیدا ہوا۔ ورنہ اسلام و ایمان تکلیفی میں تو ہر ایک نبی اول مسلم
ہوتا ہے۔ اور ہر شخص علی العموم مامور ہے سبقت الی الاسلام و سبقت الی الخیر کی طرف۔ یہ فخر و
مباہات پیغمبر خاتم النبیینؐ کے لئے اسی وجہ سے ہے۔ کہ اول مسلمین ہیں۔ بایں معنی کہ اس وقت مسلم مطلق
تھے۔ جبکہ کوئی مسلم نہ تھا۔ یعنی کوئی موجود نہ تھا۔ چنانچہ اکثر فرمایا۔ کہ ہم خدا کی تسبیح و تہلیل و تقدیس کرتے
تھے۔ جبکہ نہ آسمان تھا نہ زمین۔ نہ جن نہ انس۔ نہ ملک نہ روح۔ اور یہی سابق ہیں اقرار ربوبیت میں۔
اور سب انبیاءؑ و اوصیاءؑ سے پہلے جوابِ الست بربکم میں "بلیٰ" کہنے والے + ہم مقدمات میں بھی ثابت
کر چکے ہیں۔ اور آئندہ بھی بعض احادیث نقل کرینگے۔ کہ ہر ایک مخلوق نے معرفتِ خدا و تسبیح و تہلیل و
تقدیس و تحمید محمدؐ و آل محمدؐ سے سیکھی ہے۔ اگر یہ نہ بتلاتے۔ تو نہ جانتے۔ کہ کس طرح اس کی تسبیح و تقدیس
کریں۔ یہ اول مسلم و اول عارف و نمونہ معرفت خدا کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ اس عالم شہود جسمانی میں چالیس
سال تک جاہل مطلق و بے معرفت رہے۔ اور نہ جانتا ہو۔ کہ خدا کس اقرار کو ایمان کہتا ہے۔ اور
جبرئیلؑ لا الٰہ الا اللہ سکھائے۔ مسلّم ہے۔ کہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم"
غنی مطلق و فیاض مطلق کسی نعمت کو دے کر خود نہیں چھینتا۔ جبکہ تغیر حالت منعم علیہ میں پیدا نہ ہو۔ اور عوارض
خارجیہ و وساوس عادات یا نوامیس الامثال سلب نعمت کا باعث نہ ہوں۔ تو کیا پیغمبرؐ کی حالت کو شوائب
طبیعیہ و وساوس عادات و نوامیس الامثال نے متغیر کر دیا تھا۔ جو خدا نے اپنی نعمتِ معرفت کو پیغمبرؐ
سے اس عالم شہود میں سلب کر لیا؟ شاید یہی کہا جائیگا۔ کہ ہاں ظلمت مادیہ جسمانیہ نجوبیہ و خواص طبیعت مادہ

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

موجب جہالت و سلب معرفت ہو گئے۔ اگرچہ بلحاظ عالم انوار وہ عالم تھے۔ مگر یہ غلط محض ہے۔ مادۂ نبویہ مادۂ نورانیہ ہے۔ اور نورانیت و لطافت مادۂ نبویہ ہماری ارواح کی لطافت سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ اور روح نبوی روح نورانی و حقیقت علمیہ مظہر کامل صفات کاملہ الٰہیہ ہے۔ وہ اس جسم نورانی سے متعلق ہو کر نور علیٰ نور کی مصداق ہو گی۔ نہ کہ اس پر تاریکی جہالت چھا جائیگی۔ حقیقت میں ایسے کلمات زبان سے نکالنا کمال نقص معرفت پیغمبرؐ بلکہ بکمال جرأت انکار نبوت خاتم النبیینؐ ہے +

فصل

دیگر افادات جناب علامہ کنتوری

علیؑ کو اُستاد جبرئیل کہنا غلو ہے

رسالہ تہافت الفلاسفہ شوال ۱۳۲۷ھ میں غلو کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں "جس طرح غلاۃ کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ جناب امیرؑ اُستاد جبرئیلؑ تھے۔ ان کو کیا خبر ہے۔ کہ حضرت جبرئیلؑ بحکم خدا حامل وحی ہو کر جناب رسولؐ کو خبر دیتے تھے۔ جس کی نسبت خدا فرماتا ہے۔ علمہ الشدید القویٰ تعلیم قرآن نبی اُمّی کو اس شخص نے دی۔ جس کے قوائے جسمانی شدید تھے (جبرئیلؑ)۔ پھر جب حضرت جبرئیلؑ معلم جناب رسولؐ کے بنص قرآن تھے۔ اور رسولؐ معلم جناب امیرؑ کے تھے۔ اب تو جبرئیلؑ جناب امیرؑ کے معلم کے معلم یعنی اُستاد الاُستاد ٹھہرے۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ اُستاد الاُستاد بھی ہوں اور شاگرد بھی" پہلے بلبل ہند کو بوجہ (آتی تھی یہ آواز کہ گویا تم تھے) غالی یعنی کافر بنا چکے ہیں۔ اب جناب علامہ نے ان تمام علماء اور دیگر مومنین کے کفر کا صریح فتوے دیدیا ہے۔ جو جناب امیرؑ کو اُستاد جبرئیلؑ کہتے ہیں۔ اور آگے چل کر ناظرین کو معلوم ہوگا۔ کہ اسی قسم کے غالیوں میں خود حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام بھی داخل ہیں۔ نہ صرف علماء کرام مثل علامہ مجلسیؒ وغیرہ۔ تعلیم قرآن اور شدید القوےٰ کا حال ناظرین بنص حدیث امام و تفسیر و تشریح مفسرین مثل علی بن ابراہیم قمی و علامہ سیوطی وغیرہم معلوم کر چکے ہیں۔ کہ شدید القوےٰ نام خداوند عالم ہے اور اسی نے پیغمبرؐ کو قرآن تعلیم دیا ہے۔ اور دیگر آیات بھی اس کی مفسر ہیں۔

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

الرحمٰن علم القرآن - رحمٰن ہی نے قرآن تعلیم دیا ہے۔ مبصرین جانتے ہیں کہ تقدیم فاعل معرف باللام بر فعل دلالت کرتی ہے تخصیص فعل بافاعل پر۔ اور اس کا صحیح ترجمہ یہی ہے۔ کہ "رحمٰن ہی نے قرآن تعلیم دیا ہے نہ غیر نے"۔ اگر کوئی غیر واسطہ فی التعلیم ہو۔ تو یہ تخصیص باطل ہوگی۔ اور اعتراض بر کلام خدا۔ ایضاً وانک لتلقی القرآن من لدن حکیم علیم (نحل) تحقیق کہ تو لیتا ہے قرآن کو علیم حکیم ہی سے۔ یہ آیت بھی اسی مضمون پر دال ہے۔ کہ معلم خدا ہے نہ غیر۔ اور اسی سے معنی علم لدنی معلوم ہیں۔ کہ اگر واسطہ فی التعلیم کوئی دوسرا شخص ہو۔ تو "انک لتلقی القرآن من لدن حکیم علیم" صحیح نہ ہوگا۔ اور معلوم ہے۔ کہ روح اعظم نبوتی کہ مدار و ملاک ختم نبوت ہے۔ مجرد ترین موجودات ہے۔ کہ اس سے فوق کوئی مخلوق نہیں۔ اس لئے اُس کے اور مجرد مطلق و بسیط محض واجب الوجود کے درمیان اور کوئی مخلوق واسطہ نہیں ہو سکتا۔ وہ بسبب کمال تجرد و لطافت و بساطت ہمیشہ اپنے مبدء سے اتصال و قرب رکھتی ہے۔ بعبارتِ دیگر ایک امر ہے۔ ایک مامور ہے۔ ایک آمر۔ مامور غیر آمر اور امر ہے۔ اور امر غیر ذات آمر۔ لیکن امر ذات آمر سے جدا نہیں۔ اور بنص قرآن۔ روح اعظم نبوتی عالم امر سے ہے۔ اس لئے ضرور ہے۔ کہ اس کو ہمیشہ ذات آمر سے تعلق بلا واسطہ ہے۔ اور یہ بھی ضروری ہے۔ کہ خلقت اوّل مخلوق بلا واسطہ غیر ہے۔ اور اوّل مخلوق اکمل ترین مخلوقات ہے۔ اور اقرب ترین مخلوقات بمبدء۔ اور اس لئے بھی ناممکن ہے۔ کہ اس کے اور مبدء فیاض کے درمیان کوئی اور مخلوق واسطہ تعلیم و فیضان علوم ہو۔ جس طرح فیض وجود اس کو بلا واسطہ پہنچا ہے۔ اسی طرح فیض علم بھی بلا واسطہ ہی ہے۔ بلکہ وہ خود واسطہ مطلقہ فیضان الٰہی ہے جمیع مخلوقات کے لئے۔ جیسا کہ علامہ مجلسیؒ نے اپنے اعتقادیہ میں اس کی تصریح فرمادی ہے۔ اور ہم مقدمہ کتاب میں نقل کر چکے ہیں۔ کل فیض وجود یبدء بھم صلوات اللہ علیہم ثم ینقسم علی سائر الموجودات۔ جبرئیلؑ کب واسطہ تعلیم ہو سکتا ہے۔ وہ اپنے وجود میں محتاج محمدؐ و آل محمدؐ ہے۔ اور وہ ان کے خرمن کا خوشہ چیں احسان کا گہوارہ جنباں۔ ان کا فرش بچھانے والے اور ان کے خدام میں داخل۔ مقدمات میں ثابت ہو چکا ہے۔ کہ کمال نبوت کتاب وجودی یعنی وہ علم ہے۔ جو وجود پیغمبرؐ کے ساتھ عطا ہوتا ہے۔ اور وہ بجعل الٰہی ہے۔ نہ بتعلیم ملائکہ و بتنزیل ملائکہ "وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب" ذریت ابراہیمی میں کتاب بجعل الٰہی ہمیشہ موجود ہے۔ اور یہ اعطاء کتاب و تعلیم یا نفخ یا القاء یا ایماء روح نبوتی ہے۔ اور اس تعلیم کو تعلیم ملائکہ سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ خصوصاً نقطہ دائرہ تکوین و خاتمہ مصحف تدوین حضرت خاتم النبیینؐ و اوّل المسلمین کے لئے تو قطعاً ناممکن ہے۔ کہ تعلیم کتاب انکو بذریعہ جبرئیلؑ ہو۔ ہاں نسبت تنزیل طرف جبرئیلؑ ضرور ہے۔ جیسا کہ نزل بہ الروح الامین علی قلبک

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

اور قل من کان عدواً لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ میں ہے ۔ پس جبرئیل واسطے تنزیل فرقانی ہے نہ واسطہ تعلیم کتاب و قرآن "و قرآنا فرقناہ لتقرءہ علی الناس علی مکث و نزلناہ تنزیلا"۔ اور یہ قرآن ہے جس کو ہم نے جدا جدا اور آیہ آیہ کیا ہے ۔ تاکہ تو لوگوں پر اس کی درجہ بدرجہ و رفتہ رفتہ تلاوت و قرأت کرے ۔ اس آیت اور نیز دیگر آیات صریحۃ الدلالت سے ثابت ہے ۔ کہ مثل تعلیم تنزیل حقیقیہ اور صورت جمعی قرآن سب بلا واسطہ غیر خدا ہی کی طرف سے ہے ۔ ہاں صورت تفریقی و صورت فرقانی بواسطہ جبرئیلؑ ہے ۔ وہ بھی بعض نہ کل ۔ اور تفصیل اس کی یہ ہے ۔ کہ علم قرآن وجود پیغمبرؐ میں موجود ہے ۔ بعد بعثت و وقت تبلیغ و دعوت حسب مصلحت وقت و ضرورت حکم الٰہی پیغمبرؐ کو پہنچتا ہے ۔ کہ اب فلاں فلاں حکم پہنچاؤ ۔ اب فلاں امر جاری کرو ۔ اب فلاں فلاں آیات تلاوت کرو ۔ جس طرح کہ بلا تشبیہ عالم و متبصر و عارف امور سیاست کو بادشاہ کا حکم بذریعہ اردلی یا ہرکارہ کے پہنچتا ہے ۔ کہ اس وقت فلاں قانون جاری کرو ۔ اب فلاں امر نافذ کرو ۔ وغیر ذالک ۔ اور ظاہر ہے ۔ کہ اس صورت میں وہ اردلی بادشاہ یا پیش خدمت معلم حاکم یا وزیر نہیں ہوتا ۔ بلکہ وہی خادم کی حیثیت رکھتا ہے ۔ پس آنحضرتؐ کے پاس جبرئیلؑ کا آنا اسی حیثیت سے ہوگا جس طرح بادشاہ کا خادم اس کے مقرب ترین وزیر کی خدمت میں کسی پیغام کے پہنچانے کے لئے بھیجا جاتا ہے ۔ اگرچہ خود بلا واسطہ بھی بادشاہ اس سے کہہ سکتا ہے ۔ لیکن رسم ہے ۔ کہ خادم جاتے لیکن بعض اوقات نہ ہمیشہ ۔ اسی طرح حضرت جبرئیلؑ بعض اوقات حاضر خدمت پیغمبرؐ ہوتے تھے ۔ کبھی تو صرف خدا کا سلام ہی پہنچانے کے لئے ۔ کبھی کوئی خوشخبری دینے کے لئے ۔ اور کبھی کسی حکم کے نافذ کرانے کے لئے ۔ اس وجہ سے کہ رسم جاری تھی ۔ کہ ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کی خدمت میں ملائکہ آتے تھے ۔ اور معروف تھا کہ جبرئیلؑ امین وحی ہیں ۔ انبیاءؑ کے پاس آیا کرتے ہیں ۔ پس اگر کبھی جبرئیلؑ حاضر خدمت نہ ہوتے ۔ اور حضرتؐ اس امر کا اظہار نہ فرماتے ۔ کہ جبرئیلؑ کے ذریعہ سے مجھے وحی ہوتی ہے ۔ تو بہت سے ایسے لوگوں کو شبہ پڑتا ۔ اور کہتے ۔ کہ یہ سب کچھ اپنی ہی طرف سے کہتے ہیں ۔ جو وحی قلبی اور کلام بلا واسطہ کی حقیقت کو نہ سمجھتے تھے یا نہ سمجھ سکتے تھے +

چنانچہ حدیث ذیل اور دیگر احادیث سے ایسا ہی ظاہر ہے ۔ ملاحظہ ہو ۔ تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض .... و رفع بعضہم درجات کی تفسیر ۔ اور عیون اخبار الرضا علیہ السلام قال النبیؐ ما خلق اللہ خلقا افضل منی ولا اکرم علیہ منی قال علی قلت یا

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

رسول اللہ افانت افضل ام جبرئیل فقال ان اللہ فضل انبیائہ المرسلین علی ملئکتہ المقربین وفضلنی علی جمیع النبیین والمرسلین والفضل بعدی لک یا علی وللائمۃ من بعدک وان الملائکۃ لخدامنا وخدام محبینا۔ یعنی آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ خدا نے کوئی مخلوق مجھ سے افضل واکرم نہیں پیدا کی۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ آپ افضل ہیں یا جبرئیلؑ؟ فرمایا۔ خدا نے اپنے انبیاءؑ مرسلینؑ کو جملہ ملائکہ مقربین پر فضیلت دی ہے۔ اور مجھ کو جملہ انبیاءؑ و مرسلینؑ پر فضیلت دی ہے۔ اور میرے بعد اے علیؑ تجھ کو اور تیری اولاد کے ائمہ اہلبیت کو سب پر فضیلت ہے۔ اور تحقیق کہ ملائکہ ہمارے خادم ہیں۔ اور ہمارے محبوں کے خادم۔ صریح مطلب اس حدیث کا یہی ہے۔ کہ آنحضرتؐ جملہ مخلوقات سے افضل ہیں۔ اور اسی طرح آپ کے اوصیاء آپ کے سوا جملہ مخلوقات و ملائکہ و انبیاء مرسلین و غیر مرسلین سے افضل ہیں۔ اور ملائکہ ان کے سامنے صرف خادم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی مضمون کی دو حدیثیں اور جناب علامہ مجلسی رہ نے ہفتم بحار میں نقل کی ہیں۔ ایک میں جبرئیل منا اھل البیت وھو خادمنا ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ کے لئے بھی منا اھل البیت آیا ہے۔ پس جس طرح کہ حضرت سلمان فارسیؓ ریاض احمدی کے ادنٰی خوشہ چین ہیں۔ مگر دیگر جملہ اصحاب سے افضل اور مقرب ترین خاندان نبوت و رسالت۔ اسی طرح جبرئیلؑ ان کے خرمن کے خوشہ چین اور ان کے ادنٰی غلام ہیں۔ مگر مخلص غلام۔ یہ خصوصیت صرف ملائکہ مقربین بارگاہ الٰہی کے لئے ہے۔ کہ "منا اھل البیت" کا خطاب پایا ہے۔ اور خاص وارثان نبوت و رسالت کی خدمت گذاری کا حق حاصل ہے۔ ورنہ عموم ملائکہ تو نہ صرف محبان اہلبیت کے خادم ہیں۔ بلکہ عموم نوع انسان کے خادم ہیں "لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ" الخ۔ کہاں ملائکہ اور کہاں انبیاءؑ اور کہاں خاتم النبیینؐ۔ جو کہ تمام عوالم پر بشیر و نذیر ہے۔ اور ماسوائے اللہ اس کے تحت حکم "تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا" جملہ عالمین پر وہ پیغمبرؐ نذیر و بشیر ہیں۔ اور ملائکہ مقربین ان کی ادنٰی امت میں داخل۔ ملائکہ میں کہاں یہ قدرت کہ مادر اول اور روح اعظم قدس پر حکومت پیدا کر سکیں۔ اور مصنوع اول کے معلم بن سکیں۔ بلکہ قضیہ بالعکس ہے۔ اہل بیت نبوت و رسالت معلم مطلق ہیں +

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام۔ انہ قال نحن شجرۃ النبوۃ ومعدن الرسالۃ ونحن عہد اللہ ونحن ذمۃ اللہ لم نزل انوارا حول العرش نسبح فسبح اھل السماء لتسبیحنا

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

فلما نزلنا الی الارض سبحنا فسبح اهل الارض۔ فکل علم خرج الی اهل السموات والارض فمنا وعنا۔ وکان فی قضاء الله السابق ان لا یدخل النار محب لنا ولا یدخل الجنۃ مبغض لنا لان الله یسئل العباد عما عهد الیهم ولا یسئلهم عما قضیٰ علیهم۔ یعنی فرمایا۔ ہم ہی شجرۂ نبوت و معدن رسالت ہیں۔ اور ہم عہد خدا و ذمۃ اللہ ہیں (وکان بضعۃ الله مسئولا)۔ ہمیشہ ہم بصورت نوری گرد عرش الٰہی رہے ہیں۔ ہم تسبیح کرتے تھے۔ پس ہماری تسبیح کی وجہ سے اہل آسمان تسبیح کرتے تھے۔ پس جب ہمارا نزول ورجوع زمین کی جانب ہوا پس ہم نے تسبیح کی پس اہل ارض نے ہماری تسبیح کی وجہ سے تسبیح خدا ادا کی۔ پس ہر ایک علم جو اہل آسمان اور اہل زمین کو پہنچا ہے۔ وہ سب ہماری طرف سے اور ہمارے ذریعہ سے پہنچا ہے۔ اور خدا کی قضاء سابق میں آچکا ہے۔ کہ ہمارا محب ہرگز داخل نار نہ ہوگا۔ اور ہمارا دشمن کبھی بہشت میں نہ جائیگا کیونکہ خدا روز قیامت اپنے بندوں سے اپنے عہد کی بابت سوال کریگا۔ اور اپنی قضاء سے سوال نہ کریگا +

ابن عباسؓ جناب رسول خداؐ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ہم رسول خداؐ کے پاس تھے۔ کہ علیؑ ابن ابی طالب تشریف لائے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ مرحبا اے وہ شخص جس کو خدا نے اپنے باپ سے چالیس ہزار سال پہلے خلق کیا۔ پس ہم نے کہا۔ یا رسول اللہؐ کیا بیٹا باپ سے پہلے ہو سکتا ہے؟ فرمایا۔ ہاں۔ مجھ کو اور علیؑ کو خدا نے حضرت آدمؑ کی خلقت سے اتنی مدت پہلے ایک نور سے خلق کیا۔ اور پھر ہم کو دو ٹکڑے کیا۔ پھر تمام اشیاء کو میرے اور علیؑ کے نور سے خلق کیا۔ پھر ہم کو اپنے عرش کے دائیں طرف قرار دیا۔ ہم نے تسبیح خدا کی۔ پس تمام ملائکہ نے ہماری تسبیح سن کر تسبیح کی ہم نے تہلیل کہی۔ پس سب ملائکہ نے لا الہ الا اللہ کہا۔ ہم نے تکبیر ادا کی۔ تمام ملائکہ نے ہماری تکبیر سن کر تکبیر کہی۔ فکل من سبح الله وکبرہ فان ذلك من تعلیم علیؑ۔ پس (اے ابن عباس) جس نے بھی خدا کی تسبیح و تکبیر کہی ہے۔ وہ تعلیم علیؑ ہی سے ہے۔ اس مضمون کی روایات بکثرت موجود ہیں۔ اور حد تواتر کو پہنچی ہوئی۔ جو بکمال صراحت دلالت کرتی ہیں۔ کہ فیض وجود و فیض علم ہر موجود کو خواہ ملائکہ ہوں یا انبیاء وغیرہ سب کو محمدؐ و علیؑ ہی سے پہنچا ہے۔ اور یہی معلم مطلق ہیں۔ اور جبرئیلؑ حضرت علیؑ کے ادنیٰ شاگرد۔ ملاحظہ ہوں بصائر الدرجات۔ کتاب الوصیہ للمسعودی۔ تفسیر برہان۔ بحار الانوار۔ اب نہ معلوم جناب علامہ کنتوری صاحب حضرت رسولؐ و ائمہ معصومینؑ اور ان علماء محققین میں سے کن کن کو غالی یعنی کافر کا خطاب دینگے۔ اگر یہی کفر و غلو ہے تو یہ خدا ہر مومن کو نصیب کرے۔ اس سے توبہ نہیں ہو سکتی۔

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

ان کان ذنبی مدح آل محمد
فذالک ذنب لست عنہ اتوب

قطع نظر ان احادیث اور ان تصریحات سے اگر انسان صرف حدیث معروف و متفق علیہ امت "انا مدینۃ العلم و علیؑ بابہا" میں غور کرے۔ تو ضرور اس مطلب کو سمجھ جائیگا۔ کہ ہر ایک علم علیؑ سے نکلا ہے اور وہی استاد ہیں دیگر مخلوقات و جبرئیلؑ کے۔ اور حضرت جبرئیلؑ کو خود اس پر فخر ہے۔ ملاحظہ ہو ششم بحار۔ حال جنگِ احد اور کلمہ حضرت جبرئیلؑ "وانا منکما" اور تشریح جناب علامہ مجلسیؒ۔ مسلّم ہے۔ کہ وجود نبیؐ اول مخلوق ہے۔ اور علیؑ جزو نور محمدیؐ۔ اور ہر صانع اوّل مصنوع کو کامل و اکمل تر بناتا ہے۔ تاکہ اس کا نقص دلیل نقص صانع نہ ہو۔ اگر ناقص رہ جائے۔ تو صانع کو عاجز یا اس نقص سے جاہل کہا جائیگا۔ اور مسلّم ہے۔ کہ اگر مخلوق جاہل ہو۔ تو ناقص ہے۔ اگر عاجز ہو۔ تو ناقص ہے۔ اگر سفیہ ہو۔ تو ناقص ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ لہٰذا ضروری ہے۔ کہ اوّل مخلوق ہر ایک اعتبار علم و قدرت و حکمت سے بایں معنی کہ جو مخلوق بعد اس کے خلق ہو۔ اس سے کامل تر ہو۔ ورنہ وہی اعتراض لازم آئیگا۔ پس نبیؐ اوّل عالم و قادر و حکیم ہے۔ اور وہ مبعوث ہے جمیع عالم پر۔ لابُد ملہ محتاج جمیع عوالم کو من حیث الانفراد والاجتماع مبدءً و معاداً حاوی و محیط ہو۔ اور احاطہ جمیع مبعوث الیہم یعنی ماسوے اللہ پر رکھتا ہو۔ اور یہی مطلب ہے "انا مدینۃ العلم" کا۔ کہ اس شہر علوم میں جملہ علوم ضروریہ موجود ہیں۔ کیونکہ شہر اسی کو کہتے ہیں۔ جس میں جملہ ضروریات انسان بآسانی مہیا ہو سکیں۔ لہٰذا یہ شہر علم الٰہی جملہ ضروریات مبعوث الیہم یعنی ماسوے اللہ کو حاوی ہے۔ لیکن دروازہ اس شہر کا علیؑ ہے۔ جو علم نکلیگا۔ علیؑ کے ذریعہ سے نکلیگا۔ خواہ ملائکہ کو پہنچے۔ یا انبیاءؑ کو۔ کیونکہ ملائکہ بھی مبعوث الیہم (امت) میں داخل ہیں۔ اور انبیاءؑ بھی امت مطلقہ محمدیؐ ہیں۔ اور اس وجہ سے حضرت امیر المومنینؑ کو استاد جبرئیلؑ تو کیا استاد الکل کہنا بالکل حق بجانب اور عین دین اور مسلک جملہ علماء محققین ہے۔ جناب کنتوری صاحب جو جبرئیلؑ کو استاد رسولؐ اور استاد الاستاد علیؑ بتلاتے ہیں۔ اُن کو اِن نکات و معارف کی کیا خبر۔ بقول علماء وہ صرف قشر آیات و احادیث پر اکتفاء کرنے والے ہیں۔ بنص آیۂ قرآن یاآدم انبئھم باسمائھم و بتصریح علماء مثل علامہؒ و صدوقؒ وغیرہما جملہ ملائکہ امت حضرت آدمؑ میں داخل ہیں۔ اور وہ ان کے معلم اور ان پر حجت۔ اگر یہی معنی غلو ہیں۔ تو سب سے بڑا غالی خدا ہے۔ اور بنص آیۂ میثاق (اذ اخذ اللہ میثاق

۱؎ اگر آل محمدؐ کی مدح کرنا میرا گناہ ہے۔ تو یہ ایسا گناہ ہے۔ کہ میں اس سے توبہ نہیں کرتا +

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

النبیین الخ) وبتصریح علماءکرام جملہ انبیاء امت محمدیؐ میں داخل اور حضرتؐ سب پر حجتِ خدا ہیں۔ اور جبرئیل امت امت محمدؐ کا آپ پیغمبر و پیغمبران ہیں۔ حضرتؐ شہر علم خدا اصل اصل و مہبط اور استاد علیؑ ہیں۔ اور علیؑ اُستاد جبرئیلؑ بلکہ استاد الکل۔ اور اس لئے جبرئیلؑ حضرتؐ کے شاگرد کے شاگرد اور حضرت جبرئیلؑ کے اُستاد ہیں۔ پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ جبرئیلؑ حضرتؐ کے شاگرد کے شاگرد بھی ہوں۔ اور اُستاد الاستاد بھی۔ یہ قطعاً ناممکن ہے کہ جبرئیلؑ اُستاد و معلم پیغمبر خاتم النبیینؐ ہو سکیں۔ اور اُن کو قرآن تعلیم دیں یا ایمان سکھائیں۔ ان کا حضرتؐ کی خدمت میں آنا اور بعض اوقات بواسطہ تنزیل فرقانی ہونا بحیثیت خادم کے تھا۔ اور بطور سفیر محض۔ اور وہ بھی برائے رفع شبہ الوہیت و تکذیب حضرتؐ بہ آیات مذکورہ (نزل به الروح الامین علی قلبك وغیرہا) و نیز تشریح روایات خصائص علامہ ابن خلدون یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جبرئیلؑ کا آنا بھی دو قسم پر ہے۔ ایک بصورت حقیقیہ ملکیہ اور دوم بصورت تمثیلیہ شخصیہ بصورت اولیہ تعلق قلب سے رکھتی ہے۔ اور بصورت ثانیہ پیش نظر متمثل ہوتی ہے ✦

حضرتؐ کی جہالت اور علم ماکان و مایکون سے ناواقفیت اور دیگر نقائص

یکم دسمبر ۱۹۰۹ء کے تہافت صفحہ ۷ پر جناب مولانا کنتوری صاحب نے اُن تمام آیات کو ذکر کیا ہے۔ جو مخالفین اسلام آنحضرتؐ کے بطلان نبوت جہالت کے متعلق اپنے زعم باطل میں پیش کیا کرتے ہیں۔ حضرتؐ کی جہالت کے متعلق فرمایا۔ علمك مالم تكن تعلم۔ ہم نے تعلیم دی اس امر کی جس کو تم نہیں جانتے تھے۔ یہ تعلیم عالم ارواح کی نہیں ہے۔ اس لئے کہ بعد تعلیم ہذا بھی فرماتا ہے۔ ولا تقف ما لیس لك به علم۔ جس چیز کو تم اے محمدؐ نہیں جانتے۔ اس کے پیچھے نہ پڑو۔ (گویا مولانا صاحب کے خیال میں حضرتؐ معاذاللہ نادانستہ چیزوں کو بھی کر بیٹھتے تھے اور اُن کے پیچھے پڑ جاتے تھے) ولولا ان ثبتناك لقد كدت تركن الیهم شیئا قلیلا۔ اگر ہم تجھ کو ثابت قدم نہ رکھتے کسی قدر تم انکی طرف مائل ہو جاتے یعنی کافروں کی طرف جھک جاتے۔ نفی علم غیب و ماکان و مایکون کی نسبت فرماتے ہیں۔ ان ادری اقریب ام بعید ما توعدون۔ میں نہیں جانتا جس کا وعدہ تم سے کیا جاتا ہے (قیامت)۔ وہ نزدیک ہے یا دور ہے۔ وما ادری ما یفعل بی ولا بکم۔ مجھے نہیں معلوم ہے۔ کیا مجھ سے کیا جائیگا اور کیا تم سے۔ قل ان ادری اقریب ام بعید ما توعدون ام یجعل له ربی امدا۔ کہدو۔ مجھے نہیں معلوم کہ جس کا تم سے وعدہ ہو رہا ہے۔ وہ نزدیک ہے یا دور۔ یا کہ میرا پروردگار کوئی مدت اس کی مقرر کریگا۔ قل لا اقول لكم عندی خزائن الله ولا اعلم الغیب۔ کہدو۔ کہ میں غیب نہیں جانتا ہوں۔ اور بھی چند آیات اسی قسم کی جہالت و نقائص حضرتؐ

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

کے اثبات میں پیش کی ہیں۔ چونکہ مفہوم یہی ہے۔ بغرض اختصار ترک کی گئیں۔ حال میں یہی اعتراض تحریرا
ایک عیسائی نے ہمارے پاس بھیجا ہے کہ تمہارا پیغمبر خود اقرار کرتا ہے کہ اسے کچھ خبر نہیں۔ کہ
قیامت میں اس کا اور اس کی امت کا کیا حشر ہوگا۔ اور ایک شخص جس کو اپنی نجات کا یقین نہیں۔ وہ
کیونکر دوسروں کے لئے باعث نجات و شفیع ہو سکتا ہے۔ اور کوئی عقلمند کیونکر ایسے شخص کا اتباع
کر سکتا ہے۔ جو خود اپنی لاعلمی اور اس امر کا مقر ہو۔ کہ میں نہیں جانتا۔ میرے ساتھ خدا کیا سلوک کریگا۔
مخالفین اسلام کو مبارک ہو۔ کہ اس چودھویں صدی میں ان کا ایک مؤید اور دستگیر اسلام میں سے پیدا
ہو گیا۔ بہتر ہوتا۔ کہ اس موقع پر جناب علامہ چند آیات جہالت خدا کے ثبوت میں بھی پیش کر دیتے۔
تو مدعا یعنی جہالت نبی بدرجہ کمال ثابت ہو جاتی۔ کیونکہ جب معلم ہی جاہل ہو۔ تو متعلم کی جہالت میں
کسی کو شبہ ہو ہی نہیں سکتا۔ لکھ دیتے۔ کہ خدا نہیں جانتا۔ کہ کون جہاد کریگا اور کون جہاد پر صبر
کریگا۔ ولنبلونکم حتی نعلم المجاهدین منکم و نعلم الصابرین۔ البتہ ہم تمہارا امتحان
کرینگے۔ تاکہ معلوم کریں۔ کہ کون تم میں سے جہاد کرتا ہے۔ اور کون جہاد میں ثابت قدم رہتا ہے۔
ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ و لما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم و یعلم
الصابرین۔ خدا نہیں جانتا تھا۔ کہ موسیٰ کے ہاتھ میں کیا ہے۔ وما تلک بیمینک
یا موسیٰ قال ھی عصای اتوکؤا علیھا۔ خدا نہیں جانتا تھا۔ کہ فرعون ڈریگا یا نصیحت
پکڑیگا۔ اذھبا الی فرعون انہ طغی فقولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر او یخشی۔ خدا کو
نسیان بھی ہوتا ہے۔ فنسیھم اللہ۔ خدا ان کو بھول گیا۔ و قیل الیوم ننسکم کما نسیتم
لقاء یومکم ھذا۔ اور کہا گیا۔ کہ آج ہم تمکو اسی طرح بھول جائینگے۔ جس طرح تم آج کی ملاقات کو
بھولے ہوئے تھے۔ اور بھی اسی قسم کی آیات قرآن میں موجود ہیں۔ جن سے علامہ صاحب کے
مسلک کے موافق ذات واجب الوجود و علیم بالذات کی جہالت ثابت ہو سکتی ہے۔ مناسب ہے۔
کہ ان افادات پر بھی ہم ایک سرسری نظر ڈال جائیں۔ پہلی آیت جو جہالت خاتم النبیینؐ کے ثبوت
میں پیش کی ہے۔ قطع نظر اس کی تاویل و تفسیر سے منطوق آیہ و مفہوم تنزیلی دال ہے۔ حضرتؐ
کی کمال علمیت اور علم کلی پر۔ کیونکہ نفی کلی کا اثبات ضرور اثبات کلی ہوتا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ کہ
اے پیغمبرؐ جو کچھ کہ تو نہیں جانتا تھا۔ وہ سب ہم نے تجھکو تعلیم دیدیا۔ آیت میں "ما" جو موصولہ
ہے۔ جو مفید عموم و شمول ہے۔ "لم تکن تعلم" میں اس کی نفی۔ اور "علمک" اس پر عمل ہے اور اس کا
مثبت۔ پس مطلب صریح آیت یہ ہے۔ کہ جس علم کی بھی نفی کی جائے۔ وہ سب خدا نے اپنے پیغمبرؐ کو

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

تعلیم دے دیا تھا۔ الاّ وہ جو صفات واجب الوجود سے مخصوص ہے۔ اس سے صریح حضرتؐ کی علمیت کی اور کونسی دلیل ہو سکتی ہے۔ جو علامہ صاحب اس کو حضرتؐ کی جہالت کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ اور یہ فرمانا دعوٰے بلا دلیل ہے۔ کہ یہ تعلیم عالم انوار نہیں ہے۔ یعنی عالم انوار میں نہیں پڑھایا گیا۔ بلکہ عالم اجسام میں تعلیم دی گئی۔ اور عالم انوار میں حضرتؐ جاہل ہی تھے۔ بلکہ بعد بعثت بھی جاہل تھے۔ کیونکہ اس تعلیم "علمک ما لم تکن تعلم" کے بعد بھی خدا نے فرمایا ہے "لا تقف ما لیس لک بہ علم"۔ آیت میں کونسا قرینہ ہے۔ جو اس امر پر دال ہے۔ کہ یہ تعلیم عالم انوار میں نہیں دی گئی۔ بلکہ عالم اجسام میں دی گئی۔ حالانکہ ہم اثبات تعلیم عالم انوار میں بہت سی احادیث پیش کر چکے ہیں۔ اور بلا مبالغہ ایک ہزار حدیث تعلیم عالم انوار کے متعلق کتب احادیث میں موجود ہیں۔ طرفہ یہ کہ جناب فاضلین مصنفِ اظہار حق قائل ہیں۔ اور صاف لکھا ہے۔ کہ حضرتؐ عالم انوار میں عالم تھے۔ اور سب کچھ جانتے تھے۔ مگر جناب علامہ صاحب عالم انوار میں بھی جاہل بتلاتے ہیں۔ اور "ما تقف ما لیس لک بہ علم" بھی کسی طرح حضرتؐ کی جہالت کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ یہ ایک قانون کلی ہے جو پیغمبرؐ کو بغرض تبلیغ تعلیم دیا گیا ہے۔ اور مثل اس کا بطور "ایاک اعنی واسمعی یا جارۃ" ہے۔ اور خطاب عام کہ جس بات کا علم نہ ہو اس کو ترک کرو۔ لیکن اس سے یہ کسی طرح پیدا نہیں ہوتا۔ کہ اے پیغمبرؐ تمہیں فلاں فلاں امر کا علم نہیں پس اس کی پیروی نہ کرو۔ یہ ایک مفہوم علیحدہ ہے۔ اس کے اثبات کے لئے دوسری دلیل کی ضرورت ہے۔ اس کا تفصیلی ثبوت چاہیئے۔ کہ بعد تعلیم قرآن (جس کی صفت "تبیانا لکل شیء" اور "لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین" ہے۔ اور جو تمام عالم کی ضروریات کو جامع ہے) بھی حضرتؐ فلاں فلاں علم کے جاہل تھے۔ اور صاحبؒ اظہار حق کا یہ کہنا کہ "جب خدا ہی نے بعض علوم اپنے پیغمبرؐ کو نہیں دئے مثلاً علم شعر ہی نہیں دیا۔ تو ہمارا کیا قصور ہے"۔ اور ثبوت میں آیہ "ما علمناہ الشعر" (ہم نے اس کو شعر نہیں سکھایا) پیش کرنا بناء فاسد علی الفاسد اور دلیل نادانی ہے۔ کیونکہ قطع نظر اس سے کہ پیغمبرؐ کے بعض اشعار بھی موجود ہیں۔ اگر تعلیم سے مراد ایجاد و الہام ہے۔ کہ پیغمبرؐ کو بذریعہ وحی تعلیم شعر نہیں دی۔ تو کیا دیگر تمام شعراء کو جن میں بیشمار کافر و مشرک ہیں خدا نے بذریعہ وحی شعر کہنا سکھایا ہے۔ اور کیا شعر کہنا یعنی کسی واقعہ یا کسی حالت کو نظم کرنا محتاج تعلیم خارجی ہے جو مشاہد و محسوس ہے۔ کہ شعر گوئی فطرت و طبیعت انسان میں داخل ہے۔ اور انشا و نظم مثل اظہار نثر خاصہ انسان و ما بہ الامتیاز ہے۔ ہرگز محتاج تعلیم خارجی نہیں۔ صرف موانع خارجیہ و عوائق و موجب عرضیہ بعض طبائع سے ظہور نظم کو مانع ہوتے ہیں۔ اور بوجہ مشق و ممارست بعض طبیعتیں شعر گوئی میں مشاق ہیں۔ جیسا کہ

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

تمام قوتوں کا محل ہے۔ پس کیا پیغمبر ان فطریات وطبیعیات سے عاری وخالی تھے۔ جو محتاج تعلیم خاص ہوئے یا عوارض بدعوارض عرضیہ خارجیہ مادیہ نے دماغ کو حدِ اعتدال سے خارج کر دیا۔ اور اس لئے وہ خود کلام مقفیٰ وموزوں مع القصد والارادہ نہ فرما سکتے تھے۔ پس اگر ایسا ہے۔ تو مطلب آیت کا یہ ہوگا۔ کہ مثل دیگر بنی نوع انسان اے پیغمبر تمہاری سرشت وطبیعت میں موزونیت نظم کی استعداد نہیں رکھی گئی جس کی لغویت ظاہر وباہر ہے۔ علاوہ ازیں جملہ ائمہ علیہم السلام سے اشعار مروی ہیں۔ خصوصاً جناب امیر المومنین ع کے اشعار بہت ہیں لہٰذا یہ علم حضرات ائمہ ع ضرور رکھتے تھے۔ تو کیا یہ ممکن ہے۔ کہ ایک علم پیغمبر ص نہ رکھتا ہو۔ اور وصی پیغمبر ص رکھتا ہو۔ حالانکہ پیغمبر ص شہر علوم ہے۔ اور وصی پیغمبر باب علوم۔ جو کچھ شہر میں ہے۔ وہی دروازے سے ظاہر ہوتا ہے۔ اگر یہ علم شہر علم میں نہ ہوتا۔ تو باب علم سے کبھی ظاہر نہ ہوتا۔ یہ ناممکن ہے۔ کہ جو علم شہر علم نہ رکھتا ہو۔ باب علم میں موجود ہو۔ اظہار کرنا یا نہ کرنا یہ امر دیگر ہے۔ اور احادیث موجود ہیں۔ کہ شبہائے قدر میں جو علوم تفصیلیہ یا احکام اجرائیہ ولی زمان ع پر نازل ہوتے ہیں۔ وہ بھی اول پیغمبر ص پر نازل ہوتے ہیں۔ اور وہاں سے یکے بعد دیگرے ائمہ علیہم السلام پر پیش ہو کر ولی زمان ع تک پہنچتے ہیں۔ نیز ہم یہ دریافت کرتے ہیں۔ کہ پیغمبر ص کو جو خدا نے بقول مصنف اظہار حق علم شعر نہیں دیا۔ وہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا وہ علم قبیح تھا۔ یا علم قبیح نہیں تھا۔ بلکہ مصلحۃً نہیں دیا۔ اگر علم قبیح تھا تو علم قبیح باب علوم کو کیونکر عطا کیا گیا۔ اور اگر مصلحۃً نہیں دیا گیا۔ تو وہ مصلحت کیا ہو سکتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ اگر کوئی مصلحت فرض کی جا سکتی ہے۔ تو عدم اظہار شعر ہی ہو سکتی ہے۔ اور عدم اظہار باوجود عطائے علم شعر بھی ممکن ہے۔ مگر یہ کہ پیغمبر ص سے عصمت مطلقہ کا انکار کیا جائے۔ اور کہا جائے کہ خدا کو اعتماد نہ تھا۔ اور اسے خوف تھا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ باوجود میرے منع کرنے کے پھر بھی پیغمبر ص ظاہر کر دے۔ جیسا کہ قرأت وکتابت کے اظہار میں مؤلف اظہار حق نے لکھا ہے۔ کہ اگر خدا پہلے سے پیغمبر ص کو لکھنا پڑھنا سکھا دیتا۔ تو ممکن تھا کہ پیغمبر ص اس کو ظاہر کر دیتے۔ اور باوجود خدا کے منع کرنے اور مصلحت عدم اظہار کے کبھی وہ اس کو مخفی نہ رکھتے۔ کیونکہ ترک اولیٰ پیغمبر ص سے ممکن ہے (اعاذنا اللہ من ذالک الاعتقاد الفاسد الباطل)۔ نیز اگر شعر گوئی واقعی ایک عیب ونقص و شئے قبیح ومذموم ہے۔ تو پھر شعراء سے کیوں حضرت ص مدائح سنتے اور ان کو انعام دیتے تھے۔

حقیقت شعر

ان بیانات سے ظاہر ہوگا کہ جس شعر کی نفی خدا نے اپنے پیغمبر ص سے کی ہے۔ وہ شعر بمعنی نظم نہیں ہے۔ اور آیت سے یہی مفہوم ہے۔ ملاحظہ ہو سابقہ آیہ۔ آیت یہ ہے۔

وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ ان ہو الا ذکر وقرآن مبین لینذر من کان حیا ویحق القول

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

علی الکفرین (سورۃ یٰس)۔ ترجمہ: "اور نہیں سکھایا ہم نے اس کو شعر۔ اور نہیں سزاوار تھا اس کے لئے۔ نہیں ہے وہ مگر ذکر قرآن مبین۔ تاکہ ڈرائے پیغمبر اس سے ان لوگوں کو جو صحیح ایمان رکھتے ہیں۔ اور ثابت کردے اپنی بات کافرین پر"۔ بلا کسی تفسیر و تاویل معمولی عقل کا انسان بھی صرف ترجمہ آیت سے سمجھ جائیگا۔ کہ یہاں تعلیم شعر یا نظم گوئی کا کوئی ذکر نہیں۔ بلکہ حقیقت قرآن کا ذکر ہے۔ کہ یہ کتاب ذکر انطرف خدا و قرآن مبین ہے نہ کہ شعر۔ کونسا عرب تھا۔ جو اس قرآن کو نظم کہتا تھا جس کی رد فرمائے اس طرح کی ہے۔ کہ یہ نظم نہیں ہے۔ بلکہ قرآن ہے؟ شعر کے معنی میں دوسری آیت کی تفسیر سے صاف ظاہر ہوگا۔ کہ یہاں شعر کے معنی ہرگز نظم کلام نہیں ہے۔ قولہ تعالیٰ "والشعراء یتبعھم الغاوٗن الم تر انھم فی کل واد یھیمون و انھم یقولون ما لا یفعلون الا الذین آمنوا و عملوا الصّٰلحٰت الخ اور شعراء کا اتباع گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ کیا اے پیغمبر تو نہیں دیکھتا۔ کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں۔ جو کرتے نہیں۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں الخ۔

ہم خود ان شعراء کی نسبت کچھ نہیں کہتے۔ باب علوم سے اس کی تفسیر عرض کرتے ہیں۔ کہ یہ شعراء کون ہیں؟ عن حماد بن عثمان عن ابی جعفر علیہ السلام قال ھل رأیت شاعراً یتبعہ احد انما ھم قوم تفقھوا لغیر الدین فضلوا و اضلوا۔ یعنی کیا تو نے کبھی کسی شاعر کو دیکھا ہے۔ کہ اس کا کسی نے اتباع و پیروی کی ہو۔ بلکہ سوائے اس کے نہیں ہے۔ کہ شعراء سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جو بے دینی کے لئے فقیہ بن بیٹھے۔ پس گمراہ ہوئے اور لوگوں کو گمراہ کیا۔ عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال رأیتم من الشعراء یتبع و انما عنی ھولاء الفقھاء الذین یشعرون قلوب الناس بالباطل فھم الشعراء الذین یتبعون۔ یعنی کیا تم نے کسی شاعر کو دیکھا ہے۔ کہ اس کا اتباع کیا گیا ہو۔ سوائے اس کے نہیں ہے کہ مراد شعراء سے وہ فقہاء ہیں۔ جو لوگوں کے دلوں کو باطل سے خوش کرتے ہیں۔ پس وہی وہ شعراء ہیں۔ جن کا اتباع کیا جاتا ہے (تفسیر برہان)۔ ایضاً طبرسی۔ عن ابی عبداللہ ھم قوم تعلموا و تفقھوا بغیر علم فضلوا و اضلوا۔ یعنی شعراء وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے کچھ پڑھا اور بلا علم صحیح تفقہ فی الدین کرنے لگے۔ اور فقیہ بن بیٹھے۔ پس گمراہ ہوئے اور لوگوں کو گمراہ کیا۔ ایضاً تفسیر علی بن ابراہیم قمیؒ۔ قال نزلت فی الذین غیروا دین اللہ و خالفوا امر اللہ ھل رأیت شاعراً قط یتبعہ احد انما عنی بذالک الذین وضعوا دیناً بآرائھم فتبعھم علی ذالک الناس و یؤکد قولہ الم تر انھم فی کل واد یھیمون یعنی یناظرون بالاباطیل و یجادلون بحجج المضلین و فی کل مذھب یذھبون۔ الخ یعنی یہ آیت ان لوگوں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

جنہوں نے دین خدا کو بدل دیا۔ اور امر خدا کی مخالفت کی۔ کیا تم نے کبھی کسی شاعر کو دیکھا ہے۔ کہ اس کا کسی نے اتباع و پیروی کی ہو۔ سوائے اس کے نہیں ہے کہ خدا نے ان سے وہ لوگ مراد لئے ہیں۔ جنہوں نے اپنی آراء ناقصہ سے دین وضع کیا۔ پس لوگوں نے اس بات میں ان کا اتباع کیا۔ اور اس مطلب کی تاکید کرتا ہے یہ فقرہ کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ یعنی بحث کرتے ہیں اباطیل کے ساتھ اور جھگڑتے ہیں گمراہ کنندگان کی دلیلوں کے ساتھ۔ اور ہر طریقے میں گھومتے پھرتے ہیں۔ اور جو کہتے ہیں خود نہیں کرتے۔ لوگوں کو وعظ کرتے ہیں خود نصیحت نہیں پکڑتے۔ لوگوں کو منع کرتے ہیں خود باز نہیں آتے۔ امر بالمعروف کرتے ہیں مگر خود عمل نہیں کرتے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے حق آل محمدؑ غصب کیا۔ اور انکی جگہ فتوے دینے بیٹھے الخ +

اب تو کسی پر بھی کوئی شبہ نہ رہا ہوگا۔ کہ شعراء سے نظم کنندہ اشعار مراد نہیں ہیں۔ بلکہ وہ جاہل و بیدین مراد ہیں۔ جو باوجود جاہل ہونے کے فقیہ و عالم و مفتی و مجتہدین بن بیٹھے ہیں۔ یا وہ لوگ جو محض اپنی رائے سے فتوے دیتے ہیں۔ اور دین ایجاد کرتے ہیں۔ لوگوں کو وعظ و پند کرتے ہیں۔ اور خود چوں بخلوت میروند الخ۔ شعر کے معنی بھی معلوم ہو گئے۔ کہ اپنی طبیعت سے بات ایجاد کرنے اور قیاسات شعریہ انشاء کرنے کو شعر کہا گیا۔ اور اسی کی آیہ شریفہ وما علمناہ الشعر میں پیغمبرؐ سے نفی کی گئی ہے۔ اور مطلب صریح آیت کا یہ ہے۔ کہ یہ کلام جو تلاوت فرماتا ہے۔ یہ تیری طبع زاد و خود ایجاد باتیں اور قیاسات شعریہ نہیں ہیں۔ جیسا کہ یہ مشرکین و مخالفین خیال کرتے ہیں۔ بلکہ یہ ذکر مطلق من جانب اللہ اور کتاب روشن لائق قرأت ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کو ڈرائے۔ اور یہ تنزیل الٰہی ہے۔ نہ ایجاد طبع۔ اس میں رد ہے ان مخالفین کی جو حضرتؐ کو شاعر و مجنون کہتے تھے۔ جیسا کہ قرآن میں چند جگہ مذکور ہے۔ وجہ یہ تھی۔ کہ جس وقت حالت وحی میں آپ پر حالت مثل اغماء و غشی طاری ہوتی تھی۔ جو در اصل استغراق فی الوحی کی حالت تھی۔ تو وہ اس کی حقیقت اور کیفیت سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے یہ حالت دیکھ کر اس کو جنون سے تعبیر کرتے تھے۔ اور حضرتؐ کو مجنون کہتے تھے۔ جیسا کہ اہل سنت ہی میں حضرتؐ کو اٹھا کر لے گئے ہیں۔ تو حضرت خدیجہؓ سے کہا۔ کہ تو نے کس مجنون سے عقد کیا ہے۔ اور آپ نے فرمایا کہ میں نے نبی مرسل سے شادی کی ہے۔ اور پھر حضرتؐ جو کلام فصیح و بلیغ سناتے۔ اور کلام خدا تلاوت فرماتے۔ تو اس کو سن کر کہتے۔ کہ اس جنون کی وجہ سے اپنی طبیعت سے ایجاد کر کے ایسی باتیں کہتا ہے۔ اور سب قیاسات شعریہ ہیں۔ جن سے طبیعت منقبض و منبسط ہوتی ہے نہ کلام الٰہی۔ خدا اس کی نفی فرماتا ہے۔ کہ ہم نے اپنے پیغمبرؐ کو یہ شعریت نہیں سکھائی۔ کہ وہ اپنی طرف سے ایجاد کر کے باتیں بنائے۔ اور دین اختراع کرے۔ بلکہ یہ تعلیم الٰہی ہے۔ "ما ینطق عن الھوی۔ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔" پس آیت حضرتؐ کے کمال فضیلت پر دال ہے نہ نقص پر جہل پر۔ فلم تقولون،

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

مالا تعلمون ۔ الم یوخذ علیکم میثاق الکتاب ان لا تقولوا علی اللہ الا الحق ۔ جب نہ شعر کے
معنی معلوم نہ شعرائے ۔ اور نہ تفاسیر پر اطلاع ۔ پھر خواہ مخواہ اپنی رائے سے فتوے دینا اور خدا پر الزام
اور پیغمبرؐ پر عیب لگانا کمال جرأت اور انہی شعراء میں داخل ہونا ہے ۔ اور معنی شعر یہی ہیں ۔ دوسری آیت
جو حضرتؐ کے معاذاللہ کفار کی طرف مائل ہونے کے متعلق لکھی ہے ۔ وہ بھی ہرگز محل اشکال و اشتباہ نہیں ۔
کیونکہ علاوہ اس کے کہ وہ بھی بغرض تعلیم بطور "ایاک اعنی واسمعی یا جارہ" ہے بمثل "لئن اشرکت لیحبطن
عملک" ظاہر آیہ نفی ہدایت ذاتی و بالذات پر دال ہے ۔ اور ظاہر ہے کہ ممکن من حیث ہو ممکن جس طرح علیم بالذات
نہیں ہے اسی طرح مہتدی بالذات بھی نہیں ہے ۔ کیونکہ ہدایت موقوف ہے علم پر پس یہ صحیح ہے کہ خدا
اگر ہدایت نہ دے ۔ تو کوئی بھی ہدایت نہیں پا سکتا ۔ نہ پیغمبر نہ غیر پیغمبر جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ بصراحت فرماتے
ہیں "لئن لم یھدنی ربی لاکونن من القوم الظالمین" ۔ اگر مجھے میرا پروردگار ہدایت نہ کرتا ۔ تو میں
قوم ضالین میں سے ہو جاتا "فان ھدی اللہ ھو الھدی" ۔ ہدایت ہدایت خدا ہے ۔ پس اگر پیغمبرؐ کو اپنے
فضل و کرم سے اس کمال عقل و روحانیت و نورانیت پر خدا پیدا نہ کرتا ۔ اور معصوم مطلق نہ بناتا تو کبھی مثل
دوسرے انسانوں کے جائز الخطاء ہو جاتا ۔ اور اگر کوئی یہ خیال کرے ۔ کہ معاذاللہ پیغمبرؐ باوجود اس عقل کامل
و روح اعظم قدس و عصمت مطلقہ مائل بکفر ہوا چاہتا تھا ۔ تو یہ کفر صریح ہے ۔ لاشک فیہ ۔ علیٰ ہذا القیاس
وہ آیات جو نفی علم ماکان و مایکون و علم غیب میں جناب علامہ نے تحریر فرمائی ہیں ۔ اور صرف انہی آیات کے
ظاہری الفاظ علماء عراق تشر کو لیکر ان سے نیا افادہ کیا ہے ۔ اور دیگر آیات کو بالکل ترک کر دیا ہے ۔
ان سے بھی کسی طرح حضرتؐ کی جہالت بحمداللہ ثابت نہیں ۔ بلکہ نفی نفی علم ذاتی ہے بغرض دفع شبہ
الوہیت ۔ و منہ آیات صریحۃ الدلالۃ قرآن میں موجود ہیں ۔ کہ حضرت علم غیب رکھتے تھے ۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے
"وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء" (آل عمران ع ۱۸)
اور نہیں ہے خدا کہ تمکو غیب پر مطلع کرے ۔ لیکن اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس علم غیب
کے لئے چن لیتا ہے ۔ کیا پیغمبر خاتم النبیینؐ سے بھی کوئی افضل و اشرف و اقرب ہو سکتا ہے جس کو خدا علم غیب
کے لئے چنیگا ۔ اول رسول مجتبیٰ محمد مصطفیٰؐ ہیں ۔ اول علم غیب ان کو عطا ہوا ہے ۔ بعد از ان کسی دوسرے کو ۔ ملاحظہ
ہوں تفاسیر ۔ ایضاً قولہ تعالیٰ "قل ان ادری اقریب ما توعدون ام یجعل لہ ربی امدا ۔
عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول" ۔ کہدے اے پیغمبرؐ کہ میں نہیں جانتا ۔ کہ
وہ وعدہ جو تم سے کیا جاتا ہے قریب ہے یا اس کی کوئی مدت میرا پروردگار مقرر کریگا ۔ وہ عالم الغیب ہے ۔
نہیں مطلع کرتا اپنے غیب پر مگر اپنے رسول مرتضےٰ کو یا مرتضےٰ از رسول کو ۔ پس یقیناً رسول مرتضےٰ عالم الغیب ہے ۔

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

مگر صدر آیہ دال ہے کہ یہ علم علم ذاتی و بالذات نہیں ہے۔ بلکہ عالم الغیب بالذات صرف خدا کی ذات ہے اور بس۔ ہاں وہ اپنے رسول مرتضےٰ کو اپنے غیب پر مطلع کرتا ہے۔ بیشک اگر وہ اطلاع نہ دے۔ تو کوئی پیغمبر غیب کا حال نہیں جان سکتا۔ اگر الفاظ آیت میں "غیبہٖ" کے لفظ پر غور کیا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ مطلق غیب تو اور بھی جانتے ہیں۔ رسول مرتضےٰ سے جو مخصوص ہے۔ وہ غیب ھُویتی ہے۔ جو ذات علام الغیوب سے متعلق و غیب الغیوب ہے یعنی عالم دو ہیں۔ ایک عالم محسوس و موجود و مشاہد۔ دوسرا عالم غیب جو عالم مشاہدہ نہیں ہے۔ اور ہم سے غائب ہے۔ لیکن بعض وہ وجود اس پر احاطہ رکھتے اور شہید عالم ہیں۔ ان کے لئے وہ بھی مشاہد و عالم شہود ہے۔ اور وہ اس کے عالم۔ اور ایک غیب غیب ذات خالق عالم ہے۔ اور وہی غیب الغیوب و غیب ھُویتی ہے پس غیب اول یعنی عالم غیب عام ہے۔ علاوہ پیغمبر خاتم النبیین ص اور بھی اس پر مطلع ہو سکتے ہیں۔ مگر غیب الغیوب و غیب ہویتی پر کوئی مطلع نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ تفضیل خاص پیغمبر خاتم النبیین ص ہی کے لئے ہے۔ کہ اس کو بعض غیب ہویتی پر مطلع کرتا ہے۔ اور اسرار افاضہ ذات واجب الوجود بتلاتا ہے۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ اور اگر "من رسول" میں "من" سے مراد "من بیانیہ" نہ لی جائے۔ اور "من رسول" سے مراد خود نفس "رسول" نہ ہو۔ بلکہ مرتضےٰ از طرف رسول و من جانب الرسول ہو۔ تو مطلب یہ ہوگا۔ کہ اس غیب ہویتی پر اس شخص کو مطلع کرتا ہے۔ جو مرتضےٰ من جانب رسول ہے۔ اور مرتضےٰ از جانب رسول نہیں ہے۔ مگر علی مرتضےٰ اور یہ خود آیت الٰہی کا مؤید ہے۔ پس علی مرتضےٰ عالم علم غیب ہویتی ہے۔ اور اسی طرح باقی ائمہ علیہم السلام۔ چنانچہ احادیث کثیرہ موجود ہیں۔ کہ حضرات ائمہ علیہم السلام علم ماکان و مایکون کے عالم ہیں (ملاحظہ ہو مقدمہ کتاب و نیز خاتمہ) کیا یہ ممکن ہے۔ کہ اوصیائے پیغمبر عالم غیب من جانب اللہ اور عالم علم ماکان و مایکون ہوں۔ اور خود پیغمبر اس سے جاہل۔ زیادتی فرع پر اصل قبیح ہے۔ یقیناً پس لابد حضرت علم ماکان و مایکون رکھتے تھے۔ مگر چونکہ نبوت ناموس اعظم و حجاب کبریائی ہے کبھی ظاہر نہیں فرماتے تھے۔ احادیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔ عن ابی جعفر علیہ السلام قال سئل علی عن علم النبی فقال علم النبی ص علم جمیع النبیین و علم ماکان و ماھو کائن الی قیام الساعۃ۔ یعنی حضرت علی سے علم نبی کی بابت سوال کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ علم نبی جمیع انبیاء، مرسلین و غیر مرسلین کا علم ہے۔ یعنی جو کچھ ان سب کو دیا گیا ہے۔ وہ آنحضرت کو دیا گیا ہے۔ اور حضرت کو علم ماکان و مایکون بھی دیا ہے۔ جو کچھ واقع ہو چکا ہے۔ اور جو کچھ ہونے والا ہے۔ آپ سب کو جانتے ہیں +

عن ابی عبداللہ علیہ السلام ورب الکعبۃ ورب البیت ثلث مرات لو کنت بین موسیٰ والخضر لاخبرتھما انی اعلم منھما ولانبأتھما مالیس فی ایدیھما لان موسیٰ والخضر اعطیا علم ماکان ولم یعطیا علم ماھو کائن وان رسول اللہ اعطی علم ماکان وماھو کائن الی یوم

القیامۃ فورثناہ من رسول اللہ وراثۃ۔ یعنی آپ نے تین بار پروردگار کعبہ و بیت الحرام کی قسم کھا کر فرمایا۔ کہ اگر میں موسےٰ اور خضر کے درمیان ہوتا۔ تو ان کو خبر دیتا۔ کہ میں ان سے عالم تر ہوں۔ اور بتلاتا ان کو وہ باتیں جو انہیں معلوم نہیں تھیں۔ کیونکہ موسےٰ اور خضر کو صرف گذشتہ باتوں کا علم دیا گیا تھا۔ اور آئندہ ہونے والی باتوں کا علم نہ تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گذشتہ اور تمام آئندہ ہونے والی باتوں کا علم دیا گیا ہے۔ اور ہم کو وہ علم رسول اللہ سے وراثۃً پہنچا ہے + بصائر الدرجات۔ اور بھی بہت سی روایات ہیں جو دال ہیں۔ کہ جو کچھ جملہ انبیاء کو دیا گیا ہے۔ وہ سب آنحضرتؐ کو دیا گیا ہے مع شے زائد۔ بلکہ جو کچھ جمیع ملائکہ و انبیاء کو دیا گیا ہے۔ وہ ان کے ذریعہ سے دیا گیا ہے۔ پس ان کے پاس وہ ہے۔ جو انبیاء وغیرہ کو دیا۔ اور وہ ہے۔ جو کسی کو نہیں دیا۔ کیونکر ممکن ہے۔ کہ حضرتؐ علم ماکان و مایکون نہ رکھتے ہوں۔ اللہ جانتے ہوں کہ معاذ اللہ ان کا کیا حشر ہوگا۔ ایسے کلمات عدم معرفت پیغمبرؐ و عدم اطلاع بر احادیث و معانی آیات پر مبنی ہیں۔ جب دوسری آیات موجود ہیں۔ جو علم ماکان و مایکون پر دلالت کرتی ہیں۔ تو صرف بعض آیات کے تعشر کو لیکر کیوں حضرتؐ کی جہالت ثابت کی جاتی ہے۔ افتکفرون ببعض الکتاب و تومنون ببعض۔ والقرآن یفسر بعضہ بعضاً۔ یہ ایک طریق استدلال اسکات خصم کے لئے جو آنحضرت نے استعمال کیا۔ فافہم۔

ان مضامین و افادات کے علاوہ جناب علامہ نے مارچ ۱۹۱۰ء کے اثنا عشری دہلی میں نغوات ہیلاد لکھنی شروع کی تھیں۔ اس باب میں پہلا مضمون "جرم" کی سرخی سے شائع ہوا تھا۔ وھو ھذا:۔

جرم۔ جرم کا ترجمہ فارسی میں گناہ کا ہے۔ چھوٹا گناہ (صغیرہ) اور بڑا گناہ (کبیرہ)۔ یہ چھوٹائی اور بڑائی کچھ پیمائش کی نظر سے نہیں ہے۔ یعنی مساحت میں طول و عرض و عمق کا چھوٹا بڑا ہونا کچھ اس کا خیال نہیں۔ اور شمار کثرت و قلت۔ مراد یہ ہے۔ کہ مقدار متصل یا مقدار متصل کا لحاظ کر کے چھوٹائی بڑائی میں قلت اور کثرت کا لحاظ کیا جائے۔ بلکہ بلحاظ کثرت نتائج بد اور مضر یا اخلاقی دنیوی اور بنظر سزائے اخروی جو بمقتضائے عدالت کے ہوگی۔ ہم گناہ کو چھوٹا اور بڑا کہتے ہیں۔ جو لوگ حشر و نشر کے قائل ہیں۔ وہ تو ہر دو باتوں کا لحاظ کرتے ہیں یعنی نتائج بد اور مضر ہائے اخلاقی جو دنیا میں ہوں اور سزائے اخروی۔ منکرین معاد نیز دہریہ (نیچرل)۔ وہ فقط نتائج بد اور مضر ہائے دنیوی کی نظر سے گناہ یا جرم کو چھوٹا اور بڑا کہتے ہیں۔ یہ بھی خیال رہے۔ کہ گناہ کا کبیرہ اور صغیرہ ہونا کبھی بلکہ ہمیشہ بہ نسبت مجرم گنہگار کے بھی ہوتا ہے۔ مثلاً ایک مہذب ذی علم فہمیدہ نجیب الطرفین پابند وضع اور اخلاق حسنہ وہ مرتکب کسی جرم صغیر کا ہو۔ اس کی شان اور وضع فہم اور علم کی نظر سے بڑا جرم وہی چھوٹا گناہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً ترچھی ٹوپی رند مشرب کے سر پر ایسی بری معلوم نہ ہوگی۔ جیسے کسی پابند وضع صالح اور نیک رفتار کے سر پر بلکہ بعض

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

اچھے کام جو عوام الناس کرتے ہیں۔ اگرچہ خواص ان کو کریں بمنزلہ گناہ اور بدکرداری کے شمار کئے جائینگے۔ چنانچہ حکیم ربانی صلعم نے فرمایا ہے۔ حسنات الابرار سیئات المقربین۔ ابرار کے نیک اعمال مقربین کے بداعمال اور گناہوں میں داخل ہیں۔ کس اعلےٰ درجہ کی اخلاقی ہدایت ہمارے نبی صلعم نے اس حدیث میں فرمائی ہے +

مثال۔ بلاتشبیہ ایک ادنےٰ درجہ کا منصف یا آنریری مجسٹریٹ درجہ سوم کسی مقدمہ کا غلط فیصلہ کرے اس کی لیاقت علمی (قانونی) کی نظر سے وہ فیصلہ ایسا برا نہ سمجھا جائیگا۔ جیسا کہ کوئی جج ہائیکورٹ ایسا غلط فیصلہ کرے۔ ایک درمیانی آدمی سخاوت اور بخل کا اگر کسی کو دو روپیہ خیرات میں دے۔ نہایت درجہ کا سخی ہے حاتم طائی سے یہ مقدار بخل پر محمول ہوگی۔ پس ادنےٰ درجہ کا آدمی اس کا وہ فعل حسنات میں داخل ہے۔ اور جواد کریم کی بہ نسبت وہی فعل بدے کہلائیگا۔ اس سے بڑھکر بعض مصالح انتظامیہ (جن سے نظام عالم کی درستی ہے) کبھی اس کے مقتضی ہوتے ہیں۔ کہ جو امور ذلت اور رسوائی کے ہیں۔ ان کو بڑا معزز آدمی اختیار کرے۔ کہ اس کی عزت دارین اسی میں ہے۔ چنانچہ انبیاء اور اوصیاءِ انبیاء کا گرفتار مصائب ہونا اسی نظر سے حکیم برحق نے پسند فرمایا ہے۔ اور معرکہ کربلا سے اس کی پوری نظیر ملتی ہے۔ نواسہ کی تو یہ نظیر اور نانا کا اُمّی ہونا۔ جس کی حکمت کو خدا نے قرآن میں صاف طور سے فرما دیا ہے۔ وما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون۔ اگر تم اے محمدؐ قبل اس تعلیم کے جو بعد بعثت ہوئی لکھے پڑھے ہوتے مبطلین نبوت کو تمہاری نبوت میں شک پیدا ہوتا +

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اُمّی ہونا جو عام طور سے برا ہے۔ ہمارے نبی کے واسطے اعلےٰ درجہ کی خوبی تھا +

هفوات انبیاء

قرآن مجید میں جو بعض انبیاء کے چند واقعات موہم خطاکاری نعوذ باللہ منہ مذکور ہیں چونکہ عام طور پر گناہ کے معنی یہی سمجھے جاتے ہیں۔ کہ جرم اور گناہ فعل مستوجب سزا ہوتا ہے۔ اور عصمت انبیاء کے خلاف ہے۔ لہذا نبی سے گناہ کا صادر ہونا مطلقاً ناروا ہے۔ اور منافی انکی عصمت کے ہے۔ مگر ان کو اس کی کیا خبر ہے۔ کہ جرم یا گناہ وہی فعل ہے جو شریعت کی نظر سے مستلزم سزا یا عقوبت کے ہو۔ بلکہ انبیاء علیہم السلام حامل دو شریعتوں کے ہیں۔ شریعت ظاہری جس میں امت اور نبی دونوں کو اسکی پابندی ضروری ہے۔ دوسری شریعت خاص جو محض انبیاء اور اوصیائے انبیاء سے مخصوص ہے۔ اس کی سزا اور جزا شریعت ظاہری سے تعلق نہیں رکھتی +

مثال۔ ہماری نماز جس میں ہم کو کیسے کیسے وسوسۂ شیطانی ہوتے ہیں۔ اور شکیات کے احکام

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

شریعت نے مقرر فرمائے ہیں۔ اگر ویسی نماز خدانہ کردہ ہمارے نبی پڑھتے۔ بمنزلہ ترک نماز کے تھی یہی مطلب تھا اس حدیث کا حسنات الابرار سیئات المقربین۔ نیک بندگان الٰہی کے اعمال نیک مقربین کی نسبت بمنزلہ بد اعمال کے ہیں۔ لہذا بعض حالات انبیا جن کو لوگ معصیت خیال کرتے ہیں۔ وہ گناہان شریعت ظاہری میں داخل نہیں ہیں جو خلاف عصمت ہوں۔ حضرت آدمؑ کا گیہوں کھانا ایسا گناہ نہ تھا۔ اس لئے کہ گیہوں کا کھانا بنظر شریعت ظاہری حرام نہیں ہے۔ بلکہ بنظر اس تقرب کے جو آپ کو خدا سے حاصل تھا گناہ میں داخل تھا چنانچہ شیطان نے یہی کہا۔ کہ خدا نے اسی وجہ سے آپ کو منع کیا ہے۔ کہ تم بمنزلہ فرشتگان مقرب اور ہمیشہ بہشت کے رہنے والوں میں نہ ہو جاؤ۔ وقاسمهما انی لکما لمن الناصحین قسم کھا کر کہنے لگا۔ کہ میں تمکو خاص نصیحت کرتا ہوں۔ حضرت کو شوق تقرب الٰہی اور دوام خلود بہشت۔ اور اس پر طرہ یہ کہ شیطان قسم کھا کر رہا ہے۔ اور خدا کی جھوٹی قسم کھانے کو کبھی حضرت نے نہ سنا تھا۔ پس اسی شوق تقرب میں آپ گئے معصیت الٰہی منظور نہ تھی۔ اور تنبیہ اور تادیب اس لئے ہوئی۔ کہ ایسا عالم اور کامل العقل مقرب بارگاہ الٰہی ما سبق نہ سمجھے کہ خدا کی مصلحت اس نہی تنزیہی میں کیا ہے۔ ظلم کی نسبت آپ کی طرف اس نظر سے ہوئی۔ کہ اپنے حق میں کمی کرنے والے تھے۔ کسی کا حق چھین کر ظالم نہ تھے۔ یا ترک اولیٰ سے مراد علماء کی یہی ہے دیکھو حضرت موسٰےؑ پر جبلہ دودھ پلانے والی عورت کا دودھ حرام ہوا تھا۔ حالانکہ حلال اور حرام کا حکم شریعت ظاہری میں عاقل بالغ مکلف پر ہے۔ حرام ہونے سے کیا مطلب ہے۔ بہر حال کچھ امور تو انبیاؑ کے از قسم زلات وہی ہیں جو اُن کی شان تقرب کی نظر سے ہیں۔ اور کچھ امور ایسے ہیں جن کی نسبت جناب امیر علیہ السلام نے بموجب حدیث طبرسی یہ فرمایا ہے۔ چونکہ انبیاء اور اولیاء آلٰہی سے ایسے ایسے معجزات اور کرامات صادر ہوتے تھے۔ جو قوت بشری سے باہر ہیں۔ لہذا ان کی بشریت ثابت کرنے کی غرض سے چند امور کا ان سے صدور تجویز کیا گیا۔ تاکہ لوگ ان کو خدا نہ سمجھیں۔ دیکھو حضرت عیسٰےؑ کو آخر نصاریٰ نے خدا کا فرزند کہہ دیا۔ اور خدا فرماتا ہے۔ کانا یاکلان الطعام۔ دونو عیسٰےؑ اور مریمؑ غذا کھاتے تھے۔ اس کا فضلہ بول و براز ان سے خارج ہوتا تھا۔ اور خدا کبھی ایسا نہیں ہے۔ کہ محتاج غذا اور محل فضلات متعفنہ ہو +

اب جس قدر الفاظ ضلالت اور غوایت اور ظلم اور سہو اور نسیان عصیان وغیرہ وغیرہ انبیاءؑ کی نسبت قرآن مجید میں وارد ہیں۔ وہ سب بنظر اسی شریعت مخصوصہ کے ہیں۔ جو انہی کی ذات سے مخصوص ہے۔ اور ان کا گناہ اور ذنب اور جرم ہونا ایسا نہیں ہے۔ جیسے کہ ہم کو (جو محکوم شریعت ظاہری کے ہیں) ہوتا ہے۔ ہمارے نبیؐ اور ائمہؑ جو محض بیگناہ (معصوم) ہو کر استغفار اور انابت کر رہے تھے۔ اور صحیفہ کاملہ سجادیہ جن دعاؤں پر شامل ہے۔ وہ اپنے مدارج خاص کی نظر سے جو گناہ کے اقسام ہیں۔ ان سے

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

طلب مغفرت کرتے تھے۔ اور خدا نے ہمارے نبیؐ کی نسبت فرمایا ہے۔ کہ تمہارے ذنوب گذشتہ اور آئندہ ہم نے بخشے۔ یہ وہی گناہ شریعت مخصوصہ کے ہیں۔ یہ گناہ نہیں ہیں۔ جو غیر معصوم سے مستوجب سزائے اخروی ہوتے ہیں۔ کسی آریہ اور پادری اور نیچری بابی کو یہ خیال نہ ہو۔ کہ قرآن سے تو انبیاءؑ کی خطا کاری ثابت ہوتی ہے۔ اور تم ان کو معصوم کہکر خلاف قرآن عقیدہ رکھتے ہو۔ اس لئے کہ ہم لوگ انبیاءؑ کو معصوم ان گناہوں سے مانتے ہیں۔ جو شریعت ظاہری سے مستلزم سزا ہیں۔ اور جن کی سزا اور تفصیل جرائم اور شناخت صغیرہ اور کبیرہ ہونے کی ہم کو بتلائی گئی ہے۔ یہ ہے وہ گناہ مخصوص مقربین نہ ان کی تفصیل بیان کرنے کی ہمارے واسطے ضرورت تھی۔ اور نہ ان کی سزا اور نہ ان کا چھوٹا یا بڑا ہونا ہم کو بتلایا گیا۔ اس لئے کہ نہ ہم اُن کے فعل اور ترک پر محکوم ہیں۔ اور نہ ہماری عقل ان کی کنہ اور لم کو سمجھ سکتی ہے۔ کیا اچھی بات شاعر نے کہی ہے۔ ع

جن کے رتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے

آج تو ہم نے تنزیہ الانبیاءؑ کا مسئلہ بطور عموم کے شروع کیا ہے۔ انشاء اللہ خاص خاص ہفوات کو بھی جستہ جستہ لکھیں گے + غلام حسنین

اس مضمون کی سرخی جرم (گناہ) ہے۔ ثابت یہ کیا ہے۔ کہ انبیاء و ائمہ علیہم السلام سے بھی جرم یعنی گناہ صادر ہوتے ہیں۔ مگر وہ ان کی اپنی شریعت کے گناہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کی ایک شریعت عام ہے۔ دوسری خاص۔ پس اپنی شریعت خاصہ کے گناہ ان سے بھی سرزد ہوتے ہیں۔ جیسے کوئی ثقہ آدمی کسی رند کی ٹوپی اوڑھ لے۔ انہی گناہوں کی وجہ سے وہ استغفار کیا کرتے ہیں۔ اور اسی قسم کے گناہوں سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام توبہ و استغفار فرماتے تھے۔ جن سے ان کا صحیفہ پُر ہے۔ وغیرہ وغیرہ +

خلاصہ یہی ہے۔ کہ وہ بھی گناہ کرتے ہیں۔ مگر ہمارے اور قسم کے گناہ ہوتے ہیں۔ اور ان کے اور طرح کے۔ حیف صد حیف کبھی وہ زمانہ تھا۔ کہ تخطیۃ الانبیاءؑ کی رد میں علماء شیعہ تنزیہ الانبیاءؑ لکھتے تھے۔ آج تخطیۃ الانبیاءؑ اور ہفوات[1] انبیاءؑ لکھی جا رہی ہیں۔ اور انبیاءؑ و ائمہؑ میں طرح طرح کے نقص و عیب ثابت کئے جاتے ہیں۔ ہم یہاں زلل۔ عثرۃ۔ ذنب۔ سیئہ۔ خطیئہ۔ کبیرہ۔ فاحشہ اور جرم کے

---

[1] ۲۲ رجوری ۱۹۲۶ء کے اثنا عشری میں جناب علامہ صاحب نے ایک مضمون تنزیہ الانبیاءؑ کی سرخی سے لکھا ہے۔ اس میں بھی ہفوات انبیاءؑ معاذ اللہ ان کی اپنی شریعت کے گناہوں کا ذکر کیا ہے۔ گو وہ تمام باتیں نہیں ہیں۔ جو جرم والے مضمون میں لکھی تھیں۔ ہاں مسائل ملعونہ ایک ہی ہے۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا +

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

معانی پر مفصل بحث نہیں کر سکتے۔ تاکہ ناظرین پر منکشف ہو۔ کہ جرم جس کی نسبت حضرت علامہ نے انبیاءؑ اور اوصیاءؑ کی طرف دی ہے۔ قرآن میں حقیقۃً و بالذات کافرین مشرکین اور دشمنان انبیاءؑ ہی پر بولا جاتا ہے۔ "و انا من المجرمین منتقمون" جرم مقام انتقام ہے۔ اور یہ کہ "ذنب" جس کی نسبت قرآن میں پیغمبرؐ کی طرف آئی ہے۔ اُس کے معنی ہرگز گناہ۔ خطا۔ بدی۔ بدکاری وغیرہ نہیں ہیں۔ بلکہ معنی "ذنب" پس افتادگی ہے۔ بوجہ نہ مہیا ہونے اسباب و آلات کے بعض اوقات۔ اور اس پس افتادگی کو خدا نے بعد فتح مکہ اسباب ہدایت مہیا و آسان کر کے برابر کر دیا۔ اور اپنے پیغمبرؐ پر انعام و اکرام فرمایا۔ ہم صرف بعض علماء کے قول سے ثابت کرتے ہیں کہ انبیاءؑ کا استغفار بوجہ گناہ نہ ہوتا تھا۔ "بل هم يستغفرون في كل يوم سبعين مرة من غير ذنب"۔ جیسا کہ علامہ مجلسیؒ اس اشکال کو رفع کرتے ہوئے کہ جب ائمہ علیہم السلام روز ولادت بلکہ قبل سے عالم ہوتے ہیں تو پھر ہر روز اور ہر ساعت اور شب ہائے قدر میں کیا تعلیم ہوتا اور کیا بڑھتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔ کہ ائمہ علیہم السلام بعد ولادت میں جو علم حاصل کرتے ہیں۔ اسی پر موقوف اسی مرتبے میں محصور نہیں رہتے۔ بلکہ انکو بسبب مزید قرب و طاعات زوائد علوم و حکم و ترقیات معرفتی حاصل ہوتی رہتی ہیں اور کیونکہ انہیں یہ باتیں حاصل نہ ہوتی رہیں۔ درآنحالیکہ جملہ مخلوقات باوجود نقص قابلیت و استعداد کے ترقی کرتی ہیں۔ وہ اس کے زیادہ سزاوار و مستحق ہیں۔ کہ بسبب ظہور کمالات حقیقیہ ان کے درجات علم و حکمت و معرفت بڑھتے جائیں۔ کیونکہ علوم و معارف کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے۔ شاید یہی وجہ ان کے استغفار اور توبہ کی ہو کہ بلا کسی گناہ و تقصیر کے دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ کیونکہ جس وقت درجات عرفان میں کسی درجہ رفیعہ پر فائز ہوتے ہیں۔ اس حالت کو جس میں یہ درجہ کم تھا نقصان خیال کرتے ہیں۔ پس اس سے استغفار کرتے ہیں۔ گویا ان کا استغفار کرنا ان کے کمال معرفت و قرب منزلت کی دلیل ہے۔ نہ کہ ان کے گنہگار ہونے کی۔ جیسا کہ علامہ کنتوری کا خیال ہے۔ "لا ريب هم يستغفرون في كل يوم سبعين مرة من غير ذنب"۔ تعجب یہ ہے۔ کہ ائمہؑ اور انبیاءؑ سب کی توہین کی جاتی ہے۔ انکو گنہگار لکھ کر اخبارات میں شائع کیا جاتا ہے۔ اور جو اس کو رد کرے۔ اس پر کچھ لکھے۔ تو اس کو خارج از دین و دشمن علماء کہا جاتا ہے۔ گویا دین کا تعلق ائمہؑ سے کچھ نہیں۔ ان کو جو دل چاہے کہا جائے۔ مگر علماء کو اور وہ بھی ایسے علماء کو کچھ نہ کہا جائے۔ ان کے ان خیالات کی رونق کی جائے۔ اور گویا اہل ایمان سے روح ایمان کو سلب کیا جاتا ہے۔ کہ وہ ائمہؑ کی توہین سنیں اور کچھ نہ کہیں۔ کہ تقاضا تدین ہے۔ جو اس ذلت اور بے غیرتی کو گوارا کر لیگا۔ اور انبیاءؑ و ائمہؑ خصوصاً حضرت امام زین العابدینؑ کو گنہگار اور ان کے صحیفہ کو دفتر یا فہرست تقصیرات سمجھیگا۔ حالانکہ اگر انسان نور ایمان دل میں رکھتا ہو۔ تو یقین کر لیگا۔ کہ ایک ایک دعا نہیں بلکہ ایک ایک فقرہ

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

صحیفۂ سجادیہ کا دفترِ معرفتِ الٰہی ہے۔ اور اگر کلامِ معصومؑ سے مانوس اور کچھ معرفتِ امامؑ رکھتا ہے۔ تو بلا اشکال سمجھ جائیگا۔ کہ یہ سب علاوہ وجہ مذکور ہم گنہگاروں کی تعلیم کے لئے تھا۔ نہ اپنی عفوِ تقصیرات کے واسطے۔ حق یہ ہے۔ کہ حضرتؑ نے حقِ عبادت و معرفت و شانِ معبود و عبودیت کو ایسا ظاہر فرمایا ہے۔ کہ اس سے بہتر ممکن نہیں۔ ہزار صحف انبیاءؑ ایک طرف اور ایک صحیفۂ سجادیہ ایک طرف ✦

مناسب ہے۔ کہ یہاں مومنین کے نورِ ایمان بڑھانے کی غرض سے وجہ استغفار انبیاءؑ و ائمہؑ میں صاحبِ کشف الغمہ کی بہترین تحقیق درج کردیں۔ جو انھوں نے امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی دعاءِ سجدہ ربّ عصیتک بلسانی و عزتک لو شئت لاخرستنی الخ کی تفسیر با تشریح میں کی ہے۔ ماحصل تقریر یہ ہے۔ انبیاءؑ اور ائمہؑ کے اوقات ذکرِ خدا میں مشغول اور ان کے دل اس سے پُر رہتے ہیں۔ اور انکی خاطر شریف ہمیشہ ملاءِ اعلےٰ سے متعلق رہتی ہے۔ اور وہ ہمیشہ مراقبہ میں ہوتے ہیں جیساکہ حضرتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ خدا کی اس طرح عبادت کر۔ گویا تو اسی کو دیکھ رہا ہے۔ اور اگر تو اسے نہیں دیکھتا۔ تو وہ تجھے دیکھتا ہے۔ پس وہ ہمیشہ اُس کی طرف متوجہ اور اسی کی طرف مائل رہتے ہیں۔ پس جس وقت وہ اس رتبۂ عالیہ اور درجۂ رفیعہ سے متنزل ہوکر کھانے پینے اور مجامعت حلال وغیرہ وغیرہ مباحات میں مشغول ہوتے ہیں۔ تو وہ اس حالت کو بلحاظ اس توجہ تام و اقبالِ محض کے ذنب و خطیئہ شمار کرتے ہیں۔ اور اس سے استغفار کرتے ہیں جس طرح کہ تم دیکھتے ہو۔ کہ دنیا کے لوگوں میں سے کوئی غلام جب اپنے آقا و مالک کے سامنے بیٹھ کر کھائے پئے اور صحبت کرے۔ تو لوگ اس کو ملامت کرینگے۔ اور اس کو تقصیروار ٹھیرائینگے۔ اگرچہ سارے کام یہ اس نے مباح کئے ہیں پس سید السادات و مالک الملوک و احکم الحاکمین کے سامنے یہ باتیں ان خاصانِ خدا کے نزدیک کیونکر تقصیر شمار نہ ہونگی۔ اور اسی کی طرف حضرتؐ نے اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے۔ کہ خدا میرے قلب کا معائنہ کرتا ہے۔ یا میرے قلب میں رہتا ہے۔ اور میں دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ اور قول حضرت حسنات الابرار سیئات المقربین اسی کی مزید توضیح کرتا ہے۔ پس خلاصہ یہ ہے۔ کہ امام علیہ السلام بعض وقت ضروریاتِ جسمانی میں مشغول و مصروف ہونے کو معصیت شمار کرتے تھے۔ اور اس سے استغفار فرماتے تھے۔ نہ یہ کہ وہ معاذاللہ واقعی عاصی۔ خاطی۔ مذنب۔ مجرم۔ مقصر ہوتے تھے یا کسی امرِ خدا؟

فصل

علماءِ کرام لکھنؤ کثرہم اللہ

بجناب علامہ کے مضامین و افادات غریبہ بہت کچھ ہیں۔ اس مختصر میں ان کی تفصیل کی گنجائش نہیں اہلِ نظر

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

کے ازدیاد بصیرت کے لئے یہی کافی ہے جو لکھا گیا۔ اب بعض علماء کرام لکھنو کثرہم اللہ ومتع اللہ المسلمین بطول بقائهم کی بعض تحریرات درج کرتے ہیں جو بہت مفید ثابت ہونگی جس وقت یہ بحث ہو رہی تھی۔ اور جناب مولانا مولوی سید محسن علی صاحب زید مجدہ نے اکثر علماء اعلام لکھنو کو خطوط لکھے تھے۔ چند ماہ کے بعد اوائل جون ۱۹۰۹ء میں جناب فخر المحققین مولانا السید ظہور حسین صاحب مدظلہ العالی کا ایک صحیفہ موصول ہوا:۔

صحیفہ جناب مولانا مولوی سید ظہور حسین صاحب مدظلہ العالی۔

اے صفوۃ الاماجد حارث الشرف والمحامد محسود النظائر والاشباہ المولوی محمد محسن علی شاہ زادہ اللہ وجاہۃ وادام لفضلہ مجدہ وجاہہ۔ بعد اتحاف تحیہ و تسلیم محفوف تبجیل و تعظیم ملاحظہ فرمائیں۔ تحریر دلپذیر کی زیارت ہوئی۔ آپکی فرمائش کے موافق پرچہ شیعہ و ناظم الہند و اخبار اثنا عشری کی عبارات کو بامعان نظر مطالعہ کیا۔ پرچہ شیعہ میں جو جواب مرقوم ہوا ہے اس میں کوئی امر ایسا مذکور نہیں ہے۔ جو عقائد فرقہ حقہ یا ضروریات طائفہ محقہ کے مخالف ہو۔ اس لئے کہ حضرت رسالت مآب ص کے لئے ملکہ قرأت و کتابت کا نزول قرآن کے قبل یا بعد ہونا یا نہ ہونا کوئی ایسا امر نہیں ہے جس میں احد الشقین پر اعتقاد کرنا لازم ہو۔ البتہ آپ کا کسی کمال کو کسی بشر سے حاصل کرنا آپکی جلالت عصمت کے حتماً منافی ہے۔ اس لئے کہ حضرت ص کے جملہ علوم و کمالات کا مبدء فیاض کی طرف سے حاصل ہونا منجملہ ضروریات ہے۔ اور خصوص حضرت ص کے لئے۔ ملکہ قرأت و کتابت کے حاصل ہونے نہ ہونے میں حضرات معصومین ع کے اخبار اور علماء اعلام کے اقوال مختلف معلوم ہوتے ہیں۔ پس بعض اخبار سے حضرت ص کے لئے ملکہ مذکورہ کا مطلقاً حاصل ہونا مستفاد ہوتا ہے۔ اور بعض روایات و اقوال سے مطلقاً حاصل نہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اور بعض وجوہ و اقوال سے قبل بعثت حاصل نہ ہونا اور بعد بعثت حاصل ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ اور بعد بعثت حاصل ہونے کی صورت میں جمہور علماء فریقین کی عبارات و تصریحات سے اس مطلب کا راجح یا قطعی ہونا مستفاد ہوتا ہے۔ اور بعض علماء علے الخصوص جناب سید مرتضیٰ علم الہدیٰ علیہ الرحمہ کی عبارت سے اس مطلب کی محض تجویز ہی ثابت ہوتی ہے۔ اور ظواہر بعض اخبار سے ملکہ قرأت کا حاصل ہونا اور ملکہ کتابت کا حاصل نہ ہونا بھی مستفاد ہوتا ہے۔ لیکن مجموع اخبار و اقوال پر نظر کرنے سے دو امر قطعی معلوم ہوتے ہیں۔ اوّل حضرت ص کا قبل بعثت قرأت و کتابت نہ کرنا اور اسکو کسی بشر سے حاصل نہ کرنا بلکہ اس امر کے ضروریات دین و مذہب ہونیکا دعوٰے بدون وقت صحیح ہے۔ اور بظاہر علماء اسلام میں سے کسی شخص نے اس کے خلاف کا دعوٰے نہیں کیا ہے۔ دوم ملکہ قرأت و کتابت کا بعد بعثت حاصل ہونا اس مطلب کے ادلہ و شواہد پر نظر کرنے کے بعد اس کے قطعی ہونیکا دعوٰے ہو سکتا ہے۔

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

بلکہ بعض عبارات سے اُس کے مجمع علیہ ہونیکا استفادہ بھی ممکن ہے۔ اور اس مطلب میں بعض حضرات کا مخالفت کرنا کسی طرح قادح نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے جناب مولانا مولوی سید ناصر حسین صاحب قبلہ دامت برکاتہم نے اپنے جواب میں اس مطلب کی بطور جزم وقطع تصریح فرمائی ہے۔ کہ ملکۂ قرأت وکتابت حضرتؐ کے لئے بعد بعثت من اللہ عطا ہوا۔ باقی رہا یہ امر کہ حضرتؐ کے لئے ملکۂ قرأت وکتابت قبل نبوت حاصل تھا یا نہ تھا۔ پس اس امر کا جناب ممدوح کے جواب میں تذکرہ نہیں ہے بلکہ وہ مسکوت عنہ ہے۔ پس ممکن ہے۔ کہ حاصل نہ ہو۔ جیسا کہ جناب سید مرتضٰے اور علامہ طبرسی اور محقق ثانی اور ابن فارس اور علامہ سیوطی اور فاضل نووی وغیرہ کی تقریرات اور اعلام الوری اور مناقب اور خصائص کبری کی بعض روایات اور خصوص حدیث منقول بین الفریقین نحن امة امية لا نقرء ولا نكتب سے مستفاد ہوتا ہے۔ اور ممکن ہے۔ کہ حاصل ہو۔ جس کی بصائر الدرجات اور علل الشرائع اور خصائص کبری کی بعض روایات اور شیخ الطائفہ اور علامۂ طبرسی اور علامۂ حلی اور ابن فہد اور شارح مفاتیح اور فاضل ہندی اور علامۂ مجلسی اور فاضل کرمانی اور رافعی وغیرہم کی بعض عبارات وغیرہا سے تائید ہوسکتی ہے۔ بہر حال بچہ شیعہ میں حضرتؐ کے ملکۂ قرأت وکتابت کے متعلق وہی امر مذکور ہے جس کے جمہور علماء فریقین کے نزدیک قدر متیقن ہونے کا دعوٰے ہوسکتا ہے۔ اور جس مطلب میں علماء فریقین کے اقوال بظاہر عبارات مختلف تھے۔ اُن کا تذکرہ نہیں ہے۔ لہٰذا ملکۂ قرأت وکتابت کا حضرتؐ کے لئے قبل نبوت حاصل ہونا یا نہ ہونا داخل اعتقادیات نہیں ہے۔ اسی لئے بعض علماء نے کتابت کی حضرتؐ سے مطلقاً نفی فرمائی ہے۔ لہٰذا اس مطلب کے ضروریات دین و مذہب میں داخل ہونیکا اعتقاد کرنا بہر حال درست نہ ہوگا۔ اور ملکۂ قرأت وکتابت کا جناب امیر المومنین علیہ السلام کیلئے منجانب اللہ حاصل ہونا اگرچہ آپ کی جلالت قدر کے مناسب ہے۔ لکن درصورتیکہ جناب رسول خداؐ کے لئے ملکۂ قرأت وکتابت کا قبل بعثت حاصل ہونا تسلیم کرلیا جائے۔ تو جناب امیر المومنینؑ کا ملکۂ مذکورہ کو خود حضرت رسول خداؐ سے حاصل کرلینا بھی ممکن بلکہ راجح ہوگا۔ اِس تقدیر پر جناب امیرؑ کے ملکۂ قرأت وکتابت کے اکتسابی ہونے کا جیسا کہ جناب مولانا مولوی سید ناصر حسین صاحب قبلہ دامت برکاتہم کی تحریر دلپذیر میں مذکور ہے صحیح و درست ہوگا۔ اور اس کے غیر اکتسابی ہونے پر اتفاق علماء کا دعوٰے بالکل بے محل ہوگا۔ اذلم یدل علی ذالك بخصوصه دلیل فضلا عن اتفاق العلماء علی ذالك۔ البتہ کتب احادیث وتواریخ میں اس مطلب کی تصریح نہیں دیکھی گئی۔ کہ حضرتؐ کو یہ ملکہ بعنوان اوّل حاصل ہوا۔ یا بعنوان دوم۔ تاکہ اصلا تشقیق ہم

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

قطع حاصل ہو۔ بہر تقدیر خواہ حضرتؐ کو یہ ملکہ منجانب اللہ حاصل ہوا ہو۔ یا بواسطۂ اکتساب۔ ان دونوں امروں میں سے کسی ایک کی بناء پر بھی کسی قاعدۂ دینیہ کی مخالفت نہیں لازم آتی۔ اور چونکہ اس ملکہ کے ثابت ہونے نہ ہونے سے علماء اعلام کی کوئی غرض متعلق نہ تھی۔ اس لئے اس باب میں سکوت فرمایا۔ لہذا نظر بعمومات فضائل اس مطلب کے داخل ضروریات ہونے کا دعوٰے درست نہیں ہو سکتا۔ میری رائے ناقص میں جناب ممدوح کی نسبت کسی امر ثابت سے انکار کرنے کا خیال ایسا رکیک ہے جسکی رکاکت کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ درحقیقت اُن کے خاندان عالیشان اور بخصوص اُن کے وجود مسعود سے حضرات معصومین کے فضائل ومناقب کا جو نشر ہوا ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ لہذا کسی امر اعتقادی کے انکار کا اُن کی طرف منسوب کرنا محض بے معنی ہوگا +

اگر آپ عبارت پرچۂ شیعہ کے متعلق خود جناب مولوی صاحب قبلہ دامت برکاتہم سے بذریعہ خط وکتابت استفسار کر لیتے۔ تو ہرگز کسی قسم کے طول کی نوبت نہ آتی۔ اور پہلی ہی تحریر میں آپ کے لئے جواب تسلی بخش حاصل ہو جاتا۔ اب بھی اس باب میں خود جناب ممدوح سے بیان کے شبہات کے بعد جواب کا حاصل کر لینا قرین صواب ہے۔ اور اس باب میں طول دینا مناسب نہیں ہے۔ آپ کی تحریر دلپذیر کے جواب میں بوجہ عدیم الفرصتی وکثرت اشغال تاخیر واقع ہوئی۔ انشاء اللہ معاف فرمائینگے۔ اسی طرح آپ کی تحریر دلپذیر کے جملہ سوالات کے تفصیلی جواب سے بوجہ مذکور قاصر رہا۔ لیکن اُن جملہ سوالات کا جواب اُس رسالۂ مختصرہ سے مستفاد ہو سکتا ہے۔ جس کو احقر العباد نے اس باب میں فی الجملہ تفصیل کے ساتھ لکھ لیا ہے۔ جس کی نقل عند الضرورت آپ کی خدمت میں بھی پہنچ سکتی ہے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ + ظہور حسین عفی عنہ بقلم خود

اس تحریر سے یہ تو ظاہر ہی ہے۔ کہ جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وہ جناب مفتی صاحب ظلہ العالی کی تائید میں لکھا گیا ہے۔ اور یہ امر کوئی قابل قدح وذم نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ان کا حق تھا۔ آخر لکھنؤ میں رہتے ہیں۔ اگرچہ اصلاً سادات بارہہ سے ہیں۔ آپس کے ہزار قسم کے تعلقات وروابط ومراسم ہیں۔ وہ کس طرح چھوڑے جا سکتے ہیں۔ البتہ اس تحریر کے دو فقرے خصوصیت کے ساتھ قابل غور ہیں۔ کہ وہ ہماری سمجھ سے باہر ہیں۔ اور شاید کوئی عالم بھی سوائے موصوف کے نہیں سمجھ سکتا۔ ایک یہ کہ "اسی واسطے جناب مفتی صاحب نے بطور جزم وقطع تصریح فرمائی ہے۔ کہ ملکۂ قرأت وکتابت حضرتؐ کے لئے بعد بعثت من اللہ عطا ہوا۔ باقی رہا یہ امر کہ حضرتؐ کے لئے ملکۂ قرأت وکتابت قبل نبوت تھا یا نہ تھا۔ پس اس امر کا جناب ممدوح کے جواب میں تذکرہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ مسکوت عنہ ہے۔" یہ

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ کہ جب اس کا جزم و یقین حاصل ہے۔ اور قطعی طور پر معلوم و ثابت ہے۔ کہ یہ ملکہ بعد بعثت من اللہ عطا ہوا۔ تو پھر قبل بعثت کا حال مسکوت عنہ کس طرح رہا۔ جب اس کا یقین حاصل ہے۔ کہ بعد بعثت یہ ملکہ عطا ہوا ہے۔ تو اس کا بھی یقین ہے۔ کہ قبل بعثت نہ تھا۔ کیونکہ اگر یہ احتمال ہے۔ کہ قبل بعثت بھی موجود ہو۔ تو بعد بعثت عطا ہونا اور اس کا جزم و قطع چہ معنی دارد۔ ہاں اگر یہ کہا جائے۔ کہ یہ یقینی ہے۔ کہ بعد بعثت یہ ملکہ حضرتؐ میں موجود تھا۔ اور قبل بعثت مسکوت عنہ ہے۔ ممکن ہے کہ موجود ہو اور ممکن ہے کہ نہ ہو۔ تو عبارت صحیح ہو سکتی تھی۔ جیسا کہ اہل علم اور اہل زبان پر پوشیدہ نہیں ہے۔ یا یہ کہ اس آیہ متشابہ کی کوئی اور تاویل ہو۔ "ولا یعلم تاویلہ الا اللہ" خدا جانتا ہو۔ کہ اس بعد بعثت قطعی طور پر عطا ہونے کے کیا معنی ہیں۔ بشرطیکہ اس کو معقول و منطقی غرض کیا جائے۔ ورنہ خیر۔ پھر اسی میں نبوت و بعثت کو ایک قرار دیا گیا ہے۔ وہ بھی محل نظر ہے۔ دوسرا فقرہ یہ ہے۔ کہ "دوسری یہ کہ جناب رسول خداؐ کے لئے ملکہ قرأت و کتابت قبل بعثت حاصل ہونا تسلیم کر لیا جائے۔ تو جناب امیر المومنینؑ کا ملکہ مذکورہ کو خود حضرت رسول خداؐ سے حاصل کر لینا بھی ممکن بلکہ راجح ہو گا۔ اس تقدیر پر جناب امیرؑ کے ملکہ قرأت و کتابت کے اکتسابی ہونے کا راجح ہونا جیسا کہ جناب مولانا مولوی سید ناصر حسین صاحب دامت برکاتہم کی تحریر دلپذیر میں مذکور ہے صحیح و درست ہو گا۔" جناب مفتی صاحب مدظلہ العالی جزم و قطع سے کہتے ہیں۔ کہ رسول خداؐ کو یہ ملکہ بعد بعثت عطا ہوا۔ اور اسی واسطے انہوں نے لکھا ہے۔ کہ اظہر یہی ہے۔ کہ جناب امیرؑ کو یہ ملکہ اکتساباً عن غیر اللہ و الرسول حاصل ہوا۔ آپ فرماتے ہیں جناب امیرؑ کا رسول خداؐ سے اکتساب کر لینا ممکن ہے۔ عجیب استدلال ہے۔ اگر وہ یہ فرماتے۔ کہ یہ ملکہ جناب امیرؑ کو من اللہ یا من الرسولؐ حاصل ہوا۔ اور اس کو دیگر علوم جناب امیرؑ سے مستثنیٰ نہ فرماتے۔ تو پھر بحث ہی کیا تھی۔ اس میں کسی کو اعتراض ہی نہیں۔ کہ جناب امیرؑ کو جملہ علوم من اللہ و من الرسولؐ حاصل ہوئے۔ اور انہی میں علم قرأت و کتابت بھی داخل ہے۔ اور استاد کا نام بھی کتب احادیث و تفاسیر میں موجود ہے۔ کہ وہ خالق کتابت و قرأت احکم الحاکمین ہے۔ اور بیشک خواہ یہ ملکہ حضرت امیرؑ کو منجانب اللہ حاصل ہوا ہو یا بواسطہ اکتساب۔ ان دونوں امروں میں سے کسی ایک کی بنا پر بھی کسی قاعدہ دینیہ کی مخالفت لازم نہیں آتی۔ صرف چند احادیث صحیحہ کی تکذیب ہوتی ہے۔ اور امامؑ کی منقصت و عیب۔ اور اس کا کوئی حرج نہیں۔ بہر حال اس تحریر دلپذیر سے ایک امر مثل روز روشن آشکارا ہو گیا ہے۔ کہ اس اعتقاد میں کہ ملکہ قرأت و کتابت پیغمبرؐ کو قبل بعثت بھی حاصل تھا۔ ہم منفرد نہیں ہیں۔ بلکہ بتصدیق جناب مولانا اور بعبت سے علما مثل صاحب بصائر الدرجات و صاحب علل الشرائع و خصائص کبریٰ و شیخ الطائفہ و علامہ طبرسی و علامہ حلی و ابن فہد و شارح مفاتیح و فاضل ہندی، علامہ مجلسیؒ

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

فاضل کرمانی اور رافعی وغیرہ اس کے مؤید ہیں۔ اور جناب فاضلین کا یہ دعوے بالکل غلط ہے۔ کہ تمام علماء کا اتفاق ہے۔ کہ حضرتؐ قبل بعثت ملکۂ قرأت وکتابت نہیں رکھتے تھے۔

صحائف جناب مولانا سید نجم العلماء مولوی سید نجم الحسن صاحب دام ظلہ العالی۔ } اس باب میں جناب موصوف کے ہمیں تین خط دستیاب ہوئے ہیں۔ ایک خط فارسی ۳ شعبان ۱۳۲۸ھ کا ایک صاحب کے نام ہے جس کے آخری فقرات یہ ہیں۔

شنیدہ ام۔ کہ اہل لاہور بسبب بعض مسائل از کانفرنس ہم مخالفت برپا کردہ اند۔ این حضرات را از کجا ثابت کہ دریں باب کسے را اختلافے نیست۔ بہر حال کانفرنس را ازیں خیالات علیحدہ باید کرد۔ و دریں باب ہم آنجناب عالی انشاءاللہ کافی خواہد بود۔ والسلام۔ حررہ سید نجم الحسن از لکھنؤ۔

اس صحیفے سے ہمیں صرف اتنا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس مسئلہ میں خود بعض علماء لکھنؤ کو جناب مولانا سید ناصر حسین صاحب سے اختلاف ہے۔ اور سب متفق نہیں ہیں۔ اور اس خیال کی تائید جناب کے تیسرے خط سے ہوتی ہے۔

دوسرا صحیفہ ایک اور ہے۔ جو ۲ ستمبر ۱۹۱۰ء کو لاہور میں وصول ہوا ہے۔ اور جناب سید شریف حسین صاحب کے کسی خط کا جواب معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ "عالم مجد و تحیہ سلام باکرام۔ نوازشنامہ وصول ہوا۔ مجھے نہایت حیرت ہے۔ کہ آپ کے ہاں اس مسئلہ اختلاف پر اس قدر طول کیوں ہوا ہے۔ اگر یہ خیال ہوتا کہ اس اختلاف سے یہ نتائج پیدا ہونگے۔ تو ضرور اس زمانے میں فکر کی جاتی۔ میں جو عبارت بطور رسالہ لکھونگا۔ وہ آئندہ حضرات ملاحظہ فرمائینگے۔ اس وقت مجملاً کسی قدر ظاہر کرتا ہوں۔ کہ جناب رسالتمآبؐ کے علوم وہبیہ کی وسعت کا اندازہ کسی کے امکان میں نہیں۔ قرأت وکتابت کا کیا ذکر ہے۔ ان جناب کو خداوند عالم نے علم ماکان و مایکون عطا فرمایا تھا۔ اور وہ جناب اپنی خداداد نورانیت سے ضرور قادر تھے۔ اس پر اور اس سے مافوق پر۔ اور اس میں کون شک کر سکتا ہے۔ کہ جناب امیرؑ کا علم خدا اور رسولؐ ہی کا عطیہ ہے۔ اور یہ احتمال یا توہم کہ حضرتؐ نے کسی معمولی آدمی سے سوا خدا اور رسول علم حاصل کیا۔ اسائت ادب ہے۔ لیکن میں آپ کو یہ بھی اطمینان دلاتا ہوں۔ کہ مجیب کی عبارت ان اعتراضات سے خالی ہے جو کئے جاتے ہیں۔ ان کا خیال علم امیرالمومنینؑ میں بھی یہی ہے جو ندکور ہوا۔ البتہ اس قدر احتمال کیا ہے۔ کہ حضرت ابوطالبؑ سے جو منجملہ انبیاء تھے ممکن ہے معمولی طور پر لکھنا پڑھنا کچھ سیکھا ہو۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ اور جناب رسالتمآبؐ کی نسبت بھی

بحیثیت نبوت و امامت قرأت و کتابت کی نعمت تسلیم کرتے ہیں کسی جزوی بات پر اختلاف قابل تطویل نہیں یہ تحریر میری محرمانہ ہے نہ بغرض اعلان۔ اور اگر آپ اس سے زیادہ اطمینان چاہینگے۔ تو مجھے مطلع کریں۔ اصل جواب کے علاوہ جو تحریریں شائع ہو ئیں اس کے ذمہ دار خود صاحبان مضامین ہیں۔ صدر نشین کے باب میں اس وقت مصلحت یہی تھی۔ کہ کوئی دوسرا صدر نشین ہو۔ والسلام۔ نجم الحسن عفی عنہ +

ہر تحریر کے حصہ اوّل سے ہمیں حرف بحرف اتفاق ہے۔ البتہ آخری تحریر چونکہ صحیفہ اوّل کے خلاف اور صحیفہ سوم کے منافی ہے۔ اس لئے ہم اس کو تقیہ پر محمول کرتے ہیں۔ اور علت حضرات جانتے ہی ہیں۔ اور خود اعلان عدم اعلان سے بھی ظاہر ہے +

تیسرا خط بطور فتوے۔ اس میں دو سوال ہیں۔ سوال اوّل کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نسوان کو تعلیم کتابت دلانا جائز ہے یا نہیں؟ اور تلاوت سورۂ یوسف بغیر تفہیم معنی و عدم تفہیم معنی کیا حکم رکھتا ہے۔ بینوا و توجروا +

جواب باسمہ سبحانہ۔ بعض روایات میں ممانعت فرمائی ہے۔ کہ عورتوں کو لکھنا نہ سکھاؤ۔ لیکن اگر کسی مورد خاص میں مفاسد سے اطمینان ہو جائے۔ تو تعلیم دینا ناجائز نہ ہو گا۔ اور حتی الامکان اجتناب اولٰے ہے۔ اور سورۂ یوسفؑ کی تعلیم سے بھی عورتوں کو منع فرمایا ہے۔ اگرچہ تعلق اس ممانعت کا ان عورتوں سے جو مطلب سمجھ سکیں واضح ہے۔ لیکن حکم میں قید نہیں ہے۔ واللہ العالم + (نشان مہر شریف)

سوال دوم۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس کا جہل بسبب اختلاف موجب الم نفسانی ہے۔ کہ علم قرأت و کتابت چہاردہ معصوم علیہم السلام کو حاصل تھا یا نہیں؟ بنا بر شق ثانی اس کی قباحت کیونکر مدفوع ہو گی؟ بنا بر شق اوّل کب سے حاصل ہوا؟ اور یہ علم کسبی ہے یا وہبی؟ بنا بر شق اوّل اسماء اساتذہ بھی ارشاد ہوں۔ اور اپنے اُستاد سے کیونکر افضل ہونگے؟ اور بنا بر شق ثانی بعض معصومینؑ کا زمانہ صغر سنی میں اُستاد کے پاس جانا جیسا کہ کتب معتبرہ میں منقول ہے کیا نسبت رکھتا ہے؟ اور معنی وہبی اور کسبی کے بھی ارشاد فرمائیے۔ بینوا و توجروا +

جواب باسمہ سبحانہ جناب رسالت مآبؐ اور ائمۂ طاہرین علیہم السلام کے علم کی حقیقت اور اُس کی تفاصیل عقول و افہام بشریہ سے اسی طرح خارج ہیں جس طرح حقیقت و تفاصیل علوم الٰہیہ تک عقول ناقصہ انسانیہ کی رسائی ناممکن ہے۔ اور قرأت و کتابت کا علم ان حضرات کے علوم و کمالات نامتناہیہ کے مقابل میں بہت کم حقیقت چیز ہے۔ اور کیونکر ممکن ہے۔ کہ جو حضرات خزانہ علم خدا اور محال مشیۃ اللہ اور افضل الخلق فی جمیع

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

الفضائل والکمالات اور عالم انوار سے مہبط فیوض نامتناہیہ الٰہیہ ہوں۔ اور ان کے مراتب عالیہ کی معرفت میں ملائکہ مقربین معترف بالعجز و قصور ہوں۔ ان کا مرتبہ نبوت یا امامت علم قرأت و کتابت سے عاری ہو۔ بعض احادیث میں تو جناب رسالت مآبؐ کی شان میں یہ وارد ہوگیا ہے۔ کہ وہ حضرتؐ بہتر زبانوں میں قرأت و کتابت کر سکتے تھے۔ اور میرے عقیدے میں محمدؐ و آل محمدؑ علیہم السلام کے علوم و کمالات کے مقابلہ میں یہ بھی بہت کم ہے اور حدیث مذکور میں اگرچہ تصریح قبل بعثت کی بخصوصہ مذکور نہیں ہے۔ مگر ہمارے لئے ایسے موارد میں اعتقاد اجمالی کافی ہے۔ اور یہ بات بالکل بے اصل ہے۔ کہ حضرات معصومینؑ نے غیر خدا و رسولؐ کسی سے تعلیم پائی۔ اس لئے کہ جناب رسالت مآبؐ کا علم وہبی و من اللہ اور حضرات معصومین علیہم السلام کے علوم من اللہ و من الرسولؐ تھے۔ و العلم عند اللہ المتعال و ہو اعلم بحقیقۃ الحال۔ (مہر شریف)

اس فتوے میں جناب مولانا موصوف نے جو کچھ فرمایا ہے۔ اس سے کسی مومن متدین کو انکار نہیں ہو سکتا یہی ایمان ہے۔ اور ہمیں اس کے ایک ایک حرف سے اتفاق ہے۔ اور یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ جناب رسالت مآبؐ تمام علوم ضروریہ من اللہ جانتے ہیں۔ اور ان کے لئے قبل بعثت و بعد بعثت و عالم انوار و عالم ارواح سب مساوی ہے۔ اور ائمہ علیہم السلام کے علوم بھی سب وہبی ہیں۔ خواہ بلاواسطہ ہوں یا بواسطہ رسولؐ۔ سب من اللہ ہیں۔ اور کسی سے کچھ نہیں سیکھا۔ نہ حضرت ابو طالبؑ سے نہ اور کسی سے۔ ایسا احتمال یا وہم سوء ادب اور عدم معرفت امامت کی دلیل ہے۔ ہماری کتاب گویا جناب مولانا کے فتوے کی تفسیر یا شرح ہے۔ اور جو کچھ جناب نے فرمایا ہے ہم نے اس کو بدلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت کر دیا ہے۔ اور ہمارا وہی عقیدہ ہے۔ جو جناب مولانا کا۔ اور جو جناب نے دوسرے صحیفے میں آخر میں لکھا ہے۔ حسب مصلحت وقت و بطور تقیہ ہے نہ بطور اعتقاد۔ اعتقاد یہ ہے جو بصورت فتوے جناب نے ظاہر فرمایا۔ پس اگر کوئی صاحب ہم پر طعن و تشنیع کریں یا اعتراض و ایراد وارد کریں یا تکفیر فرمائیں۔ تو گویا وہ جناب مولانا جیسے علماء کرام کی تکفیر فرمائیں گے اور آیات و احادیث کی تکذیب۔ کیونکہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے۔ اور جناب مولانا صاحب نے فرمایا ہے۔ وہ حرف بحرف نصوص آیات و احادیث متواترہ و مستفیضہ صحیحہ سے مدلل و مبرہن ہے۔ اور اس کے دیکھنے کے بعد کسی مومن کو شبہ باقی نہیں رہ سکتا۔ اور ہماری صداقت و حقیت کا انکار نہیں کر سکتا۔ اور یہ کہ حضرات مؤیدین نے محض عداوت یا مصلحت سے

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

ہمیں بدنام کیا ہے۔ ان کی تمام تحریرات باطل و غلط ہیں۔ جو اس فتوے صریح کے منافی ہیں۔ الحق یعلوا ولا یُعلیٰ ٭

اگرچہ اب کسی بحث کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ جو کچھ لکھا جا چکا ہے۔ بہت کافی ہے لیکن چونکہ ہم نے بحث اُمّی اور تفسیر آیۂ ماکنت تدری الخ اور اکتساب علوم ائمہ اور اسکی حقیقت کو پوری تفصیل سے نہیں لکھا۔ اِس لئے خاتمہ کتاب میں ان کی تفصیل ضروری ہے ٭

خاتمۂ کتاب

آیۂ ماکنت تدری کی تفسیر اور کتاب و ایمان کے معنی

ہمارے ناظرین حضرات مخالفین کے اقوال کو مطالعہ کرنے سے ضرور اس امر کو سمجھ چکے ہونگے کہ حضرات نے اپنے بیانات میں صرف "ماکنت تدری ما الکتاب ولا الایمان" کا ذکر کیا ہے۔ اور اِس پر بہت کچھ بحث کی گئی ہے۔ بیسیوں تاویلیں کی گئی ہیں۔ مگر ہمارے اکثر ناظرین کو یہ معلوم نہ ہوگا۔ کہ یہ بحث لا تقربوا الصلوۃ الخ والی استدلال سے بھی کہیں بڑھی ہوئی ہے۔ کیونکہ یہ پوری آیت نہیں ہے۔ بلکہ بیچ میں سے آیت کا جزو لیکر اوّل و آخر کو ترک کرکے اپنے مطلب کے اثبات میں کوشش کی گئی ہے۔ اِس لئے ہم آیت کے صدر و ساقہ بلکہ ایک آیت اُوپر سے نقل کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین پر حقیقتِ امر خود منکشف ہو جائے۔ کہ آیا یہ آیت محلِ اشکال ہے؟ اور اس سے ایمان پیغمبر پر دھبہ آسکتا ہے یا نہیں؟ یا اس سے استدلال نفی علم پیغمبر میں تائید ہو سکتی ہے؟ قال اللہ تعالیٰ۔ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ ۝ وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ أَلَا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ ۝ (سورۂ شوریٰ) ترجمۂ آیۂ کسی بشر کے لئے سزاوار نہیں ہے۔ کہ خدا اس سے کلام کرے مگر بطور وحی۔ یا پسِ پردہ سے۔ یا کوئی قاصد بھیجے۔ اور وہ قاصد اذنِ خدا سے موافق مشیتِ خدا اس کو وحی کرے۔ بتحقیق کہ وہ علی حکیم ہے۔ اور اسی طرح سے (اے پیغمبرؐ) ہم نے تجھ کو اپنے امر سے ایک روح وحی کی ہے۔ تو نہیں

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

جانتا تھا۔ کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا۔ لیکن ہم نے اِس (روح) کو نور قرار دیا ہے۔ اِس کے ذریعہ سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں۔ اور تحقیق کہ تو ہی ہدایت کرتا ہے صراطِ مستقیم کی طرف۔ اُس خدا کی طرف جو مالکِ ملک زمین و آسمان ہے۔ اور اُسی کی طرف تمام اُمور کی بازگشت ہے"۔

یہ آیات مذکورہ کا لفظی ترجمہ ہے جس کو معمولی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔ اور کوئی شبہ یا اشکال اِن آیات سے نہیں پیدا ہوتا۔ اور نہ ہمارے علماء کرام متقدمین و متاخرین نے اِس آیت میں کبھی شبہ کیا ہے۔ جیسا کہ علماء اعلام عراق و عرب کے فتاوے سے بھی یہی ظاہر ہے۔ اور جناب علامہ کنتوری کے خیال سے آیت کو مس بھی نہیں۔ البتہ بعض وہ لوگ جو تا زمانہ بعثت حضرت کو (معاذ اللہ) کافر و مشرک جانتے ہیں۔ انہوں نے اس سے تمسک کیا ہے۔ جو محض جہالت و نادانی پر مبنی ہے۔ نہ کہ فی نفسہٖ آیت محل شبہ ہے۔ اور کوئی تعلق اس آیت کا زمانۂ بعثت و نزول جبرئیل ابتدءِ بعثت سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ آیات بجمال وضاحت بلا تفسیر و تاویل حقیقتِ وحی۔ اقسامِ وحی۔ حقیقتِ روحِ اعظم نبوی و حقیقتِ ختمِ نبوت کو بیان کرتی ہیں۔ اوّل تکلّمِ الٰہی کی تقسیم کی گئی ہے۔ کہ تکلم خدا وحی کلامی تین قسم پر ہے۔ اور انہی تین طریق سے خدا کسی بشر سے کلام کرتا ہے۔ یا بطور وحی مطلق کہ وحی بلاواسطہ ہے۔ اور یہ اعلیٰ درجۂ وحی ہے۔ اور اس کے بھی انحاء مختلفہ ہیں۔ "اوحی الی عبدہ ما اوحی" وحی ہے۔ اور تعلیم قرآن و کتاب پیغمبرؐ کو اس وحی سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ خود آیت سے ظاہر ہے۔ یہاں فرشتے کا کوئی تعلق نہیں۔ یا بطور تکلم من وراء حجاب کہ ایک آواز کہیں سے پیدا ہوتی ہے۔ کلام کرنے والا معلوم نہیں ہوتا۔ سُننے والا کلام کو سُنتا ہے۔ جیسا کہ جناب موسیٰ سے کوہ طور پر تکلم کیا گیا۔ کہ ایک آواز آتی تھی۔ اور ہر طرف سے آتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ شب معراج پس پردہ جو مشابہ آوازِ حضرتِ مظہر العجائب آواز آئی۔ اور کلام ہوا جس کو شاعر نے

"آتی تھی یہ آواز کہ گویا تم تھے"

میں ظاہر کیا ہے۔ وہ بھی یہی قسم وحی اور تکلم من وراء حجاب تھا۔ حضرت موسیٰؑ سے جب کلام ہوتا ہے۔ اکثر یہی قسم کلام تھی۔ کوہ طور پر تشریف لے جاتے تھے۔ اور احکام سُن آتے تھے۔ کبھی جبرئیلؑ کسی حکم کو لیکر نہیں آئے۔ اسی واسطے خصوصیت کے ساتھ "وکلم اللہ موسیٰ تکلیما" کا بجا قرآن میں آیا ہے۔ اور کہیں جبرئیلؑ کا احکام لیکر آنا ثابت نہیں۔ آپ کا نام خصوصیت سے کلیم اللہ پکارا جاتا ہے۔ تیسری قسم تکلم الٰہی کی یہ ہے۔ کہ کسی قاصد فرشتے کو اپنے بندے کے

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

پاس بھیجتا ہے۔ اور وہ فرشتہ حکمِ خدا پہنچاتا ہے۔ تکلّم قسم دوم میں کلام واسطہ ہے۔ کہ من وراءِ حجاب ہے۔ قسم سوم میں دو واسطے ہیں۔ ایک فرشتہ دوسرا کلام۔ پس گویا یہ سب سے پست تر درجہ وحی کا ہے۔ جو لوگ پیغمبرِ خاتم النبیینؐ کے لئے یہی درجہ اختیار کرتے ہیں۔ کہ ان کو جو کچھ پہنچا ہے یا جو کچھ تعلیم دیا گیا ہے۔ وہ بذریعہ جبرئیلؑ ہی ہے۔ وہ حضرتؐ کو پست ترین درجہ نبوت عطا کرتے ہیں۔ درآنحالیکہ مقامِ آنحضرتؐ مقامِ جبرئیلؑ سے کہیں اعلیٰ ہے۔ وہ جنابؐ وہاں تک پہنچے۔ جہاں جبرئیلؑ کے پر جلتے ہیں۔ اور بلاواسطہ غیر۔ آنحضرتؐ کو مبدءِ فیاض سے وہ اسرار عطا ہوئے۔ جس کی جبرئیلؑ کو خبر تک بھی نہ تھی "فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ" منجملہ ان اسرار کے اسرارِ ولایتِ ائمہ علیہم السلام تا زمانۂ ظہور خاتم الاولیاء والاوصیاء عجل اللہ فرجہ ہیں۔ ملاحظہ ہوں تفاسیرِ آیۂ مذکورہ (خصوصاً تفسیر برہان)۔ درآنحالیکہ جبرئیلؑ کا آنا بھی صرف وقتِ بعثت سے نہیں ہے۔ بلکہ احادیث و روایات و فرمائشاتِ جنابِ ابوطالبؑ شاہد ہیں کہ جبرئیلؑ ہمیشہ بچپن میں حاضرِ خدمت ہوا کرتے تھے۔ نہ صرف جبرئیلؑ بلکہ دیگر ملائکہ مقربین بھی۔ اور کس طرح نہ آتے۔ وہ خادم ہیں۔ اور خدام کا کام حاضرِ خدمت رہنا ہے +

بعد بیانِ مراتبِ وحی کلامی و تکلم الٰہی حقیقتِ نبوتِ خاتم النبیینؐ کو بیان کیا گیا ہے۔ کہ اسی طرح اے پیغمبرؐ تجھ کو ہم نے ایک روح اپنے امر سے عطا کی ہے۔ تو نہیں جانتا۔ کہ کتاب و ایمان کیا ہے۔ لیکن ہم نے اس کو نور بنا کر تمہیں عطا کیا۔ تو سب کچھ جان گیا۔ اور اس نور ہی کے ذریعہ سے ہادیِ مطلق بن گیا۔ یہ روح وہی روحِ مطلق کلی ہے جس کا ان آیات میں ذکر ہے "یسئلونک عن الروح۔ ینزل الملٰئکۃ بالروح علیٰ من یشاء من عبادہ۔ رفیع الدرجات ذو العرش یلقی الروح من امرہ علیٰ من یشاء من عبادہ۔ تنزل الملٰئکۃ والروح فیہا باذن ربہم من کل امر" یہ روحِ اعظم وہی روحِ اعظم و نورِ اولیٰ ہے جس کی نسبت پیغمبرؐ نے فرمایا ہے۔ اوّل ما خلق اللہ روحی یا اوّل ما خلق اللہ نوری ہے اور جس کی تفصیل یہ ہے۔ عن ابو حمزہ ثمالی عن ابی جعفر علیہ السلام قال ان اللہ سبحانہ تفرد فی وحدانیتہ ثم تکلم بکلمۃ فصار نوراً ثم تکلم بکلمۃ فصارت روحاً واسکنہا فی ذالک النور واسکنہ فی ابداننا فنحن روح اللہ وکلمتہ احتجب بنا عن خلقہ" یعنی خداوندِ عالم اپنی وحدانیت میں منفرد و متفرد ہے۔ پھر اس نے ایک کلمہ بولا (قال کن)۔ تو وہ ایک نور بن گیا۔ (فیکون)۔ اس نور سے محمدؐ و علیؑ و عترتِ طاہرہ علیہم السلام کو خلق کیا۔ (یہ مادۂ نورانیہ جسمانیہ نبویہ ہے) پھر ایک کلمہ بولا۔ وہ روح ہو گیا۔ اس روح کو اس

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

نور میں قرار دیا۔ اور اس کو ہمارے ابدان میں پس ہم ہی روح اللہ و کلمۃ اللہ ہیں۔ اور ہم ہی سے خدا مخلوق سے محجوب ہے۔ یعنی حجاب اللہ ہم ہی ہیں۔ و نحن حجاب اللہ صحیح ہے۔ وایضاً عن الباقر علیہ السلام یا جابر کان اللہ ولا شی غیرہ لا معلوم ولا مجہول فاول ما ابتدء من خلق خلقہ ان خلق محمداً و خلقنا اھل البیت معہ من نور ہ و عظمتہ فاوقفنا اظلۃ خضراء بین یدیہ حیث لا سماء ولا ارض ولا مکان ولا لیل ولا نہار ولا شمس ولا قمر یفصل نورنا من نور ربنا کشعاع الشمس من الشمس نسبح اللہ تعالیٰ و نقدسہ و نحمدہ و نعبدہ الخ۔ یعنی اے جابر اللہ تھا اور کوئی شے اس کے سوا موجود نہ تھی۔ نہ معلوم اور نہ مجہول۔ پس اول جو خلقت کی ابتداء کی۔ تو محمدؐ اور ہم اہلبیت نبوت کو اپنے نور عظمت سے خلق کیا۔ اور ہم کو بطور سایۂ سبز سامنے کھڑا کیا۔ جبکہ نہ زمین تھی۔ نہ آسمان تھا۔ نہ مکان تھا۔ نہ رات تھی۔ نہ دن تھا۔ نہ چاند تھا اور نہ سورج۔ ہمارا نور خدا سے اس طرح جدا ہوتا تھا جس طرح آفتاب سے شعاع آفتاب۔ ہم خدا کی تسبیح و تقدیس و تحمید بجا لاتے تھے اور اس کی عبادت کرتے تھے۔۔۔۔۔۔۔ اور فرمایا خداوند عالم نے اے محمدؐ مجھے اپنے عزت و جلال اور اپنی علو شان کی قسم ہے۔ اگر تو اور علیؑ اور تمہاری عترت ہادی مہدی نہ ہوتی۔ تو میں نہ جنت پیدا کرتا نہ دوزخ۔ اور نہ زمین نہ آسمان۔ نہ اور کوئی مخلوق۔ جو کوئی میری عبادت کرے۔ اے محمدؐ تو ہی میرا خلیل و حبیب و صفی اور برگزیدہ و مختار ہے۔ اور تمام مخلوق سے محبوب تر۔ اور تو ہی میرا پہلا مخلوق ہے۔ اور تیرے بعد صدیق اکبر علیؑ امیر المومنین۔۔۔۔۔ تمہاری ہی وجہ سے اور تمہارے ہی لئے میں نے خلق کیا ہے جو کچھ خلق کیا ہے۔ تم ہی میرے اور میری مخلوق کے درمیان برگزیدہ خلق و مختار ہو۔ میں نے تمہیں اپنے نور عظمت سے خلق کیا ہے۔ اور تمہیں کو اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان حجاب قرار دیا ہے۔ پس ہر ایک شے ہلاک ہونے والی ہے۔ مگر میری وجہ۔ اور تم ہی وجہ اللہ ہو جو کبھی فنا و ہلاک و نیست و نابود نہ ہوگی۔۔۔۔۔۔ یہاں تک کہ حضرتؑ نے فرمایا۔ ہم ہی اول مخلوق خدا ہیں۔ اور وہ ہم ہی ہیں جس نے سب سے پہلے خدا کی عبادت اور تسبیح کی ہے۔ اور ہم ہی سبب خلق مخلوقات اور ہم ہی سبب تسبیح و عبادت ملائکہ وغیرہم ہیں۔ ہم ہی سے خدا پہچانا گیا ہے۔ اور ہم ہی سے اس کی توحید ظاہر ہوئی ہے۔ اور ہم ہی سے اس کی عبادت کی گئی ہے۔ اور ہم ہی سے خدا نے اکرام کیا ہے جس کا کہ اکرام کیا۔ اور ہم ہی سے ثواب و عقاب پہنچا ہے۔ وانا نحن الصافون وانا لنحن المسبحون الخ۔ حدیث طولانی ہے بعض مقامات نقل کئے گئے۔

یہ نور محمدی اول مخلوق ہے۔ اور اول مخلوق چاہئے کہ ہر اعتبار سے کامل و اکمل ہو۔ پس اول مخلوق اگر

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

مادہ ہو۔ تو وہ محتاج صورت ہے اور ناقص۔ اگر صورت ہو تو وجود اس کا بلا مادہ ممکن نہیں۔ اور وہ محتاج
مادہ ہے اور اس لئے ناقص۔ اور اگر جسم ہو۔ تو محتاج اجزا ہے اور ناقص۔ اگر اپنے فعل میں محتاج مادہ ہو۔
تو بھی ناقص۔ اور جو شے نہ مادی ہو اور نہ کسی حال میں محتاج مادہ۔ وہ عقل مجرد ہے۔ پس یہ روح جس کو
نور مطلق کہا ہے عقل مجرد ہے۔ اسی واسطے ایک حدیث میں حضرتؐ نے یہ بھی فرمایا ہے" اول
ما خلق اللہ العقل"۔ یہ عقل اول و عقل کل وہی روح اعظم اقدس ہے۔ جس کو نور کہا گیا ہے۔ ذکر
جبرئیلؑ تعریف نور الظاھر بذاتہ والمظہر لغیرہ ہے۔ یعنی خود روشن ہو۔ اور دوسرے کو روشن و
ظاہر کرے۔ جس طرح اگر مکان میں شمع نہ ہو۔ تاریک ہوتا ہے۔ اور کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی اور ظاہر نہیں
ہوتی۔ جب شمع روشن ہوتی ہے۔ تو خود شمع بھی دکھائی دیتی ہے۔ اور تمام چیزیں دکھائی دینے لگتی
ہیں۔ پس یہ نور اولی مبدء و مرکز جمیع موجودات ہے۔ کیونکہ وجود ہر موجود قائم ہے نور الٰہی سے"۔ اللہ نور
السموات والارض" الخ۔ وجود نور ہے اور ظلمت عدم۔ لیکن اس نور الٰہی کے لئے کسی محل و مورد
اور واسطہ کی ضرورت ہے۔ یا بلفظ دیگر اس قوت نورانیہ برقیہ کے لئے ایک مرکز و خزانہ کی احتیاج ہے۔
اور خزانہ نور الٰہی نہیں ہو سکتا مگر اول مخلوق و مصنوع۔ کیونکہ اس سے قوی تر و نورانی تر کوئی وجود نہیں
ہو سکتا۔ پس مرکز نور و خزانہ انوار الٰہی وجود محمدیؐ ہے۔ اسی واسطے فرمایا ہے" قد جاءکم من اللہ نور
و کتاب مبین"۔ تمہارے پاس خدا کی طرف سے ایک نور مجسم اور کتاب نورانی آئی ہے۔ لہذا ہر موجود
کو فیض نور وجود اسی مرکز اور اسی خزانہ سے پہنچا ہے۔ پس ہر موجود جو وجود ظہور میں آیا ہے۔ نور محمدیؐ
سے ظہور میں آیا ہے۔ اور ان کے نور سے خلق ہوا ہے۔ خواہ ملک مقرب ہو یا نبی مرسل۔ چنانچہ ظاہر
ہے۔ کہ جہاں ارواح انبیاءؑ کا ذکر ہے۔ روح جزئی ہے"۔ اذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی
فقعوا لہ ساجدین"۔ "و کلمتہ القاھا الی مریم و روح منہ"۔ روح آدمؑ و روح عیسٰیؑ روح
اعظم کلی کی شعاعیں ہیں۔ اور جو کچھ ان میں ہے اسی کی طرف سے اور اسی سے ہے۔ یہی نور آدمؑ کی
پشت و پیشانی میں مسجود ملائکہ تھا۔

سجدے نبی آدم کے نہ آدمؑ کے لئے تھے ❊ سر ان کی سلامی کو فرشتوں کے جھکے تھے

پس یہ روح امّ الارواح و نور الانوار ہے۔ آدمؑ ابو البشر ہیں۔ یعنی صورت بشریہ ظاہریہ جسمانیہ نوع بشر ان سے
پیدا ہوئی ہے۔ یہ امّی ہیں کہ انکی روح امّ الارواح و نور الانوار ہے یعنی مادہ جمیع موجودات۔ بہت اچھا
جو لکھا ہے"۔ ام الامکان بقابلیتہ و ابو الاکوان بفاعلیتہ۔ یعنی بلحاظ قابلیت مادہ جمیع موجودات
و ام الامکان ہیں۔ اور بلحاظ اس کے کہ ید جمال الٰہی و دست قدرت ہیں۔ ابو الاکوان ہیں۔ جو کچھ صفات

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

عالم پر ظاہر و منقوش ہوا ہے۔ اسی دست قدرت سے ہوا ہے۔ مادہ قابلہ بھی اسی سے اور تاثیر فاعلی بھی اسی سے پس وہ قلم قدرت الٰہی بھی ہے۔ اور لوح اولٰی بھی۔ اور یہی مطلب ہے حدیث شریف اول ما خلق اللہ القلم واول ما خلق اللہ اللوح کا۔ وہ امی یعنی ام الارواح ہے۔ اور بجز ذوری محمد ابو تراب ہے یعنی پیدا آدم "ان مثل عیسیٰ کمثل آدم خلقہ من تراب" آدم تراب ہیں اور علی ابو تراب۔ پیدا آدم رنعم ما قال ہے

وانی وان کنت ابن آدم صورۃ ✽ فلی فیہ معنیً شاھدٌ بابوتی

یعنی میں اگرچہ ظاہر پسر آدم ہوں۔ لیکن معناً و باطناً آدم میں ایک شاہد بیّن موجود ہے۔ جو دلالت کرتا ہے کہ میں پیدا آدم ہوں "وخمرت طینۃ آدم بیدی اربعین سنۃ" آدم کی مٹی کو چالیس سال میں نے اپنے ہاتھ سے خمیر کیا ہے ✽

حسی مثال - قاعدہ ہے۔ کہ جب کسی مقام پر برقی روشنی پہنچائی ہوتی ہے۔ تو اول اس کے لئے ایک خزانہ بنایا جاتا ہے۔ جہاں جمع ہوتی ہے۔ اور پھر وہاں سے حسب ضرورت وقابلیت و استعداد تقسیم ہوتی ہے۔ جب روشنی گل ہوتی ہے۔ خزانہ کی طرف رجوع کرتی ہے۔ یا جب کوئی تار خراب ہو جاتا ہے۔ تو برق مرکز کی طرف لوٹ آتی ہے۔ اور مرکز اس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اسی طرح سے اس نور محمدی کو خدا نے اول خلق فرما کر مرکز دائرہ متقلب عالم امکان و خزانہ انوار بنایا ہے۔ یہاں سے ہر ایک کو فیض نور پہنچتا ہے۔ اور اسی کی طرف ہر ایک نور کا اول رجوع ہوگا۔ اس لئے کہ وہی نور وجہ اللہ ہے۔ جس کو فنا نہیں۔ قالوا علیہم السلام نحن وجہ اللہ الذی یؤتی بہ او یتوجہ الیہ او یتوجہ الیہ الاولیاء" ہم ہی وہ وجہ اللہ ہیں جس کے وسیلہ سے خدا تک پہنچا جاتا ہے۔ یا جس کے ذریعہ سے خدا کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔ یا جس کی طرف تمام اولیاء اللہ توجہ و رجوع کرتے ہیں۔ یوم ندعو کل اناس بامامھم۔ اور تمام موجودات اسی کی طرف رجوع لاتی ہیں "فایاب الخلق الیھم وحسابھم علیھم" اس وجہ اللہ کا تعلق اللہ سے ایسا ہے۔ جیسا کہ شعاع آفتاب کا آفتاب سے۔ کہ شعاع غیر آفتاب ہے۔ مگر آفتاب سے جدا نہیں۔ کیونکہ وہ عالم امر سے ہے۔ اور امر اگرچہ غیر مامور و غیر ذات آمر ہے لیکن آمر سے جدا نہیں اس کے ساتھ ہے۔ لہٰذا اس کو ذات آمر سے جدائی نہیں۔ کل شیٔ ھالک الا وجھہ۔ اور تعلق آمر امر و نہی میں ایسا ہے۔ جس طرح کہ ہماری روح عقلانی کو اپنے اعضا و جوارح سے۔ کہ جس وقت روح انسان ارادہ کرتی ہے۔ کہ دیکھے فوراً آنکھ دیکھنے لگتی ہے یعنی اس کا ارادہ اور آنکھ کا دیکھنا ساتھ ہی واقع ہوتا ہے۔ جس وقت وہ ارادہ کرتی ہے۔ کہ کان سنے۔ فوراً سننے لگ جاتے ہیں۔

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

جس وقت ارادہ کرتی ہے۔ کہ ہاتھ حرکت کرے۔ کام کرے۔ فوراً کرنے لگتا ہے۔ جس وقت ارادہ کرتی ہے۔ کہ زبان بولے۔ فوراً بولنے لگ جاتی ہے۔ تخلف ممکن نہیں۔ اسی طرح یہ روح اعظم وجہ اللہ و لسان اللہ ہے جس وقت ارادہ باری کلام سے متعلق ہوا۔ یہاں زبان پر جاری ہوا۔ "ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی"۔ اپنے میل طبع و خواہش نفس سے پیغمبر کچھ نہیں بولتا۔ اور یہی مطلب ہے "اضع کلامی فی فمہ" (میں اپنا کلام اس کے منہ میں رکھ دونگا)۔ وہ عین اللہ ہے۔ کہ خدا کی طرف سے دیکھتی ہے۔ "قل اعملوا فسیری اللہ عملکم و رسولہ" الخ۔ عمل کرو۔ بتحقیق کہ خدا اور اس کا رسولؐ تمہارے ہر ایک عمل کو دیکھتے ہیں۔ وہ ید اللہ ہے۔ "ان الذین یبایعونک یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم"۔ بتحقیق کہ جب یہ لوگ اے پیغمبرؐ تجھ سے بیعت کرتے ہیں۔ تو در اصل خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہوتا ہے۔ وہ محال مشیت اللہ ہیں۔ "ما یشاءون الا ان یشاء اللہ" اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو اس کی اطاعت عین اطاعت خدا "من یطع الرسول فقد اطاع اللہ" نہ ہوتی۔ اور خدا اس کے فعل کو اپنا فعل قرار نہ دیتا۔ "ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی"۔ نہیں پھینکا تو نے جبکہ پھینکا۔ لیکن اللہ نے پھینکا ہے۔ اور چونکہ یہی روح بطور تشعشع (نہ بطور انتقال) آئمہ علیہم السلام سے متعلق ہوتی ہے۔ اس لئے وہ سب کے سب وجہ اللہ۔ ید اللہ۔ عین اللہ۔ لسان اللہ۔ روح اللہ۔ کلمۃ اللہ۔ نفس رسولؐ و نفس واحدہ ہیں۔ اور اسی واسطے فرمایا ہے "اولنا محمد و اوسطنا محمد و اخرنا محمد و کلنا محمد"۔ جابر بن یزید جعفی نے ایک حدیث طویل کے ذیل میں جناب امام علی ابن الحسینؑ سے روایت کیا ہے۔ "لا تعجبوا من قدرۃ اللہ انا محمد و محمد انا و قال محمد علیہ السلام یا قوم لا تعجبوا من امر اللہ انا علیؑ و علیؑ انا و کلنا واحد من نور واحد و روحنا من امر اللہ"۔ قدرت خدا سے تعجب نہ کرو۔ میں محمد (الباقرؑ) ہوں اور محمد میں ہوں۔ اور فرمایا جناب محمد الباقرؑ نے۔ لوگو خدا کے امر سے تعجب نہ کرو۔ میں علیؑ ہوں اور علیؑ میں ہوں۔ اور ہم سب ایک ہی ہیں۔ اور ایک ہی نور سے ہیں۔ اور ہماری روح امر خدا (عالم امر) سے ہے۔ اولنا محمد و اوسطنا محمد و آخرنا محمد و کلنا محمد۔ الخ (ہفتم بحار)

غرض یہی روح اول مخلوق۔ عقل اول۔ عقل کل۔ قلم قدرت۔ لوح امکان۔ ام الارواح اور نور الانوار ہے۔ اور مسلم و محقق ہے۔ کہ علم نور ہے۔ جیسا کہ جناب سر اللہ علیہ السلام نے فرمایا۔ "العلم نور یقذفہ فی قلب من یشاء"۔ علم نور ہے جس کے قلب میں اللہ چاہتا ہے ڈال دیتا ہے نیز "فان العلم نور من اللہ۔ و نور اللہ لا یعطی لعاصی"۔ پس یہ روح چونکہ نور ہے۔ لہذا نفس علم ہے۔ جیسا کہ ہم مقدمہ کتاب میں بھی ثابت کر چکے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ اس نور کی شعاع کو جسد آدمؑ میں

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

داخل ہوتے ہی وہ عالم ہو گئے۔ اور معلم ملائکہ بن گئے۔ اور ان پر حجت قرار پائے۔ پس ان کا علم بذریعہ علم یہی روح نورانی ہے نہ آلات خارجیہ اکتسابیہ۔ اور اس مضمون پر بہت سی احادیث شاہد ہیں۔ چند یہاں پر ذکر کی جاتی ہیں۔ چنانچہ بصائر الدرجات میں عبداللہ بن طلحہ سے مروی ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ میں نے جناب امام جعفر صادق ؑ سے عرض کیا۔ کہ جو علم ہم سے آپ بیان فرماتے ہیں۔ آیا وہ صحف سے ہے۔ جو آپ کے پاس ہیں۔ یا بذریعہ روایات ہے۔ جو ایک کو دوسرے سے پہنچی ہیں۔ یا آپ کے علم کا کچھ اور حال ہے۔ فرمایا۔ ہمارے علم کا معاملہ اس سے اجل و اعظم ہے۔ جو تو خیال کرتا ہے۔ کیا تو قرآن نہیں پڑھتا ہے؟ عرض کیا۔ کیوں نہیں۔ فرمایا۔ کیا تو نے نہیں پڑھا وکذالک اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتب و لا الایمان الحدیث۔ مطلب حضرت کا صریح ہے۔ کہ علم امام کو اسی روح سے پہنچا ہے۔ جس کو خدا نے یہ روح دیدی۔ عالم ہو گیا۔ یہ روح حقیقت نورانیہ علمیہ ہے۔ اسی کتاب میں ابراہیم بن عمر سے مروی ہے۔ کہ اس نے صادق ؑ سے دریافت کیا۔ کہ مجھے اپنے علم کی خبر دیجئے۔ آیا آپ اس کو لوگوں کے منہوں سے لیتے ہیں۔ یا آپ کے پاس لکھا ہوا ہے اور رسول اللہ ؐ سے پہنچا ہے۔ فرمایا معاملہ اس سے اعظم و اجل ہے۔ کیا تو نے خدا کا قول نہیں سنا۔ کہ وہ فرماتا ہے وکذالک اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان۔ کہا۔ کیوں نہیں۔ میں نے یہ آیت پڑھی ہے۔ فرمایا۔ "فلما اعطاہ اللہ تلک الروح علم بہا وکذالک اذا انتھت الی عبد علم بہا العلم والفھم یعوض نفسہ"۔ یعنی جس وقت اللہ نے اپنے پیغمبر کو یہ روح عطا کر دی۔ تو اس کے ذریعہ سے وہ عالم ہو گئے۔ اور اسی طرح جب یہ روح کسی عبد کی طرف منتھی ہوتی ہے۔ تو اس کو علم و فہم حاصل ہو جاتا ہے۔ اس سے خود اپنی طرف اشارہ فرمایا یعنی اس روح سے مجھے علم حاصل ہوا ہے۔ یہ روح نفس علم و حقیقت علمیہ ہے۔ یہی

یہ روح کب عطا ہوئی

احادیث نیز دلائل مذکورہ مقدمہ دال ہیں۔ کہ اس روح کے عطا کو روز بعثت سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ اور کوئی معمولی عقل کا انسان بھی اس کو باور نہیں کر سکتا۔ کہ پیغمبر ؐ کو یہ روح چالیس سال کی عمر میں عطا ہوئی تھی۔ لیکن ممکن ہے۔ کہ بعض حضرات کی تسلی و اطمینان نہ ہوا ہو۔ اس لئے چند روایات اور نقل کر دیں۔ جن سے عطاء روح اعظم کا وقت بالصراحت معلوم ہو جائے۔ اسی عبداللہ بن طلحہ والی حدیث کا آخر یہ ہے۔ بعد ذکر یہ فرمایا۔ تم اس کی نسبت کیا رائے رکھتے ہو۔ کہ پیغمبر ؐ کسی حال میں کتاب و ایمان نہیں جانتا تھا؟

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

اس نے کہا۔ ہم تو اس طرح اس کو پڑھتے ہیں۔ فرمایا۔ "نعم قد کان فی حال لا یدری ما الکتب
ولا الایمان حتی بعث اللہ تلک الروح فعلمہ بہا العلم والفہم وکذالک تجری تلک
الروح اذا بعثہا اللہ الی عبد علمہ بہا العلم والفہم"۔ یعنی ہاں ایک حال میں ایسا تھا کہ خدا نے
اس روح کو بھیجدیا۔ پس اس کے ذریعہ سے علم وفہم عطا کر دیا۔ اور اسی طرح سے یہ روح جاری رہتی ہے۔
جب اللہ اس کو کسی بندے کی طرف بھیج دیتا ہے۔ تو اس کو علم وفہم سکھا دیتا ہے۔ ابوحمزہ سے
مروی ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ میں نے صادقؑ سے علم کی بابت دریافت کیا۔ کہ آپ لوگوں سے
سیکھتے ہیں یا کتابوں سے پڑھتے ہیں۔ فرمایا۔ معاملہ اس سے کہیں اعظم واجل ہے۔ کیا تو نے قول خدا
"وکذالک اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب" نہیں سنا۔ عرض کیا۔ کیوں نہیں
فرمایا۔ تمہارے اصحاب اس کی بابت کیا کہتے ہیں۔ کیا ان کی رائے میں پیغمبرؐ کسی حال میں کتاب و ایمان کو نہ
جانتا تھا۔ اس نے عرض کیا۔ میں آپ پر فدا ہوں۔ میں نہیں جانتا۔ کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ فرمایا۔ کیوں نہیں۔
"قد کان فی حال لا یدری ما الکتاب ولا الایمان حتی بعث اللہ تلک الروح التی یعطیہا اللہ من
یشاء فاذا اعطاہ اللہ عبدا علمہ بہا العلم والفہم"۔ (اصول کافی وغیرہ) اس سے ظاہر
ہے۔ کہ جس وقت یہ روح نہ تھی پیغمبرؐ میں علم وفہم کچھ نہ تھا۔ پس اگر یہ کہا جائے۔ کہ یہ بعثت سے متعلق ہے
اور تا بعثت پیغمبرؐ علم وفہم کچھ نہ رکھتے تھے محض جاہل و نا سمجھ تھے۔ اور نبی نہ تھے۔ کیونکہ یہی روح
نبی ہے۔ تو کوئی مومن متدین قبول نہ کریگا۔ لہٰذا اس کا تعلق بعثت سے ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ اس عطا کا
تعلق اس حال سے ہے۔ جس میں اس روح کو مادۂ نورانیہ نبویہ سے وقت خلقت نور عالم انوار میں
تعلق دیا گیا تھا۔ کیونکہ روح و نور محمدیؐ اول مخلوق ہیں۔ اور ایک کو دوسرے پر تقدم محض تقدم ذاتی
ہے نہ تقدم زمانی۔ اور یہ وہ حال تھا۔ جبکہ نہ زمین تھی نہ آسمان تھا۔ اور نہ اور کوئی مخلوق۔ اور یہی وہی
حال تھا جس کا ذکر اس حدیث نور میں ہے۔ جس میں اس نور و روح کی خلقت کا بیان ہے۔ کہ خدا نے
اس نور کو خلق کیا۔ اور روح کو بنایا۔ اور روح کو اس نور میں جگہ دی۔ یہ روح ہر حال میں جہاں کہیں
بھی ہو عالم بلکہ نفس علم ہے۔ اور یہی روح ملاک ختم نبوت ہے نہ جسم۔ اور یہی خزانہ علم ہے۔ کلام
امامؑ میں "فی وقت" یا "فی زمان" یا "فی مکان" نہیں بلکہ "فی حالۃ" بھی نہیں ہے۔ بلکہ حضرتؑ نے "فی حال"
فرمایا ہے۔ اور حال کوئی شے موجود نہیں ہے۔ بلکہ امتداد موہومی ہے۔ جس طرح نہایت باریک
ریشم کا تار نہایت تیزی سے آنکھ کے سامنے سے گزر جائے۔ پس یہ حال جس میں پیغمبرؐ نہ کتاب جانتا
تھا اور نہ ایمان۔ جو اس روح میں ودیعت تھے۔ وہ حال ہے جس میں اول خلقت میں نور و روح کو خلق کر کے

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

ایک کو دوسرے سے خصوصیت کے ساتھ متعلق و منسوب نہ کیا گیا تھا۔ اور جہاں زمان۔ وقت اور آن کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس وقت نہ زمان تھا۔ نہ مکان۔ نہ وقت اور نہ آن۔ جو ظرف زمان ہے۔ اسی واسطے امام نے لفظ حال فرمایا۔ بنابریں کسی وقت اور کسی زمانے میں نفی کتابؑ ایمان پیغمبرؐ کے لئے ثابت نہیں۔ اور نفی فے الحال بھی بلحاظ صورت مجموعی نور مادی و روح علمی ہے۔ روح علم و معرفت پر مخلوق و مفطور۔ نہیں عین علم ہے۔ اس سے اگر نفی متعلق ہو گی۔ تو بلحاظ اس کی ذات امکانی کے ہو گی۔ کہ ممکن من حیث ہو ممکن محتاج ہے اپنے وجود میں علت کا۔ اور جب وجود نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ نہ علم نہ معرفت۔ نہ کتاب نہ ایمان۔ جب خالق نے خلق کیا۔ تب علم آیا۔ پس بغیر اعطاً و تعلیم النبیؐ روح بھی کچھ نہیں جانتی۔ کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا۔ کیونکہ موجود ہی نہ تھی۔ اور عدم ظلمت ہے نہ نور۔ فافہم فانہ دقیق +

یہ رُوح ہرگز جبرئیلؑ یا اور کوئی فرشتہ نہیں ہے

ابوبصیر سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے حضرت صادقؑ سے دریافت کیا۔ کہ "ینزل الملئکۃ بالروح علی من یشاء من عبادہٖ" سے کیا مراد ہے۔ فرمایا۔ ملائکہ سے مراد جبرئیلؑ ہے۔ جو انبیاءؑ پر نازل ہوتا ہے۔ اور روح ان کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور اوصیاءؑ کے ساتھ ہے۔ ان سے جدا نہیں ہوتی۔ ان کو موفق رکھتی ہے۔ اور ان کی مُسَدِّد ہوتی ہے۔ سعد اسکاف سے مروی ہے۔ کہ ایک شخص حضرت امیر المومنینؑ کے پاس آیا۔ اور اس روح کی بابت سوال کیا۔ کہ کیا یہ جبرئیلؑ نہیں ہے؟ قال علیہ السّلام جبرئیلؑ من الملئکۃ والروح غیر جبرئیلؑ۔ یعنی جبرئیلؑ تو فرشتہ ہے۔ روح روح ہے وہ غیر جبرئیل ہے۔ اور چند مرتبہ آپ نے ایسا ہی فرمایا۔ اس شخص نے کہا۔ کہ آپ نے بہت بڑی بات کہی۔ میں تو گمان نہیں کرتا۔ کہ کوئی روح کو غیر جبرئیل سمجھتا ہو۔ قالؑ انک ضال تروی عن اھل الضلال یقول اللہ تبارکؑ وتعالیٰ لنبیہ اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ فسبحانہٗ وتعالیٰ عما یشرکون ینزل الملئکۃ بالروح والروح غیر الملائکۃ۔ یعنی فرمایا۔ تو گمراہ ہے۔ اور اہل ضلالت کی روایات بیان کرتا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ کہ امر خدا آگیا۔ جلدی نہ کرو۔ وہ پاک و بزرگ ہے اس سے جو شریک گردانتے ہیں۔ نازل کرتا ہے ملائکہ کو ساتھ روح کے۔ پس روح اور چیز ہے اور ملائکہ جبرئیلؑ وغیرہ اور۔ روح جبرئیل نہیں ہو سکتا۔ یہ روایت ہم پہلے بھی نقل کر چکے ہیں۔ بغرض تذکیر و تذکار یہاں نقل کی گئی۔ وقس علی ذٰلک +

بصائر الدرجات اور کافی میں ہے۔ کہ جناب صادقؑ سے اور حضرت باقرؑ سے منقول

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

ہے۔ کہ آپ نے آیۂ وکذٰلک اوحینا کی تفسیر میں اس روح کی بابت فرمایا "خلق من خلق اللہ اعظم من جبرئیل ومیکائیل کان مع رسول اللہ یخبرہ ویسددہ وھو مع الائمۃ من بعدہ" یعنی وہ ایک مخلوق ہے مخلوقات الٰہی سے۔ جو اعظم ہے جبرئیلؑ ومیکائیلؑ سے۔ اور رسول اللہؐ کے ساتھ تھی ان کو خبر دیتی تھی اور مؤید کرتی تھی۔ اور وہی آئمہ علیہم السّلام کے ساتھ ہے۔ نیز حضرت صادق علیہ السلام سے اس طرح بھی منقول ہے۔ کہ اسی روح اعظم کے باب میں فرمایا "خلق اعظم من جبرئیل ومیکائیل کان مع رسول اللہ وھو مع الائمۃ وھو من الملکوت" یعنی یہ ایک مخلوق ہے۔ جو جبرئیلؑ ومیکائیلؑ جیسے مقرب فرشتوں سے اعظم ہے۔ وہ رسول خداؐ کے ساتھ تھی۔ اور وہی آئمہؑ کے ساتھ ہے۔ اور وہ ملکوت سے ہے۔ جیسا کہ ابو بصیر سے بصائر میں مروی ہے۔ اور کافی میں بھی یہی مضمون ہے۔ اور ایک روایت میں یوں ہے "خلق اعظم من جبرئیل ومیکائیل لم یکن مع احد ممن مضٰی غیر محمد وھو مع الائمۃ" یعنی یہ روح جو غیر جبرئیلؑ ومیکائیلؑ ودیگر ملائکہ ہے اور ملکوت سے یعنی اصل قدرت وباطن اشیاء ہے مخصوص ہے محمدؐ وآل محمدؐ سے۔ اور کسی پیغمبر کو نہیں دی گئی۔ وھو من الملکوت دلیل ہے۔ کہ مبدء ومرکز ملکوت اشیاء یعنی مابہ الوجود یہی ہے۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے "وبیدہ ملکوت کل شیٔ" اسی کے ہاتھ میں ہے ملکوت جمیع اشیاء۔ اور ید اللہ اوّل دست محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ کہ "ید اللہ فوق ایدیھم" سے ثابت ہے۔ پس مرکز جمیع ملکوت یعنی باطن اشیاء جو دراصل نور ہے۔ یہی روح ہے جو ملکوت سے نہ ملک +

یہ روح ہر اعتبار سے کامل ہے۔ حدیث میں ہے۔ فمن خصہ اللہ تعالیٰ بھذا الروح فھو کامل غیر ناقص یفعل مایشاء باذن اللہ الخ۔ یعنی جس کو اللہ نے اس روح سے مخصوص کر دیا۔ پس وہ کامل ہے۔ اور کوئی نقص اس میں نہیں۔ جو کچھ وہ چاہتا ہے۔ باذن خدا کرتا ہے (بحار جلد ہفتم) +

ان تفاصیل کے بعد معنی آیہ مذکورہ "ماکنت تدری ما الکتٰب ولا الایمان" میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ سکتا۔ کہ اس کو زمانہ بعثت اور عمر جہل سالگی سے کوئی تعلق نہیں۔ نہ جبرئیلؑ کے آنے سے اس کو کوئی ربط ہے۔ بلکہ یہ نفی صاف وصریح طور پر عالم انوار اور اوّل خلقت کے اس حال سے متعلق ہے۔ جس میں روح اعظم نبوتی کا تعلق نور جسمانی محمدی سے نہیں تھا۔ اور یہ کوئی وقت وزمانہ نہیں ہے۔ بلکہ اطلاق وقت وزماں ممکن نہیں۔ محض تقدم وتاخر ذاتی مراد ہے۔ اور اسی

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

واسطے امام علیہ السلام نے حال سے تعبیر کیا ہے۔ نہ وقت و زمان سے۔ موجود ہونا الا ملوز سے روح کو تعلق و تناسب ساتھ واقع ہوئے ہیں۔ اور اس صورت مجموعی روح و مادۂ نورانی محمدی کو کسی وقت متصف بجہل نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اور نفی بھی جو باعتبار مادۂ نورانیہ ہے۔ بلحاظ تفصیل کتاب و معارف ایمان ہے۔ ورنہ نور مادی بھی اپنے مرتبے میں عالم ہے حسب استعداد مادی لیکن تفاصیل کلیہ مطلقہ روح میں ودیعت کی گئی ہیں۔ جو عقل مجرد و نور صرف ہے۔ اور صفات محمدی ہر وقت اور ہر لحاظ سے نقص جہل سے بری ہے۔ اور اس روح اعظم و عقل کل کا عالم مطلق و مبدء انوار و ملکوت اشیاء اور آدم الارواح کا اس عالم جسمانی میں آکر جاہل ہو جانا مہملات سے ہے۔ اگر ایسا ہو۔ تو ہم میں اور اس میں کچھ فرق نہ ہوگا۔ کیونکہ کل کے کل حسب استعداد وجود عالم ارواح میں عالم ہیں۔ یہاں ظلمات مادیہ طبعیہ میں آکر جہالت ہم پر عارض ہوتی ہے۔ چنانچہ اسی کی طرف اشارہ ہے" لقد علمتم النشأۃ الاولی فلولا تذکرون" البتہ تم نشاۂ اولے کے عالم ہو۔ کیوں نہیں اس کو یاد کرتے؟ اور اس وجہ سے پیغمبر اس فراموش شدہ کو یاد دلاتا ہے" انما انت مذکر لست علیھم بمصیطر" سوائے اس کے نہیں ہے کہ تو یاد دلانے والا ہے ان پر داروغہ نہیں ہے۔ پس مطلق روح جو دلائل الوہیت و ربوبیت سے ہے۔ خود اپنے مقام میں عالم ہے۔ جہالت یہاں آکر عارضی ہوتی ہے۔ جس وقت عود کریگی۔ کشف تام حاصل ہوگا۔ اور پھر سب چیزیں اس پر منکشف ہو جائینگی۔ "فبصرک الیوم حدید"۔ اگر ایسی ہی جہالت روح اعظم قدسی نبوی پر عارض ہو جاتی ہے۔ تو ہماری اور ان کی روحانیت میں کچھ فرق نہ ہو۔ حالانکہ احادیث صحیح میں وارد ہوا ہے۔ کہ" ارواح شیعتنا خلقت من فاضل طینتنا" ہمارے شیعوں کی ارواح ہماری بچی ہوئی طینت سے خلق کی گئی ہیں۔ لہذا ان کا مادہ نورانیہ ہماری ارواح سے بھی لطیف تر ہے۔ کیونکر ممکن ہے۔ کہ روح اعظم نبوی اس سے متعلق ہو کر جاہل ہو جائے۔ اور تاریکی چھا جائے۔ بلکہ روشن تر ہوگی۔ کیونکہ قاعدہ ہے جس وقت نور کا تشعشع شے نورانی پر ہوتا ہے۔ تو نورانیت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ پھر اس سے جو شعاعیں نکلتی ہیں۔ وہ کئی درجے روشن تر و سفید تر ہوتی ہیں۔ جیسا کہ گلوب شیشہ اور شمع میں مشاہدہ ہے۔ کہ شمع پر گلوب شیشہ چڑھا دینے سے روشنی آٹھ درجہ سفید تر ہو جاتی ہے۔ اسی کو بطور مثال خدا نے فرمایا ہے" مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتھا یضیٔ ولو لم تمسسہ نار نور علی نور یھدی اللہ لنورہ من یشاء و یضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شیء علیم" سو نور شجرۂ طیبہ حنیفیہ ابراہیمی سے ظاہر ہو کر

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

جب یہاں آیا ہے۔ نورِ مجسم ہزار دفعہ نورِ علیٰ نور ہو کر آیا ہے۔ قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین و قد جاءکم برہان من ربکم و انزلنا الیکم نورا مبینا۔ وہ نورِ مطلق اور اس کا نفسِ وجود برہانِ توحید ہے۔ ہر صفت اُس کی دال ہے کمال صفات باری پر۔ کیونکہ مظہر کامل و مثل اعلائے الٰہی ہے و للہ المثل الاعلیٰ۔ بنا بریں پیغمبر بالفرض بغیر کو اپنے اوپر قیاس کرنا عدم معرفتِ نبوت و امامت کی دلیل ہے۔ بیشک اس میں قوائے طبعیہ حیوانیہ ضرور ہیں۔ لیکن وہ تمام تحت نورانیت روحِ اعظم ہیں نہ کہ مستقل و منفرد۔ جن کا اثر ہو۔ اور وہ جاہل بنا دیں۔ جس طرح کوئی انسان باوجود تمام قوائے حیوانیہ کے موجود ہونے کے فرس یا غنم یا بقر نہیں کہلا سکتا۔ اسی طرح کوئی پیغمبر مثل زید، عمرو، بکر نہیں ہو سکتا انسان سے ضرور افعال حیوانیہ صادر ہونگے۔ لیکن نہ مثل گائے۔ گھوڑے۔ گدھے کے پیغمبر سے ضرور افعال طبعیہ۔ حیوانیہ و نفسانیہ صادر ہونگے اور ہوتے ہیں۔ لیکن نہ مثل دیگر عوام الناس۔ نورانیت جسمِ پیغمبر محض اتصال بلکہ نسبت کی وجہ سے آپ کی نعلین اور لباس میں وہ نورانیت پیدا کر دیتی ہے کہ اس مقام نور الانوار سدرۃ المنتہیٰ سے گزر جاتی ہیں۔ جہاں جبرئیل جیسا فرشتہ نہیں جا سکتا۔ اور اگر جائے۔ تو جل کر خاک ہو جائے۔ اس نورِ مطلق میں کیونکر ممکن ہے۔ کہ قوائے طبعیہ جسمانیہ وغیرہ مؤثر ہو کر خزانہ علم الٰہی کو جاہل بنا دیں۔ اور محتاج تعلیم جبرئیل کر دیں۔ اتصافِ ذاتِ پیغمبر نقص و جہالت سے قطعاً محال ہے۔ بلکہ وہ صفت نبوت و مابہ النبوت یعنی علم سے ہمیشہ سے متصف ہے۔ اور حدیث مشہور اقبال و ادبار عقل کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔ اور ہرگز حکم ادبار کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ علم سے خالی ہو کر جہل بن جائے۔ اور اگر مراد عقل سے عقل کل یعنی روحِ اعظم نبوتی لی جائے۔ تو اس کو جہل سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ مطلب اس ادبار سے وہی توجہ طرف تکمیل عوالم علوی و سفلی ہے۔ اور اس سے مراد نزول باطنی معنوی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث نور سے ظاہر ہے۔ کہ فرمایا۔ پھر خدا نے ہم کو زمین کی طرف نازل کیا۔ اور ہم نے تسبیح کی۔ تو سارے اہل الارض نے تسبیح کی۔ یقیناً یہ نزول نزول ظاہری نہیں ہے۔ بلکہ نزول اور توجہ باطنی مراد ہے۔ اور اس کو سلب علم و جہالت سے کچھ تعلق نہیں۔ روحِ اعظم کو نفس علم و خزانہ اسرار کامل و اکمل خلق کر کے پھر علم کا سلب کر لینا اور اس عالم میں جاہل و محتاج تعلیم جبرئیل بنا کر بھیجنا بالکل غیر معقول ہے۔ کیا قصور اس روحِ پاک سے ہوا تھا۔ جو خدا نے عتاباً اپنی نعمت کمال علم کو سلب کر لیا۔ یا نہیں۔ بلکہ مصلحتاً بعض یا کل علوم سلب کر لئے۔ اور وہ مصلحت یہ تھی۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ باوجود نہی کے ان علوم و اسرار کو کھول دے۔ اور راز افشاء کر دے۔ اگر ایسا ہے۔ تو خدا کو اپنے پیغمبر پر اعتماد و وثوق نہیں۔ اور وہ معصوم مطلق نہیں ہے۔

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

ورنہ ناممکن ہے۔ کہ معصوم مطلق کو خدا کسی علم کے ظاہر کرنے سے مصلحۃً منع کر دے۔ اور وہ پھر ظاہر کر دے۔ نیز اگر مخلوق اوّل وعقل کل حامل وحافظ اسرار الٰہی نہ ہوگا۔ تو پھر کونسا وجود حافظ اسرار اور اسم الحفیظ کا مظہر ہوگا۔ اس لئے سلب علم کا خیال باطل محض ہے۔ اور جہالت پیغمبر کسی لحاظ سے ثابت نہیں۔

معنیٔ کتاب و ایمان

آیہ شریفہ "ماکنت تدری ما الکتاب ولا الایمان" میں "الکتاب" پر "ال" یا عہد کا ہے یا جنس کا۔ اگر عہد کا ہے۔ تو کتاب سے مراد معہود معین ہے۔ اور وہ یہی کتاب لاریب فیہ ہے۔ جو بحکم آیہ شریفہ "تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل الکتٰب لاریب فیہ" حقیقت قرآن ہے۔ او قرآن تبیاناً لکل شیٔ ہے۔ اور ضروریات مایحتاج جمیع عوالم یا ماسوائے اللہ کو حاوی وجامع۔ کیونکہ اسی قرآن سے پیغمبر جمیع عوالم پر نذیر یعنی معلّم ہے پس اگر یہ قرآن تمام عوالم کے علوم وضروریات ومایحتاج کو شامل نہ ہو۔ تو مابہ الانذار نہیں ہو سکتا۔ اور اگر "ال" جنس ہے۔ تو مراد جنس کتاب ہے۔ اور شامل ہے کتاب تکوین وکتاب تدبیر او کتاب تدوین اور تمام عالم کو کہ وہ من حیث المجموع کتاب وجودی ہے۔ "قال الذین اوتوا العلم والایمان لقد لبثتم فی کتاب اللہ الی یوم البعث" پس تمام عالم خدا کی کتاب ہے۔ اور موجودات خطوط و حروف ونقوش۔ اور اگر "ال" کو بطور شمول لیا جائے۔ تب بھی جملہ کتب سابقہ وکتاب تدوین و تکوین وتدبیر مراد ہونگی۔ اور ایمان سے بلحاظ اطلاق لفظ حقیقت ایمان وجملہ معارف ایمانی مراد ہے۔ لہٰذا آیت میں نفی عام ہے۔ مثلاً جنس کتاب وحقیقت ایمان کی طرف۔ اس لئے اثبات روح اعظم کے لئے بھی جنس کتاب اور حقیقت کلیہ ایمان ہی کا ہوگا۔ یعنی یہ روح دارائے جنس کتاب اور حقیقت ایمان ہے۔ اور یہ بطور تعلیم خارجی نہیں ہے۔ کہ بعد خلق روح کو یہ تعلیم دی گئی ہے۔ بلکہ جس طرح کتاب ہر پیغمبر یعنی اس کا علم ضروری بجعل الٰہی اُس کے وجود میں ہوتا ہے۔ چنانچہ مقدمے میں گذرا۔ اسی طرح بجعل الٰہی یہ کتاب اس روح میں موجود ودیعت ہے۔ بنا بریں معنی آیت کے یہ ہوئے۔ کہ جب ہم نے یہ روح خلق کر کے مسمّیٰ بہ محمدؐ نہ کی تھی۔ اور نور محمدی سے متعلق نہ کیا تھا۔ یا اس کو خلق ہی نہ کیا تھا۔ نہ کتاب جانتا تھا نہ ایمان۔ کیونکہ وجود ہی کتاب و ایمان کا نہ تھا۔ اے پیغمبر تجھے ہم نے خزانۂ علم ومعرفت بنایا۔ اور تجھ سے نور وجود و نور علم کا ظہور عالم امکان میں ہوا۔ تو ہی اصل علم وایمان ہے۔ لیکن بالذات کچھ نہیں۔ بلکہ ہماری اعطا اور ہمارا فیضان ہے۔ وھذا ھو الحق لا شک فیہ الا من کان فی

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

قلبہ زائغ ومن یضلل اللہ فمالہ من ھاد ⁂

آیۂ ماکنت تتلوا الآیہ اور ملکۂ قرأت وکتابت۔

اس بحث میں ہمارے مخاطبین کے پاس سب سے زیادہ قوی دلیل یہی آیت ہے۔ اور ہم اس کے متعلق کافی بحث کر چکے ہیں کہ اس سے کسی طرح نفی ملکۂ قرأت وکتابت ثابت نہیں۔ یہاں اس سے اوّل وآخر کی آیات نقل کر کے ہم کچھ مزید توضیح کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اس آیت کو در اصل اس بحث سے تعلق ہی نہیں۔ قولہ تعالےٰ "وَكَذَٰلِكَ أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَمِنْ هَٰؤُلَاءِ مَن يُؤْمِنُ بِهِ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الْكَافِرُونَ ۝ وَمَا كُنتَ تَتْلُو مِن قَبْلِهِ مِن كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ ۝ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ ۝" (عنکبوت ع ۵)۔ ترجمہ:۔ اور اسی طرح سے ہم نے (اے پیغمبرؐ) تیری طرف کتاب نازل کی ہے۔ پس جن کو ہم نے کتاب دیدی ہے۔ وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ان میں سے بھی بعض وہ ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور انکار نہیں کرتے ہماری آیات کا مگر کافر ہی۔ اور تو (اے پیغمبرؐ) نہیں پڑھتا تھا اس سے پہلے کسی کتاب سے۔ اور نہیں لکھتا ہے تو اس کو اپنے ہاتھ سے۔ (اگر ایسا ہوتا۔ تو) اس وقت مبطلین اسلام شک کرتے۔ بلکہ یہ آیاتِ بیّنات ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا ہے۔ اور نہیں انکار کرتے ہماری آیات کا مگر ظالمین" ان آیات کے ظاہری مفہوم سے ثابت ہے۔ کہ یہاں پیغمبرؐ کے علم قرأت وکتابت اور اس کے ملکہ سے کچھ بحث نہیں۔ اور نہ یہاں یہ بیان مقصود ہے۔ کہ پیغمبرؐ قبل بعثت ملکۂ قرأت وکتابت رکھتا تھا یا نہیں۔ اور نہ یہ کہ اس نے کبھی کچھ لکھا پڑھا ہے یا نہیں۔ بلکہ حقیقت کتاب وقرآن بیان ہو رہی ہے۔ کہ اے پیغمبرؐ تجھ سے پہلے بھی ہم نے کتب نازل کی ہیں۔ اور اسی طرح سے تجھ پر کتاب نازل کی ہے۔ اور جن کو علم کتاب دیا گیا ہے۔ وہ سب اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اس امت مبعوث الیہم میں سے بھی بعض اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور نہ تو اس سے پہلے کسی کتاب سے یا کسی کتاب کو پڑھتا تھا۔ اور نہ اس کو تو اپنے ہاتھ سے لکھتا ہے۔ کہ کتب دیکھ دیکھ کر جمع کر لیں اور لوگوں کے خیال سے لئے ہوں۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو ضرور مخالفین کو شک کا موقع مل جاتا۔ لیکن ایسا نہیں۔ کہ تو نے دوسری کتب سے لکھ پڑھ کر اس کو جمع کر لیا ہو۔ بلکہ یہ تو آیاتِ بیّنات ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جنکو علم دیدیا گیا ہے۔ اور ہماری آیات کا انکار کافر وظالم (گنہگار) ہی کرتے ہیں۔ یہ تو ان کے سینوں میں بطور آیاتِ بیّنات دیا گیا۔ جو "اوتوا العلم" کے مصداق ہیں۔ اگر یہ پیغمبرؐ نے کتب سے جمع کیا ہوتا اور لکھا ہوتا۔ تو

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

اوتوالعلم کے سینوں میں پہلے سے کہاں سے موجود ہوتا۔ اور وہ کیونکر اس کو جانتے اور یقین کرتے۔ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ اور یہ آئمہ بھی بتلا چکے ہیں کہ "اوتوالعلم" کون ہیں۔ مگر یہ مسلّم ہے۔ کہ زمانہ بعثت پیغمبرؐ میں کچھ لوگ ایسے تھے جو "اوتوالعلم" کا مصداق تھے۔ اور لوگ انہیں پہچانتے تھے۔ کہ یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کو علم من جانب اللہ عطا کیا گیا ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ ومنھم من یستمع الیک فاذا خرجوا من عندک قالوا للذین اوتوا العلم ماذا قال انفا (انعام)۔ پس اس آیت میں نہ نفی ملکہ قرأت کا ذکر ہے اور نہ ملکۂ کتابت کا۔ بلکہ صرف قرآن کی حقیقت کو بیان کیا ہے۔ کہ وہ دوسری کتب کی نقل ہے۔ یا دوسروں سے سنے ہوئے خیالات کا مجموعہ ہے۔ یا نہیں۔ بلکہ نزول قلبی ہے۔ اور قبل سے ان کے سینوں میں موجود ہے۔ جو اہل علم ہیں۔ اور یہ دراصل جواب ہے ان لوگوں کا اور رد ہے۔ جو کہتے تھے۔ کہ لوگ پیغمبرؐ کو پڑھاتے اور لکھواتے ہیں۔ وہی یہ لکھ دیتے ہیں۔ اور یہ آیت عطف ہے اس آیت پر۔ کما فی تفسیر القمی و برھان۔ قولہ تعالیٰ۔ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا إِفْكٌ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ فَقَدْ جَاءُوا ظُلْمًا وَزُورًا وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا (فرقان)۔ اور کہا کافروں نے۔ کہ جھوٹ ہے جو اس (پیغمبرؐ) نے گھڑا ہے۔ اس پر دوسروں نے اس کی اعانت کی ہے۔ پس بتحقیق کہ انہوں نے ایسا کہنے سے ظلم کیا۔ اور جھوٹ بہتان باندھا۔ اور انہوں نے کہا۔ کہ پہلوں ہی کے قصے کہانیاں ہیں۔ جن کو اس نے جمع کر لیا ہے۔ اور وہ صبح و شام اس کو لکھوائی جاتی ہیں۔ پس جواب اس کا یہ دیا گیا ہے۔ کہ یہ تو جب ہوتا۔ کہ جب پہلے سے کوئی پڑھتا یا اس کو لکھتا ہو۔ اور ایسا نہیں ہے۔ اور اس میں نفی تعلیم عادی رواجی ہے۔ کیونکہ عام فطرت یہی ہے۔ کہ بچہ اوّل کسی سے لکھنا پڑھنا ہے جب خود اس قابل ہوتا ہے۔ پس ملزوم بول کر لازم مراد لیا گیا ہے۔ اور مطلب یہ ہے۔ کہ پیغمبرؐ نے کسی سے تعلیم نہیں پائی۔ اگر کسی سے تعلیم پاتا۔ تو ایسا ہوتا۔ اور یہ شبہ کیا جاتا۔ اور اس قسم کے محاورات قرآن میں موجود ہیں۔ "وکانا یاکلان الطعام"۔ اور وہ دونو (عیسٰیؑ و مریمؑ) کھانا کھاتے تھے۔ اور مطلب یہ ہے۔ کہ ان سے تو بول و براز صادر ہوتا تھا۔ کیونکہ اکل طعام کو یہ لازم ہے۔ اور بول و براز کرنے والے کو کون خدا کہہ سکتا ہے۔ جیسا کہ بعض مفسرین نے لکھا ہے۔ پس اس میں نفی تعلیم عن الغیر ہے۔ چنانچہ حدیث رضاؑ سے ظاہر ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ "من آیاتہ انہ کان یتیما فقیرا راعیا اجیرا لم یتعلم کتابا ولم یختلف الی معلم ثم جاء بالقرآن الذی فیہ قصص الانبیاء واخبارھم حرفا حرفا واخبار من مضی ومن بقی

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

الیٰ یوم القیامہ" (الصافی) - یعنی اس کی آیات میں سے یہ ہے - کہ پیغمبرؐ یتیم - فقیر اور اجیر تھا - نہ اس نے کوئی کتاب پڑھی تھی - نہ کسی استاد کے پاس آتا جاتا تھا - پھر باوجود اس کے کہ کسی سے تعلیم نہیں پائی - وہ قرآن لایا جس میں جملہ قصص انبیائے سابقین حرف بحرف اور اخبار و احادیث موجود ہیں - اور گزشتہ کی باتیں اور آئندہ جو قیامت تک ہونے والا ہے - پس یہ تعلیم تعلیم ربانی ہے نہ تعلیم اکتسابی - بلا موہبت و تعلیم خدا یہ بات ممکن ہی نہیں - اور نہیں ہے یہ مگر معجزہ روشن - کہ بلا کسی سے تعلیم پائے ایسا کلام لایا جس سے فصحائے عالم عاجز ہیں " وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ " اس آیۂ فرقان کی تفسیر میں صاحب تفسیر برہان و صافی لکھتے ہیں " اعانہ علیہ قوم آخرون الخ قالو وھذا الذی یقرء رسول اللہ و یخبرنا بہ انما یتعلمہ من الیھود و یکتبہ من علماء النصاریٰ و یکتب عن رجل یقال لہ ابن قبیطہ ینقلہ عنہ بالغداۃ والعشی فحکی سبحانہ و تعالیٰ قولھم ورد علیھم " یعنی انہوں نے کہا - کہ یہ جو کچھ رسولؐ پڑھتا ہے اور ہمکو خبر دیتا ہے - اس کو یہود سے پڑھتا اور سیکھتا ہے - اور علماء نصاریٰ سے لکھتا ہے - اور لکھتا ہے اس کو ابن قبیطہ سے - پس خدا نے ان کے قول کو نقل کر کے اس کو رد کیا ہے - کہ اس نے کسی سے تعلیم نہیں پائی - اور کسی سے اس نے نہیں سیکھا - اس امر کو کہ آیا وہ ملکہ لکھنے پڑھنے کا رکھتا تھا یا نہیں رکھتا تھا - اور اس کو خدا اگر یہ علم بھی مثل دیگر علوم دیدیتا - تو لوگ شک کرتے - اس سے کچھ بھی تعلق نہیں - اس سے مس بھی نہیں کیا - اپنا مدعا ثابت کرنے کے لئے زبردستی کھینچ تان کر یہ مطلب گھڑا جاتا ہے - کہ اگر ہم اس کو علم قرأت و کتابت دیدیتے - تو لوگ شک کرتے - مگر یہ خیال نہیں کرتے - کہ جب دارائے جمیع علوم و فنون و مرتبۂ ختم نبوت و اسرار خاص الٰہی کے کسی علم کو بھی وہ نہ معلوم کر سکے - تو اگر اسی طرح اس ذات پاک میں وہ علم بھی ہو - تو کیونکر مخالفین کو معلوم ہو جاتا - کہ اس میں فلاں علم موجود ہے - جب کہ کبھی اس نے اس کا اظہار قولی و فعلی نہ کیا ہو - الا یہ کہ کہا جائے کہ اگر یہ علم حضرتؐ کو پہلے سے ہوتا - تو وہ ظاہر کر دیتے - اور راز کھل جاتا - اور لوگ شک کرتے - اور مصلحت خدا باطل ہوتی - اور ایسا کرنا پیغمبرؐ سے ممکن تھا کیونکہ ترک اولےٰ ممکن ہے - جیسا کہ صاحب " اظہار حق " نے کہا ہے - لیکن اس میں علاوہ اس امر کے کہ اس صورت میں دوسرے علوم پر بھی یہی شبہ ہو سکتا ہے - وہ کیوں پیغمبرؐ کو دیئے گئے - یا ان سب کا انکار کرنا پڑیگا اور صاف طور سے پھر وہی کہنا پڑیگا - کہ پیغمبرؐ چالیس سال تک معاذ اللہ بالکل جاہل تھے - اور علم و معرفت ایمان و نبوت سے عاری) یہ صریح انکار عصمت خاتم النبیینؐ ہے - اور عصمت چونکہ لازمۂ نبوت ہے -

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

اس لئے انکار نبوت۔ جب پیغمبرؐ ایسا ہے۔ کہ باوجود خدا کے منع کرنے اور اظہار میں مصلحت نہ ہونے اور نبوت کے مشکوک ہو جانے کے بھی اس کو ظاہر کر دے۔ کیونکہ رسالت کے قابل ہو سکتا ہے۔ اور خدا کیونکر ایسے نبی پر اعتماد کر سکتا ہے۔ ترکِ اولےٰ سے اس کو تعلق نہیں۔ اور ترکِ اولےٰ کے یہ معنی نہیں ہیں۔ افسوس ہے۔ کہ ترکِ اولےٰ کو بھی نہیں جانتے۔ اور صاف عصمت پیغمبرؐ کا انکار کرتے ہیں۔ اور فخریہ کتاب میں چھاپتے ہیں۔ الم یوخذ علیہم میثاق الکتٰب ان لا یقولوا علی اللہ الا الحق۔ خدا ایک امر کے اظہار سے منع کرے مصلحت اُس کے اخفا میں ہو۔ اور اظہار سے نبوت میں شک کا موقع مخالفین کو ملتا ہو۔ اور پیغمبرؐ اس کو ظاہر کر دے۔ یہ ترک اولےٰ ہے۔ یا اکبر کبائر۔ ترک اولےٰ اُس صورت میں ہوتا ہے۔ کہ حجت شرعی عمومی اس کے ترک پر قائم ہو جائے۔ مثلاً شیطان بصورت غیر متمثل ہو کر آئے۔ اسم حضرت حق کی قسم کھا کر رفع نہی کا یقین دلائے۔ اور قسم بھی عار آخرت میں کھائے۔ اور آثار کذب اس پر ظاہر نہ ہوں۔ اور اس وقت وہ اس امر کو ترک کرے۔ جو اس کو بلحاظ شان نبوت اولےٰ و انسب ہے۔ یعنی یہ کہ چونکہ وہ نبی ہے۔ خود خدا سے دریافت کر سکتا ہے۔ کہ آیا نہی مرتفع ہوئی ہے یا نہیں۔ اور یہ یاد نہ رکھے۔ کہ یہ قسم کھانے والا دشمن ہے۔ اس کو ترک اولےٰ کہا جائیگا۔ "ولقد عھدنا الیٰ آدمؑ من قبل فنسی ولم نجد لہ عزماً" نہ کہ صریح مخالفت نہی کو۔ اور وہ بھی دیدہ و دانستہ۔ یہ تو صاف انکار عصمت ہے۔ اعاذنا اللہ من ذالک۔ افسوس ہے۔ کہ ان مفتریات پر فخر کیا جاتا ہے۔ اور ان کے چھاپنے سے شرم نہیں کی جاتی۔" ما اصبرھم علی.........+

بہر حال آیت نفی ملکہ پر ہرگز دال نہیں۔ اور ملکۂ قرأت و کتابت ہونے سے ہرگز کسی قسم کا شک و ریب نہیں ہو سکتا۔ نہ اب نہ قیامت تک۔ جبکہ یہ ثابت ہو گیا ہے۔ کہ پیغمبرؐ نے کسی سے کچھ لکھا پڑھا نہیں۔ اور نہ کوئی عالم آئندہ و گذشتہ کی باتوں کی خبر دے سکتا اور پیغمبرؐ کو بتلا سکتا تھا۔ اس لئے ضرور تعلیم ربانی ہی تھی۔ ہاں شک ہو سکتا ہے تو اسی صورت میں کہ اگر کسی سے لکھتے پڑھتے تعلیم پاتے یا قرأت و کتابت قبل نبوت ظاہر فرماتے۔ پس حضرتؐ ضرور یہ ملکہ رکھتے تھے۔ مگر ظاہر نہیں فرماتے تھے۔ اور عدم اظہار پر مامور تھے۔ جس طرح پر کہ اور اسرار نبوت چالیس سال تک ظاہر نہیں فرمائے۔ اس امر کے ثابت کر دینے کے بعد کہ حضرتؐ خزانہ علوم الٰہی ہیں۔ اور جملہ علوم و فنون اسی شہر میں تھے۔ اور تمام علوم باب علوم ہی سے ظاہر ہوئے۔ اور ہر ایک کو پہنچتے ہیں۔ خواہ انبیاءؑ ہوں یا اوصیاءؑ۔ اس امر کے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں کہ حضرتؐ کیا کیا

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

علوم رکھتے تھے۔ بہت کچھ رکھتے تھے۔ اور ورائے علوم کثیرہ تھے۔ لیکن ہم بطور تنزل ان لوگوں کی خاطر جو اس کو نہیں سمجھ سکتے یا اتنا ظرف نہیں رکھتے۔ یہ عرض کرتے ہیں۔ کہ احادیث صحیحہ میں آ چکا ہے۔ اور نقل بھی کیے جا چکے ہیں (دیکھو مقدمۂ کتاب)۔ کہ جملہ علوم و فنون جو ملائکہ و انبیاء و اوصیائے سابقین علیہم السلام کو پہنچے تھے۔ وہ سب مع شے زائد اول سے آنحضرتؐ اور ان کے اوصیاءؑ کو دیئے جاتے ہیں۔ عن علی ابن نعمان۔ عن الباقرؑ۔ یمصون الثماد ویدعون النہر العظیم فقیل له ما النہر العظیم قال رسول الله والعلم الذی اعطاه الله وان الله جمع لمحمد سنن النبیین من ادم وهلم جرا الی محمد قیل له وما تلك السنن قال علم النبیین باسره وان رسول الله صیر ذلك كله عند امیر المومنینؑ۔ یعنی حضرت باقرؑ نے فرمایا۔ کہ چھلوں کو چوستے ہیں۔ اور نہر عظیم کو ترک کرتے ہیں۔ دریافت کیا گیا۔ کہ نہر عظیم کیا ہے۔ فرمایا۔ رسول اللہؐ۔ اور وہ علم جو خدا نے ان کو دیا ہے۔ اور حضرتؐ کے لئے سنن جمیع انبیاءؑ جمع کی ہیں۔ تمام انبیاءؑ کا کل کا کل علم حضرتؐ کو دیا گیا ہے۔ اور حضرتؐ نے وہ امیر المومنینؑ کو پہنچا دیا ہے۔ جو کچھ تمام انبیاءؑ میں تھا۔ وہ من حیث المجموع سب حضرتؐ میں تھا۔ اور جو کچھ حضرتؐ میں تھا وہ سب میں نہ تھا۔ کیونکہ علاوہ اس کے بہت کچھ رکھتے تھے۔ اور یہ مسلّم ہے۔ کہ علوم انبیاءؑ میں علم قرأت و کتابت جس پر نظام عالم کا دارومدار ہے۔ اور اول التعلیم ہے ضرور داخل ہے۔ بلکہ تصریحات موجود ہیں۔ کہ حضرت آدمؑ تمام زبانوں میں لکھ پڑھ سکتے تھے۔ پس جب سے یہ تمام علوم آنحضرتؐ کو پہنچے جب ہی سے علم قرأت و کتابت بھی پہنچا۔ نہ روز بعثت سے۔ بلکہ اس سے قبل بلکہ قبل ولادت اور اس لئے حضرتؐ روز ولادت ہی سے نہیں بلکہ پہلے سے ستر نہیں بلکہ ستر ہزار زبانوں میں لکھ پڑھ سکتے تھے۔ اور ملکۂ قرأت و کتابت رکھتے تھے۔ تمام علوم میں سے اس کو مستثنیٰ کرنے کے لئے دلیل خارجی کی ضرورت ہوگی۔ اور دلیل کوئی نہیں۔ اور جو بزعم خود پیش کی گئی ہیں باطل محض ہیں تو کہنا پڑیگا۔ کہ کوئی علم بھی نہ تھا اور یہ بھی باطل ہے۔ پس ہمارا مدعا ثابت ہے۔ کہ حضرتؐ تمام زبانوں میں لکھ پڑھ سکتے تھے۔ اور قبل بعثت ملکۂ قرأت و کتابت رکھتے تھے۔ و هو المطلوب +

اُمّی کے معنی جاہل نہیں۔

اہل بصیرت اور کتب سابقہ و کلام مجید و احادیث معادن علوم کے عارف اور ان کا تتبع کرنے والے جانتے ہیں۔ کہ منجملہ دیگر القاب خاصہ مختصہ محمدی ایک لقب اُمّی ہے۔ امم سابقہ میں بھی ذکر بشارات میں خصوصیت کے ساتھ نبی امی کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ اور جس طرح پہلے سے آپ امی لقب ہیں۔ قیامت تک اسی لقب سے ملقب ہیں۔ پہلے

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

بھی نبی امی تھے۔ اب بھی نبی امی ہیں۔ کما قال عز من قائلہ قَالَ عَذَابِيْ أُصِيْبُ بِهٖ مَنْ أَشَاءُ وَرَحْمَتِيْ
وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ
الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْإِنْجِيْلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ
وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلٰلَ الَّتِيْ
كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْ أُنْزِلَ مَعَهٗ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ
قُلْ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيٖ
وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ

(اعراف ع ۱۸) ان آیات سے ظاہر ہے۔ کہ نبی امی خاص طور سے پیغمبر خاتم النبیینؐ کا لقب ہے۔ اور توریت و انجیل میں بھی اس لقب سے ملقب ہیں۔ پس یہ خیال تو بالکل غلط ہے۔ کہ قبل بعثت حضرتؐ امی کہلاتے تھے اور اب نہیں کہلاتے۔ اور یہ لقب شریف صرف چالیس سال کے لئے مخصوص تھا۔ اور اگر اب کہا جائیگا۔ تو باعتبار مجاز ماکان کے ہوگا۔ یا اور کسی تاویل میں۔ جیسا کہ علامہ کنتوری صاحب کا خیال ہے۔ بلکہ یہ لقب ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ رہیگا۔ اور جس طرح اور جس معنی میں حضرتؐ قبل بعثت بلکہ قبل ولادت بلکہ قبل خلقت آدمؑ امی تھے اسی طرح اب امی ہیں +

اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ کیا واقعی امی کے معنی جاہل ہیں۔ جیسا کہ علامہ صاحب نے فرمایا ہے۔ اور قرآن سے استشہاد بھی لاتے ہیں۔ یا اور کچھ معنی ہیں۔ ہم بھی اول اس فیصلے کے لئے قرآن ہی پیش کرتے ہیں۔ جناب علامہ صاحب کا خیال یہ ہے۔ کہ جس معنی میں کفار و مشرکین کو امی خدا نے کہا ہے۔ اسی معنی میں معاذاللہ پیغمبر خاتم النبیینؐ بھی امی ہیں یعنی جاہل مطلق۔ اور مدرک اس کا ان کے نزدیک آیۂ بعث فی الامیین رسولا منھم الخ (خدا نے امیین میں انہی میں سے رسول بھیجا) ہے۔ لہذا وہ بھی امیین جو انہی جیسا ہے۔ لہذا اول یہ معلوم کرنا بھی ضروری ہوا کہ کافرین و مشرکین کو کن معنی میں خدا نے امی کہا ہے۔ اور وہ کون ہیں۔ کلام حمید مجید میں ذرا سے توجہ کرنے سے معلوم ہوگا کہ امی مقابل اہل کتاب استعمال ہوا ہے۔ قولہ تعالے
وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ
اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○ فَإِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ وَقُلْ
لِّلَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْأُمِّيّٖنَ ءَأَسْلَمْتُمْ فَإِنْ أَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا (آل عمران ع ۲) یعنی نہیں اختلاف پڑا اہل کتاب میں مگر بعد اس کے کہ ان کو علم حاصل ہوگیا تھا بسبب بغاوت فی مابین۔ اور جو آیات الٰہی کا انکار کریگا۔ تو اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ پس اگر اے پیغمبر تجھ سے بحث و محاجہ کریں۔ تو کہو۔ میں نے

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

اپنی وجہ خدا کی طرف متوجہ کر دی ہے۔ اور جس نے کہ میرا اتباع کیا ہے۔ وہ بھی مسلم للہ ہے۔ اور کہو ان لوگوں سے جن کو کتاب دی گئی تھی اور امیین سے۔ کیا یا تم اسلام لاتے ہو۔ پس اگر وہ اسلام لے آئے۔ تو ہدایت پا گئے۔" پس امیین مقابل اوتوا الکتاب (یعنی اہل الکتاب یہود و نصاریٰ) ہیں۔ یعنی وہ جن کو کتاب نہیں دی گئی ہے۔ چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں ہے۔ "والامیین لا کتاب لھم" امیین وہ لوگ ہیں۔ جن پر کوئی کتاب نہیں آئی۔ کوئی پیغمبر ان پر کتاب لیکر مبعوث نہیں ہوا۔ علی ابن ابراہیم القمی فرماتے ہیں۔ قال الصادق علیہ السلام "کانوا یکتبون ولکن لم یجئ عندھم کتاب من عند اللہ ولا بعث الیھم رسولا فنسبھم الی الامیۃ" یعنی وہ لکھتے تھے۔ جاہل نہ تھے۔ لیکن ان پر خدا کی طرف سے کوئی کتاب نہیں آئی تھی۔ اور خدا نے ان میں کوئی رسول نہیں بھیجا تھا۔ پس اس لئے ان کو امیت کی طرف منسوب کیا۔ یہی ابن عباس رض سے مروی ہے۔ کہ "ھم مشرکو العرب الذین لا کتاب لھم" یعنی امیین مشرکین عرب ہیں جن کے پاس کوئی کتاب خدا نہیں آئی تھی۔" اس سے زیادہ تصریح کیا ہوگی۔ کہ خدا نے صاف فرمایا ہے۔ "ومنھم امیون لا یعلمون الکتاب" اور بعض ان میں سے امی ہیں نہیں جانتے کتاب کو۔ کہ کتاب کیا ہے۔" تواریخ و کتب سیر شاہد ہیں کہ تمام عرب جاہل محض نہ تھے۔ بہت سے لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اپنے معاملات متبایعات و معاہدات لکھتے تھے۔ قصائد لکھتے تھے۔ پس نہ بدلالت قرآن و نہ بشہادت تواریخ تمام مشرکین عرب امی بمعنی جاہل محض نہ تھے۔ اور خدا نے ان کو ان معنی میں ہرگز امی نہیں کہا۔ اور جو آیت جناب علامہ نے اس کے ثبوت میں پیش کی ہے۔ وہ یہ ہے۔

قولہ تعالیٰ۔ وَمِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْہُ بِقِنْطَارٍ یُّؤَدِّہٖٓ اِلَیْکَ وَمِنْھُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْہُ بِدِیْنَارٍ لَّا یُؤَدِّہٖٓ اِلَیْکَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَیْہِ قَآئِمًا ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا لَیْسَ عَلَیْنَا فِی الْاُمِّیّٖنَ سَبِیْلٌ وَیَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ (آل عمران) - اور بعض اہل کتاب ایسے ہیں کہ اگر ان کے پاس بوریاں امانت رکھ دے۔ تو وہ واپس دیں گے۔ اور بعض ایسے ہیں کہ ایک دینار امانت رکھ دے۔ تو واپس نہ دیں گے۔ جب تک تو سخت مطالبہ نہ کرے۔ اور یہ اس لئے ہے کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم پر امیین کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور خدا پر جھوٹ بولتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ صاحب تفسیر صافی "لیس علینا فی الامیین سبیل" کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ "ای لیس علینا فی شان من ... لیسوا من اھل الکتاب ولم یکونوا علی دیننا" یعنی وہ (اہل کتاب) کہتے ہیں۔ کہ ہمارے نزدیک وہ کسی شان میں نہیں ہیں۔ جو اہل الکتاب نہیں ہیں۔ اور ہمارے دین پر نہیں ہیں۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہے۔ کہ امیین مقابل اہل کتاب ہی بولا گیا ہے۔ یہود و نصاریٰ اہل الکتاب کہلاتے

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

ہیں اور مشرکین امیین۔ اصل یہ ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ سے دو سلسلے جاری ہوئے تھے ایک بنی اسحاقؑ جو بنی اسرائیل کہلاتے اور حضرت یعقوبؑ کی طرف منسوب ہیں۔ ان میں تا حضرت عیسٰیؑ بہت سے پیغمبر ہوئے۔ اور دوسرا سلسلہ بنی اسمٰعیل کا ہے۔ ان میں بعد حضرت اسمٰعیلؑ تا حضرت خاتمؐ کوئی پیغمبر نہیں آیا۔ اور کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ اور انبیائے بنی اسرائیل صرف بنی اسرائیل پر پیغمبر تھے "الی بنی اسرائیل رسولاً" سے ظاہر ہے تعظیم و احترام حضرت خاتم النبیینؐ کی وجہ سے انبیاء بنی اسرائیل بنی اسمٰعیل پر مبعوث نہیں کئے گئے۔ بنا بریں یہود و نصاریٰ اُمّتِ حضرت موسٰےؑ و عیسٰےؑ اہل الکتاب کہلاتے تھے۔ اور باقی عرب یعنی اسمٰعیل اُمّیین کہلاتے تھے کہ ان میں کوئی پیغمبر و کتاب نازل نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے "وَمَا آتَيْنَاهُمْ مِنْ كُتُبٍ يَدْرُسُونَهَا وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَذِيرٍ" (سورۂ سباء) "اور ہم نے ان کو کتابیں نہیں دیں جن کو وہ پڑھتے اور ان میں اے پیغمبرؐ تجھ سے پہلے کوئی نذیر نہیں بھیجا"۔ اور پھر فرماتا ہے "وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ" (البقرۃع ۹س۔)

"اور بعض ان میں سے اُمّی ہیں۔ جو نہیں جانتے ہیں کتاب کو مگر آرزوئیں۔ جو کچھ خواہش طبع ہوتی ہے۔ وہ کہ دیتے ہیں۔ اور نہیں ہیں وہ مگر گمان کرنے والے پس ویل ہے ان لوگوں کے واسطے جو کتاب کو اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس سے ہے۔ تاکہ اس سے کچھ مال حاصل کریں پس ویل ہے ان کے لئے اس چیز سے جو انہوں نے لکھا۔ اور ویل ہے اس شئے سے جو وہ کماتے ہیں"۔ اس آیت سے بھی ثابت ہے۔ کہ اُمّی کے معنی جاہل ناخواندہ محض جس کو لکھنا پڑھنا کچھ بھی نہ آتا ہو نہیں ہیں۔ اور اس لئے جناب علامہ کا استدلال اور قرآنی استشہاد کہ پیغمبرؐ چونکہ امیین یعنی جہال عرب سے تھا اس لئے وہ بھی مثل ان کے اُمّی یعنی جاہل محض تھا باسرہ باطل ہے۔ کیونکہ وہ عرب بھی بایں معنی اُمّی نہیں ہیں۔ تاکہ پیغمبر ان میں سے اُمّی جاہل ہو۔ بلکہ امیین مشرکین عرب ہیں مقابل اہل الکتاب۔ اور جنبہ پیغمبرؐ جناب علامہ کے نزدیک انہی کی ایک فرد ہے۔ لہٰذا ان کے استدلال سے حسب اتفاق پیغمبرؐ مثل مشرکین عرب مشرک اور گمراہ ہوا۔ کیونکہ ان کی صفت ضالین بھی ہے۔ پس اگر منہم سے یہ استدلال صحیح ہے۔ تو پیغمبرؐ کو معاذ اللہ مشرک و ضال و مُضل بھی کہا جائے۔ ورنہ اعتراف کرنا چاہئے۔ کہ یہ استدلال باطل ہے۔ الغرض قرآن میں ہرگز اُمّی کے معنی جاہل نہیں ہیں۔ وھو المدعیٰ +

اُمّی کے معانی معصومؑ کی زبانی } ابن بابویہ جعفر بن محمد صوفی سے روایت کرتے ہیں۔ قال سئلت

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

نہیں ہیں۔ بلکہ بایں معنی اُمّی ہیں۔ کہ ان پر کوئی رسول مبعوث نہیں ہوا تھا۔ دوم پیغمبرؐ کو قرآن میں اُمّی بمعنی
جاہل ہرگز نہیں کہا گیا۔ سوم اُمّی کی یہ تفسیر کہ حضرتؐ ملکۂ قرأت و کتابت نہ رکھتے تھے اہلبیت
علیہم السلام کا مذہب نہیں ہے۔ چہارم ایسا عقیدہ رکھنے والا بقول امام ملعون ہے۔
پنجم ان لوگوں کے مزعومات کا مدرک و منشاء جو نبیؐ کو اُمّی بمعنی جاہل کہتے ہیں قرآن نہیں ہے۔ بلکہ محض قیاسات
ہیں۔ ششم نبی عربیؐ کو بوجہ نبیؐ مکّی ہونے کے اُمّی کہا گیا ہے۔ پس اُمّی کے ایسے معنی جو مخالف تفسیر امامؑ
ہوں۔ قطعاً باطل ہیں۔ کیونکہ اصل قرآن کے جاننے والے یہی ہیں۔ چنانچہ آیات کثیرہ سے ثابت ہے۔
اور خود حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ قرآن میں تمام گزشتہ و آئندہ کی باتیں ہیں۔ اور اس میں کچھ لوگوں
کے نام تھے۔ جو نکال دئیے گئے۔ اور قرآن کی یہ شان ہے۔ کہ ایک نام یا ایک لفظ بیشمار معانی و وجوہات
رکھتا ہے۔ اور اس کو صرف اوصیائے پیغمبرؐ ہی جانتے ہیں۔ پس جو تفسیر اس کے خلاف ہوگی۔
وہ باطل ہے۔ اور جو روایات ان روایات اور ان آیات کے خلاف ہوں۔ وہ مطروح یا مردود ہونگی یا کسی
محل مثل تقیہ وغیرہ پر مبنی۔ اور ان روایات میں جو تفسیر ہے۔ وہ مطابق آیات ہے۔ اور مخالف آیات نہیں
ہے۔ اور قول معصومؑ کے مقابل کسی عالم یا کسی اہل لغت کا قول مسموع نہیں ہو سکتا۔ ہاں جو شخص زجاج و کلبی
وغیرہ کے قول کو قول خدا و رسولؐ و امامؑ پر ترجیح دیتا ہے۔ اس کو اختیار ہے۔ وہ نبی کو اُمّی
بمعنی جاہل کہے۔ ونحن بریئون مما.......+

تفسیر اُمّی میں دیگر مختارات علماء

بصائر الدرجات جزو خامس باب رابع۔ باب فی ان رسول اللہ کان یقرء
ویکتب بکل لسان"۔ باب اس امر کے بیان میں کہ رسول اللہؐ ہر ایک زبان
میں لکھتے پڑھتے تھے۔ قال حدثنا احمد بن محمد عن ابی عبد اللہ البرقی
عن جعفر بن محمد الصیرفی قال سئلت ابا جعفر محمدؑ بن علیؑ الرضاؑ وقلت لہ یا ابن رسول اللہ
لم سمی النبی الامی الحدیث۔ یعنی بسلسلہ رواۃ مذکورہ جعفر بن محمد صیرفی سے روایت ہے۔ وہ کہتا
ہے۔ کہ میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے دریافت کیا۔ کہ نبیؐ کو اُمّی کیوں کہتے ہیں۔ الحدیث المذکور
دوسری روایت عبد اللہ بن محمد بن الحسن بن موسی الخشاب عن علی بن اسباط وغیرہ
سے مروی ہے۔ جیسا کہ پہلے نقل ہوئی۔ تیسری روایت الحسن بن علی عن احمد بن ہلال عن
خلف بن حماد عن عبد الرحمن ابن حجاج قال قال ابو عبد اللہ ان النبی صلی اللہ علیہ والہ
وسلم کان یقرء ویکتب و یقرء ما لم یکتب"۔ یعنی رسول اللہؐ پڑھتے تھے لکھتے تھے۔ اور پڑھتے تھے
جو نہیں لکھتے تھے۔ علل الشرائع۔ صاحب علل نے بھی ناقل ایسی روایت جعفر بن محمد صیرفی کو درج کیا

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

نہیں ہیں۔ بلکہ بایں معنی اُمّی ہیں۔ کہ ان پر کوئی رسول مبعوث نہیں ہوا تھا۔ دوم پیغمبرؐ کو قرآن میں اُمّی بمعنی جاہل ہرگز نہیں کہا گیا۔ سوم اُمّی کی یہ تفسیر کہ حضرتؐ ملکۂ قرأت وکتابت نہ رکھتے تھے اہلبیت علیہم السلام کا مذہب نہیں ہے۔ چہارم ایسا عقیدہ رکھنے والا بقول امام ملعون ہے۔ پنجم ان لوگوں کے مزعومات کا مدرک ومنشاء جو نبیؐ کو اُمّی بمعنی جاہل کہتے ہیں قرآن نہیں ہے۔ بلکہ محض قیاسات ہیں۔ ششم نبی عربیؐ کو بوجہ نبیؐ مکّی ہونے کے اُمّی کہا گیا ہے۔ پس اُمّی کے ایسے معنی جو مخالف تفسیر امامؑ ہوں۔ قطعاً باطل ہیں۔ کیونکہ اصل قرآن کے جاننے والے یہی ہیں۔ چنانچہ آیات کثیرہ سے ثابت ہے۔ اور خود حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ قرآن میں تمام گزشتہ وآئندہ کی باتیں ہیں۔ اور اس میں کچھ لوگوں کے نام تھے جو نکال دئیے گئے۔ اور قرآن کی یہ شان ہے۔ کہ ایک نام یا ایک لفظ بیشمار معانی و وجوہات رکھتا ہے۔ اور اس کو صرف اوصیائےؑ پیغمبرؐ ہی جانتے ہیں۔ پس جو تفسیر اس کے خلاف ہوگی۔ وہ باطل ہے۔ اور جو روایات ان روایات اور ان آیات کے خلاف ہوں۔ وہ مطروح یا مردود ہونگی یا کسی محل مثل تقیہ وغیرہ پر مبنی۔ اور ان روایات میں جو تفسیر ہے۔ وہ مطابق آیات ہے۔ اور مخالف آیات نہیں ہے۔ اور قول معصومؑ کے مقابل کسی عالم یا کسی اہل لغت کا قول مسموع نہیں ہوسکتا۔ ہاں جو شخص زجاج وکلبی وغیرہ کے قول کو قول خدا ورسولؐ وامامؑ پر ترجیح دیتا ہے۔ اس کو اختیار ہے۔ وہ نبی کو اُمّی بمعنی جاہل کہے۔ ونحن بریئون منہما……+

تفسیر اُمّی میں دیگر مختارات علماء

بصائر الدرجات جزو خامس باب رابع۔ باب فی ان رسول اللہ کان یقرء ویکتب بکل لسان"۔ باب اس امر کے بیان میں کہ رسول اللہؐ ہر ایک زبان میں لکھتے پڑھتے تھے۔ قال حدثنا احمد بن محمد عن ابی عبد اللہ البرقی عن جعفر بن محمد الصیرفی قال سئلت ابا جعفر محمدؑ بن علیؑ الرضا وقلت لہ یا ابن رسول اللہ لم سمی النبی الامّی الحدیث۔ یعنی بسلسلہ رواۃ مذکورہ جعفر بن محمد صیرفی سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے دریافت کیا۔ کہ نبیؐ کو اُمّی کیوں کہتے ہیں۔ الحدیث المذکور دوسری روایت عبد اللہ بن محمد بن الحسن بن موسیٰ الخشاب عن علی بن اسباط وغیرہ سے مروی ہے۔ جیسا کہ پہلے نقل ہوئی۔ تیسری روایت الحسن بن علی عن احمد بن ہلال عن خلف بن حماد عن عبد الرحمٰن ابن حجاج قال قال ابو عبد اللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یقرء ویکتب ویقرء ما لم یکتب"۔ یعنی رسول اللہؐ پڑھتے تھے لکھتے تھے۔ اور پڑھتے تھے جو نہیں لکھتے تھے۔ علل الشرائع۔ صاحب علل نے بھی ناقل ایسی روایت جعفر بن محمد صیرفی کو اختیار کیا

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

ہے۔ پھر روایت ذیل حضرت صادقؑ سے نقل کی ہے۔ قال سئل عن قول اللہ عزوجل وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ فقال بکل لسان۔ یعنی سائل نے اس آیت کی بابت سوال کیا۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ وحی کیا گیا ہے مجھ کو یہ قرآن۔ تاکہ میں ڈراؤں تمکو اس کے ذریعہ سے۔ اور جس کو یہ قرآن پہنچے"۔ فرمایا۔ ہر ایک زبان میں وحی ہوا ہے۔ ایضاً عن ابی عبداللہ قال کان مما من اللہ عزوجل بہ علی رسول اللہؐ انہ کان یقرء ویکتب فلما توجہ ابوسفیان الی احد کتب العباس الی النبیؐ فجاءہ الکتاب وھو فی بعض حیطان المدینۃ فقرءہ ولم یخبر الاصحاب وامرھم ان یدخلوا المدینۃ فلما دخلوا المدینۃ اخبرھم"۔ یعنی فرماتے ہیں کہ منجملہ انعامات واحسانات الٰہی برحضرت نبیؐ یہ ہے۔ کہ حضرتؐ پڑھتے اور لکھتے تھے۔ پس جب کہ ابوسفیان احد کی طرف متوجہ ہوا۔ تو عباسؓ نے حضرتؐ کو خط لکھا جب خط پہنچا۔ آپؐ نے اس کو پڑھا جبکہ آپ نخلستان مدینہ میں تھے۔ اور اصحاب کو خبر نہ کی۔ اور ان کو حکم دیا۔ کہ مدینہ میں داخل ہو جائیں۔ جب وہ شہر میں داخل ہو گئے۔ اس وقت ان کو خبر دی +

اسی مضمون کی احادیث عمدۃ الداعی۔ نہایۃ المرام اور خصائص الکبریٰ میں بھی منقول ہیں چونکہ مضمون واحد ہے۔ بلفظہٖ نقل نہیں کی گئیں۔ ان سب کا ماحصل یہی ہے۔ کہ حضرتؐ ضرور ملکۂ قرأت وکتابت رکھتے تھے۔ اور ہر ایک زبان میں لکھ پڑھ سکتے تھے۔ لہٰذا اس کے خلاف کسی عالم کا قول مسموع نہیں ہو سکتا۔ اور ان احادیث میں قبل بعثت وبعد بعثت کی کوئی قید نہیں ہے۔ حضرتؐ کے مطلق علم قرأت وکتابت کا ذکر ہے۔ پس جس طرح اور علوم قبل بعثت رکھتے تھے۔ اسی طرح یہ علم بھی رکھتے تھے۔ اگر کوئی کہے۔ کہ یہ بعد بعثت ہی حاصل ہوا۔ تو اس کو اسی طرح معصومؑ کا قول سند میں لانا چاہئے جس میں یہ تصریح ہو۔ ورنہ مہمل قیاس سمجھا جائیگا۔ اور اس کے خلاف جو روایت ہوگی۔ مجعول یا محمول بر تقیہ وغیرہ سمجھی جائیگی۔ اور محض کسی ضعیف روایت کی بنا پر۔ دیگر تمام آیات واحادیث کو ترک کر کے جہالت پیغمبرؐ کا قائل ہونا خلاف تدین ہے۔ ہاں بعض میں بعد بعثت نفئیت کتابت وقرأت کا ذکر ہے۔ نہ یہ کہ وقت بعثت یہ علم عطا ہوا تھا +

نکتہ۔ اکثر احادیث قرأت وکتابت میں جو مذکور ہوئیں۔ امام علیہ السلام کے استدلال میں یہ ہے۔ کہ وہ کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے تھے۔ پس وہ کیونکر تعلیم دے سکتے ہیں۔ جبکہ خود لکھنا پڑھنا نہ جانتے ہوں۔ یا کیونکر وہ اس چیز کی تعلیم دے سکتے ہیں۔ جس کو خود نہ جانتے ہوں۔ آیا ہے۔ بظاہر اس کو

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

استدلال سے کچھ تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ نہ تو حضرتؐ کوئی لکھی ہوئی کتاب پڑھ کر تعلیم دیتے تھے۔ اور نہ لوگوں کو لکھنا پڑھنا سکھاتے تھے۔ پھر اس کا کیا مطلب ہے۔ کہ حضرتؐ کیونکر تعلیم کتاب و حکمت دے سکتے ہیں۔ جبکہ خود نہ جانتے ہوں اور خود لکھنے پڑھنے سے واقف نہ ہوں۔ بعد غور کے معلوم ہوگا۔ کہ اس میں ایک نہایت دقیق و لطیف نکتہ ہے۔ اور وہ یہ کہ مراد تعلیم سے محض تعلیم جہال عرب اور ان پر قرآن تلاوت کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ کہ پیغمبرؐ خزانۂ علم الٰہی ہے اور معلم مطلق۔ ہر ایک علم اسی سے نکلا ہے۔ اور علم قرأت و کتابت بھی جس تک یا جس نبی یا دیگر انسان کو پہنچا ہے۔ وہ اسی خزانۂ علم الٰہی سے پہنچا ہے۔ اور یہ مسلم ہے۔ کہ فاقد الشئے معطی شے نہیں ہو سکتا۔ جو خود ہی نہیں رکھتا۔ وہ دوسرے کو کہاں سے دیگا۔ لہٰذا جب مثل دیگر علوم علم قرأت و کتابت بھی انبیاء وغیرہم کو آنحضرتؐ ہی سے پہنچا ہے۔ تو ضرور حضرتؐ علم قرأت و کتابت رکھتے تھے معلم مطلق کیونکر اس علم سے خالی ہو کر معلم کہلا سکتا ہے۔ حضرتؐ تمام عوالم جن و انس و ارواح و عقول و چرند و پرند غرض ماسوے اللہ پر مبعوث ہیں۔ اور یہ قرآن تمام عالمین ماسوے اللہ کے واسطے ہے۔ پس چاہئے کہ پیغمبرؐ تمام مبعوث الیہم کے کلام کو تحریراً و تقریراً سمجھتا ہو۔ ورنہ ان پر نذیر نہ ہوگا۔ اس وجہ سے حضرتؐ تمام عالمین کی زبانوں کو جانتے تھے اور سمجھتے تھے اور لکھ پڑھ سکتے تھے۔ اسی کی طرف حدیث صادق علیہ السلام میں اشارہ بلکہ تصریح ہے۔ کہ قرآن حضرتؐ کو تمام زبانوں میں وحی کیا گیا۔ اور معلم مطلق کسی وقت و کسی زمانہ میں اس ملکہ سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اور یہی مطلب حدیث تفسیر علم بالقلم سے ثابت ہے۔ کہ اول سب سے یہ علم پیغمبرؐ کو ملا تھا۔ اور بعد باب علم کو پہنچا۔ تاکہ وہاں سے خارج ہو کر عالم میں منقسم ہو۔ وعلم بالقلم ای علم علینا الکتابۃ لک سے صاف ظاہر ہے۔ حجۃ اللہ کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ تمام مبعوث الیہم کی زبانوں کو جانتا ہو۔ اور ان کو لکھ پڑھ سکتا ہو۔ چنانچہ صاحب اعلام الوریٰ نے حضرت موسیٰ کاظمؑ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرتؑ نے سائل سے علائم امامؑ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ "ویکلم الناس بکل لسان"۔ یعنی ایک خصلت امام کی یہ ہے۔ کہ وہ لوگوں سے ہر ایک زبان میں کلام کرتا ہے۔ پھر آپؑ نے سائل سے فرمایا۔ کہ میں ایسی ایک علامت کی تصدیق کراتا ہوں۔ اتنے میں ایک خراسانی آیا۔ اور اس نے حضرتؑ سے عربی میں گفتگو شروع کی۔ آپؑ نے اس کو فارسی میں جواب دینا شروع کیا۔ اس نے عرض کیا۔ میں نے اس وجہ سے عربی میں بات کی۔ کہ آپ فارسی نہیں جانتے ہیں۔ فرمایا۔ سبحان اللہ جب میں تجھ کو تیری زبان میں جواب نہ دے سکوں۔ تو مجھ کو تجھ پر فضیلت ہی کیا ہوئی۔ اور کیونکر میں مستحق امامت ہو سکتا ہوں"۔ یا ابا محمد ان الامام لا یخفیٰ علیہ کلام احد من الناس ولا منطق الطیر ولا کلام شیٔ فیہ روح۔ اے

ابو محمد امامؑ سے کسی شخص کا کلام مخفی نہیں۔ اور نہ پرندوں کا نطق اور نہ اور کسی شے کی زبان جس میں روح ہے۔ یعنی سب امور سے اوّل تمام زبانوں کا جاننا حجۃ اللہؑ کے لئے ضروری ہے۔

جناب آخوند علامہ مجلسی رح اعلی اللہ مقامہ کا فیصلہ

جناب علامہ موصوف اُمّی کے معنی میں لکھتے ہیں: "سُمّی الامّی لانہ کان من ام القریٰ وھو قولہ تعالیٰ بعث فی الامیین رسولا وقال آخرون اراد الذی لا یکتب" اور دوسروں نے کہا ہے۔ کہ مراد اُمّی سے وہ ہے۔ جو نہ لکھتا ہو۔ وروی عنہ "نحن امۃ اُمیۃ لا نقرء ولا نکتب" ہم اُمت امیہ ہیں۔ نہ لکھتے ہیں نہ پڑھتے ہیں۔ پھر جعفر بن محمد صوفی اور علی بن اسباط والی روایات کو نقل کر کے ... دو روایتیں اور بھی نقل کی ہیں۔ ایک جناب ابو عبداللہ علیہ السلام سے۔ کہ حضرتؑ نے فرمایا۔ کہ حضرتؐ پر یہ احسانِ خدا تھا۔ کہ حضرتؐ اُمّی تھے۔ لکھتے نہ تھے اور کتاب پڑھتے تھے (یعنی بلا تعلیم پائے)۔ پھر جناب علامہ جمع بین الاحادیث میں لکھتے ہیں۔ "یمکن الجمع بین ھذہ الاخبار بوجھین الاول انہ کان یقدر علی الکتابۃ ولکن کان لا یکتب لضرب من المصلحۃ والثانی ان یحمل اخبار عدم الکتابۃ والقرأۃ علی عدم تعلمھما من البشر وسائر الاخبار علی انہ کان یقدر علیھما بالاعجاز وکیف لا یعلم من کان عالما بعلوم الاولین والآخرین ان ھذہ النقوش موضوعۃ لھذہ الحروف ومن کان یقدر علی نقش الحروف والکلمات علی الصحائف والالواح۔" یعنی احادیث میں دو طرح سے جمع و اتفاق ممکن ہے۔ ایک تو یہ ہے۔ کہ حضرتؐ لکھ پڑھ سکتے تھے۔ لیکن کسی مصلحت کی وجہ سے نہیں لکھتے تھے (گویا جن احادیث میں نفی ہے۔ یعنی فعل قرأت وکتابت ہے۔ جیسا کہ ظاہری الفاظ سے ظاہر ہے۔ لایکتب یعنی لکھتے نہ تھے۔ اس کو نفی علم وملکۂ قرأت وکتابت سے کوئی تعلق نہیں)۔ دوسرے اس طرح پر کہ ہم عدم قرأت وکتابت کی روایات کو عدم تعلم عن البشر پر محمول کریں۔ یعنی کسی سے حضرتؐ لکھتے پڑھتے نہ تھے۔ جس طرح عام انسان دوسرے سے لکھتے پڑھتے ہیں۔ اور بعد سیکھنے کے لکھنے پڑھنے لگتے ہیں۔ بلکہ بلا تعلیم عن البشر اعجاز سے لکھنے پڑھنے پر قادر تھے۔ اور کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ جو شخص علم اولین وآخرین رکھتا ہو۔ وہ یہ علم نہ رکھتا ہو۔ اور نہ جانتا ہو۔ کہ یہ نقش ان حروف کے مقابل موضوع ہیں۔ اور جو شخص قدرتِ الٰہی سے شق القمر اور اس سے بڑے بڑے کام کر سکتا ہو۔ وہ کسی صفحۂ قرطاس وتختی پر نقش حروف وکلمات پر قادر نہ ہو۔ انتہیٰ۔ (ششم بحار)۔ ضرور قادر ہے۔ حقائق اُس کے وجود میں ہیں۔ وہ خواہ کسی صورت ونقش اور کسی لباس میں ظاہر ہوں۔ وہ جانتا ہے۔ اور ہر ایک زبان میں لکھ سکتا ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

حدیث **نحن اُمّۃ اُمّیّہ** اسی پر دال ہے۔ کہ حضرتؐ نے کسی سے تعلیم نہیں پائی۔ اور حضرتؐ کا مقصود یہ ہے۔ کہ ہم گروہ انبیاءؑ کسی سے تعلیم نہیں پاتے۔ اور کسی بشر سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھتے۔ ورنہ اگر حدیث کا یہ مطلب لیا جائے۔ کہ ہم گروہ انبیاءؑ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے۔ تو ظاہر البطلان ہے۔ اس واسطے کہ تواریخ وسیر شاہد ہیں۔ کہ حضرات انبیاءؑ سابقین لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اور بعض کا ذکر قرآن میں بھی ہے۔ مثل حضرت سلیمانؑ۔ اور احادیث میں ہے۔ کہ حضرت آدمؑ تمام زبانوں میں لکھتے پڑھتے تھے۔ اور موجد تمام زبانوں کا حضرت ابو البشرؑ ہیں۔ پھر کیونکر یہ حدیث صحیح ہو سکتی ہے۔ کہ ہم گروہ انبیاءؑ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے۔ ضرور یہی مطلب ہے۔ کہ ہم کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھتے۔ کیونکہ مسلمات سے ہے۔ کہ انبیاءؑ معلم بتعلیم الٰہی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ اور یہ مطلب اس وقت صحیح ہے جبکہ "نحن" سے مراد گروہ انبیاءؑ ہو۔ ورنہ اس امر کو ملحوظ رکھتے ہو۔ کہ نبی اُمّی خاص حضرتؐ کا لقب ہے۔ **نحن اُمّۃ اُمّیّہ** سے مراد گروہ انبیاءؑ نہیں۔ بلکہ وہ امت خاص ہے جس کا ایک فرد پیغمبرؐ ہے۔ اور جس کو امیین کہا گیا ہے۔ جیسا کہ ہم عنقریب ذکر کرتے ہیں۔ یعنی ائمہ علیہم السلام جنہوں نے کسی سے تعلیم نہیں پائی۔ جو کچھ جانتے ہیں سب من جانب اللہ ہے۔ اور علم موہبتی ولدنی ہے۔ اس بنا پر بھی حدیث نحن اُمّۃ اُمّیّۃ جہالت پیغمبرؐ پر دال نہیں ہے اور اس سے امی کے یہ معنی پیدا نہیں ہوتے۔ کہ امی بمعنی جاہل و ناخواندہ محض ہے۔ بلکہ ناخواندہ بایں معنی ہے۔ کہ کسی سے نہیں پڑھا۔ اور کسی بشر سے تعلیم نہیں پائی۔ وھو الحق +

توجیہات اُمّی } صاحب مجمع البیان وغیرہم اُمّی کی توجیہات حسب ذیل لکھتے ہیں۔ وفی الامی اقوال احدھا انہ الذی لا یکتب ولا یقرء وثانیھا انہ منسوب الی الامۃ والمعنی انہ علی جبلۃ الامۃ قبل استفادۃ الکتابۃ وقیل المراد بالامۃ العرب لانھا لم تحسن الکتابۃ وثالثھا انہ منسوب الی الام والمعنی انہ ما ولدتہ امہ قبل تعلیم الکتابۃ ورابعھا انہ منسوب الی ام القری وھو مکۃ وھو المروی عن ابی جعفر الباقرؑ وعن ابی الجعفر الثانی انتھی۔ یعنی اُمّی کے معنی میں اہل لغت و مفسرین کے کئی قول ہیں۔ اوّل یہ کہ جو لکھتا پڑھتا نہ ہو۔ دوم منسوب ہے امت کی طرف۔ اور معنی یہ ہیں کہ وہ اسی سرشت اوّل پر ہے۔ جو قبل سیکھنے کتابت کے ہوتی ہے۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ مراد امت سے عرب ہیں۔ کیونکہ وہ لکھنا نہیں جانتے تھے۔ سوم یہ کہ منسوب ہے طرف اُمّ بمعنی والدہ کے۔ اور معنی یہ ہیں۔ کہ وہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ شکم مادر سے پیدا ہوا ہو قبل اس کے کہ کتابت سیکھے۔ چہارم یہ کہ منسوب ہے طرف اُمّ القریٰ یعنی مکہ معظمہ کی طرف۔ اور یہی معنی مروی ہیں معصومین علیہم السلام سے۔ انتہی۔ اس سے بھی ظاہر

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

ہو گیا کہ صرف آخری معنی کلام امامؑ سے ماخوذ ہیں۔ اور باقی غیر معصومین کا کلام ہے۔ اور اس لئے وہ بمقابل معصومؑ ہرگز قبول نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں اگر سرشت اسکے پر ہونے اسے ویسا ہی ہونے سے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا یہ مطلب لیا جائے کہ اس نے کسی سے تعلیم نہیں پائی۔ ویسا ہی ہے جیسا کہ پیدا ہوا تھا قطع نظر اس سے کہ وہ علم رکھتا ہے یا نہیں تو صحیح۔ بیشک پیغمبرؐ نے کسی سے تعلیم نہیں پائی۔ البتہ بتسلیم ربانی سب کچھ جانتے تھے۔ اور اسی تعلیم سے قرأت و کتابت کا علم بھی رکھتے تھے۔ اور تمام عرب کا لکھنا پڑھنا نہ جاننا بالضرورۃ باطل ہے۔ اور اس لئے اس بنا پر بھی اُمّی کے معنی جاہل و ناخواندہ محض کسی طرح ثابت نہیں ہوتے۔ ہاں اُمّی کے یہ معنی کہ کسی سے تعلیم نہ پائی ہو ضرور صحیح ہیں۔ اور امامؑ سے بھی منقول ہیں۔ ملاحظہ ہو ششم بحار باب اعجاز القرآن۔ صورت استدلال میں آیۂ "لو شاء اللہ ما تلوتہ علیکم فلقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں "فلھذا احتج (اللہ) علیھم بان اولئک الکفار شاھدوا رسول اللہ من اول عمرہ الی ذالک الوقت وکانوا عالمین باحوالہ وانہ ما طالع کتابا ولا تلمذ لاستاذ ولا تعلم من احد ثم بعد انقراض اربعین سنۃ جاء بھذا الکتاب العظیم" یعنی اس سے خدا نے کفار سے احتجاج کیا ہے کہ کفار نے حالات پیغمبرؐ کا مشاہدہ کیا ہے۔ اول عمر سے آخر عمر تک وہ جانتے ہیں کہ نہ اس نے کسی کتاب کا مطالعہ کیا۔ اور نہ کسی استاد کی شاگردی کی۔ اور نہ کسی سے کچھ سیکھا۔ اور پھر بعد گزر جانے چالیس سال کے یہ کتاب عظیم لایا .... ان محمداً کان رجلاً امیاً لم یتلمذ لاحد ولم یطالع کتاباً۔ اور بتحقیق محمدؐ ایک شخص اُمّی تھے نہ کسی کی شاگردی کی تھی۔ اور نہ کسی کتاب کا مطالعہ کیا تھا۔

نیز علامہؒ مرآۃ العقول شرح اصول کافی میں اختلافات معنی اُمّی کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ اقول اختلفوا فی ان النبی ھل کان یقدر ان یقرء ویکتب ام لا۔ والذی یقتضیہ الجمع بین الاخبار انہ لم یکن یتعلم الخط والقرءۃ من احد من البشر لکنہ کان قادراً علی الکتابۃ وعالماً بالمکتوب بما علم بہ سائر الامور من قبل اللہ تعالیٰ ولم یقرء ویکتب لیکون حجۃ علی قومہ اتم واکمل یعنی لوگوں میں اس بات میں اختلاف ہے کہ آیا پیغمبرؐ لکھنے پڑھنے پر قادر تھے یا نہیں۔ اور مقتضائے جمع بین الاخبار یہ ہے کہ حضرتؐ نے کسی بشر سے خط قرأت و کتابت نہیں سیکھی۔ لیکن وہ قادر تھے اس کے لکھنے پر اور لکھے ہوئے کو پڑھنے پر اس قوت (یا امی روح) کے ذریعہ سے جس کے ذریعہ اور تمام امور حضرتؐ کو من اللہ حاصل ہوئے تھے۔ اور حضرتؐ لکھتے پڑھتے نہ تھے (یعنی ظاہر نہ فرماتے تھے)۔ تاکہ امت پر پورے طور سے اتمام حجت ہو۔

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

کہ بلا تعلیم وبلا کسی سے لکھے پڑھے ایسا کلام لایا۔ اور یہ حقائق بیان کرتا ہے"۔ اگر پہلے سے لکھتے پڑھتے ہوتے۔ تو شبہ ہوتا۔ کہ شاید دوسری کتب سے جمع کر لیا۔ لیکن جب اظہار نبوت ہو گیا۔ اور آیات بیّنات و معجزات باہرات سے نبوت کو ثابت کر دیا گیا۔ کہ سب من اللہ ہے۔ تو اس وقت لکھنا پڑھنا کچھ مضر نہ تھا۔ کیونکہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ جس طرح اور حقائق امور من جانب اللہ حاصل ہوئے ہیں۔ یہ علم بھی من جانب اللہ عطا ہوا ہے۔ اسی وجہ سے بعد بعثت اس کا اظہار مضر و خلاف مصلحت نہ سمجھا گیا۔ اور ظاہر کیا گیا۔ جیسا کہ احادیث مذکورہ میں ہے۔ لہذا منفی قبل بعثت فعل قرأت وکتابت ہے نہ کہ ملکۂ قرأت وکتابت۔ وہ پہلے بھی تھا اور اب بھی۔ صرف مصلحۃً ظاہر نہ کرتے تھے۔ اور اُمّی کے معنی ناخواندہ بمعنی جاہل نہیں ہیں بلکہ ناخواندہ بمعنی لم یتعلم من احد من البشر ہیں۔ وھو المطلوب۔ یہاں علامہ مجلسیؒ بھی اس مصلحت کو نہ سمجھے جس کی وجہ سے جناب علامہ کنتوری پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جاہل رہنا ضروری سمجھتے ہیں +

توریت و انجیل سے اُمّی۳ کے معنی۔

ہم سابقاً عرض کر چکے ہیں۔ کہ نبیٔ اُمّی آپؐ کا خاص لقب ہے جس طرح اس زمانے میں حضرتؐ اُمّی لقب کہلاتے ہیں۔ اسی طرح اُمم سابقین نبیٔ اُمّی تھے توریت و انجیل میں نبیٔ اُمّی کی پیشین گوئی موجود ہے۔ آیت میں ذکر ہے۔ اور ہم نقل کر چکے ہیں۔ اب دیکھنا چاہئے۔ کہ توریت میں جہاں اس نبیٔ اُمّی کی بشارت و پیشینگوئی ہے وہاں کس صفت سے موصوف کیا گیا ہے۔ آیا یہ بشارت دی گئی ہے۔ کہ آئندہ ایک نبی جاہل مبعوث کرینگے یا کچھ اور۔ جناب علامہ مجلسیؒ مرآۃ العقول میں جناب علامہ طبرسیؒ سے یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں۔ توریت سفر خامس۔ انی ساقیم لھم نبیا من اخوتھم مثلک واجعل کلامی فی فیہ فیقول لھم کلما اوصیہ بہ۔ میں عنقریب ان کے بھائیوں (بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیلؑ) میں سے ایک نبی مثل تیرے (موسٰےؑ) مبعوث کرونگا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں رکھ دونگا۔ پس وہ ان سے وہی کہیگا۔ جو میں بتلاؤنگا۔ "ما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ"۔ اور ایک اور آیت میں ہے۔ کہ خدا حضرت ابراہیمؑ سے فرماتا ہے۔ کہ ہم اپنی کنیز خاص (حضرت ہاجرہؑ) کے بطن سے ایک نبی مبعوث کرینگے۔ جس کا ہاتھ سب کے سروں پر مبسوط ہوگا۔ اور اس کو ہم بہت بابرکت بنائینگے (ورحمتی وسعت کل شئی۔ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین)۔ نیز توریت میں ہے۔ خدا کا نور کوہ سینا سے چمکا۔ اور ساعیر سے نمایاں ہوا۔ اور کوہ فاران سے ظاہر ہوا۔ انجیل میں ہے۔ آخر زمانے میں ہم تمکو فارقلیط عطا کرینگے۔ اور

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

وہ آخر الدہر تک رہیگا (یعنی اس کا دین قیامت تک باقی رہیگا۔ اور وہ خاتم النبیین ہوگا)۔ نیز جناب مسیح علیہ السلام حواریین سے فرماتے ہیں۔ انا اذھب وسیاتیکم الفارقلیط روح الحق الذی لایتکلم من قبل نفسہ انہ نذیرکم بجمیع الحق ویخبرکم بالامور ویمدحنی ویشھد لی ویحل لھم الطیبات الخ۔ میں جاتا ہوں۔ اور تمہارے پاس عنقریب فارقلیط آئیگا۔ جو حق کی روح ہے۔ اور جو اپنی طرف سے کچھ بات نہ کہیگا۔ وہ تم سب کا نذیر ہوگا تمام حق کے ساتھ۔ اور تمہیں امور غائبہ کی خبر دیگا۔ اور اُس کی مدت دراز ہوگی۔ یہاں تک کہ مجھے دیکھیگا۔ اور وہ طیب چیزوں کو حلال کریگا۔" پس معلوم ہوا۔ کہ توریت و انجیل میں نبیؐ اُمّی صفت جاہل سے متصف نہیں ہے۔ بلکہ ایک صفت اُس کی یہ ہے۔ کہ وہ رحمۃ للعالمین اور مبارک ہوگا۔ دوم یہ کہ وہ لسان اللہ ہوگا۔ جو ہم کہینگے۔ وہی کہیگا۔ اپنی طبیعت اور اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں کہیگا۔ مدت اُس کی دراز ہوگی۔ یہاں تک کہ عیسےٰ کا مشاہدہ کریگا (یہ ملاحظہ ہوگا مگر زمانہ ظہور مہدیؑ میں)۔ اور طیبات کو حلال کریگا۔ ان سب میں صفت خاصہ منقصۂ اجعل کلامی فی فیہ یا اضع کلامی فی فیہ" ہے۔ میں اپنا کلام اُس کے منہ میں رکھ دونگا۔ اس کا کلام میرا کلام ہوگا۔ اور وہ لسان اللہ ہے۔ یہ قاعدہ ہے۔ کہ اوّل بچے کو ماں باتیں سکھاتی اور گویا کلام منہ میں دیتی ہے۔ یہ نبی ایسا ہے۔ کہ اس کو کلام سکھانے والا اور کلام منہ میں رکھنے والا خدا ہے۔ اور اس میں اس کی طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ جو کچھ پائیگا۔ وہ خدا ہی کی طرف سے ہوگا کسی غیر سے تعلیم نہ پائیگا۔ حتےٰ کہ کلام بھی اس کا کلام خدا ہی ہوگا۔ یوں تو ہر کتاب الٰہی کلام اللہ ہے۔ لیکن یہ صفت کسی پیغمبر کے لئے نہیں ہے۔ کہ جو کچھ اور جس وقت بھی وہ بولے۔ خدا ہی کی طرف سے ہو۔ اور کلام خدا اُس کے منہ میں ہو۔ یہ صفت خاص پیغمبرؐ اُمّی لقب ہی سے مخصوص و مختص ہے۔ گویا توریت و انجیل میں اُمّی کے معنی لسان اللہ ہیں۔ ع

"اللہ بولتا ہے انہی کی زباں سے"

تفسیر اُمیّین اور ان کی تشخیص۔ جناب علامہ کنتوری صاحب نے لفظ "منھم" سے مثل مشرکین عرب پیغمبرؐ کو اُمّی بمعنی جاہل ثابت کیا ہے۔ کہ وہ مثل اُن کے اُمّی ہیں۔ جیسا کہ ذکر ہوا۔ اور ہم اس کو باطل کر چکے ہیں۔ اِس "منھم" کی تفسیر سے پہلے ہم ایک دو اور منھم بھی ذکر کئے دیتے ہیں "لقد منّ اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم"۔ البتہ خدا نے مومنین پر بڑا احسان کیا جبکہ ان میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث کیا (یہاں یہ امر غور طلب ہے۔ کہ وہ مومنین کون ہیں۔ جو وقت بعثت موجود تھے۔ اور ان میں سے انہی پر پیغمبرؐ مبعوث ہوئے)۔ "لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم"۔ "البتہ آیا ہے تم میں سے

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

یا تمہارے نفیس ترین میں سے تمہارے پاس رسولؐ ہے جو کچھ تمہیں تکلیف پہنچتی ہے۔ وہ اس پر سخت گراں گزرتی ہے۔ وہ تمہاری ہدایت پر نہایت حریص ہے۔ اور مومنین پر نہایت شفیق و مہربان" (سورۂ توبہ)۔ اس "منہم" کے ساتھ "ان منہم" کو بھی ملا لیا جاتا۔ تو پیغمبرؐ مثل مشرکین جاہل ثابت نہ ہوتا۔ بلکہ مومن کامل بلکہ مسلم حقیقی و بلا واسطہ۔ خیر اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آیہ سورۂ جمعہ "هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ"۔ "وہی خدا ہے جس نے امیین میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث برسالت کیا۔ جو ان پر آیات الٰہی کی تلاوت کرتا ہے۔ اور ان کا تزکیہ کرتا ہے۔ اور ان کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ اگرچہ وہ اس سے پہلے ضلال مبین میں تھے۔ اور دوسرے لوگ انہی امیین میں سے ہیں۔ جو ابھی تک ان سے ملحق نہیں ہوئے ہیں۔ اور وہ صاحب عزت و حکمت ہے (غالب ہے ہر تدبیر پر۔ اور ہر ایک امر موافق حکمت کرتا ہے)۔ اور یہ خدا کا خاص فضل ہے۔ جس کو چاہتا ہے۔ عطا کرتا ہے"۔ ان آیات میں چند امور قابل غور و توجہ ہیں۔ اول یہ کہ رسولؐ ایک جماعت امیین میں سے انہی پر مبعوث ہوا ہے۔ دوم وہ لوگ بعثت سے پہلے ضلال مبین میں تھے۔ سوم ان امیین کی میں سے کچھ باقی ہیں۔ جو وقت بعثت ان سے ملحق نہیں ہوئے تھے۔ چہارم چونکہ لفظ "لما" مقام توقع و ترقب میں استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے آخرین کے ملحق ہونے اور ان امیین سے مل جانے کی امید ہے۔ اور وہ ضرور ملحق ہونگے۔ پنجم یہ کہ یہ خدا کا خاص فضل ہے۔ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ ہر ایک کو نصیب نہیں۔ اب اگر امیین سے مراد جاہلین مشرکین و کفار ہیں۔ تو آخرین کون ہیں۔ جو ابھی ان سے ملحق نہیں ہوئے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ کہ آخر زماں میں ہم کچھ جاہل و مشرکین اور پیدا کرینگے۔ جو ان سے آکر ملحق ہونگے۔ اور اس کو عقل تسلیم نہیں کرتی۔ کہ خدا کچھ جاہلین کے آنے اور ان کے آخر زماں میں آکر مل جانے کی خبر دیتا ہو۔ دوسرے وہی اعتراض لازم آتا ہے۔ کہ پیغمبرؐ مثل جہالت کے اور امور میں بھی مثل ان کے ہو یعنی مشرک ہو۔ اور مثل ان کے گمراہ ہو۔ کیونکہ اس صورت میں ضلال کے معنی گمراہی ہونگے۔ اس لئے کہ مشرکین اول گمراہ ہیں۔ اور اس کو کوئی متدین مسلمان تسلیم نہ کریگا۔ پیغمبرؐ کا مخلوق و مفطور بر دین و ایمان ہونا ضروریات سے ہے۔ اور محقق و مبرہن۔ اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے۔ کہ دوسری جگہ جو امیین آیا ہے۔ وہاں امیین سے مراد جاہل نہیں ہیں۔ بلکہ وہ لوگ مراد ہیں۔ جن پر پہلے کوئی رسول مبعوث نہیں ہوا۔ اور یہ کہ پیغمبرؐ ان معنی میں امی نہیں ہے۔ اور نہ بمعنی جاہل امی ہے۔ لہذا ان امیین میں سے نہ ہوا۔ اور اطلاق لفظ ظاہر و مقتضی ہے۔ کہ پیغمبرؐ انہی امیین میں سے ہو۔ اور انہی صفات سے متصف ہو۔

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

جب "منہم" کا اطلاق صحیح ہوگا۔ اس لئے امیین سے مشرکین و کفار عرب ہرگز مراد نہیں ہو سکتے۔ ورنہ آیت کے معنی مہمل ہو جائینگے۔ بلکہ امیین وہ جماعت ہے۔ جو اس معنی میں امّی ہے۔ جس معنی میں پیغمبرؐ امّی کا لقب امّی ہے۔ اور وہ وہ جماعت امّی ہے۔ جو اس وقت موجود تھی۔ جس وقت پیغمبرؐ مبعوث برسالت ہوئے۔ اور پیغمبرؐ اس جماعت کا ایک فرد ہے۔ اور وہ امی وہ جماعت ہے۔ جو اس وقت یعنی وقتِ بعثتِ پیغمبرؐ ساری موجود نہ تھی۔ بلکہ بعض افراد اس کے بعد میں آکر ملحق ہونگے۔ اور یہ وہ جماعت ہے جس پر خدا کا خاص فضل ہے۔ اور اس فضل سے وہی مختص ہے۔ لہذا یہ دیکھنا ضروری ہوا کہ وہ کونسی جماعت ہے جس کا ایک فرد پیغمبرؐ امّی ہے۔ اور وہ وقتِ بعثت موجود تھی۔ اور اس میں سے پیغمبرؐ نکلا۔ اور ان پر مبعوث ہوا۔ اس جماعت کی بابت جس میں سے پیغمبرؐ مبعوث ہوا۔ خدا یوں خبر دیتا ہے۔ "وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ" ۝ (بقرہ ع ۱۵) "اور یاد کرو اس وقت کو جبکہ ابراہیمؑ و اسمعیلؑ خانہ کعبہ بنا رہے تھے (تو انہوں نے عرض کیا)۔ اے ہمارے پروردگار ہم سے اس خدمت کو قبول فرما تحقیق کہ تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اے ہمارے پروردگار ہم دونو کو اپنا خاص مسلمان و مطیع و منقادِ مطلق بنا۔ اور ہماری دونو کی ذریت میں سے بھی ایک امت ایسی ہی مسلمان و مطیع و منقادِ مطلق بنا۔ اور ہمارے مناسک ہم کو دکھلا دے۔ اور ہماری رجوع و انابت کو قبول فرما تحقیق کہ تو توبہ و رجوع کا قبول کرنے والا مہربان ہے۔ اے ہمارے پروردگار اس امت میں انہی میں سے ایک کو مبعوث برسالت فرما جو اس امت پر تیری آیات کی تلاوت کرے۔ اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔ اور ان کا تزکیہ کرے۔ بیشک تو عزت والا اور حکیم ہے۔"

اس آیت سے ثابت ہوا کہ ذریت ابراہیمؑ و اولاد اسمٰعیلؑ میں سے ایک امت مسلمہ مثل ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ ہے۔ جس میں سے ایک فرد پیغمبرؐ ہے۔ اور یہ مسلّم ہے۔ کہ اولاد اسماعیلؑ میں سوائے پیغمبر خاتم النبیینؐ اور کوئی پیغمبر مبعوث نہیں ہوا۔ پس یہ امت مسلمہ وہی امت ہے۔ جس میں سے پیغمبرؐ مبعوث ہوا۔ اور پیغمبرؐ اسی امت کا ایک فرد ہے۔ اور وہ امت انہی صفات سے متصف ہے۔ جن سے پیغمبرؐ۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ پیغمبرؐ بنی ہاشم میں سے مبعوث ہوئے ہیں۔ اور بنی ہاشم میں ایسا شخص جو بعثت پیغمبرؐ سے پہلے سے مسلمان باسلام سوتی بلا واسطہ مثل اسلام ابراہیمؑ و اسماعیلؑ ہو سوائے اس نفس رسولؐ کے جس کی شان میں آیا ہے، "لم یشرک باللہ طرفۃ عین ابداً" کہ اس نے کبھی کسی حال میں ایک چشم زدن کے واسطے شرک کا ارتکاب

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

نہیں کیا۔یعنی وہی بزرگوار جو اسلام فطری پر باقی تھا۔ اور بچپن ہی میں پیغمبرؐ کے ساتھ ہوا اور ایمان لایا۔ اور وہ غیر از علیؑ ابن ابی طالبؑ اور کوئی نہیں۔ پس وہ امت مسلمہ جو وقت بعثت موجود تھی اور اس کا ایک فرد پیغمبرؐ ہے جو اس پر اسی میں سے مبعوث ہوا۔ یہ بزرگوار نفس رسولؐ مصداق "لحمک لحمی و دمک دمی" ہے۔ دوسرے امت کا لفظ ایک پر بھی بولا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کے واسطے قرآن میں آیا ہے "وکان امتاً قانتاً" اور وہ آخرین لعد بعض ملحق ہونے والے دیگر معصومینؑ صفات نبویؐ و علویؑ سے متصف اسی شجرۂ طیبہ ابراہیمیؑ کی شاخیں ہیں۔ اور سب سے آخر آخر الزمن میں مہدیؑ آخر الزماںؑ آکر ملحق ہونگے۔ لہذا یہ امت غیر از محمدؐ و آل محمدؐ اور کوئی نہیں ہوسکتی "ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء" یہی ایک جماعت پیغمبرؐ اُمّی کی تمام صفات سے متصف ہوسکتی ہے۔ اور یہی وہ جماعت ہے جس کی صفت "نحن امة امية لا نقرء ولا نكتب" ہم جماعت امیہ امیین ہیں۔ نہ کسی سے لکھتے ہیں۔ نہ پڑھتے ہیں۔ بتعلیم ربانی عالم ہوتے ہیں۔ اور جو کچھ رکھتے ہیں منجانب اللہ "کیونکہ کتاب بجعل الٰہی انہی کی سرشت میں داخل اور ان کے وجود کے ساتھ ہے" "وجعل فی ذریته النبوة والكتاب" خدا نے ذریت ابراہیمؑ میں نبوت و کتاب قرار دی ہے۔ نبوت حضرت خاتمؐ پر بنص قرآن ختم ہوگئی مگر کتاب اس امت کے وجود میں تا قیام قیامت باقی ہے "لن يفترقا حتى يردا على الحوض" یہی وہ امت ہے جس کو پیغمبرؐ کتاب و حکمت تعلیم دیتا ہے۔ وہی کتاب وجودی وراثۃً پیغمبرؐ سے ان کو پہنچی ہے۔ اور وہ اس کے وارث ہیں۔ اور تعلیم تعلیم باطنی نہ ظاہری "انه لقرآن كريم فی كتاب مكنون لا يمسه الا المطهرون" اس کو وہی نفوس مزکّی و مطہر مس باطنی کرتے ہیں جن کی شان "يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا" ہے۔ یہی مزکّی و مطہر ہیں نہ غیر۔ اور تعلیم واقعی کتاب و حکمت ان کے لئے ہے نہ غیر کے لئے۔

جاننا چاہئے کہ اُمم سابقہ میں بشارت و پیشین گوئی پیغمبرؐ خاتم النبیینؐ کی چلی آتی تھی۔ اور سلسلہ نبوت حضرت ابراہیمؑ سے دو شاخوں میں منتقل ہوا۔ شبہ ہوسکتا ہے۔ کہ پیغمبرؐ خاتم النبیین بنی اسرائیل سے ہوگا یا بنی اسمٰعیلؑ سے۔ خدا نے اس شبہ کو چند علائم و صفات سے رفع کیا۔ اوّل یہ فرمایا۔ کہ وہ کوہ فاران یعنی اُم القریٰ (مکہ) سے ظہور کریگا۔ دوم یہ کہ ہماری کنیز خاص ہاجرہؑ کے بطن سے ہوگا۔ کیونکہ اگر صرف یہی کہا جاتا۔ کہ اے ابراہیمؑ تیری ذریت یا تیری اولاد سے ہوگا۔ تو بنی اسرائیل سے اشتباہ ہوتا۔ لہذا حضرت ہاجرہؑ کا ذکر کیا گیا۔ اور حضرت ہاجرؑ اُم العرب کہلاتی ہیں۔ اور حضرت اسمٰعیلؑ ابو العرب۔ اور ابن خلدون نے ذکر کیا ہے۔ کہ ہاجرؑ جس قریہ کی رہنے والی تھیں اس کا نام بھی

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

اُم العرب تھا۔ اور جب حضرت ابو العرب حضرت اسمٰعیلؑ مکّہ میں آباد ہوئے۔ اُس وقت مکّہ اُم القریٰ کے نام سے مشہور ہُوا۔ پس نبیؐ اُمّی اُمّ العرب کی نسل سے ہے۔ سوم یہ کہ اُس کی صفت خاص یہ ہے "اضع کلامی فی افیہ" مَیں اپنا کلام اُس کے منہ میں رکھ دونگا۔ وہ لسان اللہ ہوگا۔ اور کسی سے تعلیم نہ پائیگا۔ قاعدہ ہے۔ کہ جب کسی کی شناخت بتلائی جاتی ہے۔ تو اُس کے خاندان۔ وطن اور اُس کی صفت خاص کا ذکر کیا جاتا ہے کہ فلاں خاندان کا فلاں جگہ کا رہنے والا اور فلاں صفت کا آدمی۔ تاکہ اُس کی شناخت وحرمت حاصل ہو۔ چنانچہ آنحضرتؐ کی پیشینگوئیوں میں یہ تینوں باتیں موجود ہیں۔ یعنی اُمّ العرب حضرت ہاجرؑ کی اولاد سے۔ اُمّ القریٰ (مکّہ) کا رہنے والا۔ اُمّی لقب خدا کا پڑھایا ہُوا لسان اللہ۔ اور ان تمام امور میں آلِ محمدؐ مشترک ہیں۔ اِس لئے ان امیین سے مراد جن کا ایک فرد پیغمبرؐ اُمّی ہے آلِ محمدؐ ہی ہوسکتے ہیں۔ اور یقیناً وہی ہیں۔ کما قال اول الامیین منھم علیہ السلام۔ دیکھو تفسیر برہان "محمد بن العباس قال حدثنا محمد بن القاسم عن عبید بن کثیر عن حسین بن نصر بن مزاحم عن ابیہ عن ابان بن ابی عیاش عن سلیم بن قیس عن علی علیہ السلام قال نحن الذین بعث اللہ فینا رسولاً یتلوا علینا اٰیٰتہ ویزکینا ویعلمنا الکتٰب والحکمۃ" یعنی جناب امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ علیہ السلام فرماتے ہیں "ہم ہی وہ امیین ہیں۔ ہم میں خدا نے رسولؐ بھیجا۔ جو ہم پر اُس کی آیات تلاوت کرتا ہے۔ اور ہمارا تزکیہ کرتا ہے۔ اور ہم کو کتاب وحکمت تعلیم دیتا ہے" جب وہ امیین جن میں سے پیغمبرؐ ہے آلِ محمدؐ علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ تو بنا بریں "ضلال مبین" کے معنی گمراہی نہ ہونگے۔ ضلال کے بہت سے معانی ہیں اور قرآن میں ضلال تقریباً اٹھارہ معنی میں استعمال ہُوا ہے۔ چنانچہ ہم نے حاشیہ (ترجمہ) تنزیہ الانبیاءؑ میں سارے معانی بقید آیات لکھے ہیں۔ اور ضلال کے لغوی معنی خفاء وپوشیدگی ہیں۔ جیساکہ اِس آیت میں "اِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ اَئِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ" یعنی "منکرین قیامت کہتے ہیں۔ کہ کیا جب ہم مرکر خاک میں مل جائینگے۔ کیا ہم پھر نئے سرے سے خلق کئے جائینگے" یہاں یقیناً ضلالت کے معنی گمراہی نہیں ہیں۔ بلکہ وہی خفاء وپوشیدگی مراد ہیں۔ پس آیۂ مذکورہ میں بھی ضلال مبین سے ظاہر بظاہر پوشیدگی وخفاء مراد ہے۔ کہ یہ امت امیہ جب سے کہ شجرۂ طیبۂ ابراہیمیؑ سے جدا ہوئی تھی۔ پوشیدہ تھی۔ لوگ اِس کے کمالات اوصاف وآثار سے واقف نہ تھے۔ تا روز بعثت یہی اسی خفاء میں رہی۔ روز بعثت سے اِس کے اوصاف کھُلنے لگے۔ اور یہی معنی ہوسکتے ہیں "ووجدک ضالاً فھدیٰ" کے۔ پس ثابت ہُوا۔ کہ یہ امیینؑ نہ جاہل ہیں نہ مشرکین۔ بلکہ پیغمبرؐ اور ائمہ طاہرینؑ اول المسلمین ومعلم العالمین ہیں +

سلہ یہ کتاب دفتر البرہان سے مل سکتی ہے قیمت رعایتی عصر۔

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

پیغمبرؐ کو کن کن معانی کے لحاظ سے اُمّی کہہ سکتے ہیں

اُمّی کی اس بحث سے معلوم ہوا۔ کہ لفظ اُمّی کے بہت سے معانی ہیں۔ اوّل جو لکھنا پڑھنا نہ آتا ہو۔ یہ معنی کسی حدیث یا آیت سے ماخوذ و مثبت نہیں ہیں۔ صرف بعض کا قیاس ہے۔ دوم اُمّی جس پر کوئی پیغمبر مبعوث نہ ہوا ہو۔ سوم اُمّی منسوب طرف اُمّ بمعنی مادر یعنی جو اُسی حالت پر ہو۔ جیسا کہ قبل تعلیم شکم مادر سے پیدا ہوا تھا۔ چہارم اُمّی منسوب طرف امت یعنی جو جبلّت و سرشت اوّلی پر ہو۔ جیسے عام امت قبل تحصیل علوم ہوتی ہے۔ پنجم اُمّی جس نے کسی بشر سے تعلیم سواد نہ پائی ہو۔ ششم اُمّی منسوب طرف اُمّ القریٰ یعنی مکّے۔ ہفتم اُمّی یعنی صاحب روح اعظم قدسی نبوی جو مبدء الانوار و اُمّ الارواح ہے۔ اور یہ معنی سوائے مخلوق اوّل اور کسی پر صادق نہیں آ سکتے۔ ہشتم اُمّی کے معنی لسان اللہ ہیں۔ جیسا کہ توریت و انجیل سے معلوم ہے (واجعل کلامی فی فیہ)۔ نہم اُمّی کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں۔ کہ اُمّی منسوب الی الامّ بالفتح بمعنی قصد ہو۔ اور اس صورت میں اُمّی کے یہ معنی ہونگے۔ کہ اُمّی وہ شخص ہے۔ جو جمیع مخلوقات کا مقصد ہے۔ ہر شے اس کا قصد رکھتی ہے۔ اور ہر شے اُس کی طرف توجہ کرتی ہے۔ اور یہ غیر وجہ اللہ "من یتوجہ الیہ الاشیاء" اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ کہ وہی خدا تک پہنچنے کا واسطہ و وسیلہ و وجہ ہے۔ اور آپ نے فرمایا ہے "انا وجہ اللہ الباقی بعد فناء کل شیٔ" اور اس طرف سے بھی وہی خلقت عالم سے مقصود بالذات ہے۔ "یا عبدی انت المراد وانت المرید وخیرتی من خلقی وعزتی وجلالی لولاک لما خلقت الافلاک" اے میرے بندے تو ہی اصل مراد ہے اور تو ہی مرید ہے۔ جو چاہتا ہے اپنے ارادے سے کرتا ہے۔ اور تو ہی برگزیدہ و پسندیدہ مخلوق ہے۔ اور مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے۔ اگر تو نہ ہوتا۔ تو میں زمین و آسمان کو پیدا نہ کرتا۔ ایضاً قال اللہ للقلم یا قلم لولاہ ما خلقتک ولا خلقت خلقی الا لاجلہ فھو بشیر و نذیر و سراج منیر و شفیع و حبیب الخ" اے قلم اگر وہ نہ ہوتا۔ تو میں تجھے خلق نہ کرتا۔ اور نہیں پیدا کیا میں نے اپنی مخلوق کو مگر اسی کی وجہ سے اور اُسی کے واسطے۔ پس وہی بشیر و نذیر و سراج منیر و شفیع و حبیب ہے۔" لیکن بظاہر اس صورت میں لفظ اَمّی بالفتح ہوگا۔ نہ اُمّی بالضم۔ جواب اس کا یہ ہے۔ کہ کبھی بعض حرکات ثقیل معلوم ہوتی ہیں۔ اس لئے ان کو بدل دیا جاتا ہے۔ یہاں فتح اگرچہ اخف الحرکات ہے۔ لیکن آنحضرتؐ کی رفعتِ شان کی وجہ سے رفع دیا گیا۔ جیسا کہ "ومن اوفیٰ بما عاھد علیہُ اللہ" (سورۂ فتح) میں علیہ کی ہ مرفوع پڑھی گئی ہے۔ حالانکہ قاعدے کی رو سے کسرہ چاہئے تھا۔ پس اسی طرح اَمّی کو اُمّی پڑھنا اور اس معنی میں اُمّی کہنا بھی ضرور درست ہو سکتا ہے۔

ان معانی میں سے معنی اوّل کا اطلاق پیغمبرؐ کے لئے قطعاً محال ہے۔ اور بدیہی البطلان ہے۔ جیسا کہ

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

ثابت ہوا۔ اور اس معنی میں مشرکین عرب بھی اُمّی نہیں۔ کیونکہ وہ سب جاہل محض نہ تھے بہت سے لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ دوسرے معنی مخصوص ہیں انہی لوگوں سے جن پر کوئی پیغمبر مبعوث نہیں ہوا۔ اور کتاب نہیں آئی یعنی مشرکین عرب۔ تیسرے یعنی منسوب الی الام تبفسیر مذکور۔ یقیناً شان پیغمبری کے خلاف ہیں۔ ہاں اگر اُم سے مراد حضرت ہاجرہ اُم العرب لی جائیں تو اُمّی باین معنی صحیح ہے۔ کہ وہ نبی جو اُم العرب کی اولاد سے ہوگا اور ام العرب کی طرف منسوب۔ اور ام العرب کی اولاد میں سے صرف نبی امی پیغمبر عربی ہی مبعوث برسالت ہوئے ہیں۔ چوتھے معنی منسوب الی الامۃ بھی مناسب شان پیغمبری نہیں۔ باطل ہیں۔ ہاں اگر امت سے خاص امت مسلمہ باسلام نبوتی بلاواسطہ ذریت خاص حضرت ابراہیمؑ مراد لی جائے تو صحیح ہے۔ کہ یہ نبی امی اسی امت مسلمہ میں سے مبعوث ہوا۔ اور ضرور اسی امت کی طرف منسوب ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے اُمّی بمعنی فرد امت مسلمہ ذریت ابراہیمیؑ ونسل اسمٰعیل ہوا۔ پانچویں معنی یعنی امی وہ جس نے کسی سے تعلیم نہ پائی ہو۔ یہ بھی حضرتؐ کے لئے یقیناً محقق و مبرہن ہیں۔ چھٹے معنی یعنی منسوب الی ام القریٰ کے اطلاق میں کسی کو شبہ ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ نبی عربی مکی مدنی یہی ہیں نہ اور کوئی پیغمبرؐ۔ ساتویں معنی مخصوص آپ ہی کی ذات سے ہیں۔ اور ضرور آپ ہی اس کے مصداق ہیں۔ یقیناً آپ ابوالاکوان وامُّ الامکان تمام موجودات کے لئے بمنزلہ مادر مہربان ہیں۔ کیونکہ تربیت بچہ کی ماں سے متعلق ہوتی ہے۔ اور تدبیر و تربیت عالم مبدء الانوار وولی اللہ المطلق نبی برحق سے متعلق ہے۔ اور ہر فیض ہر شئے کو ان ہی کے واسطے و وسیلے اور انہی کی طرف سے پہنچا ہے۔ اور آپ ہیؐ ورحمتی وسعت کل شئی کے مظہر ورحمت واسعہ الٰہی ہیں۔ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین۔ آٹھویں معنی یعنی امی بمعنی لسان اللہ الناطق ضرور حضرتؐ ہی کی شان کے شایاں اور خاص آپ ہی سے مختص ہیں۔ نویں معنی بھی آپ ہی سے مخصوص اور وجہ اللہ ومقصد خلائق آپ ہی ہیں۔ پس نبیؐ اُمّی صاحب روح ام الارواح۔ وجہ اللہ الباقی۔ لسان اللہ الناطق المعلم بتعلیم الٰہی مسلم مطلق از ذریت ابراہیمیؑ۔ نجل مبارک ام العرب۔ نبی مکی مدنی ہوا۔ اور وہ نقطہ دائرہ تکوین۔ خاتم مصحف تدوین رحمۃ للعالمین سید المرسلین محمد مصطفےٰ خاتم النبیینؐ ہے نہ غیرہ۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم“ +

اس بیان سے یہ بھی بخوبی روشن ہے۔ کہ اہل بیت نبوت و رسالت و وارث کتاب وحکمت حضرات معصومین علیہم السلام پر بھی یہ تمام معانی صادق آتے ہیں۔ اور وہ سب کے سب اُن تمام صفات سے متصف ہیں جن سے پیغمبر اُمّی لقب۔ کیونکہ پہلے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ وہ خاص روح جو ام الارواح و لنزالانزار ہے وہی ان میں بھی ہے بطور ترشّح نہ بطور انتقال۔ اور یہ بھی مثل پیغمبرؐ سب کے سب لسان اللہ و وجہ اللہ و ید اللہ

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

ہیں۔ یہ سب کے سب اُم العرب کی نسل سے ہیں۔ یہ سب کے سب اُمتِ مسلمہ ابراہیمیؑ سے ہیں۔ یہ سب کے سب اُم القریٰ کے رہنے والے ہیں۔ یہ سب کے سب علم موہبتی لدنی رکھتے ہیں کسی نے کسی وقت کسی غیر سے تعلیم ہوا بھی نہیں پائی۔ "اننہ لم یتلمذ واحد من البشر" ان کے لئے صادق ہے۔ پس وہ امیین جن میں سے پیغمبرؐ مبعوث ہوا یہی ہیں نہ اور کوئی۔ جو تمام صفات امیت میں مثل پیغمبرؐ ہیں اور یہ سب نفس واحدہ ہیں۔ خاتم النبیینؐ "انہ لا نبی بعدی" نے نبوت مخصوص کر دی ہے خاتم النبیینؐ سے۔ ورنہ ع

اگر جہاں میں نبی بعد مصطفےٰ ہوتے + امامؑ بارہ کے بارہ سب انبیاء ہوتے

محمد بن مسلم سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ میں نے جناب صادقؑ کو سنا۔ کہ فرماتے تھے۔ "الائمۃ بمنزلۃ رسول اللہ الا انہم لیسوا بانبیاء ولا یحل لھم من النساء ما یحل للنبی فاما ما خلا ذالک فھم بمنزلۃ رسول اللہ" یعنی "ائمہ بمنزلہ رسول خدا ہیں۔ مگر یہ کہ وہ نبی نہیں ہیں۔ اور ان کے لئے اتنی عورتیں نکاح میں لانا جائز نہیں ہے جتنی رسول خداؐ کے لئے لیکن علاوہ اس کے سب باتوں میں وہ بمنزلہ رسول خدا ہیں" (اصول کافی و بحار الانوار)۔ واللہ یختص برحمتہ من یشاء ام یحسدون الناس علیٰ ما اٰتاھم اللہ من فضلہ +

الحمد للہ کلام اللہ و کلام معادن علوم سے اُمی کی تحقیق و توجیہ کر دی گئی۔ اب ناظرین کو اختیار ہے جس معنی سے چاہیں پیغمبرؐ کو موصوف کریں۔ خواہ مثل علامہ کنتوری مشرکین عرب کی طرح کا اُمی جانیں۔ یا جاہل مطلق سمجھیں۔ یا اُن معانی سے متصف کریں۔ جو ہم نے اختیار کئے ہیں۔ افسوس ہے۔ کہ جناب علامہ کو تو کل معانی اُمی میں سے ذات پیغمبرؐ کے شایاں معنی جہالت ہی ہے "فکر ہر کس بقدر ہمت اوست"۔ ولکل وجھۃ ھو مولیھا +

علوم ائمہؑ اور اکتساب کی حقیقت

یہ محقق و مسلم اور مشہور و معروف ہے۔ اور جملہ اہل علم جانتے ہیں۔ کہ علم دو قسم کے کہلاتے ہیں۔ ایک علوم ضروریہ بدیہیہ۔ دوم علوم نظریہ کسبیہ و اکتسابیہ۔ جن علوم میں نظر و فکر و کسب و اکتساب کی ضرورت نہیں۔ وہ بدیہی ضروری کہلاتے ہیں۔ اور جن میں نظر و فکر و آلات کسب و اکتساب کے کام میں لانے کی احتیاج پڑتی ہے وہ کسبی و نظری کہلاتے ہیں۔ پس بعض علوم تو ہر ایک انسان کے لئے ضروری ہیں مگر بہت کم۔ چنانچہ "ما اُوتیتم من العلم الا قلیلا" سے ظاہر ہے۔ کیونکہ "اُوتیتم" فرمایا ہے نہ "ما کسبتم"۔ یعنی نہیں دیا گیا ہے تم کو علم مگر تھوڑا سا۔ نہ یہ کہ نہیں تحصیل کیا تم نے علم مگر بہت تھوڑا۔ پس "ما اُوتیتم" سے مراد

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

علم ضروری فطری انسان ہے۔ اور اس کو مستقلات عقلیہ کہتے ہیں۔ اور اس میں جملہ بنی نوع انسان مساوی ہیں بعد ازاں ان علوم کے ذریعہ اور آلات اکتساب علوم کی مدد سے انسان اور علوم حاصل کرتا جاتا ہے۔ اور آلات تحصیل علوم تین ہیں۔ سمع و بصر اور فواد۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے "اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ" یعنی "خدا نے نکالا تمکو اپنی ماؤں کے پیٹوں سے درآنحالیکہ تم کچھ نہیں جانتے تھے۔ یعنی سوائے فطریات اولیہ کچھ نہ تھا پس تمہارے کان۔ آنکھ عطا کئے" اور ظاہر ہے۔ کہ آلات تحصیل علوم یہی ہیں۔ اور کان سب سے مقدم ہے۔ چنانچہ جو مادر زاد بہرہ ہو۔ وہ تعلیم نہیں پا سکتا (مگر بہت ہی خفیف)۔ اور مادر زاد اندھے پڑھ جاتے ہیں۔ انسان جب کان سے کوئی بات سنتا ہے۔ یا آنکھ سے کچھ دیکھتا ہے۔ حس مشترک اس کو قوت خیال تک پہنچاتی ہے۔ خیال واہمہ کو دیتا ہے۔ واہمہ حافظہ کو۔ حافظے سے قوت عاقلہ متفکرہ لیتی ہے۔ اور اس صورت میں اس قوت کی مثال مثل معمار کے ہوتی ہے۔ کہ جب اینٹ گارا اس کو دیا جائیگا۔ وہ عمارت بنانے لگیگا۔ جب کچھ نہ پہنچیگا۔ وہ بیٹھا رہیگا۔ ایسا ہی یہاں ہے۔ جو محسوسات یہ حواس پیش کرینگے۔ انہی میں یہ قوت تصرف کریگی۔ ورنہ نہیں۔ اسی واسطے یہ علوم ناقص ہوتے ہیں۔ اور اسی واسطے تغیر و تبدل ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ایک وقت جو حکماء و عقلاء نے مقدمات حاصلہ سے تحقیقات ماہیات اشیاء عالم میں نتائج مرتب کئے تھے۔ دوسرے حکماء کی تحقیق نے انہیں باطل ثابت کر دیا۔ اور بسا اوقات دیکھا جاتا ہے۔ کہ ایک شخص اپنے نزدیک ایک شے کا علم حاصل کرتا ہے۔ اور اسی کو علم واقعی جانتا ہے۔ لیکن دوسرا اس سے زبردست عالم اس کے بطلان کو حسی کر دکھاتا ہے۔ اس وقت پہلے عالم کا علم مبدل بجہل ہو جاتا ہے۔ اور اس لئے کہا جا سکتا ہے۔ کہ علوم اکتسابیہ ظاہریہ در اصل علم ہی نہیں ہیں۔ شاید دس حصوں میں سے ایک حصہ مطابق واقع نہیں بلکہ مشابہ بالواقع ہو۔ یہ تو علوم ظاہری ہیں۔ اور چونکہ آلات تحصیل علوم میں فواد بھی ہے۔ اور فواد بمنزلہ نفس ہے۔ یعنی ایک قلب ہے "لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا" ایک فواد ہے "اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا" (بنی اسرائیل)۔ ایک لب ہے "اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ" مقام قلب مقام قلب طبعی جسمانی ہے۔ یعنی پارچہ گوشت بشکل صنوبر۔ جو بائیں جانب ہوتا ہے۔ اور اس میں خون سیاہ ہوتا ہے۔ فواد بمنزلہ نفس ہے۔ جو ذو جہتین ہے۔ اس میں جسمانیت بھی ہے اور روحانیت بھی۔ اور لب مقام قلب عقلانی اور فواد برزخ ہے درمیان قلب طبعی۔ اور لب یعنی قلب عقلانی روحانی کے اور اصل محرک یہی قلب عقلانی ہے۔ لیکن اس عالم جسمانیات میں چونکہ وہ متعلق ہے جسمانیت سے بوسیلہ فواد۔ اس لئے

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

یہاں بواسطہ روح عقلانی مدرک فواد کہلائیگا۔ اسی واسطے یہاں آیات تحصیل علوم میں فواد کا ذکر کیا گیا ہے۔ نہ قلب کا نہ لُبّ کا۔ پس یہ فواد جس قدر طبیعت و جسمانیت سے دور و منزّہ و مطہر اور عقلانیت سے قریب ہوتا جائیگا۔ اسی قدر اس کی تعلیم باطنی بڑھتی جائیگی۔ اور نظریات ضروری و بدیہی ہوتے جائینگے۔ اور جس قدر طبیعت حیوانیہ و جسمانیت کی طرف بڑھتا جائیگا۔ اسی قدر اس کی نورانیت و عقلانیت کم ہوتی جائیگی۔ اور علوم نظری۔ پس جو لوگ باعتبار تصفیہ و تزکیۂ نفس اور ریاضات عقلانیت میں ترقی کر جاتے ہیں۔ انکو ایک وقت یہ مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ کہ بہت سے نظریات بدیہی ہو جاتے ہیں۔ اور پھر ان کی یہ حالت ہو جاتی ہے۔ کہ بدیہیات سے گزر کر نظریات حاضر ہو جاتے ہیں۔ اور ایک طرف توجہ دوسری طرف توجہ سے مانع نہیں ہوتی۔ اور انکشاف ہونے لگتا ہے۔ کیونکہ یہ روح عقلانی جو مقام لُب ہے بلحاظ اپنے تجرد کے چونکہ متصل ہے روح مطلق کلی سے جو عقل اوّل معلم کل و حقیقت نورانیہ علیہ ہے۔ پس جس قدر فواد منزّہ و مطہر و مجرد ہوتا جائیگا۔ اسی قدر نور علم زیادہ ہوتا جائیگا۔ یہ علوم باطنی ہیں۔ اور یہی اصل علم ہیں جس کو جتنا حاصل ہو جائے۔ اور یہ مرتبہ حضور نظریات عقل بالمستفاد کا مرتبہ کہلاتا ہے۔ اور یہ آخری مرتبہ انسانیت ہے۔ اور بعض لوگوں کو یہ منصب حاصل ہوا ہے (کما مرّ فی المقدمۃ) لیکن جو نفوس بالفطرۃ نورانیت و عقلانیت پر پیدا کئے گئے ہیں۔ وہ کسی وقت میں بھی ان آلات ظاہری تحصیل علوم کے محتاج نہیں ہوتے۔ اور ان کے علوم کسبی و اکتسابی نہیں ہوتے۔ کہ احساس و ادراک حواس کے ذریعہ سے مقدمات حاصلہ میں تفکر و تدبر کر کے نتائج نکالتے ہوں۔ اور اس طرح سے علوم میں ترقی کر جاتے ہوں۔ بلکہ ان کے تحصیل علوم کا ذریعہ محض ذریعہ باطنیہ یعنی روح نورانی عقلانی ہے۔ چنانچہ خدا خبر دیتا ہے

"الَّذِیٓ اَحۡسَنَ کُلَّ شَیۡءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلۡقَ الۡاِنۡسَانِ مِنۡ طِیۡنٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسۡلَهٗ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِیۡنٍ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَالۡاَفۡـِٕدَةَ قَلِیۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ" (سجدہ ع ۱) یعنی "ہمارا پروردگار وہ ہے۔ جس نے ہر ایک شے کو حسن خلق کیا ہے۔ اور انسان کی خلقت کی ابتدا طین سے کی ہے۔ اور اس کی نسل ایک آب ذلیل کے قطرہ سے قرار دی۔ پھر اس انسان اوّل کو درست و معتدل بنایا۔ اور اس میں اپنی ایک خاص روح پھونکی۔ اور تمہارے لئے کان و آنکھ و دل بنائے۔ اور تم بہت کم شکر گزار ہو"۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ انسان اوّل یعنی حضرت آدمؑ ابوالبشر جو خلیفۂ اوّل اور نبی اوّل ہیں۔ ان کے لئے آلۂ تحصیل علم وہ روح خاص ہے۔ جو ان میں پھونکی گئی چنانچہ اس کے آتے ہی عالم و معلم ہو گئے۔ محتاج تعلیم آلات کسب و اکتساب سمع و بصر و فواد نہ ہوئے۔ جیسا کہ مقدمۂ کتاب میں مفصل ذکر ہوا۔ اور ہمارے لئے آلۂ تحصیل علوم کان۔ آنکھ اور دل دئے گئے۔ لہذا

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

انبیاء علیہم السلام ان آلات سے تحصیل علوم میں مستغنی ہیں۔ اور ان کے علوم ہماری طرح علوم اکتسابی نہیں ہوتے۔ بلکہ محض تعلیم ربانی عالم ہوتے ہیں۔ اور وہی اشرف و اعلےٰ علوم ہیں۔ بلکہ اصل علوم وہی ہیں نہ علوم اکتسابیہ۔ وہ نورانیت ہی پر پیدا ہوتے ہیں۔ اور علم نور ہی ہے ۔

علوم انبیاءؑ کی نسبت ابو حامد غزالیؒ کی رائے

ابو حامد غزالیؒ فرماتے ہیں۔ اور جناب عمدۃ المتکلمین مولینا مولوی سید حامد حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ نے حدیث مدینہ میں اس کو ذکر کیا ہے "الطریق الثانی التعلیم الربانی وذالک علی وجھین الاول القاء الوحی (الی ان قال) فعلم الانبیاء اشرف مرتبۃ من جمیع علوم الخلائق لان حصولہ من اللہ تعالیٰ بلا واسطہ و وسیلۃ وبیان ھذہ الکلمۃ فی قصۃ آدم والملئکۃ (الی ان قال) وانما کان علمہ اشرف واکمل واقویٰ لانہ حصل من التعلیم الربانی وما اشتغل قط بالتعلم والتعلیم الانسانی فقال اللہ تعالیٰ علمہ شدید القویٰ" یعنی "دوسرا طریق تعلیم ربانی ہے۔ اور اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول القاء وحی .... پس علم انبیاءؑ جمیع خلائق کے علوم سے اشرف مرتبہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ بلا واسطہ و وسیلہ غیر خدا سے حاصل ہوا ہے۔ اور توضیح اس کی قصہ آدمؑ و ملائکہ سے ظاہر ہے .... پس علم حضرت خاتمؐ سب سے اشرف و اکمل و اقویٰ ہے۔ کیونکہ وہ تعلیم ربانی سے حاصل ہوا ہے۔ اور کبھی حضرتؐ تعلم و تعلیم انسانی میں مشغول نہیں ہوئے۔ پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی اس کو شدید القویٰ (یعنی اللہ) نے"۔ اس کلام سے چند باتیں ثابت ہیں۔ اوّل اشرف علم وہی ہے۔ جو تعلیم ربانی و بلا واسطہ ہو۔ دوم علم انبیاءؑ یہی علم ہے۔ یعنی موہبتی نہ اکتسابی۔ سوم آنحضرتؐ کا علم سب سے اشرف و اکمل و اقویٰ ہے۔ کیونکہ سب بلا واسطہ و وسیلہ غیر منجانب اللہ حاصل ہوا ہے۔ چہارم "علمہ شدید القویٰ" سے تعلیم ربانی بلا واسطہ مراد ہے۔ نہ تعلیم بالواسطہ۔ اور شدید القویٰ خدا کی صفت ہے نہ جبرئیلؑ کی۔ اور ہم ثابت کر چکے ہیں۔ جو روح نورانی مبدأ انوار و حقیقت علمیہ پیغمبرؐ میں ہے۔ وہی اوصیاء پیغمبرؐ میں ہے۔ اور وہی انکی معلم اور نفس علم ہے۔ کیونکہ علم نور ہے اور وہ نفس نور ہے۔ پس تمام علوم ان کو اس سے حاصل ہوتے ہیں۔ نہ بطور اکتساب۔ اور اس لیئے ان کے لئے اکتساب کا اعتقاد بدیہی البطلان ہے۔ تمام بلا واسطہ حاصل ہوئے۔ نہ جبرئیلؑ ان کے لئے واسطہ تعلیم ہو سکتا ہے اور نہ حضرت ابو طالبؑ۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ ہمارے اور ائمہؑ و انبیاءؑ کے علوم کی صورت بالعکس ہے۔ ادھر ہم اوّل مثلاً کسی کی زبان سے بذریعہ کان کچھ سنتے ہیں۔ اور حس مشترک کے ذریعہ قوت عاقلہ تک پہنچتا ہے۔ ادھر انبیاءؑ و ائمہؑ کے قلب پر

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

اوّل علم نازل ہوتا ہے۔ اور پھر وہاں سے منتقل ہوکر زبان پیغمبرؐ و امامؑ سے ظاہر ہوتا ہے۔ پس ہمارے اور اُن کے علوم میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ فتدبر فیہ۔

علمِ اکتسابی علم ہی نہیں

قال المجلسیؒ۔ العلم لیس ما یحصل بالسماع وقرأة الکتب وحفظھا فان ذالک تقلید وانما العلم ما یفیض من عند اللہ سبحانہ علی قلب المؤمن یوماً فیوماً وساعۃً فساعۃً فینکشف بہ من الحقائق ما تطمئن بہ النفس وینشرح لہ الصدر ویتنور بہ القلب" یعنی "وہ علم نہیں ہے۔ جو سُننے۔ کُتب کے پڑھنے اور اُن کے حفظ کر لینے سے حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ تو تقلید ہے (جو دوسرے نے کہا۔ یاد کر لیا۔ جو کتاب میں دیکھا۔ رٹ لیا) سوائے اِس کے نہیں ہے کہ علم وہ ہے۔ جس کا خدا کی طرف سے روز بروز ساعت بساعت قلب مومن پر فیضان ہوتا ہے۔ پس اسی سے وہ حقائق منکشف ہو جاتے ہیں جن سے نفس مطمئن ہو جاتا ہے۔ شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ سینہ کھُل جاتا ہے۔ اور دل نورانی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ علم نور ہے۔ وھو الظاھر بذاتہ المظھر لغیرہ۔ تحقیق حکمائے محققین بھی یہی ہے۔ کہ تصورات و صُور حاصلہ اشیاء کا نام علم نہیں ہے۔ بلکہ بعد حصول صُور فی الذہن جو نفس میں کیفیت انجلائیہ (نورانیہ) پیدا ہوتی ہے۔ وہ حقیقی علم ہے۔ اور وہی تصور و تصدیق میں منقسم۔ پس حقیقت علم وہی نور ہے۔ جو من جانب اللہ قلب پر فائض ہو۔ نہ کہ علم کتابی۔ جو دوسروں سے سُن سُنا کر اور پڑھ پڑھا کر حاصل کیا جائے۔ علم ائمہؑ علم حقیقی۔ نور خدا ہے۔ نہ علم اکتسابی۔ اِن کے لئے علم اکتسابی کا قائل ہونا ان کے مرتبے کو پست خیال کرنا اور عدم معرفت کی نشانی ہے۔ البتہ جو تعلیم جناب رسولؐ کی بابت مروی ہے۔ مثلاً یہ کہ جناب امیرؑ نے فرمایا۔ کہ مجھ کو رسول خداؐ نے دس لاکھ باب علوم حلال و حرام و علم ما کان و ما یکون تعلیم فرمائے۔ اور ہر باب سے ہزار باب علوم منکشف ہوئے۔ یہاں تک کہ مَیں نے علم منایا و بلایا و فصل خطاب جان لیا۔ خود اس کے مفہوم سے ظاہر ہے۔ کہ یہ طریق اکتساب نہیں ہے۔ بلکہ ایک طریق موہبت ہی ہے۔ ایک حرف کہہ دیا۔ ہزار باب علوم آ گئے۔ دوسری حدیث میں حضرت باقرؑ فرماتے ہیں۔ کہ رسول خداؐ نے علیؑ کو ایک حرف لکھا دیا جس نے ہزار حرف اور کھول دئیے۔ اور ہر حرف سے ہزار حرف اور کھُلے۔ وغیر ذالک۔ یہ وہ علم کسبی نہیں ہے جو نظر و فکر سے حاصل ہوتا ہے۔ فافہم۔

الراسخون فی العلم

ھُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ مِنْہُ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ ھُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِھٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ زَیْغٌ

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ (آل عمران ع ۱)۔

تفسیر عیاشی میں جناب صادق آل محمدؐ سے منقول ہے۔ کہ آپؑ نے فرمایا۔ "نَحْنُ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ وَنَحْنُ نَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ" یعنی راسخون فی العلم ہم ہیں۔ اور تاویل کو ہم ہی جانتے ہیں"۔ نیز آنحضرتؐ سے منقول ہے۔ کہ فرمایا۔ "رَاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْأَئِمَّةُ"۔ اور برید بن معاویہ سے مروی ہے۔ کہ میں نے حضرت باقرؑ سے عرض کیا۔ "لا یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم" کے کیا معنی ہیں۔ آپؑ نے فرمایا یعنی تاویل القرآن لا یعلم کلہ الا اللہ والراسخون فی العلم فرسول اللہ افضل الراسخین فی العلم قد علمہ اللہ جمیع ما انزل علیہ من التنزیل والتاویل وما کان اللہ منزلا علیہ شیئا لم یعلمہ تاویلہ واوصیائہ من بعدہ یعلمونہ کلہ وقال الذین لا یعلمون ما نقول اذا لم نعلم؟ فاجابہم اللہ یقولون آمنا بہ کل من عند ربنا والقرآن لہ خاص وعام وناسخ ومنسوخ ومحکم ومتشابہ والراسخون فی العلم یعلمونہ" فرمایا یعنی کل قرآن کی تاویل سوائے خدا اور راسخین فی العلم اور کوئی نہیں جانتا پس رسول اللہؐ افضل الراسخین فی العلم ہیں۔ خدا نے جو کچھ نازل کیا ہے۔ اُس کی تاویل و تنزیل ان کو تبلادی ہے۔ اور خدا کے لئے سزاوار نہیں ہے۔ کہ ان پر کوئی ایسی شے نازل کرے۔ جس کی تاویل انہیں نہ بتلائے۔ اور اُن کے بعد اُن کے اوصیاءؑ تاویل کے عالم ہیں۔ اور جو عالم تاویل نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ ہم کیا کہیں۔ جب کہ ہم تاویل نہیں جانتے۔ خدا نے جواب دیا۔ کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کل محکم و متشابہ ہمارے پروردگار کے پاس سے ہے۔ اور قرآن میں خاص ہے عام ہے۔ ناسخ ہے۔ منسوخ ہے۔ محکم ہے متشابہ ہے۔ اور راسخین فی العلم سب کو جانتے ہیں۔ بنابریں تمام قرآن کی تاویل و تنزیل کے جاننے والے راسخین فی العلم محمدؐ و آل محمد علیہم السلام ہی ہیں ✦

راسخون فی العلم کے معنی۔ جناب باقر العلوم علیہ السلام فرماتے ہیں "ان الراسخون فی العلم من لا یختلف فی علمہ"۔ راسخون فی العلم وہ ہیں۔ جن کے علم میں اختلاف نہ ہو۔ جو ایک کہے۔ وہی دوسرا کہے۔ اور اُس کے کلام میں تناقض نہ ہو۔ کہ کبھی کچھ کہدے اور کبھی کچھ اور جو کچھ کہیں۔ مطابق واقع ہو۔ ابن شہر آشوب مناقب میں فرماتے ہیں "الراسخون فی العلم من قرنہم رسول اللہ بالکتاب واخبر انہما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض وفی اللغۃ الراسخ اللازم لا یزول عن حالہ ولا یکون کذالک الا من طبعہ اللہ علی العلم فی ابتداء نشوہ کعیسیٰ

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

فی وقت ولادتہ قال ابی عبد اللہ اتانی الکتاب الآیہ فاما من یبقی السنین الکثیرۃ لا یعلم ثم یطلب
فینالہ من جہۃ غیرہ علی قدر ما یجوز ان ینالہ منہ فلیس ذالک من الراسخین۔ الخ۔ یعنی
راسخون فی العلم وہ لوگ ہیں۔ جن کو رسول اللہ نے کتاب اللہ کے ساتھ ملایا اور اُس کے مقارن قرار دیا
ہے۔ اور خبر دی ہے کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے۔ تاوقتیکہ میرے پاس حوض کوثر پر
پہنچیں (یعنی اہلبیت و عترت پیغمبرؐ)۔ اور لغت میں راسخ بمعنی لازم ہے۔ جو اپنی حالت پہ قائم و باقی رہے۔
زائل و متغیر و متبدل نہ ہو۔ اور ایسا شخص راسخ فی العلم نہیں ہو سکتا۔ مگر وہ جس کو خدا نے ابتدائے خلقت
میں علم ہی پر مخلوق و مفطور کیا ہو۔ اور علم اُس کی طبیعت و سرشت میں داخل ہو۔ جیسے حضرت عیسٰیؑ کہ وقت
ولادت فرماتے ہیں "میں بندۂ خدا ہوں۔ مجھ کو خدا نے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے"۔ لیکن وہ شخص جو
مدت تک بے علم و جاہل رہے۔ اور پھر طلب کرے۔ اور اُس کو جہاں تک بھی ممکن ہو دوسرے
سے حاصل کرے۔ تو یہ شخص راسخ فی العلم نہ کہلائیگا"۔ اِس تحقیق کی بنا پر جو عین مطابق واقع ہے راسخون
فی العلم وہ ہیں۔ جن کی خلقت و سرشت میں علم داخل ہے۔ اور وہ علم ہی پر مفطور ہوتے ہیں۔ جیسے کہ
حضرت عیسٰیؑ کہ وقت ولادت وجود کتاب کا اقرار کرتے ہیں۔ اور اسی طرح ہر ایک نبی صاحب کتاب وجودی
ہوتا ہے۔ اور علم اُس کے وجود کے ساتھ دیا جاتا ہے (کما مر فی المقدمۃ)۔ اور وہ شخص جو اوّل
جاہل اور علم سے خالی ہو۔ بعد ازاں علم کو کسب و اکتساب سے حاصل کرے۔ وہ راسخ فی العلم نہیں
ہو سکتا۔ خواہ وہ علم کے کسی درجے پر کیوں نہ پہنچ جائے۔ پس آئمہ معصومینؑ کے لئے اکتساب کا
قائل ہونا یا پیغمبرؐ کو ابتدائً علم سے خالی جاننا باطل اور راسخین فی العلم ہونے سے
انکار کرنا اور احادیث و آیات کی تکذیب ہے۔ علوم آئمہؑ ہرگز اکتسابی نہیں کہلا سکتے۔
اور وہ کسی علم کو کسی دوسرے انسان سے حاصل نہیں کرتے۔ علم اُن کے وجود کے ساتھ
ساتھ عطا ہوتا ہے۔ اور اُن کے خمیر میں داخل ہے۔ اور صغر و کبر ان کے لئے مساوی ہے
جیسا کہ صفوان سے مروی ہے کہ ہم نے حضرت رضاؑ سے دریافت کیا۔ کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ آپ
کے ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ اور خدا نے آپ کو بیٹا دیدیا۔ خدا آپ کو سلامت رکھے فرمائیے۔ آپ کے بعد کس کی طرف
رجوع کریں۔ آپؑ نے ابو جعفر (محمد تقیؑ) کی طرف اشارہ کیا جو سامنے کھڑے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ وہ
تو تین سال کے بچے ہیں۔ فرمایا۔ پھر کیا ہے۔ حضرت عیسٰیؑ گہوارے میں حجت خدا قرار پائے۔ اور یہ
تو تین سال کے ہیں۔ کیوں حجۃ اللہ نہیں ہو سکتے۔

اُولوا العلم و اُوتوا العلم } آیہ سورۂ عنکبوت۔ وکذالک انزلنا الیک الکتاب فالذین آتیناہم الکتاب

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

یومنون بہ ومن ھؤلاء من یومن بہ وما یجحد بآیٰتنا الا الکٰفرون۔ وما کنت تتلوا من قبلہ
من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون بل ھو اٰیات بینات فی صدور الذین
اوتوا العلم وما یجحد بآیٰتنا الا الظٰلمون" کے متعلق ہم ثابت کر چکے ہیں کہ اس سے مراد نہ علماء یہود و
نصاریٰ ہیں اور نہ علماء امت محمدیؐ۔ بلکہ اس کے مصداق وہی نفوس قدسیہ ہیں۔ جو قبل نزول قرآن
عالم قرآن ہیں۔ انہی کے سینوں میں قرآن بطور آیات بینات موجود ہے۔ اور کتاب سے مراد یا جنس کتاب
یا کتاب اصل وحقیقت قرآن ہے۔ اور جس کے وجود میں جنس کتاب یا حقیقت قرآن ہو۔ اس کے علوم کا اندازہ
نہیں لگایا جا سکتا۔ من عندہ علم الکتاب سے موازنہ کیجئے۔ دیکھو آصف بن برخیا جس کے باب میں خدا فرماتا
ہے۔ قال الذی عندہ علم من الکتاب (یعنی کہا اس شخص نے جس کو کتاب کا کچھ علم حاصل تھا)۔
اس کی قوت وقدرت کا یہ حال ہے۔" انا اٰتیک قبل ان یرتد الیک طرفک" "چشم زدن سے پہلے
ایک ماہ کی راہ سے تخت بلقیس لاکر حضرت سلیمانؑ کے آگے رکھ دیا" جو شخص جنس کتاب کا علم رکھتا ہو۔ اس کی
قدرت وقوت کا کیا ٹھکانا۔ اگر جنس کتاب مراد ہو جب۔ اور اگر کتاب معہود یعنی قرآن مراد ہو۔ جب بھی
جاننے۔ کہ صاحب "من عندہ علم الکتاب" کے نزدیک مشارق ومغارب عالم ارض وسموات سب ایک
ہوں۔ اور چشم زدن میں بارہ ہزار عالم کی سیر کر آئے۔ کیونکہ کتاب معہود یعنی قرآن کی صفت میں خدا فرماتا
ہے۔" ولو ان قرآنا سیرت بہ الجبال او قطعت بہ الارض او کلم بہ الموتیٰ بل للہ الامر جمیعا۔"
یعنی "اگر کوئی قرآن ہے۔ کہ اس کو اگر پہاڑوں پر پڑھا جائے۔ تو چل نکلیں۔ زمین پر پڑھا جائے۔ تو پارہ
پارہ ہو جائے۔ یا طی الارض ہو جائے۔ اور مُردوں پر پڑھا جائے۔ تو بول اٹھیں۔ بلکہ ہر ایک امر خدائی اس
سے سرانجام پا جائے۔ تو وہ یہی قرآن ہے۔ پس جس کے پاس اس کا علم ہو۔ مشرق عالم کو مغرب اور
مغرب عالم کو مشرق کر سکتا ہے۔ چنانچہ بعینہ یہی بصائر الدرجات میں جناب امیرؑ سے عبدالحمید نے روایت
کیا ہے۔ اور حضرت علی النقی علیہ السلام فرماتے ہیں" لا یعزب عنا شیٔ" ہم سے کوئی شے
غائب اور دور نہیں" وکل ذالک علم احاطۃ لا علم اخبار" اور یہ سب علم احاطی ہے نہ علم اخباری
یعنی احاطہ رکھتے ہیں عوالم پر۔ نہ کہ کوئی ہمیں آکر خبر دیتا ہے۔ اور حضرت رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ
رسول خداؐ نے فرمایا۔ کہ ہوا میں کسی پرندے کا پر بھی ہلتا ہے۔ تو ہمیں اس کا علم موجود ہے۔" و ولدنی
رسول اللہ وانا اعلم علم ما کان وما یکون الیٰ یوم القیٰمۃ (عن الباقرؑ)" جنا مجھ کو رسول اللہؐ
نے در آنحالیکہ میں جانتا ہوں علم ما کان وما یکون تا یوم القیامۃ کو۔ اور" اسئلونی قبل ان تفقدونی
عما شئتم فانی اعلم بطرق السموات من طرق الارض" (پوچھو مجھ سے قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

جو کچھ تمہارا دل چاہے۔ کیونکہ طرق السماوات کو طرق ارض سے بہتر جانتا ہوں)۔ قول باب علم مشہور و معروف ہے۔ اور ابان تغلب سے مروی ہے۔ کہ جناب صادق آل محمدؐ کے پاس یمن کا ایک نجومی آیا۔ حضرتؑ نے دریافت کیا۔ تمہارے علماء کا علم کس درجہ وسیع ہے۔ عرض کیا۔ علم نجوم و فال کے ذریعہ ایک شب میں آفتاب کی دو مہینے کی راہ طے کر لیتے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ کہ پھر تو عالم مدینہ (یعنی آپؑ) تمہارے علماء سے عالم تر ہے۔ کہ دن کی ایک ساعت میں آفتاب کی ایک سال کی منزلوں کو طے کر لیتا ہے۔ اور اپنے مقام سے حرکت نہیں کرتا۔ اور بارہ ہزار عوالم کی سیر کرتا ہے۔ ایسے عوالم جن کا ایک عالم مثل تمہارے عالم کے ہے۔ اور ان عوالم کے رہنے والے یہ نہیں جانتے۔ کہ آدمؑ اور ابلیس کوئی مخلوق ہیں۔ نجومی نے سوال کیا۔ آیا ان عوالم کی مخلوقات آپ لوگوں کو پہچانتی ہے۔ فرمایا۔ ہاں ان عوالم پر خدا نے ہماری ہی ولایت کو واجب گردانا ہے۔ قریب قریب اسی مضمون کی ایک حدیث جناب باقر العلومؑ سے مروی ہے۔ اور اسی مضمون کو عبدالرحمٰن نے حضرت صادقؑ سے روایت کیا ہے۔ کہ ایک یمنی حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے بعد جواب سلام فرمایا۔ تمہارے یہاں کوئی عالم ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا۔ تمہارے عالم کا علم کہاں تک پہنچا ہوا ہے۔ عرض کیا۔ علم نجوم و فال کے ذریعہ سے وہ ایک ساعت میں تیز رفتار ناقہ سوار کی ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ عالم مدینہ کا علم تمہارے عالم سے بہت بڑھا ہوا ہے۔ کہا۔ عالم مدینہ کا علم کتنا ہے۔ فرمایا۔ وہ نہ آثار نجوم دیکھتا ہے اور نہ فال طائر۔ اور وہ لحظہ واحدہ میں مسافت شمس طے کرتا ہے۔ بارہ برج۔ بارہ بر اعظم۔ بارہ بحر اعظم اور بارہ عالم قطع کرتا ہے۔ اس نے کہا۔ میں آپؑ کے فدا ہوں۔ میں گمان نہیں کرتا۔ کہ کوئی اتنا علم رکھتا ہو۔ اور میں نہیں جانتا۔ کہ یہ کیا ہے۔ اور یہ کہکر باہر نکل گیا۔ صدق ما قالوا "لایعی احادیثنا الاحصون حصینۃ او حلوم رزینۃ او صدور امینۃ۔ ولا یتحملہا الاملک مقرب او نبی مرسل او مومن امتحن اللہ قلبہ بالایمان"۔ بہرکیف "من عندہ علم الکتاب" اور "آتیناہم الکتاب" کا مصداق سوائے آل محمدؐ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ حضرت صادق علیہ السلام ایک حدیث طولانی کے آخر میں فرماتے ہیں "علم الکتاب واللہ کلہ عندنا علم الکتاب واللہ کلہ عندنا علم الکتاب واللہ کلہ عندنا" علم کتاب واللہ ہمارے پاس ہے واللہ ہمارے پاس ہے واللہ ہمارے پاس ہے (بحار) سلیمان بن قیس نے جناب امیرؑ سے ایک حدیث طویل کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔ کہ آپؑ نے فرمایا۔ کہ میں توریت کو اہل توریت سے بہتر جانتا ہوں۔ اور انجیل کو اہل انجیل سے۔ اور قرآن کو اہل قرآن سے۔ اور قرآن کی بابت مجھ سے دریافت کرو۔ کیونکہ قرآن میں ہر شے کا بیان اور علم اولین و آخرین موجود ہے۔ اور قرآن نے کوئی

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

بات کسی کہنے والے کے لئے نہیں چھوڑی۔ اور اس کی تاویل اللہ اور راسخون فی العلم کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور راسخون فی العلم ایک شخص نہیں چند ہیں۔ اور رسول خدا ان میں سے ہیں۔ اللہ نے ان کو تاویل قرآن عطا کی۔ اور انہوں نے مجھ کو دیدی۔ اور پھر برابر روز قیامت تک ہماری اولاد میں رہیگی"۔ "بقیۃ مما ترک ال موسیٰ وآل ھارون"۔ اور میں آنحضرت سے وہی نسبت رکھتا ہوں۔ جو ہارونؑ کو موسےٰ سے تھی۔ اور علم روز قیامت تک ہماری اولاد میں رہیگا۔ اور۔ باقر العلومؑ "اٰتیناھم الکتاب" کی تفسیر میں فرماتے ہیں "ھم اٰل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ومن ھٰؤلاء من یومن بہ یعنی اھل الایمان من اھل القبلہ"۔ یعنی "والذین اٰتیناھم الکتاب یومنون بہ" سے مراد آل محمدؐ ہیں۔ اور "ومن ھؤلاء من یومن بہ" سے مراد مسلمان اہل ایمان ہیں۔ قطعاً ناممکن ہے۔ کہ اس کا مصداق غیر آل محمدؐ اور کوئی ہو۔ خصوصاً سورۂ قصص میں جو صفات "ان الذین اٰتیناھم الکتاب" کے مذکور ہیں۔ سوائے آل محمدؐ کے اور کسی پر صادق ہی نہیں +

نکتہ۔ جس طرح ہر ایک شے کے چار وجود ہوتے ہیں۔ وجود مکتوبی۔ وجود ملفوظی۔ وجود ذہنی۔ وجود حقیقی۔ کتاب کے بھی چار وجود ہیں۔ اور چاروں استعمال قرآن میں موجود ہیں۔ "ولو نزلنا علیک کتاباً فی قرطاس فلمسوہ بایدیھم لقال الذین کفروا ان ھذا الا سحر مبین" اگر ہم نازل کرتے تجھ پر کوئی کتاب کاغذ پر لکھی ہوئی۔ اور وہ مس کرتے اس کو اپنے ہاتھوں سے۔ اور اسے چھوکر دیکھتے تو بھی کافر کہتے۔ کہ نہیں ہے یہ مگر کھلا کھلا جادو"۔ یہاں کتاب سے کتاب مکتوب مراد ہے۔ "وما اٰتیناھم من کتب یدرسونھا وما ارسلنا الیھم قبلک من نذیر"۔ "اور نہیں دیں ہم نے ان کو کتابیں۔ جن کو وہ پڑھتے ہوں۔ اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے ان میں کوئی پیغمبر"۔ یہاں اور اس جیسی اور آیات میں کتاب سے مراد کتاب ملفوظ ہے۔ "اور لا یعلمون الکتاب الا امانی"۔ "نہیں جانتے ہیں وہ کتاب کو مگر آرزوئیں۔ یعنی اپنی خواہشات کے موافق تاویلیں کر لیتے ہیں۔ اور وہی ان کے ذہن میں ہیں۔ جن کو وہ کتاب سمجھتے ہیں"۔ یہاں کتاب سے مراد کتاب ذہنی ہے۔ اور "ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان"۔ "واٰتیناھم الکتاب"۔ "واٰتینٰھما الکتاب المستبین"۔ "واٰتانی الکتاب" میں کتاب سے مراد حقیقت کتاب ہے۔ اور علم واقعی وجودی ہے۔ ہمارے محاورات میں بھی ایک وقت بولا جاتا ہے۔ کہ "قرآن اٹھالاؤ"۔ اس سے وہی وجود مکتوبی مراد ہوتا ہے۔ لکھا ہوا۔ بین الدفتین۔ ایک وقت بولتے ہیں۔ فلاں قرآن پڑھ رہا ہے یا قرآن پڑھو۔ اس سے وجود ملفوظی مراد ہوتا ہے۔ ایک وقت کہا جاتا ہے۔ فلاں قرآن نہیں جانتا یا نہیں سمجھتا۔ اس سے وجود ذہنی یعنی معانی ذہنیہ مدلولہ

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com

بالالفاظ مراد ہیں۔ ایک قرآن ہے "انہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون لا یمسہ الا المطہرون" یہ قرآن حقیقت قرآن ہے۔ اور منزل بر قلب پیغمبرؐ۔ نہ صورت مکتوبی ہے نہ صورت ملفوظی۔ جو ایک آواز ہے۔ جو قاری کے منہ سے نکلتی ہے۔ اور نہ صورت ذہنیہ مدلولہ بالفاظ۔ کیونکہ وہ تابع الفاظ ہے۔ اور اس سے مؤخر ہے۔ بلکہ حقیقت واقعیہ قرآن ہے۔ "نزل بہ الروح الامین علی قلبک" پس "آتیناھم الکتاب" سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جن کے سینوں میں قبل نزول علم قرآن و حقیقت واقعیہ قرآن موجود ہے۔ اور وہ آل محمدؐ ہیں۔ نہ کفار یہود و نصاریٰ ۔ یا عبداللہ ابن سلام۔ "بل ھو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم" قرآن ان کے وجود کے ساتھ ہے۔ اور ان کا وجود قرآن کے ساتھ۔ اسی واسطے پیغمبرؐ نے ان کو کتاب اللہ سے ملحق فرمایا۔ "انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اہلبیتی ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی ولن یفترقا حتی یردا علی الحوض" قرآن انکے وجود کے ساتھ متحد ہے۔ اور یہی وہ اہل الذکر (اہل القرآن) ہیں۔ جن سے سوال کا حکم ہے "فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون" ذکر قرآن ہے۔ "انا نحن نزلنا علیک الذکر و انا لہ لحافظون" اور یہ اہل ذکر ہیں۔ قرآن ان کے سینوں میں موجود اور ان کے ساتھ ہے۔ اور خدا اس کا حافظ۔ نہ وہاں سے گھٹ سکتا ہے۔ نہ اسے کوئی چھین سکتا ہے۔ نہ ان کے سینوں سے کوئی چرا سکتا ہے۔ اور نہ اس حقیقت قرآن میں تحریف ہو سکتی ہے۔ یہی اوتوا العلم و اولوا العلم ہیں۔ جو حقیقت قرآن سے واقف ہیں۔ نہ علماء۔ جو ایک آیت کی حقیقت سے بھی واقف نہیں سخت غلطی پر ہیں جو اوتوا العلم کی تفسیر علماء سے کرتے ہیں۔ عبدالعزیز العبدی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے۔ کہ حضرتؑ نے فرمایا۔ کہ صاحبان اوتوا العلم ائمہ علیہم السلام ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ آپؑ نے فرمایا۔ ہمارے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔ پھر ہارون بن حمزہ غنوی کی روایت میں ہے۔ کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا۔ اس سے مراد خاص ائمہ اہلبیتؑ ہی ہیں۔ اور حضرت باقرؑ نے سائل کے جواب میں فرمایا۔ ہمارے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔ ہم ہی راسخون فی العلم ہیں۔ یعنی اوتوا العلم وہی ہو سکتے ہیں۔ جو راسخ فی العلم ہیں۔ اور علم ان کی خلقت و سرشت میں داخل ہے۔ پس جو شخص اولوا العلم۔ اوتوا العلم۔ راسخون فی العلم۔ اہل الذکر اور آتیناھم الکتاب کا مصداق ہو۔ علم اس کی سرشت میں داخل ہو۔ اس کا علم کبھی کسبی و اکتسابی نہیں کہلا سکتا۔ ان کا علم وہبی و علم کلی ہے۔ جس کی حد و انتہا سوائے خدا کے کوئی نہیں جان سکتا۔ وہی جانے۔ کہ ان کو کیا عطا کیا ہے۔ ہاں اتنا معلوم ہے۔ کہ جو کچھ جملہ انبیاءؑ و اوصیاءؑ و ملائکہ کو دیا ہے۔

PDF Created with deskPDF PDF Writer - Trial :: http://www.docudesk.com